طاغوت
مسعود جاوید
دُنیا کا ہیبت ناک ترین ناول

پیش لفظ

کافی پُرانی بات ہے۔

میں مری میں تھا۔ وہ ایک سرد ترین رات تھی۔ ٹھنڈی اور تیز ہوا پتوں کے درمیان سے سیٹی بجاتی گزر رہی تھی۔ ایک عجیب پُراسرار فضا تھی۔ میں بنگلے میں اکیلا، پوری محویت سے ایک ناول پڑھ رہا تھا۔ اس ناول کا نام "طاغوت" تھا۔ اس پُراسرار رات میں "طاغوت" پڑھنا مجھے آج تک یاد ہے۔ تیس پینتیس سال گزرنے کے باوجود وہ پُراسرار رات، میرے یادوں کے جزیرے سے نکل کر آج بھی اچانک میرے سامنے آکھڑی ہوتی ہے۔

"طاغوت" میرا پسندیدہ ناول ہے۔ یہ ناول کبھی میری ذاتی لائبریری میں موجود تھا۔ بڑی احتیاط کئے باوجود مکان کی شفٹنگ میں کہیں اِدھر اُدھر ہو گیا۔ پھر میں نے اس ناول کو بڑی تگ ودو کے بعد دوبارہ حاصل کیا۔ میں اسے قسط وار "اخبارِ جہاں" میں چھاپنا چاہتا تھا۔ ناول کے حصول کے بعد میں نے اسے "اخبارِ جہاں" میں شائع کروایا۔ اس ناول کو "تاریک راہیں" کے نام سے چھاپا گیا۔ نام کی یہ تبدیلی ناگزیر وجوہ کی بنا پر کی گئی۔ اب جبکہ یہ کتابی شکل میں شائع ہو رہا ہے تو میں نے اس کا اصل نام ہی برقرار رکھا ہے۔

مسعود جاوید نے اس ناول کو ایک انگریزی ناول "THE DAY WILL RIDES OUT" کو اُردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔ مسعود جاوید نے بے شمار ناول لکھے ہیں۔ ایک زمانے میں وہ "جاسوسی محل" نامی ماہنامے میں، ہر ماہ ایک جاسوسی ناول لکھا کرتے تھے۔ "طاغوت" ان کا مشہور ترین ناول ہے۔ یہ دُنیا کا سب سے بڑا ہیبت ناک ترین ناول ہے۔

اس ناول کا موضوع انسان اور شیطان ہے۔ انسان جب سے پیدا ہوا ہے شیطان اس کا بدترین دشمن چلا آرہا ہے۔ انسان کے ساتھ شیطان زندہ ہے۔ انسان نہ ہوتا تو شیطان بھی نہ ہوتا۔ اس ناول میں شیطان کا مکر و فریب پوری خونریزیوں، بربادیوں اور تباہیوں کے ساتھ موجود ہے۔ یہ ایک معصوم انسان کا قصّہ ہے۔ ایسے معصوم انسان کا جسے شیطان بھینٹ چڑھا کر اپنی کالی قوتوں میں اضافہ کرنا چاہتا ہے۔ اس انسان کو اغوا کر لیا جاتا ہے اور پھر شیطانی کھیل شروع ہو جاتا ہے۔ ایسی ایسی معرکہ آرائیاں ہوتی ہیں کہ پڑھنے والا حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔

یہ ایک ہیبت ناک ترین ناول ہے۔

یہ ایک دلچسپ ترین ناول ہے جو آپ کو آپ سے بیگانہ کر دے گا۔

(میر جاوید رحمٰن)

ایک بھیانک قسمت ان کی زندگی پر منڈلا رہی تھی!

خوف و دہشت کی پرچھائیاں مستقبل کے پردوں میں چھپی ہوئی ان کے ہوش و حواس گم کیے جانے کے لئے منہ کھولے بیٹھی ہوئی تھیں۔

لیکن ان کو ہلکا سا گمان بھی نہ تھا کہ آج رات کی پُر تکلف و مسرت انگیز ضیافت ان کی زندگی میں داخل ہو رہی ہے وہ ایک ایسا طوفان ہے جس کی تعمیر شیطانی قوت کی پھنکاروں سے ہوئی ہے اور جو ان کو اپنے خوفناک جبڑوں میں گھسیٹ کر کچل ڈالے گی!

ان میں سے ایک وہ معمّر و مشہور جاگیردار تھا جس کو دنیا نواب اقبال جنگ کے نام سے جانتی تھی اور دوسرا اس کا نوجوان دوست ظہیر اسد تھا جو ایرانی نسل سے تعلق رکھتا تھا۔ کھانا وہ آٹھ بجے ہی کھا چکے تھے لیکن قہوے کا آخری دور دس بجے تک کے لئے ملتوی کر دیا گیا تھا۔ اپنے نام کی مناسبت سے اسد ایک طاقتور اور شاندار جسمانی ساخت کا مالک تھا میزبان اقبال جنگ نے جس جوش و خروش کے ساتھ اس کے واسطے بہترین غذاؤں کا اہتمام ضیافت میں کیا تھا اس سے کہیں زیادہ جوش و خروش کے ساتھ اسد نے ان غذاؤں کو معدہ میں منتقل کرنے کا کارنامہ انجام دیا تھا!

لیکن ان دونوں دوستوں کا یہ طرزِ عمل کوئی نیا نہ تھا۔ نواب اقبال جنگ کا دستور تھا کہ اس کا نوجوان ایرانی دوست اسد جب تجدید ملاقات کے سلسلے میں اس کے پاس آتا تھا تو وہ اپنے دستر خوان کو بہترین غذاؤں سے بھر دیتا تھا اور اسد بھی دستر خوان پر اس طرح حملہ آور ہوتا تھا جیسے وہ کئی سال تک اسی شکار

کے انتظار میں اپنی بھوک کے ہتھیار تیز کرتا رہا ہے!

سرسری نظر سے دیکھنے والے کو ان دونوں کی یہ دوستی یقیناً عجیب محسوس ہونا چاہئے تھی لیکن یہ حقیقت ہے کہ عمر و نسل اور صورت و مذاق کے فرق کے باوجود ان کے درمیان ایک سچی پرستاری کا جذبہ کار فرما تھا۔ متضاد مقناطیس کے ٹکڑوں کی طرح وہ تینوں ایک دوسرے کے واسطے ایک شدید اور گہری کشش رکھتے تھے حالانکہ یہ ایک دوسرے سے اس قدر مختلف تھے!

چند سال پہلے کی بات ہے کہ یورپ کی سیاحت کے دوران اسد نے کچھ سرگرمیوں میں ناعاقبت اندیشانہ جوش دکھانے کی وجہ سے خود کو ایک غیر ملکی قید خانے میں پھنسا لیا تھا۔ اس وقت اقبال جنگ نے اپنی پُرسکون اور راحت بھری زندگی کو چھوڑ کر یورپ کا سفر کیا اور نہ جانے کتنے ممالک میں اسد کی تلاش کے لئے خاک چھانتا رہا۔ آخر کار اس نے نا صرف یہ کہ اسد کو تلاش ہی کر لیا بلکہ خفیہ طریقے پر اسد کو قید و بند سے نجات بھی دلائی اور پھر ان دونوں نے مل کر شانہ بشانہ تمام مشکلات کا مقابلہ کرتے ہوئے یورپ کے اس علاقے کے راز معلوم کیے جہاں غیر ملکیوں کا داخلہ ممنوع تھا اس کے بعد انہوں نے ہزاروں میل تک اس طرح سفر کیا کہ غیر ملکی جاسوس مسلسل ان کا تعاقب کر رہے تھے۔

اس خوفناک مرحلے میں ان کے ساتھ کچھ دوسرے لوگ بھی شریک رہے تھے مثلاً نوجوان و بہادر جمشید اور اس کی حسین و معصوم محبوبہ شہزادی مریم جس کو جمشید اپنی دلہن بنا کر لے آیا تھا...... لیکن آج رات جب اقبال جنگ اور اسد طعام سے فارغ ہو کر سکون سے بیٹھے اور اقبال جنگ کے خدمت گار نے قیمتی سگاروں کا خوبصورت بکس اسد کے سامنے پیش کیا تو اس وقت اسد کے خیالات نہ تو اپنی گزشتہ انقلابی سرگرمیوں کی طرف متوجہ تھے اور نہ جمشید اور مریم کی طرف جو کہ آج کل اپنے دیہاتی علاقے کے ایک قدیم و خوبصورت شاندار مکان میں اپنی چھوٹی بچی زہرہ کے ساتھ سکون و مسرت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اسد کے خیالات تو اس وقت رہ رہ کر اپنے اس تیسرے ساتھی کی طرف پرواز کر رہے تھے جو اپنی ڈرپوک فطرت کے باوجود ایک چالاک دماغ کا مالک تھا۔ اس کا نام سلیمان تھا اور نسل کے اعتبار سے وہ ایک مصری یہودی تھا اس زمانے میں جب یورپ کے طول و عرض میں غیر ملکی جاسوس شکاری کتّوں کی طرح ان کے پیچھے لگے ہوئے تھے یہ سلیمان کا چالاک دماغ ہی تھا جس نے اقبال جنگ اور اسد کو سلامتی کے ساتھ ہندو ن واپس پہنچنے میں مدد دی تھی۔

"وہ کون سی چیز ہو سکتی ہے جس نے آج رات سلیمان کو یہاں ہمارے پاس آنے سے روک دیا؟" یہ سوال بار بار اسد کے ذہن میں ابھر رہا تھا۔ اقبال جنگ کی حویلی میں تجدید ملاقات کی یہ ضیافت مقرّرہ مدّت کے بعد اکثر ہوتی رہتی تھی اور آج تک کبھی ایسا نہ ہوا تھا کہ ایسے موقع پر سلیمان غیر حاضر ہو گیا ہو...... پھر آج رات کیوں نہیں آسکا......؟ اس کے متعلق کئی بار اسد نے اقبال جنگ سے دریافت بھی کیا لیکن اقبال جنگ بے نیازی سے ٹال گیا...... نواب کی اس بے نیازی کے پیچھے کوئی اہم راز پوشیدہ لگ رہا تھا اور اسد کو ایسا احساس ہو رہا تھا کہ اگرچہ اس کا میزبان حسب معمول بہت مطمئن و مسرور نظر آرہا ہے اور ہنس ہنس کر پر لطف باتیں بھی کر رہا ہے لیکن اس کے باوجود دال میں کچھ کالا نظر آتا ہے یعنی اقبال جنگ

کوئی اہم و خوفناک راز چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔

اسد نے آہستہ آہستہ بکس میں سے سگار نکالا، سلگایا اور کش لگانے لگا۔ وہ کمرے میں سے خدمت گار کے چلے جانے کا منتظر تھا چنانچہ جیسے ہی دروازہ بند ہوا اس نے سگار رکھ دیا اور اچانک نواب اقبال جنگ سے مخاطب ہو کر بولا۔

"اچھا تو یہی ہے کہ اب نقاب اٹھا دی جائے۔"

نواب نے اپنے نفیس سگار کے خوشبودار دھویں کا پہلا بادل اڑایا اور محتاط الفاظ میں بولا۔ "نقاب......؟ نقاب سے تمہارا کیا مطلب ہے اسد؟"

"اس کا مطلب تو صرف ایک ہی ہو سکتا ہے۔"

"کیا......؟"

"سلیمان......!"

"سلیمان......!"

"ہاں" اسد نے کہا۔ "کیا آج تک یہ دستور نہیں رہا کہ جب میں آپ کا مہمان ہوتا ہوں تو پہلی رات کو آپ، میں اور سلیمان ایک ساتھ کھانا کھاتے ہیں؟ آج پہلی مرتبہ یہ قانون توڑا گیا ہے اور جب میں نے طعام سے پہلے سلیمان کے متعلق آپ سے پوچھا تو آپ نے بے نیازی سے ٹال دیا لیکن میں اچھی طرح محسوس کر رہا ہوں کہ آپ کی یہ بے نیازی حقیقی اور فطری نہیں ہے...... آج رات سلیمان کیوں یہاں موجود نہیں؟"

"بالکل ٹھیک میرے دوست......! کیوں موجود نہیں؟" نواب نے اپنی انگلیوں کے سرے اپنے دبلے پتلے مگر دلکش چہرے پر پھیرتے ہوئے اسد کے الفاظ کو دہرایا۔ "میں نے ٹیلیفون پر اس سے درخواست کی تھی اور اس کو بتا دیا تھا کہ آج صبح تمہارا جہاز آنے والا ہے لیکن پھر بھی...... پھر بھی سلیمان نے اپنی ملاقات کے شرف سے ہم کو آج رات محروم ہی رکھا۔"

"تو کیا وہ بیمار ہے......؟"

"نہیں...... جہاں تک مجھے علم ہے وہ مکمل طور پر تندرست ہے...... ہو سکتا ہے کوئی بے حد ضروری کام درپیش ہو...... کسی زبردست مجبوری کے بغیر وہ اس ضیافت کے موقع پر ہرگز ہمیں مایوس نہیں کر سکتا...... یہ ضیافتیں تو ایک طرح سے ہماری باہمی دوستی کے لئے ایک مقدس چیز بن چکی ہیں۔"

"لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے دوست۔" اقبال جنگ نے کہا۔ "آج رات سلیمان اپنے گھر پر تنہا ہے ہاں میں یہ بتانا بھول گیا کہ آج رات یہاں نہ آسکنے کے لئے اس نے ٹیلیفون پر مجھ سے معذرت چاہی تھی۔ اس نے بتایا تھا کہ وہ کچھ آرام کرنا اور تازہ دم ہونا چاہتا ہے تاکہ شطرنج کے ایک مقابلے میں شریک ہو سکے جو کہ......"

"شطرنج کی ایسی تیسی......!" اسد نے غصے میں کہا۔ "ہم تینوں کی دوستی میں وہ شطرنج کو کبھی بھی حائل نہ ہونے دے گا...... یہ تو بڑی عجیب اور بے ہودہ سی بات معلوم ہوتی ہے، آپ کی آخری ملاقات

اس سے کب ہوئی تھی؟"

"تقریباً تین ماہ پیشتر۔"

"کیا!" اس نے حیرت سے کہا اور میز پر آگے کی طرف جھک گیا۔ "یہ بالکل ناقابل یقین بات ہے۔"

"حقیقت یہی ہے......" اقبال جنگ نے کہا۔

"آپ کا اس سے کوئی جھگڑا تو نہیں ہوا؟" اسد نے پوچھا۔

اقبال جنگ نے ایک سرد آہ بھری اور بڑے جذباتی انداز سے کہنا شروع کیا۔ "تمہاری کوئی اولاد نہ ہوتی اور اس حالت میں تمہیں ایسے دو نوجوان مل جاتے جن کے دل تمہاری محبت سے لبریز ہوتے اور جن کے اندر وہ تمام خصوصیات موجود ہوتیں جو کہ تم اپنے بیٹوں میں دیکھنا چاہتے تو کیا تمہارے واسطے کسی طرح بھی یہ ممکن تھا کہ ان نوجوانوں میں سے کسی کے ساتھ جھگڑا کر سکتے؟"

"آپ کا ایک ایک لفظ صحیح ہے لیکن تین ماہ ایک بڑی طویل مدت ہے خصوصاً ایسے دوستوں کے لئے جو ہر ہفتے دو یا تین مرتبہ ملاقات کرنے کے عادی رہے ہوں۔ مجھے اس میں کوئی بھی تُک نظر نہیں آتی...... اور آپ اس معاملے میں بہت زیادہ پردہ داری سے کام لے رہے ہیں...... براہِ کرم آپ ذرا کھل کر بتایئے، آخر بات کیا ہے؟"

اقبال جنگ کی آنکھیں جو تقریباً خیرہ کن درخشانی کی مالک تھیں اور اس کے چہرے کی ایک نمایاں خصوصیت تھیں، اچانک پوری شدت سے چمک اٹھیں۔

"یہی تو مصیبت ہے میرے دوست۔" وہ اچانک بولا۔ "مجھے ذرا بھی معلوم نہیں کہ بات کیا ہے! شاید وہ کسی پریشانی میں پھنس گیا ہے۔ مگر افسوس اس نے مجھ سے اس کا ذکر نہیں کیا۔

اگر آپ کو یہ اندیشہ ہے کہ سلیمان کسی بڑی آفت میں پھنس گیا ہے اور آپ کو یہ صدمہ بھی ہے کہ اس نے اپنی پریشانی کا تذکرہ آپ سے کیوں نہیں کیا؟۔

"ہم دونوں سے تو نہیں لیکن شاید تم سے وہ ایسا تذکرہ کر سکتا ہے...... لیکن تم یہاں موجود ہی نہ تھے۔"

"آپ جانتے ہیں کہ میں خود کو خواہ مخواہ پریشان کرنے کا عادی نہیں۔" اسد نے کہا۔ "لیکن آپ سے میں نے جو کچھ سنا ہے وہ سلیمان کی طرف سے مجھے پریشان اور خوفزدہ کرنے کے لئے کافی ہے وہ ضرور کسی مصیبت میں مبتلا ہو گیا ہے۔"

نواب اقبال جنگ نے خاموشی کے ساتھ اپنے سگار کی راکھ ایش ٹرے میں گرائی اور بولا۔ "اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ سلیمان کسی عجیب و غریب کام میں پھنسا ہوا ہے لیکن تمہاری آمد تک میں اپنی تشویش کو دباتا رہا ہوں۔ میں چاہتا تھا کہ تمہارے خیالات کا اندازہ لگا کر کوئی قدم اٹھاؤں کیونکہ سلیمان تو ہمارا بے حد قریبی دوست ہے لیکن پھر بھی اس کے ذاتی معاملات میں دخل دینا کچھ عجیب سی بات ہے...... بہر حال اب سوال یہ ہے کہ...... کہ...... ہمیں کیا کرنا چاہئے؟"

"کیا کرنا چاہئے۔" اسد یکدم کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔ "یہ کوئی سوچنے کی بات ہے۔ ہم ابھی اس

کے مکان پر جائیں گے۔"

دونوں دوست خاموشی کے ساتھ اٹھ کر کمرے سے باہر نکلے۔ دس بجکر 35 منٹ ہو چکے تھے۔

پورٹیکو میں اقبال جنگ کی طاقتور کار تیار کھڑی تھی۔

جیسے ہی نواب اقبال جنگ کی شاندار ہسپانو کار پہاڑ گنج کی پُرپیچ اور تاریک سڑک کے آخری سرے پر رُکی اسد خاموشی کے ساتھ گاڑی سے اترا اور اپنے اردگرد نظر ڈالی۔ ان کے ادھر ادھر ملحقہ باغات ایک حصار کی طرح پھیلے ہوئے تھے۔ ایک سمت ایک بلند دیوار تھی جس میں صرف ایک واحد تنگ دروازہ تھا اور دیوار کی بلند خالی سطح کے اوپر ہوا کی لہروں سے سرگوشیاں کرتے ہوئے درختوں کے درمیان سلیمان کے مکان کی بالائی منزلیں مبہم اور پُراسرار انداز میں نمایاں تھیں۔

یکایک سر کے اوپر لٹکی ہوئی درختوں کی سیاہ شاخوں سے کچھ قطرے اسد کے چہرے پر گرے تو وہ بے اختیار بول اٹھا۔ "توبہ......! کس قدر ویران و سنسان مقام ہے یہ...... بالکل قبرستان معلوم ہوتا ہے۔"

نواب اقبال جنگ نے دروازے کی گھنٹی کا بٹن دبایا اور بارش کی ہلکی پھوار سے بچنے کے لئے، جس نے اندھیری رات کو سرد اور ویران بنا دیا تھا اس نے اپنے کوٹ کا کالر پلٹ لیا اور ماحول کا بہتر جائزہ لینے کے لئے، چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"اوہو......" یکایک وہ بولا۔ "سلیمان نے تو یہاں ایک رصد گاہ بھی بنا ڈالی، پہلی بار جب میں یہاں آیا تھا تو یہ بات میں نے محسوس ہی نہیں کی تھی۔"

"بے شک......! یہ ایک رصد گاہ ہی معلوم ہوتی ہے۔" اسد نے اس سمت دیکھتے ہوئے کہا جس طرف اقبال دیکھ رہا تھا...... مکان کے سب سے اُوپر والے حصے میں ایک رصد گاہ کا بڑا گنبد نظر آ رہا تھا۔

اسی وقت یکایک ان کے سر کے قریب ایک برقی گلوب چمک اٹھا اور اس کے ساتھ ہی دیوار کا تنگ دروازہ کھل گیا۔ دروازے میں ایک سیاہ فام خدمت گار سیاہ وردی میں ملبوس کھڑا ہوا تھا۔

"کیا مسٹر سلیمان موجود ہیں؟" نواب نے دریافت کیا۔

لیکن اپنے سوال کے ختم ہونے سے پیشتر ہی اقبال جنگ نے دیکھا کہ خدمت گار ان کو اندر داخل ہونے کا اشارہ کر رہا تھا اس لئے انہوں نے اندر قدم رکھا اور ایک تنگ سے راستے پر خدمت گار کے پیچھے پیچھے چل دیئے۔ دروازہ ایک جھنکار کے ساتھ ان کے عقب میں بند ہو گیا۔

مکان کے داخلی برآمدے میں دھندلی سی روشنی تھی۔ اسد تو شام کے وقت بڑا کوٹ یا ہیٹ پہنتا ہی نہ تھا اس لئے خدمت گار نواب اقبال کی طرف متوجہ ہوا اور خاموشی کے ساتھ اس کا بڑا کوٹ اتار کر رکھنے لگا۔ اسی وقت اسد نے دیکھا کہ ایک لمبی سی میز پر سلیقے سے تہہ کئے ہوئے کچھ ایسے کپڑے رکھے ہوئے تھے جو کہ عموماً گھر سے باہر جاتے وقت پہنے جاتے ہیں لہٰذا یہ ظاہر تھا کہ اس وقت مکان میں سلیمان کے کچھ اور بھی مہمان موجود تھے۔

"شاید مسٹر سلیمان اس وقت کسی اہم کانفرنس میں مشغول ہیں۔" اسد نے سیاہ فام خدمت گار سے

کہا۔ اس وقت یکایک اسد کو اپنی دخل اندازی کا ایک مجرمانہ احساس ہو رہا تھا۔ کیا یہ ممکن نہ تھا کہ سلیمان کے متعلق ان دونوں کے تمام خدشات بالکل بے بنیاد ہی ہوں؟ کیا یہ ممکن نہ تھا کہ سلیمان محض کاروباری شدید مصروفیات کی وجہ سے اپنے دوستوں سے کنارہ کشی کرنے پر مجبور ہو گیا ہو؟

لیکن خدمت گار نے اسد کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے محض تعظیم سے اپنا سر ایک بار جھکایا اور ان کو ہال کے درمیان سے گزارتا ہوا لے چلا۔

"یہ شخص گونگا ہے۔" نواب نے سرگوشی میں کہا۔ "گونگا اور بہرا...... یقیناً۔"

اسی وقت خدمت گار نے ایک بڑے سے دروازے کے کواڑ کھولے اور ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ بدیہی طور پر وہ منتظر تھا کہ یہ دونوں ملاقاتی اندر داخل ہو جائیں۔

ایک لمبا تنگ کمرہ اور اس کے بعد ایک وسیع دیوان خانہ ان کے سامنے پھیلا ہوا تھا۔ دونوں جگہ قدیم شاہانہ طور پر پوری فیاضی کے ساتھ زیب و زینت سے کام لیا گیا تھا، لیکن پہلی نظر میں بے حد تیز روشنی کی وجہ سے وہ ان کمروں کے خوبصورت مرمریں فرش، بلوری آئینوں، زرکار فرنیچر اور حسین منقش پردوں کا تفصیلی جائزہ نہ لے سکے۔

ماحول کے حیرت ناک اثرات سے اسد نے سب سے پہلے خود کو سنبھالا لیکن اس سے پیشتر کہ وہ پہلی تنقیدی نظر ڈال سکے یکایک اس کا سانس رک گیا اور شدت حیرت سے اس نے اقبال جنگ کا بازو پکڑ لیا۔

"خدا کی پناہ!" وہ تقریباً غیر محسوس انداز میں بڑبڑایا۔ "یہ تو وہی ہے...... وہی لڑکی!"

اس کی حیرت انگیز نگاہیں ایک کشیدہ قامت حسین لڑکی پر جمی ہوئی تھیں جو کہ چند گز کے فاصلے پر دیوان خانے کے دروازے میں کھڑی ہوئی سلیمان سے باتیں کر رہی تھی۔

گزشتہ اٹھارہ مہینے میں اسے تین بار اس لڑکی کے عجیب و غریب لیکن انتہائی حسین چہرے کو دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا، گھنی پلکوں کے نیچے اس کی حسین روشن آنکھوں میں ایک ایسی گہرائی تھی جس میں راز ہی راز جھلکتے محسوس ہوتے تھے اور یہ پُراسرار آنکھیں اس کے دلکش چہرے کو ایسی کیفیت عطا کرتی معلوم ہوتی تھیں جیسے یہ لڑکی سن و سال اور عمر کی پابندیوں سے بالکل آزاد ہو نتیجہ یہ تھا کہ اپنی نمایاں جوانی کے باوجود وہ اتنی بوڑھی محسوس ہوتی تھی جتنا کہ...... "ہاں"...... بے شک...... اتنی بوڑھی جتنا کہ دنیا میں گناہ کا وجود......!" اسد بالکل بے ارادہ اپنے دل میں بڑبڑایا!

اس نے اس لڑکی کو سب سے پہلے روم کے ایک ریسٹوراں میں دیکھا تھا۔ کئی ماہ بعد وہ اسے پھر نظر آئی اس مرتبہ روم میں نہیں بلکہ امریکہ کے مشہور شہر نیویارک کی ایک پُر ہجوم سڑک پر جب کہ ٹریفک میں رکاوٹ پڑ جانے کی وجہ سے اسد کی کار اس لڑکی کی کار کے قریب ہی ہجوم میں پھنس کر اتفاقیہ طور پر رُک گئی تھی اور تیسری بار اس لڑکی کو اسد نے لندن سے دس میل دور دیہاتی علاقے میں تین آدمیوں کے ساتھ گھوڑے کی سواری کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ کس قدر غیر معمولی اتفاق تھا یہ کہ آج رات وہ اس لڑکی کو پھر یہاں دیکھ رہا تھا۔ یہاں ہندوستان میں اور خود اپنے دوست سلیمان کے مکان میں۔ یقیناً یہ ایک خوش قسمتی تھی۔ اسد یہ سوچ کر بے اختیار مسکرا پڑا کہ سلیمان اس لڑکی کا تعارف ضرور کرائے گا۔

نواب اقبال جنگ کی نظر اپنے دوست سلیمان پر جمی ہوئی تھی یکایک سلیمان ان کی طرف مڑا۔ ایک لمحہ کے لئے وہ بالکل بدحواس سا ہو گیا اس کا منہ کھلا رہ گیا اور اس کی سیاہ آنکھیں کچھ ایسے تاثرات سے لبریز ہو گئیں جن میں حیرت و استعجاب کے علاوہ ایک اور جذبہ بھی شامل تھا۔ ایک ایسا جذبہ جس پر خوف و دہشت کا شبہ ہو سکتا تھا۔ لیکن سلیمان تقریباً فوراً ہی سنبھل گیا اور اپنے پرانے مانوس انداز میں مسکراتا ہوا اپنے دوستوں کا استقبال کرنے کے لئے آگے بڑھا۔

"ہمیں بڑی شرمندگی ہے سلیمان۔" نواب نے ریشم جیسے نرم لہجے میں کہا۔ "ناوقت اور بغیر اجازت یہاں نازل ہو جانے پر ہم تم سے جس قدر بھی معافی چاہیں وہ کم ہی ہے۔"

"یقیناً...... ہمیں ذرا بھی گمان نہ تھا کہ تم کچھ مہمانوں کے ساتھ مصروف ہو گے۔" اسد نے کہا اور اس کی نگاہیں اس لڑکی کا تعاقب کرتی رہیں جو کہ اب دروازے سے ہٹ کر اندرونی کمرے میں چلی گئی تھی۔ وہاں ایک اور عورت اور تین مرد موجود تھے اور باہم گفتگو کر رہے تھے۔

"لیکن میرے لئے یہ ایک بڑی مسرت ہے۔" سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "آپ دونوں کا ایک ساتھ اس طرح اچانک آ جانا یقیناً میرے لئے مسرت و خوش قسمتی کی بات ہونی ہی چاہئے۔ وہاں کمرے میں تو محض میرے کچھ دوست موجود ہیں...... میں ایک چھوٹی سی سوسائٹی کا ممبر ہوں۔ یہ اسی کا ایک چھوٹا سا جلسہ ہے...... اور بس۔"

"ٹھیک ہے دوست!" اقبال جنگ نے کہا۔ "لیکن پھر بھی ہماری یہ آمد ایک بے وقت کی راگنی ہی ہے۔"

"لیکن یہ غلطی تمہارے نوکر کی ہے سلیمان۔" اسد بولا۔ "اس نے شاید یہ سمجھا کہ ہم لوگ بھی تمہارے مدعو کئے ہوئے مہمانوں میں ہی شامل ہیں اور اس لئے اس نے ہمیں اندر آنے دیا۔"

بظاہر اسد اور نواب اقبال دونوں ہی متاسف نظر آتے تھے کہ وہ کیوں دخل انداز ہوئے لیکن اس کے باوجود ان میں سے کوئی بھی واپس جانے کے لئے کوئی حرکت کرتا معلوم نہ ہوتا تھا اور اقبال جنگ دل ہی دل میں سلیمان کو اس بات کی داد دے رہا تھا کہ وہ کس قدر خوش اسلوبی سے ان دونوں کی ناپسندیدہ موجودگی کو گوارا کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"آج رات کی ضیافت پر حاضر نہ ہونے کا مجھے بے حد افسوس ہے۔" سلیمان بولا۔ "بات یہ ہے کہ شطرنج کے ایک مقابلے کے لئے میں کچھ دیر آرام کرنا اور تازہ دم ہو جانا چاہتا تھا۔ آج کل مصروفیات ہی اتنی ہے کہ کچھ دیر آرام کئے بغیر شطرنج کے لئے دماغ تیار نہیں ہوتا...... لطف یہ ہے کہ آج چھ بجے تک مجھے ذرا بھی یاد نہ تھا کہ میں ان لوگوں کو مدعو بھی کر چکا ہوں۔"

ایک ساعت کے لئے وہ رکا اور پھر بولا۔ "دل تو یہی چاہتا تھا کہ آپ لوگوں کو بھی مدعو کرتا لیکن پھر یہ خیال ہوا کہ اس میٹنگ کی موجودگی میں آپ لوگ خواہ مخواہ بدمزہ اور بور ہو کر رہ جائیں گے۔"

"بدمزہ! نہیں دوست...... تمہاری صحبت کبھی بدمزہ نہیں ہو سکتی۔" نواب اقبال نے کہا۔ "لیکن چھوڑو ان باتوں کو...... وہاں کمرے میں تمہارے مہمان تمہارے منتظر ہوں گے اور ہم یہاں تمہیں

روکے ہوئے ہیں۔"

"بے شک...... لیکن ہمیں امید ہے تم ہماری بد تمیزی معاف کر دو گے۔" اسد نے مسکراتے ہوئے کہا اور اپنا ہاتھ سلیمان کے شانے پر رکھ کر اس کو دیوان خانے کی طرف لے چلا۔ "گھبراؤ نہیں دوست ...... ہم صرف قہوہ کی ایک پیالی پی کر یہاں سے نو دو گیارہ ہو جائیں گے......" یہ الفاظ ادا کرتے وقت اسد کی نگاہیں ایک بار پھر اس حسین لڑکی کے بیضوی چہرے پر جم گئیں۔

کسی قدر پریشانی کے عالم میں سلیمان کی نظریں کپکپا کر نواب کی طرف متوجہ ہوئیں یہ بالکل ظاہر تھا کہ اسد اور اقبال جنگ کا تعارف اپنے دوستوں کے ساتھ کرانے میں سلیمان کو پس و پیش محسوس ہو رہا تھا۔ یہ بات نواب اقبال کو بڑی دلچسپ محسوس ہوئی اور وہ جان بوجھ کر سلیمان کے اس پس و پیش کو نظر انداز کر گیا اور آخر کار بادل ناخواستہ سلیمان دیوان خانے میں داخل ہو گیا۔

"آپ دونوں میرے بہت ہی پرانے دوست ہیں۔" سلیمان نے کچھ ہچکچاتے ہوئے تعارف کرایا اور اس شخص کے ساتھ ایک معنی خیز نظر کا تبادلہ کیا جس کو اقبال جنگ پہچان گیا تھا کہ یہی طومان ہے۔

"اوہ...... !بہت خوب۔" طومان نے اپنے گنجے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "سلیمان کے کسی بھی دوست سے مل کر ہمیں مسرت ہی ہونی چاہئے۔"

اقبال جنگ نے ایک تیز نظر طومان پر ڈالی اور بے اختیار اس کا دل چاہا کہ پوری سختی کے ساتھ طومان کو یہ بات یاد دلا دے کہ یہ مکان طومان کا نہیں بلکہ سلیمان کا ہے اور یہاں کسی کے خیر مقدم کرنے کا حق طومان کو نہیں بلکہ سلیمان کو ہی حاصل ہے، لیکن فی الحال اپنے مخالفانہ جذبات کو پوشیدہ رکھنا ہی دانشمندانہ حکمت عملی تھی اس لئے اقبال جنگ نے بڑی خوش اخلاقی سے طومان کا شکریہ ادا کیا اور اس کے بعد سکون و اطمینان کے ساتھ جو کہ اس کے کردار کی ایک خصوصیت تھا اس نے اپنی توجہ کو ایک قدرے زیادہ عمر کی عورت کی طرف موڑ دیا جو کہ قریب ہی بیٹھی تھی۔

زیادہ سن و سال کے باوجود یہ عورت کافی خوش رُو نظر آتی تھی۔ وہ ایک قیمتی لباس میں ملبوس اور بھاری زیورات سے تقریباً لدی ہوئی تھی۔ اس کی انگلیوں کے درمیان ایک نفیس سگریٹ سلگ رہی تھی اور وہ رہ رہ کر اس کے لمبے لمبے کش لگا رہی تھی۔ نواب اقبال جنگ نے اپنی نایاب سگریٹوں سے بھرا ہوا کیس نکالا اور اس عورت کی طرف جھک کر بولا۔ "محترمہ...... !آپ کی سگریٹ ختم ہو چکی۔ اجازت دیجئے کہ میں اپنی خصوصی سگریٹ پیش کروں۔"

عورت نے نواب کی طرف نظر اٹھائی اور ایک منٹ تک اپنی درخشاں آنکھوں سے اس کو غور سے دیکھتی رہی۔ اس کے بعد اس نے اپنا موٹا اور انگوٹھیوں سے بھرا ہوا ہاتھ آگے بڑھایا۔

"بہت بہت شکریہ!" وہ بولی۔ "آپ یقیناً سگریٹوں کے ایک شوقین مبصر معلوم ہوتے ہیں۔"

نواب کی دی ہوئی سگریٹ کو اس نے اپنی خمیدہ اور طوطے جیسی ناک سے سونگھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سگریٹ کے اعلیٰ تمباکو کی خوشبو سے وہ کافی لطف اندوز ہو رہی تھی۔ اس نے سگریٹ سلگائی اور کہا۔ "لیکن میں نے آپ کو دوسرے جلسوں میں نہیں دیکھا...... آپ کا اسمِ گرامی؟"

"میرا نام اقبال جنگ ہے محترمہ...... !اور آپ کا نام؟"

"اقبال جنگ...... !خوب...... کافی شاندار نام ہے یہ!" وہ بولی۔ "لوگ مجھے مادام عرفی کہتے ہیں ...... آپ نے میرا نام ضرور سنا ہوگا۔"

"کیوں نہیں، یقیناً۔" نواب نے سر خم کرتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ کا خیال ہے کہ آج رات کا یہ جلسہ دلچسپ ثابت ہوگا؟"

"اگر آسمان صاف ہو گیا تو ہم کافی باتیں معلوم کر سکیں گے۔" معمّر خاتون نے مشکوک انداز میں کہا۔

"اوہو...... یہ بات ہے!" نواب اقبال جنگ نے اپنے دل میں کہا۔ "معلوم ہوتا ہے آج رات سلیمان کی رصدگاہ میں کچھ ستاروں کے مشاہدات کئے جانے والے ہیں۔ تب تو مجھے اس عورت سے کچھ اور معلومات بھی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

لیکن اس سے پیشتر کہ وہ اس مصری عورت کو باتوں میں لگا کر کچھ مزید معلومات حاصل کرتا سلیمان نے خوبصورتی کے ساتھ دخل انداز ہو کر اس گفتگو کو ختم کر دیا اور اقبال جنگ کو وہاں سے ہٹا کر دوسری طرف لے گیا۔

"اس کے معنی یہ ہیں کہ تمہیں ستاروں کے مطالعہ کا شوق ہو گیا ہے دوست!" اقبال جنگ نے ایک دوسرے کمرے کی طرف جاتے ہوئے اپنے پرانے دوست سلیمان سے کہا۔

"ہاں...... بات تو...... کچھ ایسی ہی ہے۔" سلیمان بولا۔ "آپ جانتے ہیں کہ فلکیات کے علم سے مجھے دلچسپی ہے...... آیئے کچھ گرم گرم قہوہ پیا جائے۔"

یہ الفاظ ادا کرتے وقت سلیمان کی نگاہیں خوف و تشویش کے عالم میں اسد کی طرف مڑیں جو کہ کچھ فاصلے پر حسین لڑکی کے ساتھ بڑے انہماک سے باتیں کر رہا تھا۔

اقبال جنگ نے بھی اس لڑکی کی طرف نظر ڈالی۔ اس کے خوبصورت بال اور خواب آلود آنکھیں یقیناً قابل تعریف تھیں لیکن پھر بھی اس لڑکی کے حسن و جمال میں کچھ پُراسرار اور خوفناک تاثرات کی آمیزش محسوس ہوتی تھی بوڑھے نواب کی تجربہ کار نگاہوں کو اس لڑکی کی شکل و صورت میں ملکوتیت کی جھلک نظر آتی تھی لیکن اس ملکوتی حسن میں معصومیت اور پاکیزگی کا کوئی عنصر موجود نہ تھا۔ وہ ایک عجیب ناقابل فہم شخصیت کی مالک نظر آتی تھی۔ مختصر طور پر یوں کہا جا سکتا تھا کہ یہ لڑکی ان پراسرار عورتوں میں سے ایک تھی جو اپنے زمانے سے پہلے یا بہت بعد میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ بظاہر وہ ایک ایسی دوشیزہ تھی جو پھول کی طرح زریں و پاکیزہ ہو لیکن جس کی شریانوں کے اندر ایک خاموش اور غیر روشن آگ بھری ہوئی ہو۔ غور سے دیکھنے والا اسی نتیجے پر پہنچ سکتا تھا کہ اس حسینہ کو قدیم یونان و روم کے دور میں پیدا ہونا چاہئے تھا۔

یکایک اقبال جنگ پھر سلیمان سے مخاطب ہوا اور بولا۔ "میرا خیال ہے کہ تم نے یہ مکان محض اس لئے خریدا ہے کہ اس میں ایک رصدگاہ موجود ہے۔"

"ہاں" سلیمان نے جواب دیا۔ "کسی رات آپ یہاں آئیں تو ہم کچھ ستاروں کا مشاہدہ کریں گے۔"

سلیمان کے لہجے میں اس وقت کچھ پرانی محبت کی گرمی و نرمی ابھر آئی تھی اور اقبال جنگ کو کسی رات یہاں آنے کی دعوت دیتے وقت دراصل وہ قدیم خلوص سے کام لے رہا تھا لیکن اس کے باوجود یہ بھی ظاہر تھا کہ آج رات اقبال جنگ کی آمد کو سلیمان کچھ مناسب اور خوشگوار نہیں محسوس کر رہا تھا۔

"اس دعوت کا شکریہ۔" اقبال جنگ بولا۔ "تمہارے ساتھ ستاروں کا مشاہدہ یقیناً ایک دلچسپ مشغلہ ثابت ہوگا۔"

وہ سلیمان سے باتیں کرتا رہا لیکن اس کے ساتھ ہی وہ سلیمان کے شانوں کے اوپر سے نظریں دوڑاتے ہوئے ان دو مردوں کا مطالعہ کر رہا تھا جو اس پارٹی یا جلسے میں شریک تھے۔ ان میں سے ایک شخص جو دراز قامت اور سفید رنگ تھا طومان کے ساتھ کھڑا ہوا باتیں کر رہا تھا۔ اس کے رخساروں کی ابھری ہوئی ہڈیاں...... چوڑا چہرہ اور عجیب آنکھیں صاف صاف بتا رہی تھیں کہ نسلی اعتبار سے اس کا تعلق تبت سے ہے۔ دوسرا شخص جو شکل و صورت سے برما سے متعلق معلوم ہوتا تھا اپنے ہاتھ کمر کے پیچھے کئے ہوئے کمرے میں آہستہ آہستہ ادھر ادھر ٹہل رہا تھا اور زیر لب کچھ بڑبڑاتا جاتا تھا۔

"ایں خانہ ہمہ آفتاب است!" نواب اقبال جنگ نے اپنے دل میں کہا۔ "یہاں تو جس کو دیکھئے ایک خطرے کی جھنڈی یا ایک پُراسرار سوالیہ نشان ہی معلوم ہوتا ہے۔"

اور اسی وقت جب مکان میں تین مہمان اور داخل ہوئے تو نواب اقبال جنگ کے خیال کی مزید تصدیق ہوگئی۔ ان میں سے ایک شخص چینی نسل سے معلوم ہوتا تھا جس کی لکیر کی طرح پتلی آنکھیں ایک سرد مہر اور بے رحم فطرت کی آئینہ دار تھیں۔ دوسرا شخص ایک اینگلو انڈین تھا جس کا صرف ایک ہاتھ تھا یعنی داہنا ہاتھ غائب تھا۔ تیسرا نیا مہمان ایک دراز قامت دبلی پتلی عورت تھی جس کی ابروئیں ناک کے اوپر ایک دوسرے سے ملی ہوئی تھیں۔

طومان نے ان تینوں نوواردوں کا استقبال اس طرح کیا گویا میزبان خود ہی تھا لیکن جب دراز قامت عورت سلیمان کی طرف بڑھی تو سلیمان فوراً ہی اقبال جنگ کو چھوڑ کر عورت کی طرف چل دیا۔ تجربہ کار نواب نے فوراً ہی اندازہ لگا لیا کہ سلیمان کی اس حرکت کا مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہ تھا کہ اقبال جنگ ان دونوں کی باتیں نہ سن سکے، لیکن سلیمان کی یہ احتیاط کچھ مفید ثابت نہ ہوئی کیونکہ اس دراز قامت بنگالی عورت نے اس قدر بلند آواز میں سلیمان کو مخاطب کیا کہ اقبال جنگ اس کے الفاظ صاف صاف سن سکتا تھا۔

"کہیئے مسٹر سلیمان...... آج رات تو ستاروں کا پیغام جاننے کے لئے ہم سب کو ہی کافی مشتاق ہونا چاہئے۔" وہ بولی۔ "آج تو آپ کے پیدائشی ستاروں کا اجتماع ہے اس سے تو بڑی کام کی باتیں معلوم ہوں گی۔"

ان الفاظ کو سن کر نواب چونک پڑا اور اپنے دل میں بولا۔ "بالکل ٹھیک! اب میری سمجھ میں آتا جا رہا ہے کہ اس جلسے کا کیا مطلب ہے۔" اس احساس کے ساتھ ہی اقبال جنگ کے دل میں سلیمان کی اس

پارٹی کے لئے اور بھی زیادہ ناپسندیدگی کا جذبہ پیدا ہو گیا اور اپنے قیاس کی تصدیق کرنے کے لئے وہ ایک ہاتھ والے اینگلو انڈین کی طرف متوجہ ہوا لیکن سلیمان نے فوراً ہی نواب کے ارادے کو بھانپ لیا اور عجلت سے بنگالی عورت کو چھوڑ کر وہ اقبال جنگ کی راہ میں حائل ہو گیا۔

"میں سب سمجھتا ہوں دوست!" اقبال جنگ نے اپنے دل میں کہا۔ "تمہارا مقصد یہ ہے کہ اس عجیب و غریب جلسے سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے سے مجھے روک دو...... یہی مقصد ہے نا......؟ خیر کوئی بات نہیں...... میں ابھی تمہاری خبر لیتا ہوں......" یہ سوچتے ہوئے وہ ایک شیریں آواز میں سلیمان سے مخاطب ہوا۔

"سلیمان! تم علم نجوم سے دلچسپی رکھتے ہو یا علم فلکیات سے؟ تم جانتے ہی ہو گے کہ ان دونوں میں بڑا فرق ہے؟"

"مجھے......؟ جی ہاں...... مجھے صرف فلکیات سے دلچسپی ہے۔" سلیمان نے کچھ سٹپٹا کر اپنی ناک کو سہلاتے ہوئے کہا۔ "واقعہ یہ ہے کہ آپ سے مل کر مجھے بڑی خوشی ہوئی...... کیوں نہ قہوہ کی ایک پیالی......"

"شکریہ......! اس وقت قہوہ رہنے ہی دو تو اچھا ہے پھر کبھی سہی۔" اقبال جنگ نے کہا۔

اور یہ دیکھ کر اس کے الفاظ کو سنتے ہی طومان اور سلیمان نے آپس میں ایک معنی خیز نظر کا تبادلہ کیا ہے بوڑھے نواب نے زبردستی اپنی مسکراہٹ کو چھپا لیا۔

"بڑا اچھا ہوتا کہ یہ ایک معمولی جلسہ ہی ہوتا۔" سلیمان نے ایک مختصر سکوت کے بعد کسی قدر پریشانی سے کہا۔ "اس صورت میں، میں آپ سے درخواست کرتا کہ آپ بھی اس میں شامل ہو جائیں...... لیکن واقعہ یہ ہے کہ آج رات ہم لوگ اپنی سوسائٹی کے حساب کتاب کا جائزہ لینے کے لئے جمع ہوئے ہیں اور چونکہ آپ اور اسد اس سوسائٹی کے ممبر نہیں ہیں اس لئے......"

"بالکل ٹھیک میرے دوست! مجھے تمہارے خیال سے پورا اتفاق ہے۔" نواب اقبال جنگ نے خوش اخلاقی سے کہا لیکن اپنے دل میں اس نے سوچا۔ "بڑے چالاک بنتے ہو تم سلیمان......! مجھے ایک ہی چال میں مات کرنا چاہتے ہو! لیکن اطمینان رکھو میں اتنی آسانی سے مات کھانے والا نہیں جو کچھ معلوم کرنے کے لئے یہاں آیا ہوں وہ معلوم کئے بغیر ہی چلا جاؤں تو لعنت ہے مجھ پر۔"

اور اس کے بعد اس نے دھیمی آواز میں سرگوشی کرتے ہوئے سلیمان سے کہا۔ "میں تو اب تک کبھی کا جا چکا ہوتا دوست......! لیکن اسد اس سبز پوش لڑکی میں اس قدر گہری دلچسپی لے رہا ہے کہ جتنی دیر تک بھی ممکن ہو میں اس کو دلچسپی سے محروم کر دینا نہیں چاہتا۔"

"محترم دوست۔" سلیمان نے احتجاج کیا۔ "مجھے بڑی اذیت اور شرمندگی کے ساتھ آپ کو مجبوراً رخصت کرنا پڑ رہا ہے۔"

اسی وقت اچانک دو مہمان اور آ پہنچے۔ ان میں سے ایک موٹا سکھ تھا جو گلابی رنگ کی پگڑی باندھے ہوئے تھا اور طومان سے ہاتھ ملا رہا تھا۔ اس کے پیچھے ایک سرخ چہرے والا شخص تھا جس کا اوپر کا ہونٹ

کٹا ہوا تھا۔

ان دونوں کو آتا دیکھ کر سلیمان ایک بار پھر عجلت سے آگے بڑھ گیا لیکن اس کی احتیاط ایک بار پھر بیکار ثابت ہوئی کیونکہ ہونٹ کٹے شخص نے یکایک کہتے کہتے جو بات دبالی تھی اس کے پہلے الفاظ کو اقبال جنگ نے صاف سن لیا تھا۔ وہ پہلے الفاظ یہ تھے۔

"کھوراحیل...... آج کیا معاملہ ہے......"

ان الفاظ کا سلیمان نے تو کوئی جواب نہ دیا لیکن تقریباً فوراً ہی فربہ اندام سکھ نے ہنس کر کہا۔ "ابھی سلیمان کو اس نام سے نہ پکارو...... کیا تم نہیں جانتے کہ اس عظیم رات کے گزرنے سے پہلے ایسا کرنا ایک نحوست اور بدقسمتی کی بات ہے؟"

"عظیم رات...... بہت خوب!" نواب نے اپنے دل میں کہا اور کچھ پوچھنے کے لئے اس نے ان دو نئے مہمانوں کی طرف قدم بڑھایا ہی تھا کہ سلیمان نے ایک بار پھر اس کے ارادے میں مزاحمت پیدا کر دی اور دونوں مہمانوں کو تقریباً بد اخلاقی سے چھوڑتے ہوئے عجلت کے ساتھ پھر اقبال جنگ کے پاس آ گیا۔ بوڑھا نواب اس کی اس عجلت اور گھبراہٹ کو خوب سمجھ رہا تھا۔

"دوست!" اقبال جنگ نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے آج تم کوئی 420 کرنے والے ہو؟"

"کیا مطلب؟" سلیمان کسی قدر چونک کر بولا۔

"مطلب یہ کہ اپنا نام سلیمان سے بدل کر راحیل کر لینا چاہتے ہو؟"

"ارے نہیں......" نواب اقبال جنگ بول اٹھا۔ "تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تمہاری اس سوسائٹی میں جس کا تعلق علم فلکیات سے ہے کچھ عجیب رسوم بھی شامل ہیں، لیکن یہ تو بڑی دلچسپ بات ہے۔"

یہ الفاظ ادا کرتے وقت نواب نے دزدیدہ نظروں سے طومان کی طرف دیکھا۔ اس نے محسوس کیا کہ طومان نے جلدی سے کچھ اشارہ پہلے تو سلیمان کی طرف کیا اور پھر دیوار پر لگی ہوئی کلاک پر نظر ڈالی۔ یہ دیکھ کر اقبال جنگ کو یقین ہو گیا کہ اب یہاں سے رخصت ہی ہو جانا بہتر ہے ورنہ شاید اب سلیمان مجبور ہو کر صاف صاف الفاظ میں اس سے رخصت ہو جانے کی درخواست کرے گا۔ لہٰذا اس نے کسی قدر چونک کر کہا۔ "ارے توبہ...... بہت وقت ہو گیا، گیارہ بج کر 20 منٹ ہو چکے ہیں اب تو مجھے اسد کو زبردستی خوبصورت لڑکی کے پاس سے گھسیٹ کر لے جانا پڑے گا۔"

"جی تو نہیں چاہتا کہ آپ لوگ جائیں مگر......" سلیمان کہتا کہتا رک گیا اور کچھ پریشان سا ہو گیا لیکن ایک بار پھر طومان کی آنکھ کا اشارہ پا کر وہ عجلت سے نواب اقبال جنگ کو ساتھ لے کر اپنے دوسرے ناخواندہ مہمان اسد کی طرف بڑھا۔

سلیمان اور اقبال جنگ کو اپنی طرف آتا دیکھ کر اسد مسکرا دیا اور بولا۔ "یہ تو بڑی حیرت ناک بات ہے سلیمان...... اگر دو سال کی مدت کے دوران مجھے اس شریف خاتون کی جھلک دنیا کے مختلف ممالک میں نظر آتی رہی ہے اور ان کو بھی یاد ہے کہ انہوں نے مجھے دیکھا ہے۔ یہ بڑی خوش قسمتی ہے کہ آخر کار آج

تمہارے مکان میں ہم دونوں کو ایک دوسرے کا تعارف حاصل ہو ہی گیا۔"

یہ کہہ کر اسد نے مسکرا کر لڑکی کی طرف دیکھا اور کہا۔ "کیا میں آپ کا تعارف اپنے دوست اقبال جنگ سے کرا سکتا ہوں......؟" "نواب صاحب...... یہ ہیں مس زرینہ!"

نواب اقبال جنگ نے نہایت احترام سے سر خم کیا اور زرینہ کا تقریباً شفاف ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دباتے ہوئے بولا۔ کس قدر خوش نصیب ہوں میں کہ آپ سے تعارف حاصل ہوا لیکن کس قدر بدقسمتی ہے میری کہ یہ تعارف ایسے وقت نصیب ہوا جب کہ میں خدا حافظ کہنے والا ہوں اور اپنے ساتھ آپ کے نئے دوست اسد کو بھی گھسیٹ کر لے جا رہا ہوں یقیناً آپ کو میری یہ حرکت ناگوار ہو گی۔"

لڑکی نے اپنی بڑی بڑی روشن سیاہ آنکھوں سے نواب کا جائزہ لیا اور بولی۔ "لیکن یقیناً آپ رسم کی ادائیگی سے پہلے نہیں جائیں گے۔"

"بدقسمتی سے جانا ہی پڑے گا، ہم لوگ آپ کی...... آپ کی سوسائٹی کے ممبر نہیں ہیں...... ہم تو صرف سلیمان کے پرانے دوست ہیں۔"

زرینہ کی نظروں میں ایک عجیب بدمزگی، برہمی اور بداعتمادی کی کیفیت نمودار ہوئی اور نواب نے محسوس کر لیا کہ زرینہ اپنے دماغ کو ٹٹول کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہی تھی کہ اس نے اسد کے ساتھ اپنی گفتگو کے دوران کوئی ایسی بات تو نہیں کہہ دی جو احتیاط اور رازداری کے خلاف ہو...... جو اسد سے نہ کہنی چاہئے تھی کیونکہ وہ سوسائٹی کا ممبر نہ تھا۔

ایک منٹ تک اسی طرح خاموش ہونے کے بعد زرینہ نے اپنے سر کو ایک خفیف سی حرکت دی اور پوری سرد مہری اور بے نیازی کے ساتھ رخ موڑ کر دوسری طرف چلی گئی جیسے وہ ان دونوں سے اب ایک لفظ بھی کہنا نہ چاہتی تھی۔

اقبال جنگ نے شفقت کے ساتھ اسد کا بازو تھام لیا اور دونوں دوست دیوان خانے سے روانہ ہو گئے۔

"سلیمان!" اقبال جنگ نے نرمی سے کہا۔ "ہمیں رخصت کرنے سے پہلے کیا تم صرف دو منٹ مجھے دے سکتے ہو۔ ؟ وعدہ کرتا ہوں کہ میں دو منٹ سے زیادہ نہ لوں گا۔"

"ہاں، ہاں۔ کیوں نہیں۔" سلیمان کے لہجے میں پھر ایک بار پرانی زندہ دلی پیدا ہو گئی۔ "آپ کی ضیافت سے خود کو محروم رکھنا ایک ایسی فروگزاشت ہے جس کے لئے میں کبھی بھی خود کو معاف نہ کر سکوں گا۔ اس وقت کی یہ ملاقات بھی بھلا کوئی ملاقات ہے۔ ؟ نہ جانے کتنی مدت سے میں آپ لوگوں سے نہیں مل سکا۔ بہر حال اب جب کہ اسد میاں آئے ہوئے ہیں تو ہمیں ایک بار پھر یکجا ہونے کا موقع پیدا کرنا چاہئے۔"

"ضرور۔ ضرور۔" اقبال جنگ نے پُر خلوص انداز میں کہا۔ "لیکن ایک بات سنو۔ کیا آج رات مریخ اور زہرہ ستارے ایک ہی برج میں جمع نہیں ہوں گے؟"

"نہیں۔" سلیمان نے فوراً جواب دیا۔ "مریخ کے ساتھ آج زحل ہوگا۔ یہی دیکھنے کے لئے یہ سب

لوگ آج رات یہاں آئے ہیں۔"

"اوہ! زحل!! بے شک زہرہ نہیں بلکہ زحل!" اقبال جنگ بولا۔ "میرا فلکیات کا علم بہت ہی زنگ خوردہ ہے لیکن میں نے اس کا کچھ تذکرہ کل کے اخبارات میں پڑھا تھا کسی زمانے میں، میں بھی ستاروں کے مطالعہ کا گہرا شوق رکھتا تھا کیوں دوست کیا یہ ممکن ہے کہ تمہاری دوربین کے ذریعے صرف ایک جھلک ہم ان ستاروں کی دیکھ سکیں؟ میری یہ درخواست یقیناً کچھ بے تکی سی ہے لیکن اطمینان رکھو ہم صرف پانچ منٹ لیں گے کیا ہماری خاطر تم پانچ منٹ کے لئے اپنی سوسائٹی کا جلسہ ملتوی نہیں کر سکو گے۔؟"

سلیمان کو یقیناً پس و پیش تھا لیکن وہ چالاکی سے اپنے جذبات کو چھپا گیا اور نواب کی درخواست کو منظور کرتے ہوئے بولا۔ "ہاں ہاں۔ کیوں نہیں۔ مجھے آپ کا یہ شوق پورا کر کے یقیناً مسرت ہو گی۔ پھر ابھی مہمان بھی سب نہیں آئے ہیں۔ آیئے اوپر چلیں۔ رصدگاہ میں۔"

سکون کے ساتھ اپنے دونوں ہاتھ اپنی قیمتی پتلون کی جیب میں ڈالے ہوئے وہ ان دونوں کو ہال میں سے ہو کر اوپر زینے پر لے چلا۔ رصدگاہ تک پہنچنے کے لئے ان کو تین منزلیں طے کرنا تھیں۔

زینے پر سلیمان کے قدم تیز ہو گئے۔ وہ نمایاں عجلت میں تھا لیکن نواب اقبال جنگ اس کے عقب میں قدرے سست رفتار سے جا رہا تھا۔ زینے کی سیڑھیاں ہی دنیا میں وہ واحد شے تھیں جو بوڑھے نواب کی طبیعت پر ناگوار اثر ڈالتی تھیں اور اس کے ذہنی سکون کو برہم کر دیتی تھیں اور اس وقت اقبال جنگ اپنے ذہنی سکون کو برہم نہ ہونے دینا چاہتا تھا جب وہ تیسری منزل پر رصدگاہ کے بڑے کمرے میں پہنچا تو اس وقت تک سلیمان وہاں پہلے ہی پہنچ کر رصدگاہ کے تمام بلب روشن کر چکا تھا۔ اسد بھی اقبال جنگ کے پیچھے آ رہا تھا۔

"رصدگاہ میں ساز و سامان تو واقعی تم نے پورا پورا جمع کر دیا ہے۔" اسد نے کمرے میں نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

اور واقعی کمرہ فلکیات کے پورے سامان سے لیس تھا۔ وسط میں چھت کی طرف جھکی ہوئی طاقتور دوربین نصب تھی اور ادھر ادھر طرح طرح کے عجیب آلات، گلوب اور دوسرا سامان قرینے سے لگا ہوا تھا۔

"یہ تمام آلات بہت ضروری ہیں۔"

سلیمان نے کہا۔ "فلکیات ایک ایسا علم ہے جس میں علم حساب کی طرح ٹھوس نتائج اور جزئیات کا خیال رکھنا ہوتا ہے۔"

"بالکل صحیح۔" نواب اقبال جنگ نے تائید کی۔ "لیکن یہ بات مجھے کچھ عجیب سی معلوم ہوتی ہے کہ تم نے اپنے فلکیات کے مطالعہ کے لئے کائنات کے یہ چارٹ اور کیمیا کے یہ نقشے کیوں ضروری تصور کئے۔"

"اوہ یہ نقشے؟" سلیمان نے دیواروں پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "یہ تو محض مذاق ہیں! زمانہ وسطیٰ کے

کیمیاگروں نے جو مہمل باتیں اور خرافات پیش کی ہیں یہ ان کی یادگاریں ہیں۔ ان کو محض زیب و زینت کے لئے دیواروں پر لگا دیا گیا ہے۔"

"واقعی تمہارے ذوق کی داد دینی پڑتی ہے کہ تم نے کمرے کے فرش کو بھی زیب و زینت میں نظر انداز نہیں کیا۔" نواب نے قدرے طنزیہ انداز میں کہا۔ وہ بڑے غور سے فرش کو دیکھ رہا تھا۔ فرش پر پانچ پہلو والا ایک بڑا ستارہ بنا ہوا تھا جس کے چاروں طرف دو دائرے نمایاں تھے اور ان دائروں کے درمیان یونانی اور عبرانی زبان میں پراسرار روحانی عملیات کے بہت سے نقوش بنائے گئے تھے۔

"بے شک۔ یہ میری ذاتی اپج ہے۔ کیا آپ کو یہ پسند نہیں۔؟" سلیمان نے کہا اور اپنے مخصوص انداز میں ہنس پڑا لیکن اقبال جنگ نے محسوس کیا کہ اس کی ہنسی فطری نہیں تھی۔

تھوڑی دیر کے لئے کمرے میں خاموشی طاری ہو گئی لیکن خاموشی بھی فطری معلوم نہیں ہوتی تھی۔ اس کے پردے میں تینوں دوستوں کے خیالات کی الجھن اور بے چینی پوشیدہ تھی۔

کمرے کے سکوت میں یکایک ایک آواز پیدا ہوئی۔ ایک ایسی آواز جیسے کوئی چیز کسی چیز کو کھرچ رہی ہو؟ اور یہ آواز سامنے کی دیوار کے پاس سے آ رہی تھی جہاں ایک بڑی سی ٹوکری رکھی ہوئی تھی۔

"معلوم ہوتا ہے یہاں چوہے پیدا ہو گئے ہیں سلیمان۔" اسد نے کہا۔

لیکن اقبال جنگ حیرت زدہ اور چوکنا کھڑا ہوا تک رہا تھا اور پھر اس سے پہلے کہ سلیمان اس کو روک سکتا وہ لپک کر ٹوکری کے پاس پہنچا اور ٹوکری کا ڈھکنا نوچ کر کھول ڈالا۔

"ٹھہرو!" سلیمان غصے میں چلایا اور تیزی سے آگے بڑھ کر اس نے زبردستی پھر ٹوکری کو بند کر دیا۔

لیکن اس کی کوشش بیکار ثابت ہوئی کیونکہ اقبال جنگ پہلے ہی ٹوکری کے اندر ایک نظر ڈال چکا تھا۔

ٹوکری میں ایک سیاہ مرغ اور ایک سفید مرغی تھی اور دونوں بندھے ہوئے تھے۔ تلخ و تند غصے کے ایک طوفان میں اقبال جنگ اپنے دوست سلیمان کی طرف گھوما اور اس کا گریبان پکڑ کر اس طرح گھسیٹا جیسے ایک شکاری کتا ایک بلی کو اپنے پنجوں میں جھنجھوڑتا ہے۔

اور اسی غیظ کے عالم میں اس نے سلیمان سے چلا کر کہا۔ "احمق انسان! یہ تمہیں سحر و جادو کا شوق کب سے ہو گیا ہے؟ کاش تم اس شیطانی علم میں دخل دینے سے پہلے ہی مر گئے ہوتے!"

"مجھے...... مجھے چھوڑ دو!" سلیمان ہانپتے ہوئے بولا۔

اس کا چہرہ جو ایک لاش کی طرح سفید ہو گیا تھا، اس کی آنکھیں انگاروں کی مانند دہک رہی تھیں اور اس کی مٹھیاں سختی سے بند تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک غیر انسانی زبردست طاقت سے کام لے کر خود کو روکے ہوئے تھا۔

شاید دوسرے ہی لمحے وہ اقبال جنگ پر گھونسوں سے حملہ کر دیتا لیکن اسی وقت اسد نے جو کہ ان دونوں سے زیادہ قدآور تھا اپنا ایک ایک طاقتور ہاتھ ان میں سے ہر ایک کے شانے پر مضبوطی سے جھکا کر دونوں کو الگ الگ کر دیا۔

"یہ کیا حماقت ہے۔؟ کیا گھاس تو نہیں کھا گئے ہو تم دونوں؟" اسد نے کہا۔

اسد کی پُر خلوص ملامت نے فوراً ہی دونوں کو سنجیدہ بنا دیا اور اقبال جنگ یکایک گھوم کر رصدگاہ کے دوسرے گوشے کی طرف ہٹ گیا اور اپنی پیٹھ موڑ کر اس طرح کھڑا ہو گیا جیسے اپنے جذبات پر قابو پانے کی کوشش کر رہا ہو۔

سلیمان نے جو کسی قدر ہانپ رہا تھا اپنے سر کو خفیف سا جھٹکا دیا اور اپنے گریبان کو درست کرنے لگا۔

"اب...... مجھے صاف صاف کہنا ہی پڑے گا۔" اس نے اقبال جنگ اور اسد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں نے تم میں سے کسی کو بھی آج رات یہاں آنے کے لئے مدعو نہیں کیا اور میں اپنے عزیز ترین دوستوں کو بھی اس بات کا کوئی حق نہیں دے سکتا کہ میرے پرائیویٹ معاملات میں خواہ مخواہ دخل دیں لہٰذا بہتر یہی ہے کہ آپ دونوں فوراً یہاں سے چلے جائیں۔"

اقبال جنگ نے اپنے نیم سفید بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے رخ بدلا۔ اس کے حیرت ناک غصے کا کوئی نشان اب اس کے چہرے پر موجود نہ تھا اور وہ پھر اسی دلکش اور ممتاز شخصیت کا مالک نظر آتا تھا جو اس کے دوستوں کو اس قدر عزیز تھی۔

"میں شرمندہ ہوں سلیمان!" اس نے سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن یہ حقیقت ہے کہ اپنے بچے کو ایک دہکتا ہوا انگارہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے دیکھ کر ایک باپ جو کچھ کرتا ہے وہی میں نے اس وقت کیا ہے۔"

"میں کوئی بچہ نہیں ہوں۔" سلیمان ناراضگی سے بڑبڑایا۔

"بالکل ٹھیک۔ لیکن یاد رکھو اگر تم واقعی میرے بیٹے ہوتے تو اس وقت بھی تمہاری محبت میرے دل میں اس سے زیادہ نہ ہوتی جتنی کہ اب موجود ہے اور اب اس حقیقت کو تسلیم نہ کرنا بالکل بیکار ہے کہ تم ایک ایسا خطرناک کھیل کھیل رہے ہو کہ اس سے زیادہ خطرناک کھیل دنیا کی پیدائش سے لے کر آج تک انسان نے کبھی نہ کھیلا۔"

"ذرا صبر کیجئے!" اسد نے مسکرا کر کہا۔ "میرا خیال ہے کہ آپ بے حد مبالغہ سے کام لے رہے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ اگر سلیمان کچھ شعبدہ بازی کے تفریحی کھیل سیکھنا چاہتا ہے تو اس میں نقصان ہی کیا ہے؟"

"تفریحی کھیل!" نواب نے چونک کر سختی سے کہا۔ "میرے عزیز دوست اسد! تم بالکل تاریکی میں ہو۔ یہ مانا کہ تم ہوائی جہازوں اور موٹر کاروں کو خطرناک تیزی سے دوڑانے میں بے حد بہادر ہو لیکن معاف کرنا تم ہرگز اس کے اہل نہیں کہ سحر جادو جیسے قدیم شیطانی علوم کی ان طاقتوں کا اندازہ لگا سکو جو انسان کی روح کو تباہ کر دیتی ہیں۔"

"اس تعریف کا شکریہ!" اسد مسکرایا۔ "لیکن میں اتنا احمق نہیں جتنا آپ سمجھ رہے ہیں مجھے معلوم ہے کہ ایران اور مصر وغیرہ میں روحانی عملیات کا کافی دور دورہ ہے لیکن میں نے آج تک کبھی نہیں سنا کہ ان روحانی عملیات کے شغل میں پھنس کر سلیمان جیسا ٹھوس عقل کا کوئی انسان پاگل ہو گیا ہو۔"

سلیمان نے پھر اپنے سر کو حرکت دی اور بولا۔ "بے شک...... اسد کا خیال بالکل درست ہے۔ آپ تو خواہ

مخواہ رائی کا پہاڑ بنا رہے ہیں۔" "لیکن اگر یہ بات ہے تو کیا تم آج رات ہمیں یہاں ٹھہرنے اور اپنی کارروائیوں میں شریک ہونے کی اجازت دے سکتے ہو؟"

"مجھے افسوس ہے کہ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ آپ ہماری سوسائٹی کے ممبر نہیں ہیں۔"

"اگر ہم ممبر نہیں ہیں تو اس میں کیا مضائقہ ہے۔ زیریں منزل میں تمہارے جتنے دوست جمع ہیں ان میں سے بیشتر سے ہم لوگ پہلے ہی مل چکے ہیں۔ یقیناً وہ لوگ آج صرف ایک رات کے لئے ہماری موجودگی پر کوئی اعتراض نہیں کریں گے۔"

"نہیں۔" سلیمان نے انکاریہ انداز میں سر ہلایا۔ "حاضرین کی تعداد پوری ہو چکی ہے۔"

"خوب! یعنی تم لوگ وہاں پہلے ہی 13 کی تعداد میں موجود ہو۔ یہی مطلب ہے نا تمہارا۔؟ اچھا اب صاف صاف سنو۔" اقبال جنگ نے سلیمان کے شانے پر شفقت سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "دیکھو سلیمان! تم اور اسد میرے بے حد بے تکلف اور گہرے دوست ہو۔ میرے ساتھ تم دونوں کی یہ شاندار دوستی اور بے تکلفی جن وجوہات کی بنا پر آج تک ترقی کرتی آئی ہے ان میں سے ایک وجہ یہی ہے کہ میں تمہارے سامنے اپنی عمر کی پختگی اور تجربے کی وسعت کے متعلق فخر و غرور کا اظہار کرنے سے ہمیشہ ہی پرہیز کرتا رہا ہوں۔ یعنی میں نے کبھی ایسا ظاہر نہیں کیا کہ چونکہ میں سن و سال میں تم لوگوں سے بہت آگے ہوں اس لئے عقل و تجربے میں تم سے افضل ہوں لیکن آج رات مجھے مجبوراً اپنے اس اصول کو توڑنا پڑ رہا ہے۔ اس وقت سے لے کر جب کہ میں نے اور تم نے اسکول کی تعلیم سے فراغت پا کر عملی زندگی میں قدم رکھا۔ آج تک کی پوری مدّت پر نظر کی جائے تو معلوم ہو گا کہ میری یہ شعوری زندگی...... تمہاری شعوری زندگی سے تین گنا لمبی ہے۔ اس کے علاوہ اگرچہ میں نے کبھی آج سے پہلے تمہیں یہ نہیں بتایا لیکن یہ حقیقت ہے کہ جس زمانے میں مشرق وسطیٰ کے ممالک اور تبت اور برما وغیرہ میں سیر و سیاحت کی زندگی گزار رہا تھا میں نے ان پُر اسرار علوم کا بہت گہرا مطالعہ کیا تھا لہٰذا تمہیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ وسیع تجربے اور گہرے مطالعہ کے بعد ہی کہہ رہا ہوں۔ میں تم سے التجا کرتا ہوں۔ ایک ایسی التجا کہ جو میں نے آج تک زندگی میں کسی چیز کے لئے نہیں کی...... یوں سمجھو کہ تم جس چیز کی طلب و تلاش میں مشغول ہو خدارا اس کو چھوڑو اور ابھی اسی وقت فوراً اس مکان کو چھوڑ کر ہمارے ساتھ چلو۔"

ایک منٹ کے لئے ایسا معلوم ہوا کہ سلیمان ایک پس و پیش میں پھنس گیا ہے۔ اپنے بزرگ دوست اقبال جنگ کی قوت فیصلہ، معاملہ فہمی اور وسیع علم و تجربہ پر جو اعتماد و یقین سلیمان کو تھا اور اس کے قلب میں اقبال جنگ کی جو محبت پوشیدہ تھی یہ تمام چیزیں مل کر اس کو مجبور کر رہی تھیں کہ اقبال جنگ کی تجویز کو منظور کر لے لیکن یکایک طومان کی دلکش آواز اپنی نرمی و موسیقی لئے ہوئے بلند ہوئی اور سکوت کو توڑتے ہوئے نیچے کی منزل سے اوپر رصدگاہ تک آئی۔ طومان اس کو پکار رہا تھا۔

"سلیمان...... ! دوسرے لوگ بھی آ گئے ہیں...... اب وقت ہو گیا ہے۔"

"آ رہا ہوں۔" سلیمان نے جواب میں پکار کر کہا اور اس کے بعد اس نے اپنے سامنے کھڑے ہوئے

دونوں دوستوں کی طرف دیکھا جن کے ساتھ اس نے کسی زمانے میں انقلابی سرگرمیوں کے دوران اپنی زندگی کو خطرے میں ڈال دیا تھا۔

"میں ایسا نہیں کر سکتا۔" اس نے اقبال جنگ اور اسد سے کہا۔ معلوم ہوتا تھا کہ الفاظ کی ادائیگی کے لئے اس کو کافی کوشش کرنی پڑ رہی ہے۔ "آپ لوگوں نے سن ہی لیا ہے...... اب اس کا وقت گزر چکا ہے کہ میں اپنا راستہ چھوڑ کر آپ کے ساتھ واپس چلا آؤں۔"

"تو پھر ہمیں بھی یہاں ٹھہرنے دو۔ میرے عزیز۔" نواب نے استدعا کی۔

"نہیں...... مجھے افسوس ہے۔" سلیمان کے لہجے میں ایک نئی سختی ابھر آئی۔ "میں مجبور ہوں کہ آپ لوگوں کو رخصت کر دوں۔ یہ ضروری ہے۔"

"بہت بہتر۔"

یہ کہتے ہوئے اقبال جنگ نے قدم آگے بڑھایا جیسے وہ ہاتھ ملانا چاہتا ہو لیکن یکایک ایک ناقابل یقین سرعت کے ساتھ اس کا بازو تڑپ کر پیچھے ہٹا اور دوسرے ہی لمحے میں اس کا گھونسہ پوری قوت کے ساتھ سلیمان کے جبڑے کے نیچے پڑا۔

یہ حملہ اس قدر اچانک اور اس قدر غیر متوقع تھا کہ سلیمان کو سنبھلنے کا ذرا بھی موقع نہ مل سکا۔ ایک سیکنڈ کے لئے اس کے قدم فرش سے اوپر اٹھ گئے اور اس کے بعد فوراً ہی وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا اور چکنے فرش پر پھسلتا چلا گیا۔

"کیا تم پاگل ہو گئے ہو۔؟" اسد حیرت سے چلاّ پڑا۔

"نہیں......" اقبال جنگ نے سلیمان کے بے حس و حرکت جسم کے قریب دوزانو ہوتے ہوئے کہا۔ "ہمیں اس کو یہاں سے نکال کر لے جانا ضروری ہے۔ اس کی حماقت سے اس کو بچانے کا صرف یہی طریقہ ہے۔ یہ بحث کا وقت نہیں...... جلدی کرو۔"

اسد کو سرگرم عمل کرنے کے لئے نواب کے یہ الفاظ کافی تھے۔ وہ نواب کے ساتھ خوفناک اور خطرناک مرحلوں میں اتنی بار رہ چکا تھا کہ اس کے احکام اور فیصلوں کی معقولیت پر شک و شبہ کر ہی نہیں سکتا تھا خواہ اس کا فعل و عمل بظاہر کتنا ہی عجیب و غریب کیوں نہ معلوم ہو۔ ایک ہی مگر سرعت اور طاقتور کوشش میں اس نے سلیمان کے بے حس و حرکت جسم کو گھسیٹ کر اپنے شانوں پر لاد لیا اور اس کو اٹھائے ہوئے زینے کی طرف چل پڑا۔

"ٹھہرو!" نواب نے حکم دیا۔ "اتنی گھبراہٹ کی ضرورت نہیں۔ پہلے میں جاؤں گا تا کہ ہمیں کوئی روکنے کی کوشش کرے تو اس سے نپٹ سکوں...... تم سلیمان کو کار تک لے چلو۔ سمجھے؟"

"لیکن وہ سب لوگ آپ پر ٹوٹ پڑے تو کیا ہوگا؟ آپ تن تنہا ان سب کا مقابلہ ہرگز نہ کر سکیں گے۔"

"ایسی صورت میں تم سلیمان کو چھوڑ دینا۔ میں کسی نہ کسی طرح اس کو باہر نکال کر لے جاؤں گا۔ تم عقب میں میری حفاظت کرو گے، آؤ۔"

اقبال جنگ آگے آگے چلا اور اس طرح وہ دونوں پہلے زینے سے رینگتے ہوئے نیچے اتر گئے۔ اب وہ دوسری منزل پر تھے۔ اقبال جنگ یہاں رک گیا اور احتیاط کے ساتھ اس نے چھجے کے جنگلے پر سے جھانک کر نیچے کی طرف نظر ڈالی۔ نیچے سے کوئی آواز نہیں آ رہی تھی۔

"اسد!" نواب نے سرگوشی میں کہا۔

"ہاں۔"

"اگر وہ سیاہ فام خدمت گار جس کا تذکرہ میں نے کیا تھا سامنے نمودار ہو جائے تو خدا کے لئے اس کی طرف مت دیکھنا۔ اس کے ہاتھوں پر نظر رکھنا اس کے پیٹ پر گھونسا رسید کرنا...... سمجھے۔"

"بالکل۔"

وہ ایک زینے سے ہو کر دوسرے زینے سے اتر کر نیچے پہنچ گئے۔ ہال بالکل خالی تھا۔ البتہ ان دہرے دروازے میں سے کچھ لوگوں کے بات چیت کرنے کی ایک مبہم سی بھنبھناہٹ سنائی دے رہی تھی۔

"جلدی کرو۔؟" نواب بولا۔ "سلیمان کو تلاش کرنے کے لئے طومان کسی وقت بھی نمودار ہو سکتا ہے۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔" اسد نے کہا اور اپنے بھاری بوجھ کے نیچے کمر دہری کئے ہوئے تیزی سے آگے بڑھا۔

لیکن نواب نے ابھی ہال کو نصف ہی عبور کیا تھا کہ یکایک آہٹ ابھری اور غلام گردش میں سے اچانک گونگا خدمت گار ظاہر ہوا۔

ایک لمحے کے لئے وہ پتھر کی طرح کھڑا رہ گیا۔ اس کے سیاہ چہرے پر شدید استعجاب نمایاں تھا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے وہ پینترا بدل کر نواب کے قریب سے صاف نکل گیا اور ایک کالے سانڈ کی طرح اپنا سر جھکا کر اس نے پورے وحشیانہ جوش و غضب کے ساتھ اسد پر حملہ کیا۔

"خبردار!" اقبال جنگ نے ڈانٹ پلائی اگرچہ گونگا حبشی بجلی کی طرح تڑپ کر جھانسہ دے گیا تھا لیکن اقبال جنگ بھی بجلی سے کچھ کم نہ تھا اور اس نے اپنے نزدیک سے گزرتے وقت سیاہ فام خدمت گار کی کلائی پکڑ لی تھی۔

سیاہ کلائی پر اپنے جسم کا پورا بوجھ ڈالتے ہوئے اقبال جنگ طوفانی بگولے کی طرح گھوما اور اپنی پوری قوت سے اس قدر زبردست جھٹکا دیا کہ حبشی کے قدم زمین سے اوپر اٹھ گئے اور وہ لٹو کی طرح چکراتا ہوا سر کے بل دیوار سے جا ٹکرایا۔ ایک دھماکے کے ساتھ اس کا سر دیوار سے ٹکرایا تو حبشی خدمت گار کے منہ سے ایک بھاری سی کراہ نکلی اور وہ فرش پر لڑھک گیا لیکن وہ پھر لڑکھڑاتا ہوا کھڑا ہو گیا اور دیوان خانے کی سمت جھپٹا اسد اور نواب اس سے پیشتر ہی اپنے راستے پر تیزی سے آگے بڑھ گئے تھے اور باغ کی دیوار میں لگے ہوئے دروازے سے گزر کر باہر گلی میں جا پہنچے تھے۔

"خدا کا شکر ہے!" نواب نے اپنی کار کا دروازہ کھولتے ہوئے ہانپتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ مکان میں جو شیطانی غول جمع ہے وہ ہمیں مار ڈالتا اور ہمیں سلیمان کو ہرگز زندہ نہ لے جانے دیتا۔"

”اپنی مصلحت توآپ ہی خوب جانتے ہیں۔“ اسد نے سلیمان کو پچھلی نشست پر سہارا دے کر بٹھاتے ہوئے کہا۔ ”میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آیا۔ زیادہ سے زیادہ میں تو یہی کہہ سکتا ہوں کہ آپ کے ساتھ رہنا خطرے سے خالی نہیں۔“

”گھر چلو!“ نواب نے ڈرائیور کو حکم دیا جو اس تمام کارروائی کو حیرت زدہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

اور اس کے بعد نواب نے مسکرا کر اسد کی طرف دیکھا...... ایک ایسی مسکراہٹ جس میں خطرات جھانکتے محسوس ہوتے تھے۔

”کوئی تعجب نہیں کہ تم مجھے اس وقت کچھ پاگل سمجھ رہے ہو گے۔“ وہ بولا۔ ”لیکن تم تاریکی میں ہو ...... تمہارے لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ خطرات کا اندازہ لگا سکو اور یہ محسوس کر سکو کہ یہ پورا ڈرامہ کس قدر خوفناک ہے...... اس کی تشریح میں بعد میں کروں گا۔“

چند منٹ میں ہی یہ لوگ خاموش تنگ سڑکوں کی تاریکی کو اپنے پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھ گئے تھے اور ایک بار پھر روشن شاہراہوں سے گزر رہے تھے۔ کچھ دیر بعد آخر کار ان کی کار گرین اسٹریٹ میں شاہین مینشن کے سامنے آکر رک گئی سلیمان اب تک بے ہوش تھا۔

”سلیمان کو میں خود ہی اٹھا کر لے جاؤں گا۔“ اسد نے کہا۔ ”اس معاملے میں نوکروں کو جتنا کم استعمال کیا جائے اتنا ہی بہتر ہے۔“

اس نے سلیمان کو ایک بچے کی طرح اپنے بازوؤں پر اٹھالیا اور سیدھا زینے پر چڑھتا ہوا اس منزل تک جا پہنچا جہاں نواب اقبال جنگ کا فلیٹ واقع تھا نواب کچھ دیر کے لئے نیچے عمارت کے پھاٹک کے دربان کے پاس ہی رک گیا تھا اور اس کو بتا رہا تھا کہ بے ہوش شخص اس کا ایک دوست ہے جو اچانک بیمار ہو گیا ہے۔

چند منٹ بعد وہ بھی اوپر فلیٹ میں آگیا اور اسد سے بولا۔ ”اس کو مطالعہ کے کمرے میں آرام سے لٹا دو ...... میں بے ہوشی دور کرنے کا کچھ سامان باتھ روم سے لے کر ابھی آتا ہوں۔“

اسد نے اس حکم کی تعمیل کی اور مطالعہ کے کمرے میں سلیمان کو اٹھا کر لے گیا۔ گرین اسٹریٹ میں اقبال جنگ کا یہ فلیٹ ایک قابل دید شے تھا جن لوگوں کو یہ فلیٹ دیکھنے کا اعزاز نصیب ہوا تھا، وہ اس کو مشکل سے ہی بھول سکتے تھے فلیٹ کی یہ خصوصیت و دلکشی محض اس لئے ہی نہ تھی کہ وہ بہت وسیع تھا اور بے حد آراستہ تھا بلکہ اس لئے کہ اقبال جنگ نے اس میں نایاب اور حسین چیزوں کا ایک ذخیرہ بھر دیا تھا ایک طرف پیتل کے ایک بڑے کنول پر مہاتما بدھ کا ایک نادر روزگار مجسّمہ بیٹھا ہوا دکھایا گیا تھا یہ مجسّمہ تبّت سے حاصل کیا گیا تھا۔ دوسری طرف قدیم یونان کے برنجی مجسمے دعوت نظر دے رہے تھے۔ نہایت حسین تراش کی نازک اصفہانی تلواریں...... زرکار اور جواہر نگار مراقشی پستول...... دنیا کی قدیم ترین قوموں کے عبادت خانوں میں کام آنے والے پراسرار ظروف جن پر قیمتی پتھر جڑے ہوئے تھے اور ہاتھی دانت کی قدیم صنعت کے مشرقی نمونے...... اور نہ جانے کیا کیا!

اسد نے سلیمان کو ایک بڑے اور چوڑے صوفے پر لٹا دیا اور اپنے چاروں طرف نظر ڈالی۔ اس فلیٹ

کو متعدد بار دیکھنے کے باوجود اس کے سازوسامان میں اس کی دلچسپی کم نہ ہوئی تھی۔ مطالعہ کا کمرہ بھی مخصوص نوادرات سے آراستہ تھا۔ دیواروں کے برابر شانوں کی اونچائی پر خوبصورت جلدوں والی کتابوں کی صاف ستھری قطاریں چنی ہوئی تھیں۔ ان کے درمیان ادھر ادھر قدیم رنگین تصویریں نظر آتی تھیں جو فن مصوری کا بہترین نمونہ تھیں۔ ان کے اوپر مناسب مقامات پر بے بہا تاریخی دستاویزات اور نقشے آویزاں تھے۔

نواب اقبال جنگ جب کمرے میں داخل ہوا تو اس کے ہاتھ میں بلور کی ایک چھوٹی سی شیشی تھی۔ اس شیشی کو اس نے سلیمان کی طوطے کی چونچ جیسی ناک کے نیچے دبا دیا۔

”آج رات اس سے کچھ کہنا سننا بیکار ہے۔“ وہ بولا۔ ”میں اس کو صرف اس حد تک ہوش میں لانا چاہتا ہوں کہ اس کو پھر سو جانے پر مائل کر سکوں۔“

”آپ کی کوئی بات بھی آج رات میری سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔“ اسد نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”میری باتوں کو مہمل نہ سمجھو ...... میں چاہتا ہوں کہ ان شیطانوں کے خلاف خود ان کے ہی ہتھیاروں سے جنگ کروں۔ سکون سے دیکھتے جاؤ۔“

سلیمان کے منہ سے ایک ہلکی سے کراہ نکلی...... اور اس کی آنکھیں تھرتھرا کر کھل گئیں۔ اقبال جنگ نے فوراً ہی اپنی جیب میں سے ایک چھوٹا سا گول آئینہ نکال لیا اور لیمپ کو اور قریب لاتے ہوئے نرم لہجے میں بولا۔ ”سلیمان...... ! اوپر میرے ہاتھ کی طرف نظر اٹھاؤ۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی نواب نے آئینہ کو سلیمان کی پیشانی سے تقریباً 18 انچ کے فاصلے پر اور اس کی آنکھوں سے کسی قدر اوپر اس طرح اٹھالیا کہ لیمپ کی روشنی آئینے پر پڑتی تھی اور پھر آئینے سے اس روشنی کا عکس سلیمان کی آنکھوں کے ڈھیلوں پر پڑ رہا تھا۔

”آئینے کو تھوڑا سا نیچا کر لو۔“ اسد نے کہا۔ ”اس طرح اوپر کی طرف دیکھنے سے اس کی آنکھوں پر زور پڑے گا۔“

”خاموش !“ نواب نے تیزی سے کہا۔ ”سلیمان ...... ! اوپر نظر اٹھاؤ اور میری بات سنو ...... ! تمہیں کافی چوٹ لگی ہے اور تمہارا دماغ پریشان ہے لیکن تمہارے دوست تمہارے ساتھ ہیں اور تمہیں کسی مزید پریشانی کی ضرورت نہیں۔“

سلیمان نے پھر ایک بار آنکھیں کھول دیں اور ان کو اوپر آئینے کی طرف اٹھایا اور آنکھیں اسی حالت میں جم کر رہ گئیں!

”میں تمہیں نیند کی پُرسکون آغوش کے سپرد کرنے جا رہا ہوں سلیمان !“ اقبال جنگ نے اسی نرم لہجے میں کہا۔ ”تمہیں آرام کی ضرورت ہے اور جب تم بیدار ہو گے تو درد و تکلیف سے آزاد ہو چکے ہو گے۔ ابھی ایک لمحے میں تمہاری آنکھیں بند ہو جائیں گی اور تب تمہیں اپنے دماغ کی حالت بہتر محسوس ہو گی۔“

مزید نصف منٹ تک وہ صبر و استقلال کے ساتھ آئینے کا عکس سلیمان کی آنکھوں میں پردۂ بصارت پر ڈالتا رہا۔ اس کے بعد اس نے اپنے خالی ہاتھ کی پہلی دو انگلیاں آئینے پر رکھ دیں اس طرح کہ اس کی ہتھیلی

کارخ سلیمان کی طرف تھا اور پھر اسی حالت میں نہایت آہستہ آہستہ اس نے آئینے کی طرف سے سلیمان کی گھورتی ہوئی آنکھوں کی طرف اپنے ہاتھ کو اس طرح حرکت دی جیسے وہ کسی چیز کو سہلا رہا ہو...... اس سے پہلے کہ اس کا ہاتھ سلیمان کی آنکھوں کو چھو سکتا آنکھیں خودبخود بند ہوتی چلی گئیں۔

"اب تم سو جاؤ۔" اس نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھا۔ "اور کل صبح دس بجے سے پہلے بیدار نہ ہو گے۔ بیدار ہوتے ہی تم سیدھے میرے پاس آؤ گے یا تو یہاں اسی جگہ یا میری خواب گاہ میں...... اور تم کسی سے بھی بات نہ کرو گے اور نہ مجھ سے ملاقات کرنے سے قبل کسی خط کو یا کسی پیغام کو پڑھنے کی کوشش کرو گے جو اس اثناء میں تمہارے لئے لایا گیا ہو۔"

اقبال جنگ ایک لمحہ کے لئے رک گیا۔ اس نے آئینہ نیچے رکھ دیا اور سلیمان کا ایک بازو اوپر اٹھایا...... اوپر کی طرف...... یہاں تک کہ وہ سر کے اوپر سیدھا بلند ہو گیا اس کے بعد اس نے بازو کو چھوڑ دیا لیکن بازو نیچے نہیں گرا۔ بلکہ ہوا میں اسی طرح سیدھا اور سختی کے ساتھ قائم رہا۔

"بالکل ٹھیک!" نواب نے مسرور لہجے میں اسد سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ "سلیمان اتنی جلدی ہی ہپناٹزم کی مصنوعی نیند کی دوسری منزل پر پہنچ گیا ہے اور اس حالت میں وہ ٹھیک ٹھیک وہی کچھ کرے گا بس کا اس کو حکم دیا جائے گا۔ ہپناٹزم کا یہ عمل حیرت ناک حد تک آسان ثابت ہوا ہے اس وقت...... غالباً اس کی وجہ یہی ہے کہ سلیمان پہلے سے ہی ایک نیم شعوری کیفیت میں تھا۔"

"آپ اس غریب کو کٹھ پتلی کی طرح نچا رہے ہیں یہ مجھے پسند نہیں۔" اسد نے ناپسندیدگی سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "آپ کی جگہ کوئی اور شخص ایسا کرتا تو میں ہرگز اس کی اجازت نہ دیتا۔"

"لاعلمی کی وجہ سے تم ایک بے بنیاد بدظنی کا شکار ہو گئے ہو میرے دوست۔" اقبال جنگ بولا۔ "ہپناٹزم کوئی ناپاک اور ناپسندیدہ شے نہیں۔ یہ ایک علم ہے، ایک طاقت ہے اور اگر اس کا استعمال کرنے والا ایک معقول اور صحیح انسان ہو تو تکلیفوں اور بیماریوں کو دور کرنے میں ہپناٹزم ایک عظیم ترین قوت ثابت ہو سکتا ہے۔"

یہ کہتے ہوئے وہ عجلت کے ساتھ اپنی میز کے پاس پہنچا اور ایک دراز کا قفل کھول کر اس نے کوئی چیز نکالی۔ اس کے بعد وہ پھر سلیمان کے پاس واپس آیا اور اسی نرم اور دھیمی آواز میں اس کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔

"سلیمان......! اب آنکھیں کھول دو اور اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔"

سلیمان نے فوراً ہی اس حکم کی تعمیل کی اور اسد کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ وہ بالکل بیدار اور نارمل حالت میں نظر آتا تھا...... محض اس کے چہرے پر ایک کھوئی کھوئی اور خالی خالی سی کیفیت اس بات کا مظہر تھی کہ وہ اپنے ہوش میں نہ تھا۔

نواب نے جو چیز میز کی دراز میں سے نکالی تھی جب اس کو سلیمان کی طرف بڑھایا تو سلیمان نے کسی حیرت یا پسندیدگی کا اظہار نہیں کیا۔ یہ ایک چھوٹا سا زریں ستارہ تھا جس پر بیش قیمت پتھر جڑے ہوئے تھے اور ایک ریشمی فیتے میں آویزاں تھا۔ ستارہ پر تعویذ کی قسم کے کچھ نقوش کندہ تھے اور ان کے وسط میں

سواستیکا کا نشان تھا جیسا کہ ہٹلر کے دور حکومت میں نازی جرمنی نے اپنے قومی پرچم کے لئے انتخاب کیا تھا۔

"سلیمان!" نواب نے کہا۔ "اس مقدس ستارہ کے ذریعے میں تم کو "نورانی قوت" کی حفاظت میں دیتا ہوں جب تک تم اس کو پہنے رہو گے اس وقت تک زمین، ہوا، آگ یا پانی کی کوئی مخلوق یا کوئی طاقت تم کو نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔"

عجلت کے ساتھ اس نے یہ تعویذ سلیمان کی گردن میں باندھ دیا اور بولا۔ "اب تم اس خواب گاہ میں جاؤ گے جو تمہارے لئے خالی ہے وہاں جا کر تم گھنٹی کے ذریعے میرے خدمت گار حمید کو بلاؤ اور اس کو بتا دو کہ آج رات تم اسی جگہ قیام کر رہے ہو۔ وہ تمہیں تمہاری ضرورت کی ہر ایک چیز مہیا کر دے گا اور اگر حالیہ بے ہوشی کی وجہ سے تمہیں اپنا حلق خشک محسوس ہو تو حمید کو حکم دو کہ وہ تمہارے واسطے کوئی لطیف اور مفرح قسم کی چیز پینے کو لے آئے لیکن یاد رکھو تمہیں کوئی شراب یا الکحل والی کوئی چیز طلب نہ کرنی چاہئے...... خدا تمہیں سکون عطا کرے......! تمہیں اور تمہارے تمام ماحول کو بھی۔ اچھا اب جاؤ!"

سلیمان فوراً کھڑا ہو گیا اور یکے بعد دیگرے اپنے دونوں دوستوں کی طرف نظر ڈالی۔

"شب بخیر!" اس نے مسرور لہجے میں اپنے مخصوص فطری تبسم کے ساتھ کہا۔ "صبح کو آپ دونوں سے ملاقات کروں گا۔"

اور یہ کہتا ہوا وہ مستعدی کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گیا۔

"لیکن وہ...... وہ اس وقت نیند میں نہیں معلوم ہوتا۔" اسد نے کسی قدر سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

"کیا واقعی وہ خوابیدہ ہے...؟"

"بیشک سلیمان ہپناٹزم کی مصنوعی نیند میں ڈوبا ہوا ہے۔" اقبال جنگ نے کہا۔ "لیکن کل صبح جب وہ بیدار ہو گا تو آج رات کی تمام باتیں اس کو یاد آ جائیں گی۔ کیونکہ اس کی نیند اتنی گہری نہیں ہے کہ میں اس کو تمام باتیں بھول جانے کا حکم دے سکتا۔ درحقیقت میں اس پر اتنی گہری مصنوعی نیند طاری کرنے سے معذور ہوں کیونکہ میں نے پہلی بار ہی آج اس پر ہپناٹزم کا عمل کیا ہے۔ ایک نئے مسئلے پر اتنا گہرا اثر ڈالنے کے لئے کافی مشق کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"تب تو مجھے ڈر ہے کہ کل صبح کو بیدار ہونے پر سلیمان بہت ہی ناراض ہو گا۔" اسد نے کہا۔ "شاید آپ یہ بھول گئے کہ سلیمان یہودی نسل سے ہے اور وہ اپنے گلے میں اس ستارہ کو پہننا ہرگز گوارہ نہیں کر سکتا کیونکہ ستارہ کے وسط میں سواستیکا کا نشان بنا ہوا ہے اور یہ نشان ہٹلر اور نازی جرمنی کا تھا جہاں یہودیوں پر بے پناہ مظالم کئے گئے تھے۔"

"عزیز دوست!" اقبال جنگ نے شفقت سے کہا خدا کے لئے اپنے ذہن کو قومی و نسلی تعصب اور بدظنی سے تنگ بنانے کی کوشش مت کرو، سواستیکا کا نشان نہ تو ہٹلر اور نازی جرمنی کی ملکیت ہے اور نہ کسی اور قوم کی۔

سواستیکا کا نشان دراصل ستارہ کی ایک بگڑی ہوئی شکل ہے اور یہ تم جانتے ہو کہ دنیا میں دانشمندی اور

راست خیالی کا سب سے قدیم نشان ستارہ ہی مانا جاتا ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کے ہر ایک ملک ہر ایک قوم نے ستارہ کا نشان کسی نہ کسی شکل میں ضرور استعمال کیا ہے۔ ان میں سے ہی ایک شکل سوا کی بھی ہے بلکہ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ صلیب کا نشان (✠) بھی ستارہ کی ایک بگڑی ہوئی شکل ہے عام طور پر صلیب کو خالص مسیحی نشان مانا جاتا ہے لیکن سب کو معلوم ہے کہ حضرت عیسیٰ کی ولاد سے ہزاروں سال قبل صلیب کا نشان قدیم مصر میں احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ نازیوں نے سوا کا نشان جرمنی کے لئے صرف اس لئے پسند کر لیا تھا کہ یہ نشان قدیم آریہ قوم سے متعلق مانا جاتا ہے ہٹلر کا مقصد یہ بھی تھا کہ آریائی نسل کے ایک بڑے حصے کو متحد بنا دے۔ اس نے یہ نشان اپنے سیا مقصد کے لئے استعمال کیا ٹھیک جس طرح اسپین کی قدیم مذہبی عدالتوں نے صلیب کا نشان مخ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں یا آزاد خیال مسیحوں کو دہشت ناک مظالم کا نشانہ بنانے کے لئے استع کیا لیکن کسی چیز کے غلط استعمال سے اس چیز کی حقیقت کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ یہ سب نشانات ستارہ کی تبدیل شدہ مختلف شکلیں ہیں اور ستارہ کے نشان کے اصلی معنی دا مندی و راست خیالی ہیں۔"

"آپ کا دعویٰ قابل قبول سہی لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" اسد نے کہا۔ "کل صبح اپنے میں یہ نشان پہنے ہوئے دیکھ کر سلیمان کو ناگوار ضرور ہو گا۔ بہر حال یہ تو ایک معمولی بات ہے میر حقیقی تشویش کا سبب تو آپ کی یہ تمام حرکات ہیں جو آپ رات کرتے رہے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں آخ آپ کیا تماشا کر رہے ہیں؟ میرے علاوہ اور کوئی بھی شخص آپ کو ایسی حرکات کرتے دیکھ کر یہی سمجھ آپ کو پاگل خانے کی سیر کرانا چاہئے!" "کیوں ٹھیک ہے نا؟"

اقبال جنگ مسکرایا...... وہی بزرگانہ اور شفقت آمیز مسکراہٹ۔

"آج رات جو کچھ ہوتا رہا ہے وہ یقیناً اس بیسویں صدی میں ایک عجیب چیز محسوس ہونی چاہئے۔ احساس ہے نا تمہارا؟" اقبال جنگ بولا "لیکن میرے دوست یہ معاملہ اتنا سرسری و معمولی نہیں۔ ا سکون سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ آؤ تھوڑا سا قہوہ پیا جائے اور پھر اس مسئلے پر اطمینان سے گف کریں۔"

"آپ اس کو محض عجیب کہتے ہیں!؟" اسد نے کہا ارے صاحب میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر یہ سب ایک حقیقت ہوتی تو ایک ایسی حقیقت ہوتی جو یکسر خلاف عقل اور بالکل لغو قرار دی جاتی...... بالک مہمل...... محض ایک خواب پریشان...... ! لیکن خدا کا شکر ہے کہ یہ حقیقت نہیں...... سحر و جادو متعلق یہ تمام شور و غل اور بے سر و پا عقائد...... آپ کی یہ تمام بے تکی اور لچر باتیں...... یہ بیچارے سلیم کی گردن میں احمقانہ تعویذ یا جادو کے نقش لٹکانا...... یہ سب کچھ شروع سے آخر تک ایک ڈھونگ نہیں کیا ہے؟"

"کیا واقعی تمہارا یہ خیال ہے؟" نواب نے تھرماس میں سے قہوہ انڈیلتے ہوئے کہا اور مسکرا دیا۔ "ا تو ذرا تم بتاؤ کہ آج رات سلیمان نے جو حیرت انگیز اور خلاف توقع طرز عمل اختیار کیا اس کی توضیح تم

کرو گے...... ؟ کیا تم اس کے طرز عمل کو عجیب نہیں مانتے؟"

"بے شک مانتا ہوں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ اتنا عجیب نہیں تھا جتنا کہ آپ اس کو بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"یعنی؟"

"یعنی یہ کہ میرے زاویۂ نظر سے یہ مسئلہ بالکل سیدھا سادا ہے۔" اسد نے کہا "میرے خیال میں سلیمان نے روحانیت یا اسی قسم کا کوئی اور شغل اختیار کر لیا ہے۔ آج کل بھی ایسے سنجیدہ اور سمجھدار انسانوں کی کمی نہیں جو اس طرح کے مشاغل تفریح و دلچسپی کے لئے اختیار کر لیتے ہیں لیکن آپ جانتے ہیں کہ جب سلیمان کو کسی چیز کا شوق ہو جاتا ہے تو اس کا کیا عالم ہوتا ہے...... وہ اپنی دھن میں دنیا کی باقی ہر چیز کو بھول جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کچھ مدّت سے وہ آپ کی طرف سے غافل و بے نیاز رہا ہے اور آپ سے ملاقات تک نہیں کر سکا۔ اس کے بعد آج رات کے واقعات پر غور کیجئے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کی ضیافت پر نہ آنے کا اس کو بے حد صدمہ تھا لیکن چونکہ وہ پہلے ہی ایک "روحانی نشست" یا حاضرات وغیرہ کا انتظام و تعیّن کر چکا تھا اس لئے وہ نہ آ سکا اور نہ اس نشست کو ملتوی کر سکا۔ ایسی حالت میں ہم دونوں اس کے مکان پر اچانک نازل ہو جاتے ہیں جہاں اسی روحانیت وغیرہ سے دلچسپی رکھنے والے اس کے کچھ دوست جمع ہیں۔ فطری طور پر سلیمان یہ نہیں چاہتا کہ ہمیں اس حقیقت سے آگاہ کر دے کہ اس نے اپنے مکان میں ان عجیب اور نرالی شکل و صورت کے مہمانوں کو کیوں جمع کر رکھا ہے لہٰذا وہ فوراً ایک کہانی تیار کر لیتا ہے کہ یہ لوگ ایک سوسائٹی کے ممبر ہیں جس کا تعلق علم فلکیات سے ہے اس صورتحال میں جو بالکل فطری اور سادہ تھی آپ ایک عجیب طرز عمل اختیار کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ نے ضرورت سے کہیں زیادہ کتابیں پڑھ ڈالی ہیں اور اس کے ساتھ ہی آپ کے دماغ میں جادو، جن بھوت اور پریوں کی وہ تمام کہانیاں بھی اب تک جمع ہیں جو آپ نے بچپن میں اپنی نرس سے یا اپنی دادی اماں سے سنی ہوں گی...... لہٰذا آپ کے دماغ میں ایک عجیب خیال سا جاتا ہے جو آپ کے ذہنی توازن پر اس بری طرح اثر انداز ہوتا ہے کہ آپ اچانک پوری بہادری اور قوت سے کام لے کر بے چارے سلیمان کے جبڑے کے نیچے ایک زبردست گھونسا رسید فرما دیتے ہیں۔"

"بالکل درست!" اقبال جنگ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "مجھے پہلے ہی توقع تھی کہ تم اس پورے معاملے کو اسی روشنی میں دیکھو گے۔ تم سے اس سے زیادہ کی امید رکھنا ہی غلط ہے لیکن آؤ ہم شروع سے اس پر غور کریں۔ کیا تم اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرو گے کہ سلیمان کو اپنی ضرب سے بیہوش کر دینے کے بعد میں نے اس کو نیند میں ڈبونے کے لئے ایک پُراسرار اور غیر معمولی قوت کا استعمال کیا اور سلیمان میری اس غیر معمولی اور عجیب قوت سے متاثر ہو کر اتنی آسانی سے نیند میں خوشی خوشی ڈوب گیا کہ ایک بار بھی اس نے کوئی ہلکا سا احتجاج تک نہیں کیا؟"

"بے شک۔" اسد نے کہا "اب تو ڈاکٹر لوگ بھی ہپناٹزم یا تنویم کے اثرات کو تسلیم کرتے ہیں۔"

"تو تم یہ مانتے ہو کہ میں نے سلیمان کو ہپناٹزم کے عمل سے مسحور کر دیا تھا؟"

"ہپناٹزم کوئی ایسی طاقت نہیں جس کو جادو کہا جاسکے۔ بہر حال مجھے اس کے تسلیم کرنے میں
پس و پیش نہیں کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر سلیمان ہپناٹزم کے اثرات کے تحت نہ ہوتا اور صحیح معنی
بیدار اور باشعور ہوتا تو اپنے گلے میں یہ سواستیکا والا استارہ پہننا کبھی گوارہ نہ کرتا۔

"شکریہ!" اقبال جنگ مسکرایا "دوسرے الفاظ میں اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم دونوں کم از کم اس
نکتہ پر ہم خیال ہیں کہ بعض ایسی پُراسرار قوتوں سے بھی کام لیا جاسکتا ہے جن کو ایک معمولی اور
درجے کا انسان بالکل نہیں سمجھتا۔"

"بے شک۔"

"لیکن فرض کیجئے کہ ہپناٹزم کی قوت کا یہی نسبتاً معمولی سا کرشمہ جو میں نے تمہارے سامنے پیش
ہے اگر کچھ وحشی اور جاہل لوگوں کے سامنے پیش کیا جاتا جنہوں نے کبھی ہپناٹزم کا نام بھی نہیں سنا تو
لوگ اس کو جادو تصوّر نہ کرتے؟"

"یقیناً..... بے شمار جاہل اور ناواقف لوگ ہپناٹزم کو اب بھی جادو ہی خیال کرتے ہیں۔"

"بالکل ٹھیک..... اچھا اب ایک قدم اور آگے بڑھیئے۔" اقبال جنگ نے کہا "اگر میں اسی پُراسرار
کو ذرا زیادہ وسیع پیمانے پر استعمال کر کے ایک اس سے بھی زیادہ بڑا کرشمہ پیش کروں مثلاً میں اس کم
کے فرش سے اپنے جسم کو کئی انچ اوپر اٹھالوں تو تم اس کو کیا کہو گے..... ؟ ہو سکتا ہے کہ تم اس کے
لفظ جادو استعمال کرنا پسند نہ کرو لیکن یقیناً تم میرے اس کرشمہ کو افعال کی اسی فہرست میں شامل کرو
جس میں وحشی اور جاہل لوگ اس سے آسان تر کرشمہ کو شامل کرتے ہیں کیونکہ میرا یہ فعل ایک ایسا
ہوگا جس کو تم ہمیشہ سے ناممکن خیال کرتے رہے ہو۔"

"بالکل صحیح"

"لیکن میں تمہیں بتاتا ہوں کہ یہ کرشمہ ناممکن نہیں ہے۔ میں اس علم و فن میں اتنا ماہر نہیں ہوں
ایسا کمال دکھا سکوں لیکن کیا تم میری اس بات کا یقین کرو گے کہ میں نے لوگوں کو ایسا کرتے دیکھا
..... ایک بار نہیں بلکہ متعدد بار؟"

"اگر آپ ایسا کہتے ہیں تو میں یقین کئے لیتا ہوں کہ آپ نے لوگوں کو ایسا کرتے دیکھا ہوگا۔" اسد
کہا "لیکن میں نے ان معاملات کے متعلق جو کچھ سنا ہے اس کی بنا پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ نے
لوگوں کو زمین سے بلند ہوتے دیکھا ہے وہ محض شعبدہ باز ہی ہوں گے..... در حقیقت وہ زمین سے
نہیں اُٹھے تھے..... ان کے قدم ہرگز زمین سے جدا نہیں ہوئے۔ اصلیت یہ ہے کہ انہوں نے
حاضرین پر ہپناٹزم کا عمل کردیا جس کو عام زبان میں نظر بندی کہا جاتا ہے اور دیکھنے والوں کو ایسا محس
ہوا کہ وہ واقعی فرش سے اوپر اُٹھ گئے ہیں۔ کیا آپ نے شعبدہ بازوں کے اس کمال کے متعلق نہیں
وہ ایک بندھا ہوا رسّہ ہوا میں اچھال دیتے ہیں اور پھر اس پر چڑھتے ہوئے نظر سے غائب ہو جاتے ہیں
بھی اسی طرح کی ایک شعبدہ بازی ہے۔"

"یہی سہی..... لیکن تمہاری اس توجیہہ سے میرا استدلال رد نہیں ہوتا۔" اقبال جنگ نے کہا

تمہیں یہ تسلیم ہے کہ سلیمان کو اپنے حکم کا غلام بنانے کے لئے میں ایک پُراسرار نامعلوم قوت سے کام
لے سکتا ہوں اور اسی قوت کو مجھ سے کہیں زیادہ وسیع پیمانے پر استعمال کر کے ایک جوگی یہ کمال دکھا سکتا
ہے کہ سیکڑوں تماشائیوں کی آنکھوں کو دھوکا دے کر یہ سمجھنے پر مجبور کردے کہ وہ ہوا میں معلق کھڑا
ہے تو دوسرے الفاظ میں اس کے معنی یہ ہوئے کہ تمہیں یہ تسلیم ہے کہ اس طرح کی کوئی طاقت واقعی
موجود ہے اور اس کو استعمال کرنے والا شخص جس قدر زیادہ ماہر ہوگا اتنے ہی زیادہ وسیع پیمانے پر اس کو
کامیابی سے استعمال کر سکے گا۔"

"بے شک..... مگر اس کی بھی ایک حد ہے۔"

"کیوں..... ؟ اس میں حد کی شرط کیوں لگاتے ہو؟ تم بظاہر اس چیز کو ناممکن سمجھتے ہو کہ ایک انسان
ہوا میں معلق کھڑا ہو جائے لیکن ضروری نہیں کہ یہ بات واقعی ناممکن ہو۔ اگر تم آج سے سو سال پیشتر
زندہ ہوتے اور کوئی شخص تم کو ریڈیو اور وائرلیس کے متعلق یقین دلانے کی کوشش کرتا تو کیا تم وائرلیس
کے کمالات کو ناممکن ہی قرار نہ دیتے..... ؟ سو سال پہلے جو ناممکن تھا وہ آج ممکن ہے اس لئے ہو سکتا ہے
کہ تم آج جس کو ناممکن سمجھتے ہو وہ بھی دراصل ممکن ہی ہو۔"

"بے شک....." اسد اچانک سیدھا بیٹھ گیا۔ "لیکن میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ آپ کیا کہنا چاہتے
ہیں۔ ہپناٹزم کو میں جادو نہیں تسلیم کرتا۔ یہ تو صرف انسان کے ارادے کی قوت کا ایک کرشمہ ہے۔"

"شکریہ..... اب کہی ہے تم نے اصل بات!" اقبال جنگ فاتحانہ بولا "ارادہ کی قوت دو طرح کی
ہوتی ہے..... قوتِ خیر اور قوتِ شر..... ! یہ تمام مسئلہ کا لبِ لباب ہے..... ! انسان کی قوتِ ارادی ایک
ریڈیو سیٹ کی طرح ہے ریڈیو سیٹ کی سوئی کو اگر مناسب میٹر پر لگا دیا جائے تو وہ فوراً فضا میں پھیلی ہوئی
غیبی لہروں کو قبول کر لیتا ہے اسی طرح اگر قوتِ ارادی کو مناسب تربیت دی گئی ہے تو وہ اس غیر مرئی اور
غیبی اثر کو قبول کر لیتی ہے جو کہ ہمارے چاروں طرف چھایا ہوا ہے۔"

"غیبی اثر..... ! یہ الفاظ یقیناً میں نے پہلے بھی کہیں سنے ہیں۔"

"صرف سنے ہوں گے..... ایک بہت ہی بلند مرتبہ رکھنے والے دماغی ماہر نے جو کہ ہمارے ملک
کے سب سے بڑے دماغی اسپتال میں اعلیٰ ترین منصب کا مالک ہے ایک کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب کا نام
"غیبی اثر" ہے اس کتاب میں اس نے جن حیرت ناک باتوں کا یقین دلانے کی کوشش کی ہے ان کا
دسواں حصہ بھی ابھی میں نے تم کو نہیں بتایا۔"

"تب تو حیرت ہے کہ اس شخص کو پاگل خانے میں کیوں بند نہیں کر دیا گیا۔"

"تم بالکل بچے ہو اسد میاں!" اقبال جنگ نے کسی قدر ملول تبسم کے ساتھ کہا "کوشش کرو اور اپنے
دماغ کو وسیع بناؤ میرے دوست..... ! کیا تم ان معجزوں پر ایمان رکھتے ہو جو مختلف زمانوں میں پیغمبروں
نے دکھائے ہیں؟"

"بے شک۔"

"اور کیا تم کو ان حیرت ناک کرامات پر اعتقاد ہے جو کہ ان پیغمبروں کے ممتاز پیرو کاروں یا خدا پرست

درویشوں اور ولیوں نے دکھائی ہیں ؟"

"یقیناً......لیکن ان لوگوں کو خدا کی طرف سے کچھ خصوصی قوتیں عطا کی گئی تھیں۔"

"بالکل صحیح"نواب نے کہا"کچھ خصوصی قوتیں!!! لیکن میرا خیال ہے کہ تم یہ تسلیم نہ کرو گے کہ مہاتما بدھ اور ان کے چیلوں نے بھی اسی قسم کے معجزے دکھائے تھے۔"

"کیوں نہیں......! دنیا کے بیشتر وسیع خیال لوگ اب اس بات پر متفق ہیں کہ مہاتما بدھ بھی اپنے زمانے کے ایک پیغمبر ہوں گے اور ان کو بھی ایک خاص قسم کی قوت عطا کی گئی تھی۔" مسلمانوں کا تو ایمان ہی یہ ہے کہ ہر قوم میں خدا کا ایک رسول پیدا ہوا ہے۔"

نواب نے اطمینان کا ایک گہرا سانس لیا اور کرسی کی پشت پر سہارا لیتے ہوئے بولا......"خدا کا شکر ہے کہ آخر کار ہماری گفتگو ایک واضح نتیجے پر پہنچتی معلوم ہو رہی ہے۔ لفظ جادو کو فی الحال نظر انداز کر دو کیونکہ تم کو اس پر اعتراض ہے اور صرف معجزوں پر غور کرو......اگر تم کو یہ تسلیم ہے کہ دنیا کے مختلف ملکوں میں مختلف انسانوں نے جن کے درمیان صدیوں کا زمانہ حائل ہے اپنی غیر معمولی مخصوص قوتوں کے ذریعے معجزے دکھائے ہیں اور ان کے چند خصوصی شاگردوں یا پیروکاروں نے بھی اسی طرح اپنے تقدّس و پاکیزگی کے ذریعے ان مخصوص قوتوں سے کام لے کر کچھ کرامات پیش کی ہیں تو تم اس بات سے بھی انکار نہیں کر سکتے کہ روحانیت کے کچھ دوسرے ماہرین نے بھی دنیا کے بہت سے حصوں میں اسی طرح کے کچھ کارنامے دکھائے ہوں گے......اور اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ انسان کے وجود سے باہر ایک ایسی پُراسرار قوت واقعی موجود ہے جو کسی خاص مذہب کے لئے محدود نہیں بلکہ اس قوت کو ہر شخص استعمال کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ اس سے اپنا تعلق و ربط قائم کر سکے۔"

"ٹھیک ہے"اسد نے ہنستے ہوئے کہا"مجھے اس سے انکار نہیں۔"

"شکریہ!"اقبال جنگ نے کہا"اچھا آداب تھوڑا سا قہوہ اور پی لیں۔ اس کے بغیر میرا دماغ جام ہو جاتا ہے۔"

"آپ زحمت نہ کیجئے......پیالیاں میں بھر کر پیش کر دوں گا۔"اسد نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر قہوہ انڈیلتے ہوئے بولا"کچھ بھی ہو......آپ کا استدلال ادھورا ہی ہے......اگر بہت سے نیک انسانوں کو خدا نے غیر معمولی اور فوق الفطرت قوتیں عطا کی ہیں تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ جادو اور سحر بھی واقعی ایک حقیقت ہے۔"

"تو کیا واقعی تم جادو پر یقین نہیں رکھتے ؟"

"یقیناً نہیں......موجودہ زمانہ میں کوئی بھی یقین نہیں رکھتا۔"

"کیا واقعی!"اقبال جنگ طنزیہ مسکرایا"کیا تاریخ کے صفحات میں تم نے ان مجرموں کا حال نہیں پڑھا جن پر جادوگر ہونے کے جرم میں مقدمہ چلایا گیا؟ اس قسم کے سب سے آخری مقدمے کو تمہارے خیال میں اب کتنی مدت گزر چکی ہو ؟"

"میرا اندازہ ہے کہ یہ تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے کی بات ہے۔"

"نہیں......اتنی دور جانے کی ضرورت نہیں میرے دوست۔"اقبال جنگ نے کہا"اس طرح کا ایک مقدمہ ابھی جنوری 1926ء میں چلایا جا چکا ہے اور لطف یہ کہ یہ مقدمہ کسی مشرقی شہر میں نہیں چلایا گیا جہاں لوگ جادو اور توہم پرستی کے لئے اب بھی بدنام ہیں بلکہ مغرب کے ترقی یافتہ شہر پیرس کے قریب ایک شہر میں......! لہٰذا تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ موجودہ زمانے میں جادو پر کوئی یقین نہیں رکھتا۔"

"بے وقوف بنا رہے ہیں آپ مجھے!"اسد کسی قدر تلخی سے بولا۔

"ہرگز نہیں"اقبال جنگ نے نرمی سے کہا"عدالت کے کاغذات میں اس کا ریکارڈ موجود ہے جو میرے دعوے کا اٹل ثبوت ہے۔ لہٰذا میں پھر کہوں گا کہ تمہارا یہ بیان صحیح نہیں کہ آج کل جادو کو کوئی نہیں مانتا۔ حقیقت یہ ہے کہ مشرق میں ہی نہیں بلکہ مغرب میں بھی لاکھوں آدمی اب تک جادو اور شیطان کے ٹھوس وجود کو مانتے ہیں۔"

"جی ہاں سیدھے سادھے لوگ اور جاہل مانتے ہیں......تعلیم یافتہ لوگ نہیں۔"

ممکن ہے زبردستی نہ مانتے ہوں بایں ہمہ ہر وہ انسان جس کو سوچنے کی صلاحیت نصیب ہے یہ تسلیم کرے گا کہ ہر وہ چیز جس کو شیطانی قوت کہا جاتا ہے اب بھی ایک زندہ حقیقت ہے۔"

"کیوں ؟"

"میرے عزیز......دنیا میں جتنی صفات پائی جاتی ہیں ان میں سے ہر ایک صفت کی ایک ضد بھی موجود ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ دنیا ایک مجموعہ اضداد ہے مثلاً محبت اور نفرت......مسرت اور غم......فیاضی اور لالچ وغیرہ......ہر صفت کا احساس ہم کو اس کی ضد کی وجہ سے ہوتا ہے۔ شیرینی کا احساس ہم کو کیسے ہو سکتا تھا اگر دنیا میں تلخی کا وجود نہ ہوتا نیکی کو ہم کیسے پہچان سکتے اگر بدی کا علم نہ ہوتا......پیغمبروں، ولیوں اور انسانیت کے سچے دوستوں کی عظمت اور پاکیزگی کا احساس ہمیں کیسے ہوتا اگر دنیا نے بدکاروں، ظالموں اور خود غرضوں کا تجربہ نہ کیا ہوتا ؟"

"بے شک......قانون فطرت بھی یہی ہے۔"اسد نے تسلیم کیا۔

"پھر اگر نیک اور پاکیزہ انسان نیکی اور پاکیزگی کے راستے پر چل کر اپنے اندر عجیب و غریب قوتیں پیدا کر سکتا ہے تو ایک بدباطن انسان بدی کے راستے پر چل کر اسی کی متضاد عجیب و غریب شیطانی قوتیں کیوں پیدا نہیں کر سکتا ؟"

"میں اب سمجھ رہا ہوں کہ آپ کس نتیجے پر پہنچنا چاہتے ہیں۔"

"شاباش!......لیکن دیکھو اسد"اقبال جنگ نے خلوص و نرمی سے کہا"باطنی مسلک" ایک پوشیدہ اور مخفی علم ہے جو دنیا کی ابتدا سے آج تک سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا آیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کے متعلق جو تھوڑا بہت مجھے معلوم ہے وہ تمہارے سامنے بیان کر دوں۔ تم ایرانی نسل سے متعلق ہو اس لئے تم نے یقیناً یزداں اور اہرمن کے متعلق ایرانی قدیم عقیدہ ضرور سنا ہوگا۔ یزداں اور اہرمن کو نور اور ظلمت کی ابدی قوتیں مانا جاتا ہے جو کہ دنیا میں نیکی اور بدی پھیلانے کے لئے ایک دوسرے کے خلاف مسلسل

جنگ کرتی رہتی ہیں۔ سورج کی پرستش، فطرت کی پرستش اور بہار اور دوسرے موسموں کے تیوہار...... یہ تمام قدیم رسوم اسی عقیدے کی ایک ظاہری عملی شکل تھی کیونکہ نور اور روشنی ایک علامت ہے صحت و دانش مندی کی اور زندگی و ارتقاء کی...... اس کے برعکس تاریکی اور ظلمت کا مفہوم ہے بیماری اور جہالت، تباہی اور موت...... اپنے اعلیٰ ترین مفہوم میں نور اور روشنی کا مطلب ہے وہ روحانیت کی تکمیل جس کو حاصل کرنے کے بعد روح اپنے جسم کو اتار کر پھینک سکتی ہے اور خود ایک نور بن جاتی ہے لیکن روحانی تکمیل کا راستہ بہت طویل اور دشوار و مشقت طلب ہے۔ اتنا طویل اور دشوار کہ انسان اپنی ایک مختصر زندگی میں اس کو عبور کرنے کی امید مشکل سے ہی کر سکتا ہے۔ اسی لئے انسان کے واسطے ایک زندگی کی بجائے کئی کئی زندگیوں کی ضرورت کا احساس پیدا ہوا اور اس احساس نے تناسخ کے مسئلے کو جنم دیا جس کا مفہوم یہ ہے کہ ہم بار بار پیدا ہوتے اور مرتے رہتے ہیں جب تک کہ ہمیں جسمانی لذتوں سے نفرت کرنے کی صلاحیت حاصل نہ ہو جائے۔ تناسخ کا مسئلہ کہاں تک قابل قبول ہے اس پر یہاں بحث کرنے کا موقع نہیں۔ میرا مقصد صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ انتہائی روحانی تکمیل حاصل کرنے کی قوت اور صلاحیت ہر انسان کے اندر موجود ہے۔ یہ نظریہ اس قدر قدیم ہے کہ کوئی شخص اس کی ابتدائی کا زمانہ معلوم نہیں کر سکتا لیکن یہ حقیقت ہے کہ یہ نظریہ شروع سے ہی دنیا کے تمام مذاہب کی بنیاد رہا ہے۔ کیا اسلامی عقائد کے لحاظ سے انسان کے دل کو کعبہ اور خدا کا گھر تسلیم کیا گیا......؟ کیا انجیل مقدس میں حضرت عیسیٰ کے یہ الفاظ موجود نہیں کہ "خدا کی سلطنت ہمارے اندر موجود ہے......؟" دوسرے الفاظ میں اس کا مفہوم یہ ہوا کہ دنیا کے مقدس اور پاکیزہ انسانوں نے مختلف زبانوں میں جو معجزے اور کرامات دکھائی ہیں وہ ان کی روحانی تکمیل کا نتیجہ تھیں لیکن دنیا کے دوسرے لوگ بھی اپنے اندر ایسی ہی قوتیں پوشیدہ رکھتے ہیں اور اگر وہ ان قوتوں کو استعمال کرنا سیکھ جائیں تو بہت سے عجیب و غریب کمالات دکھا سکتے ہیں۔"

اقبال جنگ ایک لمحہ کے لئے خاموش ہو گیا اور پھر کہنا شروع کیا...... "بدقسمتی کی بات ہے کہ رات کے گھنٹے ابھی تک دن کے گھنٹوں کے برابر ہی ہیں اور اس لئے تاریکی و ظلمت کی طاقت آج بھی اس سے کچھ کم سرگرم کار نہیں جتنی کہ دنیا کی ابتدا کے وقت تھی چنانچہ جیسے ہی کوئی مقدس رہنما دنیا میں روشنی پھیلانے کے لئے ظاہر ہوتا ہے اسی وقت سے جہالت، لالچ اور اقتدار و قوت کی بھوک اس کے پیروکار کے دماغوں پر بادلوں کی طرف اپنی تاریکی پھیلانا شروع کر دیتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مقدس رہنما کا روشن پیغام مسخ ہو جاتا ہے اور رسوم کی شان و شوکت میں صدارت دفن ہو جاتی ہے اور فراموش کر دی جاتی ہے لیکن یاد رکھو حقیقی صداقت کبھی بھی پوری طرح فنا نہیں ہوتی نئے نئے مقدس رہنما مسلسل طور پر ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور صداقت کا از سر نو اعلان کرتے ہیں یا اگر اعلان کے لئے ماحول سازگار نہیں تو صداقت کا پیغام مخفی طور پر اپنے منتخب پیروکاروں تک پہنچاتے رہتے ہیں۔ تاریخ کے صفحات شاہد ہیں کہ صداقت کے ان مجاہدوں کو رسوم کے پرستاروں کے ہاتھوں کتنے مظالم برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ ان کو طرح طرح کی عقوبتیں پہنچائی جاتی ہیں اور کیڑے مکوڑوں کی طرح کچل ڈالنے کی کوشش کی جاتی

ہے لیکن پھر بھی وہ روحانی راستے پر آگے بڑھتے رہتے ہیں اور ابدی زندگی کا راز معلوم کرنے کے لئے مصروف جدوجہد رہتے ہیں۔ آج رات بھی جب کہ ہم یہاں بیٹھے ہوئے یہ گفتگو کر رہے تھے اور ہمارے عظیم الشان شہر میں لوگ رات کو نفسیاتی تفریحات میں لگے ہوئے ہیں دنیا کے بہت سے گوشوں میں روحانی تکمیل کے شیدائی ابدی زندگی کا راستہ معلوم کرنے میں مصروف ہوں گے۔"

"کیا واقعی آپ کا یہ عقیدہ ہے؟" اسد نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"بے شک" اقبال جنگ نے بلا پس و پیش جواب دیا۔ "میں تمہیں پورے خلوص اور دیانت کے ساتھ بتلاتا ہوں کہ مجھے اس مسئلے پر چند ایسے لوگوں سے گفتگو کرنے کا موقع ملا ہے جن کی معقولیت اور ذہنی صحت کے متعلق کوئی شک و شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ ان میں ایک ہندوستانی تھا، ایک انگریز اور ایک اطالوی...... ان تینوں کو اپنے ساتھ لے جانے کے لئے کچھ قاصد آئے تھے...... جانتے ہو کہاں سے؟ تبّت کے مرتفع علاقوں میں چھپی ہوئی ایک وادی سے......! یہ وہ پراسرار وادی ہے جہاں کچھ لاما روحانی ریاضت میں مشغول ہیں اور روحانی تکمیل کی اس انتہا کو پہنچ چکے ہیں کہ اپنی زندگی کو اپنی مرضی کے مطابق طویل بنا سکتے ہیں اور بہت سی ایسی کرامات دکھا سکتے ہیں کہ جن کا حال تم نے مقدس کتابوں میں پڑھا ہوگا۔ اس پُراسرار وادی میں صداقت کا مقدس چراغ صدیوں سے روشن ہے اور ہماری موجودہ دنیا کی بے رحم اور احمقانہ مادّہ پرستی اس کو چھو نہیں سکتی۔"

"مجھے تو یہ سب کچھ ایک شاندار لیکچر ہی معلوم ہوتا ہے۔" اسد نے کہا۔

"بہر حال اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ کچھ ایسے درویش، صوفی یا جوگی اب بھی موجود ہیں جو اپنی پاکیزگی کی بدولت اس قسم کی قوتیں حاصل کر چکے ہیں تو یہ بات پھر بھی میری سمجھ میں نہیں آتی کہ اس سے جادو یا سحر کا کیا تعلق؟"

"لفظ جادو یا سحر کو فی الحال بھول جاؤ۔" اقبال جنگ نے کہا "آج کل یہ الفاظ لغویات اور خرافات کے معنی میں استعمال ہونے لگے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ میں جس مذہب یا مسلک کی طرف اشارہ کر رہا ہوں اس کو "سفلی مسلک" کے نام سے یاد کرو۔ یہ مسلک بھی اپنے خصوصی ماہرین رکھتا ہے اور جس طرح تبّت کی پُراسرار وادیوں میں یا ایسے ہی دوسرے مقامات پر روحانی ریاضت کرنے والے درویشوں کو نور اور روشنی کے علمبردار و محافظ قرار دیا جاتا ہے اسی طرح تاریکی و ظلمت کا علمبردار وہ خوفناک "شیطانی مذہب" ہے جس نے مدغاسکر میں جنم لیا اور صدیوں تک افریقہ کو اپنے بھیانک پنجوں میں دبائے رہا ہے اور قدیم زمانے سے ہی غلاموں کی تجارت کے ذریعے جزائر غرب الہند اور خود ہمارے مَلک تک پھیل گیا ہے۔"

"بے شک اس کے متعلق میں نے بھی تھوڑا بہت سنا ہے۔" اسد نے تسلیم کیا "مجھے معلوم ہے کہ اسلام اور عیسائیت کے پیروکار ہونے کے باوجود بہت سے حبشی لوگ اس شیطانی مذہب کی رسومات ادا کرتے ہیں لیکن پھر بھی میں یہ بات سوچ بھی نہیں سکتا کہ سلیمان جیسے تعلیم یافتہ انسان کو یہ دلکش محسوس ہو سکتا ہے لیکن موجودہ زمانے میں "شیطانی قوت" کو بھی شستہ اور مہذب لباس پہنا دیا گیا چنانچہ مہذب دنیا میں دولت مند اور ذہین جن کو عام طور پر مزید دولت و قوت کی طمع ہوتی ہے اس "شیطانی

قوت" کے حصول میں پھنس جاتے ہیں۔ مشرق کے لوگ تو عام طور پر توہم پرستی کے لئے بدنام ہی ہیں اس لئے میں مغرب کی ہی مثال دیتا ہوں۔ یورپ کے اس دور میں جب کہ زمانہ وسطیٰ کے عقائد کو لوگ بھول چکے تھے فرانس کے شہنشاہ لوئی چہار دہم کے زمانہ حکومت میں خود پیرس کے اندر یہ شیطانی مذہب ایک وباء کی طرح پھیلا ہوا ہے۔ نمونے کے طور پر جلاد فطرت انسان لاوائے سین کو ہی لیجئے۔ یہ شخص لوگوں کو زہر دے کر ہلاک کرنے کا شوقین تھا۔ پولیس نے یہ ثابت کیا کہ اس نے پندرہ سو سے زیادہ بچے اس مقصد کے لئے فراہم کئے تھے کہ ان کو اپنی شیطانی عبادتوں کے موقع پر بطور قربانی پیش کرے۔ وہ بچوں کو ذبح کر دیتا تھا۔ ان کا خون ایک طشت میں جمع کر لیتا تھا اور قربان گاہ پر برہنہ لیٹ کر اس خون کو اپنے جسم پر انڈیلتا تھا۔ یہ ایک ٹھوس تاریخی بات بتا رہا ہوں...... اور تم چاہو تو اس مقدمے کی تمام کارروائی کا ریکارڈ پڑھ سکتے ہو جس میں 246 مرد اور عورتیں ان خوفناک شیطانی رسوم کے الزام میں ماخوذ تھیں۔"

"میں آپ کی تردید نہیں کرتا" اسد نے کہا "یقیناً یہ ایک خوفناک داستان ہے...... لیکن اس کو اب ایک طویل زمانہ ہو چکا ہے۔"

"اگر تمہیں زیادہ تازہ ثبوت کی ضرورت ہے تو اس کی بھی کمی نہیں۔ اس طرح کے واقعات ہماری زندگی کے ہنگاموں میں چھپے ہوئے پڑے ہیں۔ کبھی کبھی ان میں سے کوئی واقعہ منظر عام پر آ جاتا ہے۔ مثال کے طور پر شہزادہ بارغیز کا واقعہ لیجئے جس کی تصدیق بہت کافی ہو چکی ہے۔ میں دانستہ ایک بار پھر مغربی ممالک کی ہی مثال دے رہا ہوں۔ شہزادہ کا ایک عظیم الشان محل شہر وینس میں تھا جس کو اس نے ایک طویل مدت کے پٹے پر کچھ لوگوں کو دے دیا تھا۔ یہ پٹہ یا معاہدہ 1895ء میں ختم ہوتا تھا۔ مکان میں رہنے والوں کو یہ احساس نہ تھا کہ معاہدہ ختم ہو چکا ہے۔ شہزادہ نے ان کو نوٹس دیا کہ وہ محل کو خالی کر دیں۔ ان لوگوں نے اس پر احتجاج کیا لیکن شہزادہ کے کارکن زبردستی محل میں داخل ہو گئے...... جانتے ہو مکان میں انہوں نے کیا دیکھا؟"

"آپ ہی بتایئے!"

"انہوں نے دیکھا کہ محل کا ہال بے حد روپیہ خرچ کر کے از سر نو سجایا گیا تھا اور ایک شیطانی عبادت گاہ" میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ دیواروں پر چھت سے لے کر فرش تک دمشق کے بھاری ریشمی پردے لٹکا دیئے گئے تھے۔ ان کا رنگ گہرا سرخ اور سیاہ تھا تاکہ روشنی کو روک سکیں۔ ہال کے آخری سرے پر ایک بہت بڑا قالین لٹکا ہوا تھا جس پر ابلیس کی تصویر بُن کر بنائی گئی تھی اور جو پورے ماحول پر چھائی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ اس کے نیچے ایک قربان گاہ بنائی گئی تھی جس کو پوری طرح تمام قسم کے جہنمی شیطانی لوازمات سے سجایا گیا تھا۔ سیاہ رنگ کی شمعیں، عجیب عجیب شکل کے برتن، پرستش کی رسوم میں کام آنے والا سامان جس کو ایک عام انسان سمجھ بھی نہیں سکتا۔ قصہ مختصر یہ کہ وہاں شیطانی پرستش کی کسی شے کی کمی نہ تھی اس کے علاوہ ہال میں خوبصورت ترتیب کے ساتھ سرخ اور زرکار گدوں والی بیش قیمت کرسیاں چنی ہوئی تھیں اور کمرے میں برقی روشنی کا اہتمام اس خوفناک اور پراسرار انداز میں کیا گیا

تھا کہ ایک بہت بڑی اور دیو پیکر انسانی آنکھ کے درمیان سے تمام روشنی کمرے میں داخل ہوتی تھی۔"

اقبال جنگ نے میز پر اپنی مٹھی زور سے مارتے ہوئے کہا...... "اسد......! یہ ٹھوس حقائق ہیں جو میں تمہارے سامنے رکھ رہا ہوں سمجھے...... ؟ ایسے حقائق جن کے ثبوت میں میں عینی گواہ پیش کر سکتا ہوں۔ ہماری تمام سائنسی ترقی کے باوجود...... ہماری بجلی، ہمارے ہوائی جہازوں اور ہماری موجودہ مادّی تہذیب کی تمام روشنیوں کے باوجود تاریکی و ظلمت کی شیطانی طاقت ایک زندہ حقیقت اور ایک زندہ قوت ہے اور یورپ، امریکا اور ایشیا کے بڑے بڑے شہروں میں ذلیل و مسخ شدہ فطرت کے ایسے لوگ آج بھی موجود ہیں جو اپنے ناپاک مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اس "شیطانی طاقت" کی پرستش کرتے ہیں...... ایسے لوگ آج بھی موجود ہیں اسد!"

اسد کا چہرہ یکایک زرد پڑ گیا۔

"تو کیا واقعی آپ کا یہ خیال ہے کہ بیچارہ سلیمان اس وحشیانہ ابلیس پرستی میں پھنس گیا ہے؟"

"خیال نہیں...... میں پورے وثوق سے اس کو جانتا ہوں اسد! ...... مجھے یقین ہے!" نواب بولا "کیا تم اس حسین لڑکی کے چکر میں اتنے کھوئے ہوئے تھے کہ سلیمان کے باقی مہمانوں کا جائزہ نہیں لے سکے؟...... وہ تبتی نسل کا بھیانک سا آدمی! ...... وہ سرخ چہرے والا ہونٹ کٹا شخص! ...... وہ صرف ایک بازو والا اینگلو انڈین...... وغیرہ...... وہ سب ابلیس پرست ہیں...... سب کے سب! ......"

"لیکن وہ لڑکی...... زرینہ...... وہ ہرگز ایسی نہیں!" اسد نے زوردار لہجے میں کہا "مجھے یقین ہے کہ وہ بھی سلیمان کی طرح زبردستی اس شیطانی کاروبار میں پھانس دی گئی ہے۔"

"تمہارے جذبات کا احترام کرتے ہوئے میں تمہاری تردید کرنا نہیں چاہتا۔ شاید تمہارا خیال ہی درست ہو" اقبال جنگ نے کہا "لیکن ان لوگوں کی ابلیس پرستی کا آخری ثبوت اس ٹوکری میں موجود ہے۔"

"ٹوکری؟"

"ہاں وہی جس میں ایک سیاہ مرغ اور ایک سفید مرغی بند تھی" نواب نے کہا "سلیمان اور اس کے ساتھی یقیناً اپنے جہنمی آقا ابلیس کے حضور میں ایک قربانی کی رسم ادا کرنے والے تھے۔ یہ ایک بہت قدیم...... صدیوں پرانی رسم ہے...... سیاہ مرغ اور سفید مرغی کو ذبح کرنا...... ابلیس پرستی کی پوری تاریخ میں اس رسم کا تذکرہ ملتا ہے اور...... ایں؟...... کہو کیا بات ہے؟" اقبال جنگ نے اچانک چونک کر کہا۔

دروازے پر کسی نے ایک نرم سی دستک دی تھی "حمید! ...... کیا تم ہو؟......"

دروازہ کھلا اور نواب کے مہذب خدمت گار حمید نے دروازے میں داخل ہو کر جھک کر سلام کیا۔

"سرکار عالی!" وہ بولا "میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کی خدمت میں یہ پیش کروں۔"

حمید کی ہتھیلی پر جو آگے نواب کی طرف بڑھی ہوئی تھی جواہر نگار "ستارہ" چمک رہا تھا۔

خوفناک چیتے کی طرح ایک جست لگا کر اقبال جنگ نے خدمت گار کو راستے میں سے ایک طرف ہٹا دیا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

”سلیمان!“ وہ غلام گردش میں دوڑتا ہوا چلایا ”سلیمان!...... میں حکم دیتا ہوں کہ بے حس و حرکت پڑے رہو!......“

لیکن جب وہ خواب گاہ میں داخل ہوا تو وہاں سلیمان موجود نہ تھا! محض بستر کی بے ترتیب اور بے ڈھنگی حالت اور فرش پر بکھرے ہوئے زیریں کپڑے اس بات کی علامت تھے کہ سلیمان یہاں کبھی آیا تھا۔

اقبال جنگ فکر آمیز قدم اٹھاتا ہوا نشست گاہ میں واپس آگیا۔ اس کی آنکھوں میں ایک خطرناک چمک تھی لیکن اس کی آواز نرم و پُرسکون معلوم ہوتی تھی۔ اس نے جواہر نگار ستارہ اپنے خدمت گار سے لیتے ہوئے پوچھا...... ”یہ تمہارے پاس کیسے آیا؟“

”سرکار عالی!...... میں نے اس کو مسٹر سلیمان کے گلے سے اتار لیا تھا۔“ ”کیا!“

”حضور عالی!...... مسٹر سلیمان نے گھنٹی بجا کر مجھے طلب کیا اور ایک پیالی چائے لانے کا حکم دیا۔ جب میں چائے لے کر دوبارہ حاضر ہوا تو وہ سو رہے تھے...... لیکن سونے کا انداز ایسا عجیب تھا کہ میں گھبرا گیا۔ ان کی زبان ان کے دانتوں کے درمیان سے باہر نکلی ہوئی تھی اور ان کے چہرے کا رنگ تقریباً سیاہ پڑ گیا تھا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ان کی گردن نہایت خوفناک انداز تک پھول گئی تھی اور ایک فیتہ گردن کی کھال اور گوشت میں بری طرح پیوست ہوتا جا رہا تھا۔ اس اندیشے سے کہ کہیں فیتے سے ان کا گلا نہ گھٹ جائے میں نے فیتہ کو کاٹ ڈالا...... اور یہ ستارہ ان کی گردن سے الگ ہو گیا۔ میں اس کو لے کر سیدھا آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔“

”ٹھیک ہے...... اب تم جا سکتے ہو...... اور دیکھو ہمارا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم شاید دیر میں آئیں۔“ اقبال جنگ نے ایک دبی ہوئی برہمی کے لہجے میں کہا اور جیسے ہی حمید کے جانے کے بعد دروازہ بند ہوا وہ تیزی سے اسد کی طرف گھوما...... ”معلوم ہوتا ہے حمید جیسے ہی چائے لانے کے لئے مڑا سلیمان جاگ گیا تھا...... اس نے عجلت سے کچھ کپڑے پہن ڈالے اور کھڑکی کے راستے سے فرار ہو گیا۔“

”یقیناً!“ اسد نے تائید کی ”اور اب تک وہ پہاڑ گنج والے مکان کی طرف کافی دور نکل گیا ہوگا۔“

”چلو!...... ہم اس کا تعاقب کریں گے!...... ان شیطانوں کے چنگل سے اس کو کسی نہ کسی طرح بچانا ضروری ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ ان لوگوں کا کیا ارادہ ہے لیکن وہ جو کچھ کر رہے ہیں اس کے پیچھے کوئی بہت ہی بڑا اور خوفناک مقصد پوشیدہ ہے سلیمان جیسے شخص کو اس شیطانی کاروبار میں جس حد تک انہوں نے پھانس لیا ہے اس حد تک اس کو پھانس لینا کوئی آسان کام نہ تھا اور سحر و جادو کی برادری میں ایک معمولی مبتدی کو شامل کرنے کے لئے وہ لوگ ہرگز اس قدر زحمت گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سامنے کوئی بہت بڑا مقصد ہے اور اپنے شیطانی کھیل میں وہ سلیمان کو شطرنج کے مہرے کی طرح استعمال کرنا چاہتے ہیں۔“

”کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ہم اس کو روک سکیں گے؟“ اسد نے دریافت کیا۔ اس وقت وہ عمارت سے

باہر نکل کر سڑک پر آگئے تھے۔

”مجھے اس میں شبہ ہے...... اے ٹیکسی!“...... اقبال جنگ نے بازو لہراتے ہوئے ایک ٹیکسی کو بلایا۔

”میرا خیال ہے کہ اس کو یہاں سے فرار ہوئے پانچ منٹ سے زیادہ نہیں ہوئے ہیں۔“

”لیکن کل پندرہ منٹ کے راستے میں یہ پانچ منٹ بھی بہت زیادہ ہیں۔“ اقبال جنگ نے ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے مایوس لہجے میں کہا۔

”لیکن ہمارا پورا منصوبہ چوپٹ کیوں ہو گیا؟“

”معلوم نہیں کیوں...... مگر اس میں شک نہیں کہ غریب سلیمان مکمل طور پر طومان کے زیر اثر ہے...... غالباً کئی ماہ سے وہ طومان کے قبضے میں ہے۔ ایسی حالت میں یقیناً طومان کا اثر اس پر میرے اثر کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہونا چاہئے کیونکہ میں نے اس کی حفاظت کے لئے صرف آج رات ہی پہلی مرتبہ اپنا اثر اس پر استعمال کیا تھا۔ مجھے پہلے ہی خوف تھا کہ کافی فاصلے کے باوجود طومان میرے احکام کو باطل کر سکتا ہے اور سلیمان کو مجبور کر سکتا ہے کہ وہ واپس چلا آئے۔ اسی خوف کی وجہ سے میں نے سلیمان کی گردن میں وہ نورانی ستارہ باندھ دیا تھا۔“

”اور جب حمید نے وہ ستارہ سلیمان کی گردن سے کھول لیا تو طومان نے اپنا غیبی اثر سلیمان پر ڈالنا شروع کر دیا؟“

”میرا خیال ہے کہ طومان نے اس سے پہلے ہی اپنا کام شروع کر دیا تھا غالباً اس نے طلسمی شیشے میں دیکھ کر کسی شخص پر سحر کاری کا عمل کر کے اس کے ذریعے سے وہ سب باتیں معلوم کر لی تھیں جو کہ ہم کر رہے تھے لہٰذا جیسے ہی سلیمان بستر پر سونے کے لئے لیٹا اس نے اپنی تمام پُراسرار قوتوں کو استعمال کر کے سلیمان کی گردن کو ربڑ کے ٹیوب کی طرح پھول جانے پر مجبور کر دیا تاکہ وہ فیتہ ٹوٹ جائے جس میں ستارہ نما تعویذ بندھا ہوا تھا۔“

یہ دیکھتے ہوئے کہ اقبال جنگ جیسا ہوشمند انسان بھی سحر اور جادو کے متعلق ان تمام خرافات پر یقین رکھتا ہے اسد کو جو شدید حیرت کا جھٹکا لگا تھا اس کے اثرات سے اس کے ہوش و حواس ابھی تک پوری طرح سنبھلنے نہ پائے تھے۔ وہ ابھی تک ان باتوں پر یقین نہ کر سکا تھا لیکن اس نے اپنے شکوک کو ظاہر کرنے سے گریز کیا اور اقبال جنگ سے مزید بحث کرنے کے بجائے وہ اپنی موجودہ مہم کے عملی پہلو پر غور کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اس کو یاد تھا کہ سلیمان کے مکان میں اس وقت آٹھ آدمی موجود تھے۔ اس نے نواب کی طرف نظر اٹھائی اور پوچھا...... ”آپ کا ریوالور آپ کے پاس ہے نا؟“

”نہیں!...... ریوالور اگر ہوتا بھی تو بیکار تھا۔“

”بیکار!...... لیکن کیوں؟...... معلوم ہوتا ہے کہ یا تو میں پاگل ہو گیا ہوں یا آپ......“

مگر اقبال جنگ خاموش رہا۔ ٹیکسی تیزی سے اپنی منزل کی طرف دوڑ رہی تھی۔

اسد نے اپنے کشادہ شانوں کو جنبش دی جو کہ اس کے ذہنی خلجان کی آئینہ دار تھی اور حیرت کے عالم میں سوچنے لگا کہ وہ واقعی بیدار ہے یا کوئی نہایت واضح مگر خوفناک خواب دیکھ رہا تھا!...... ایک ایسا خواب

جس کو اقبال جنگ نے صدیوں پرانے شیطان کی لفظی تصویروں کے ذریعے تیار کیا تھا اور یہ محسوس کرنے پر مجبور کر دیا تھا کہ موجودہ زمانے کی ٹھوس مادی ذہنیت جس شیطانی قوت کو محض ایک ڈھونگ اور توہم پرستی سمجھتی ہے وہ دراصل ایک زندہ حقیقت ہے اور ہماری غفلت و بے نیازی کے گہرے گہرے میں چھپی ہوئی آج بھی رات کے تاریک راستوں پر ایک بھوکے درندے کی طرح اپنے شکار کی تلاش میں گھومتی پھرتی ہے اور قدم خوفناک رازوں کے متلاشی اپنے ناپاک مقصد کے لئے اس شیطانی قوت کو استعمال کر کے نئی زندگی عطا کرتے رہتے ہیں...... کیا واقعی یہ سب کچھ ایک خواب تھا؟...... کیا جلد ہی اس بھیانک خواب کو دیکھ کر وہ پسینے میں بھیگا ہوا جاگ پڑے گا؟...... اسے یقین سا ہونے لگا کہ واقعی وہ جلد ہی بیدار ہو جائے گا...... آنکھ کھلتے ہی اس کو روشن وصاف دن کے مناظر نظر آئیں گے اور سامنے اس کا دوست سلیمان کھڑا ہوا ان کی اس حماقت پر مسکرا رہا ہو گا کہ انہوں نے اس قسم کی مہمل و لغو باتیں خواب میں بھی اس کے ساتھ کیوں منسوب کیں اور پھر خیالات کی اسی بھول بھلیاں میں اسد کو زرینہ کا تصور آیا...... عجیب و غریب ہوش مند اور حسین زرینہ...... اتنی حسین جیسے کسی بہترین تصویر میں جان پڑ گئی ہو! نہیں ہرگز خواب نہ تھا...... سلیمان کے مکان پر زرینہ سے اس کی وہ پر کیف ملاقات...... ملاقات ان عجیب و غریب لوگوں کے درمیان جن کو اقبال جنگ نے اس قدر وثوق کے ساتھ ابلیس پرست قرار دیا تھا...... اور اگر زرینہ کوئی خواب نہ تھی بلکہ گوشت و پوست کی مخلوق تھی تو کوئی وجہ نہیں کہ ان لوگوں کو بھی ایسا ہی نہ سمجھا جائے!

کھلے میدان کے شمالی پہلو پر اقبال جنگ نے ٹیکسی کو روک دیا، کرایہ ادا کرتے ہوئے وہ زیر لب بولا۔

"یہاں سے پیدل چلنا ہی بہتر ہے۔ سلیمان تو اس وقت تک یہاں پہنچ چکا ہو گا اور اپنی آمد کے متعلق ان لوگوں کو خبردار کر دینا ہماری حماقت ہو گی۔"

"لیکن آپ نے تو کہا تھا کہ طومان اپنی شیطانی آنکھ سے ہمیں دیکھ رہا ہے۔" اسد نے سڑک پر بڑھتے ہوئے کہا۔

"بے شک ایسا ممکن ضرور ہے۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن امکان یہی ہے کہ ہماری طرف سے اب وہ غافل ہو گا کیونکہ اس کو یہ خیال ہو گا کہ ہم دوبارہ آج رات اس مکان کی طرف آنے کا خطرہ مول نہ لیں گے اگر ہم ہر ممکن احتیاط کریں تو بالکل ممکن ہے کہ ہم بالکل بے خبری میں اس کے سر پر پہنچ جائیں۔ ان لمحات کو چھوڑ کر جب کہ وہ واقعی اپنی خصوصی قوتوں سے کام لے رہا ہو باقی اوقات میں وہ بھی ان انسانی کمزوریوں کا شکار ہو سکتا ہے جو کہ ایک عام معمولی انسان میں پائی جاتی ہیں۔"

پہلو بہ پہلو وہ ان دو چھوٹی سڑکوں سے گزرنے لگے جن کے دونوں طرف قدیم وضع کے مکانات کی نیچی چھتیں محض دھندلے خاکوں کی طرح دیواروں کے اوپر نظر آتی تھیں ہر ایک مکان سرگوشی کرتے ہوئے درختوں کے درمیان ایک پر اسرار خاموشی میں ڈوبا ہوا محسوس ہوتا تھا...... اس کے بعد وہ دونوں اندھیری اور پر پیچ گلی میں داخل ہو گئے۔

نہایت احتیاط کے ساتھ قدم اٹھاتے ہوئے انہوں نے گلی کے آخری سرے تک دو سو گز کا فاصلہ

طے کیا اور ٹھہر گئے یہاں بلند دیوار کے اوپر بالائی منزلیں تاریکی میں کھوئی ہوئی نظر آتی تھیں۔ روشنی کی ایک ہلکی سی کرن بھی ایسی نہ تھی جو یہ ظاہر کرتی کہ مکان آباد ہے حالانکہ ان کو معلوم تھا کہ خدمت گاروں سے قطع نظر وہاں کوئی ایک گھنٹہ قبل پورے تیرہ آدمی جمع تھے جو آدھی رات کے وقت کوئی عجیب و نامعلوم رسم ادا کرنا چاہتے تھے۔

"کیا سب فرار ہو گئے؟"

اسد نے سرگوشی میں کہا۔

"مجھے اس میں شبہ ہے۔" نواب نے آگے بڑھ کر تنگ دروازہ کو آزما کر دیکھا۔ دروازہ مقفل تھا۔

"کیا یہ ممکن نہیں کہ پولیس کو مطلع کیا جائے؟"

"کس لئے؟" اقبال جنگ نے دھیمی آواز میں کہا "ہم ان لوگوں پر ایسا کون سا الزام لگا سکیں گے جس کو پولیس سمجھ سکے؟"

"اغوا؟" اسد نے کہا "سلیمان کو اغوا کرنے کا الزام!...... اگر آپ اجازت دیں تو میں ابھی نصف گھنٹے کے اندر اندر خود جا کر پولیس کا ایک پورا دستہ لے کر واپس آ سکتا ہوں۔ اس پورے شیطانی غول کو گرفتار کر کے مقدمہ کی ساعت تک کے لئے جیل میں بند کر دیا جائے گا۔ اس طرح کم از کم کچھ مدت کے لئے یہ لوگ ہمارے راستے سے ہٹ جائیں گے...... خواہ بعد میں مجھے بطور تاوان ایک بھاری رقم ہی کیوں نہ ادا کرنی پڑے...... اور اس اثناء میں ہم سلیمان کو ایک دماغی اسپتال میں رکھ سکتے ہیں تاکہ اس کا ذہنی توازن بحال ہو سکے۔"

"اسد!...... میرے دوست۔" اقبال جنگ آہستہ سے ہنسا "تمہاری تجویز تو واقعی بڑی دلکش ہے...... اگر میں ایران میں ہوتا تو شاید اس پر عمل بھی کرتا لیکن یہ ہندوستان ہے میرے بھائی!...... جمہوری ہندوستان!...... یہاں ایسا نا ممکن ہے!...... کسی حقیقی جمہوری ملک کی پولیس محض تمہارے کہنے پر ایک درجن سے زیادہ شہریوں کو جیل میں نہیں ٹھونس سکتی!"

"ہمارے لئے صرف ایک ہی راستہ ہے...... اور وہ یہ کہ اندر جائیں اور دیکھیں کہ سلیمان واپس آ گیا ہے یا نہیں۔"

"میں تیار ہوں...... لیکن کامیابی کی امید کم ہے۔"

"کوئی پرواہ نہیں...... اگر کسی نے ہمیں دیکھ لیا تو ہم فوراً بھاگ جائیں گے۔"

"ٹھیک!...... لیکن اگر ہم بچ کر بھاگنے میں ناکام ثابت ہوئے تو وہ لوگ پولیس کو طلب کر لیں گے اور چوروں کی طرح مکان میں گھس آنے کے جرم میں خود ہم کو جیل میں بند کرا دیں گے۔"

"نہیں...... نہیں" اقبال جنگ بڑبڑایا "وہ لوگ کبھی یہ پسند نہ کریں گے کہ پولیس کی توجہ ان کی حرکات کی طرف مبذول ہو جائے...... اس کے علاوہ ہمارے سامنے سب سے اہم مقصد تو یہ ہے کہ کسی نہ کسی طرح سلیمان کو بچایا جائے خواہ نتیجہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔"

"بہت ٹھیک!" اسد نے اپنے ہاتھ گھٹنوں پر ٹیک دیئے اور اپنے چوڑے شانوں کو نیچے جھکاتے

ہوئے دیوار پر سہارا لگا کر سر کو جھکا دیا "آیئے آپ میرے شانوں پر چڑھ جایئے!"

نواب اس کے قریب جھک گیا اور بولا...... "سنو!...... مکان کے اندر پہنچ کر ہمارے لئے یہ ضروری ہوگا کہ دونوں ساتھ ساتھ رہیں خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو!...... خدا ہی جانتا ہے کہ سلیمان کے اس مکان کو یہ لوگ کس مقصد کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔ بظاہر تو اس پورے مکان پر ابلیس کا سایہ چھایا ہوا محسوس ہوتا ہے۔"

"ابلیس کی دم میں رسّہ!" اسد نے نفرت سے کہا۔

"اس کو مذاق نہ سمجھو!" اقبال جنگ نے اصرار کیا "اگر تم اپنی ذہنیت بدلنے پر تیار نہیں تو پھر میں تنہا ہی اس مکان میں جاؤں گا۔ یہ میری زندگی کی سب سے بڑی خطرناک مہم ہے اور اگر یہ معاملہ سلیمان سے متعلق نہ ہوتا تو دنیا کی کوئی چیز مجھے اس بات پر مائل نہ کر سکتی تھی کہ آدھی رات کے وقت اس دیوار پر چڑھنے کی کوشش کروں۔"

"اچھا صاحب!...... چلئے یہی سہی۔"

"وعدہ کرو کہ تم میرا ہر ایک حکم مانو گے...... بلا چوں وچرا۔"

"وعدہ کرتا ہوں...... آپ پریشان نہ ہوں۔"

"شاباش!...... اور دیکھو خوب یاد رکھو کہ جیسے ہی میں اشارہ کروں تمہیں فوراً ہی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ پڑنا چاہئے کیونکہ روحانیت کا جو کچھ تھوڑا سا علم میں حاصل کر سکا ہوں وہ بہت تھوڑی سی دیر تک ہماری حفاظت کر سکتا ہے۔"

یہ کہتے ہوئے نواب احتیاط سے اسد کے شانوں پر چڑھ گیا اور وہاں سے اپنے ہاتھوں کے سہارے خود کو اوپر اٹھاتے ہوئے دیوار کے اوپر جا پہنچا۔ اسد اب چند قدم پیچھے ہٹا اور اس کے بعد ایک اڑتی ہوئی جست لگائی۔ اگلے ہی لمحے میں وہ اقبال جنگ کے پاس پہنچ گیا ایک منٹ تک دونوں اپنے پاؤں لٹکائے ہوئے دیوار پر بیٹھے ہوئے نیچے باغ کے سایوں میں جھانکتے رہے اور اس کے بعد پوری خاموشی کے ساتھ وہ دیوار سے پھسل کر دوسری طرف پھولوں کی روش پر اتر آئے۔"

"پہلی بات یہ ہے کہ ہم واپس فرار ہونے کا ایک اچھا راستہ معلوم کر لیں کیونکہ ممکن ہے ہمیں عجلت میں بھاگنا پڑے۔" نواب نے سرگوشی میں کہا۔

"یہ درخت کیسا رہے گا؟" اسد نے ایک بڑے سے درخت کے تنے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

اقبال جنگ نے سر کے اشارے سے پسندیدگی کا اظہار کیا۔ ایک ہی نظر میں اس کو اطمینان ہو گیا تھا کہ درخت کی نیچی شاخوں کی مدد سے صرف دوبارہ جست لگا کر وہ دیوار کے اوپر پہنچ جائیں گے۔ اس کے بعد وہ تیز مگر دبے پاؤں دوڑتا ہوا آگے بڑھا اور ایک مختصر سے کھلے ہوئے سبزہ پوش میدان کو پار کر کے ان جھاڑیوں کی آڑ میں پہنچ گیا جو مکان کے پہلو کے گرد پھیلی ہوئی تھیں۔

اپنی اس نئی کمین گاہ سے اسد نے کھڑکیوں کا جائزہ لیا، وسیع و عریض مکان میں کسی طرف بھی کوئی روشنی نظر نہ آتی تھی۔ اقبال جنگ آگے بڑھا اور اسد اس کے عقب میں۔ یہاں تک کہ جھاڑیوں کی قطار

ایک عقبی احاطے کے دروازے پر ختم ہو گئی۔ بظاہر اس طرف باورچی خانہ تھا۔

"احتیاط سے کام لیجئے۔" اس نے اقبال جنگ کی آستین کو ہلاتے ہوئے آہستہ سے کہا "ہو سکتا ہے یہاں کوئی کتّا موجود ہو۔"

"وہ لوگ کتّے کی موجودگی پسند نہیں کر سکتے۔" نواب نے وثوق سے کہا "کتّے سادہ فطرت اور دوستی پسند جانور ہوتے ہیں لیکن روحانی اعتبار سے وہ حد درجہ حساس ہوتے ہیں جس مقام پر سحر اور جادو کی مشق کی جا رہی ہو اس مقام کے روحانی ارتعاشات کو محسوس کرتے ہی ایک کتّا وہاں سے فوراً بھاگ جائے گا۔"

ہلکے تیز اور دبے قدموں کے ساتھ اس نے احاطے کو پار کیا اور مکان کے دوسرے پہلو پر باغ میں داخل ہوا۔

یہاں بھی ہر ایک کھڑکی تاریکی کے پردے میں چھپی ہوئی تھی اور پورے ماحول پر ایک پراسرار آسیبی سکوت چھایا ہوا تھا۔

"یہ بات تو تشویشناک معلوم ہوتی ہے۔" اقبال جنگ نے سرگوشی میں کہا "سلیمان کو یہاں واپس آئے ہوئے زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ گزرے ہوں گے اس لئے ابھی کم از کم اوپر کے کمروں میں روشنی ہونی چاہئے تھی۔ بہر حال ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ یہاں سے جا چکے ہیں۔ یہ صورتحال ہمارے موافق ہے۔ ہمیں آگے بڑھنا ہی چاہئے خواہ وہ لوگ ہماری گھات میں ہی کیوں نہ ہوں۔"

اس نے مکان کی زیریں حصے کی ایک تنگ کھڑکی کی طرف اشارہ کیا۔ "غالباً وہ کمرہ ہے جہاں ہاتھ منہ یا برتن وغیرہ دھوئے جاتے ہیں۔ بیشتر لوگ ایسے کمرے کی کھڑکیاں بند کرنا بھول جاتے ہیں۔ آؤ۔"

خاموشی کے ساتھ اسد اس کے پیچھے گھاس پر آگے بڑھا۔ اس کے بعد اس نے اقبال جنگ کو گھٹنوں سے پکڑ کر اوپر اٹھایا یہاں تک کہ وہ کھڑکی کی دہلیز سے اوپر پہنچ گیا۔

لکڑی کی ایک ہلکی چڑچڑاہٹ کی آواز ہوئی۔ کھڑکی کا بالائی نصف حصہ نیچے گر گیا اور اقبال جنگ کا سر اور شانے اندر غائب ہو گئے۔

ایک منٹ تک اسد غور سے اس کی ٹانگوں کو لہراتے ہوئے دیکھتا رہا۔ اس کے بعد ایک ہلکا سا دھماکا سنائی دیا اور اقبال جنگ کی بڑبڑاہٹ کی آواز آئی۔ جیسے وہ کسی چیز سے ٹکرا گیا ہے۔ فوراً ہی اسد بھی اُچک کر کھڑکی پر پہنچ گیا۔

"کیا چوٹ لگ گئی ہے؟" اس نے آہستہ سے پوچھا۔ تاریکی میں اقبال جنگ کا چہرہ اور بھی زیادہ زرد محسوس ہو رہا تھا۔

"زیادہ نہیں۔ حالانکہ مجھ جیسے بوڑھے آدمی کے لئے یہی کافی ہے۔" نواب نے کہا۔ "خدا کا شکر ہے کہ یہاں دروازہ مقفل نہیں۔"

فوراً ہی اسد بھی اندر پہنچ گیا۔ اقبال جنگ فرش پر بیٹھ گیا۔ "اپنے جوتے اُتار ڈالو" اس نے حکم دیا "اور موزے بھی" "موزے اتارنے سے کیا فائدہ؟"

"بحث مت کرو۔ اس طرح وقت ضائع ہوتا ہے۔"

"اچھا صاحب" اس نے کہا اور حکم کی تعمیل کر کے بولا "اب کیا کرنا ہے؟" "اب جوتے پھر پہن لو اور جوتوں کے اوپر موزے! اس طرح تم جی بھر کے تیز اور خاموش دوڑ سکو گے۔"

اور جب اسد اس حکم کی بھی تعمیل کر چکا تو اقبال جنگ نے کہا "دیکھو۔ اب ذرا سی آواز نہ ہو۔ مجھے یقین ہے کہ دوسرے لوگ جا چکے ہیں اور اگر طومان ہماری گھات میں لگا ہوا نہیں ہے تو ہم آسانی سے سلیمان کو اپنے قبضے میں کر سکتے ہیں۔ اگر اس حبشی نوکر سے ہمارا سامنا ہو جائے تو خدا کے لئے یہ یاد رکھو کہ اس کی آنکھوں کی طرف مت دیکھنا۔"

انتہائی احتیاط کے ساتھ اس نے دروازہ کھولا اور تاریک ہال میں نظر ڈالی۔ ایک بالائی کھڑکی سے آنے والی دھندلی سی روشنی میں انہوں نے دیکھا کہ دیوان خانہ کا دروازہ چوپٹ کھلا ہوا تھا۔ اقبال جنگ ایک منٹ تک کھڑا ہوا بہت غور سے سننے کی کوشش کرتا رہا اور اس کے بعد آہٹ پا کر آہستہ سے باہر نکل کر ایک طرف ہٹ گیا تاکہ اسد بھی اس کے پاس آسکے اور پھر نرمی و خاموشی سے دروازہ بند کر دیا۔

پہلو بہ پہلو وہ آگے بڑھے۔ ان کے قدموں کی اب بمشکل ہی کوئی آواز پیدا ہو رہی تھی۔ جب وہ دیوان خانے کے پاس پہنچے تو اقبال جنگ نے احتیاط کے ساتھ ایک پردہ ایک طرف ہٹایا۔ کھڑکیوں کے شیشوں میں سے آنے والی ستاروں کی دھندلی سی روشنی میں ان کو زرکار فرنیچر صاف نظر آ رہا تھا اور بڑی میزوں پر طشتریاں اور گلاس بکھرے ہوئے پڑے تھے۔

اس نے ایک بڑی شیشے کی صراحی اٹھائی جو انگوری شراب سے دو تہائی بھری ہوئی تھی اور اس کو اقبال جنگ کے سامنے اوپر اٹھایا تاکہ وہ بھی دیکھ سکے کہ صراحی میں اب بھی شراب موجود تھی۔

اقبال جنگ نے اثبات میں سر ہلایا۔ یہ ظاہر تھا کہ برمی نسل کا مہمان، تبتی اجنبی، ایک ہاتھ والا انگلو انڈین، ہونٹ کٹا شخص اور اس شیطانی گروہ کے دوسرے لوگ یہ دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے تھے کہ اقبال جنگ اور اسد زبردستی سلیمان کو اغوا کر کے لے گئے اور اس حد تک وہ لوگ خوفزدہ ہو گئے تھے کہ آج رات کے اپنے ناپاک پروگرام کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اقبال جنگ نے آہستہ سے کھڑکی کا پردہ گرا دیا اور وہ دونوں پھر دبے قدموں سے ہال میں واپس آ گئے۔

برآمدوں کی طرف اور ملازمین کے کمروں کی طرف والے دروازوں کے علاوہ ہال میں ایک اور دروازہ بھی موجود تھا۔ اقبال جنگ نے آہستہ آہستہ اس دروازے کا ہینڈل گھمایا اور دروازہ کھول دیا۔ یہ کمرہ ایک چھوٹی سی لائبریری تھا اور اس کے دوسرے پہلو پر دو بڑی بڑی کھڑکیاں تھیں جن کے شیشوں میں سے باغ کا آسیبی و پر اسرار منظر ستاروں کی روشنی میں نمایاں تھا۔ اسد کو دروازے کے پاس چھوڑ کر اقبال جنگ خاموش قدموں سے کمرے کو پار کرتا ہوا دوسری طرف پہنچا۔ چٹخنی کھول ڈالی اور کھڑکیوں کو چوپٹ کھول دیا۔ یہاں سے دیوار کے پاس وہ بڑا درخت صاف نظر آ رہا تھا جس کو ان دونوں نے باغ میں دیکھا تھا۔ فرار ہونے کے لئے یہاں سے ایک صاف راستہ ان کے لئے کھلا ہوا تھا۔

اقبال جنگ نے رخ بدلا اور یکایک حیرت کے ایک جھٹکے سے ان کا سانس رک گیا۔

اسد غائب ہو گیا تھا......!

"اسد!" اس نے اچانک ایک نامعلوم خوف کے عالم میں بلند سرگوشی میں پکارا۔ "اسد۔ اسد!!"

لیکن کوئی جواب نہ ملا۔

اقبال جنگ کی زندگی کا اتنا بڑا حصہ خطرناک واقعات سے مقابلہ کرنے میں گزرا تھا کہ اس وقت بالکل بے اختیار اس کا ہاتھ تڑپ کر اس جیب کی طرف بڑھا جہاں وہ اپنا ریوالور رکھنے کا عادی تھا لیکن جیب چپٹی تھی اور خالی......!

اور پھر فوراً ہی اس کو احساس ہوا کہ موجودہ معاملہ کوئی ایسا معاملہ نہ تھا جس میں ریوالور یا گولیاں چلانا کسی کام آسکتا ہے یہ تو ایک خوفناک جدوجہد تھی۔ "ظلم و تاریکی کی قوت" کی خلاف! اور اس آسیبی جنگ میں ان کی حفاظت صرف دو ہی چیزیں کر سکتی تھیں اول نیکی کی آخری فتح پر پختہ ایمان اور دوئم جو تھوڑی بہت روحانی طاقت اقبال جنگ کو حاصل تھی اس کو استعمال کر کے "نور اور روشنی کی قوت" کا حرکت میں لانا۔

دو لمبے قدم اٹھا کر وہ دروازہ کے قریب پہنچ گیا۔ عجلت سے برقی سوئچ کو تلاش کیا بٹن دبا دیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ گہرے عقیدے اور مترنم آواز سے بلند لہجے میں یہ دہرا رہا تھا۔

"تری ذات پاک ہے یا خدا، تری شان جل جلالہ۔"

"یہ کیا تماشا ہے!" برقی روشنی کے ساتھ ہی اسد کی آواز آئی وہ ہال کے بدترین حصے میں تھا اور جو دروازہ خدمت گاروں کے کمروں کی طرف کھلتا تھا اس کے سامنے بڑی احتیاط سے کرسیوں اور چینی کے برتنوں کا ڈھیر لگا کر ایک رکاوٹ تیار کر رہا تھا۔

"آپ نے سمجھا کہ مجھے کوئی شیطان نگل گیا ہے!" وہ بولا "یہ آپ بھول گئے کہ آپ کا شور و غل ہمارے لئے خطرناک ہو سکتا ہے۔" اس نے ادھر ادھر تیز نظریں دوڑائیں۔ لیکن کسی طرف بھی کوئی حرکت اور آہٹ محسوس نہ ہوئی اور خاموشی کا جادو پھر ایک بار چاروں طرف چھا گیا۔ ایسی گہری خاموشی کے وہ دونوں ایک دوسرے کی تیز آوازیں سن سکتے تھے۔

"مکان قطعی طور پر بالکل خالی ہے۔" اس نے وثوق کے ساتھ کہا۔ "اگر یہاں کچھ لوگ موجود ہوتے تو لازمی طور پر آپ کی آواز سن لیتے۔ یہ آواز تو تہہ خانوں سے لے کر بالاخانوں تک گونج رہی تھی۔"

اقبال جنگ اس کی طرف غیظ آلود نظر سے دیکھ رہا تھا۔

"پاگل آدمی!" وہ غصہ میں بولا۔ "تم میری پریشانی کا مذاق اڑاتے ہو کیا تم یہ نہیں سمجھتے کہ اس وقت ہم کس خوفناک چیز سے جنگ کر رہے ہیں؟ اس ناپاک مقام پر ہمیں اس تیز برقی روشنی کے باوجود ایک سیکنڈ کیلئے بھی ایک دوسرے سے الگ نہ ہونا چاہئے۔"

اسد مسکرا دیا۔ ہمیشہ اس کا یہ پختہ خیال رہا تھا کہ اس نے اپنی زندگی میں اقبال جنگ سے زیادہ بے خوف اور نڈر انسان نہیں دیکھا، لہٰذا آج رات اس وقت اس کو ہراس اور تشویش کے عالم میں دیکھنا اسد کیلئے بالکل نیا تجربہ تھا۔

"میں بھوتوں اور شیطانوں سے نہیں ڈرتا" وہ بولا "لیکن یقیناً عقب سے گولی کا شکار ہونا مجھے پسند نہیں،"

اسی خوف کی بناء پر میں اس دروازہ کے سامنے یہ رکاوٹ کھڑی کر رہا تھا تاکہ اگر اوپر کی منزل میں کچھ گڑبڑ ہو اور مکان کے ملازم طومان کی مدد کیلئے آئیں تو ہم ان کو پھول اور چینی کے برتنوں کے شور سے ان کے حملہ سے مطلع ہو جائیں۔"

تمہارا خدشہ درست تھا اسد لیکن تمہیں میری ہدایات کو مذاق نہ سمجھنا چاہئے۔" اقبال جنگ نے کہا "یہ بالکل اور قطعی ضروری ہے کہ جتنی دیر تک ہم اس خوفناک مکان میں موجود ہیں ایک سیکنڈ کیلئے بھی ہم ایک دوسرے سے الگ نہ ہوں اور ممکن ترین حد تک ایک دوسرے کے قریب رہنے کی کوشش کریں۔ ممکن ہے کہ یہ بات کچھ طفلانہ سی معلوم ہو لیکن یہ بالکل ضروری ہے اور مجھے تم کو پہلے ہی بتا دینا چاہئے تھا کہ اگر واقعی کوئی عجیب واقعہ ظہور میں آ جائے تو اس وقت ہمارے لئے یہ ضروری ہوگا کہ ہم ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ لیں۔ ایسا کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ میرے اور تمہارے روحانی ارتعاشات جو نیک مقاصد کیلئے پیدا ہو رہے ہیں باہم مل کر ہم آہنگ ہو جائیں اور بدی کے خلاف ہماری مزاحمت کی طاقت چار گنا زیادہ ہو جائے گی۔ آؤ اب اوپر چل کر دیکھیں کہ کیا واقعی وہ لوگ جا چکے ہیں حالانکہ مجھے اب اس میں کوئی شک نہیں۔

اسد حیرت واستعجاب میں ڈوبا ہوا اس کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ یہ بوڑھا شخص جو اندھیرے اور پرچھائی سے خوفزدہ نظر آتا تھا اور خطرے کے وقت ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لینے کا مشورہ دے رہا تھا کس قدر مختلف تھا اس اقبال جنگ سے جس سے اسد آج تک واقف رہا تھا۔

کیا واقعی یہ وہی نڈر اور دلیر اقبال جنگ تھا؟ اس کا جواب بھی اسد کو جلد ہی مل گیا اس نے دیکھا کہ نواب ایک چیتے کی طرح تیزی اور بے آواز جست لگا کر زینے پر چڑھ رہا تھا اگر اپنے ہراس وخوف کے باوجود اقبال جنگ آدھی رات کو اس خوفناک مکان میں آ کر اس تیزی وعزم کے ساتھ سرگرم عمل ہو سکتا تھا تو یقیناً یہ اس کی جرأت ودلیری کا ایک تازہ ثبوت تھا۔

اوپر کی پہلی منزل میں انہوں نے تیزی کے ساتھ خوابگاہوں کا جائزہ لے ڈالا تھا تمام کمرے خالی تھے اور کسی بستر پر کسی شخص کے سونے کی علامات موجود نہ تھیں۔

"معلوم ہوتا ہے کہ طومان نے سب لوگوں کو یہاں سے رخصت کر دیا اور خود یہاں انتظار کرتا رہا۔" اقبال جنگ نے آخری کمرے میں سے نکلتے ہوئے کہا "چنانچہ جیسے ہی سلیمان یہاں واپس آیا وہ اس کو کار میں لے کر چل دیا۔"

"بالکل یہی بات ہے اور اس لئے اب ہم کو بھی یہاں سے چل دینا چاہئے۔" اسد نے کہا اور پھر کسی قدر کانپتے ہوئے بولا "یہاں اوپر کی منزل میں تو قیامت کی سردی معلوم ہوتی ہے۔"

"میں یہی سوچ رہا تھا کہ تم نے سردی کو محسوس کیا یا نہیں۔" اقبال جنگ نے کہا "بہر حال ابھی ہم گھر واپس نہیں جا رہے ہیں۔ اطمینان وفرصت کے ساتھ اس مکان کی تلاشی لینے کا یہ ایک خداداد موقع ہے۔ یہاں کے سب برقی قمقمے اسی طرح روشن چھوڑ دو۔ روشنی جتنی زیادہ ہو اتنی ہی اچھی ہے۔ اور آ

اب نیچے چلیں۔"

دیوان خانے میں بڑی سی گول میز طرح طرح کے کھانوں، پھلوں اور شرابوں سے اسی طرح لدی ہوئی تھی جیسے کہ انہوں نے اپنی پہلی آمد پر دیکھا تھا۔ وہ اس میز تک گیا اور بڑے سے تھرماس میں سے گرم گرم قہوہ اپنے لئے انڈیلنے لگا۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سلیمان کثرت سے شراب پینے لگا ہے اور شراب بھی تیز قسم کی۔" وہ بولا "کسی زمانے میں میں نے بھی شراب نوشی کو آزما کر دیکھا تھا لیکن قہوہ کے آگے کسی شراب کی دال نہیں گلی۔

"قہوہ پھر قہوہ ہے صاحب!"

اسد جو بڑی مستعدی اور تیزی سے اس وقت میز پر رکھے پھلوں پر ہاتھ صاف کر رہا تھا۔ یہ سوچ رہا تھا کہ کیا واقعی اقبال جنگ کا وہ جذباتی ہیجان اب سرد پڑ گیا ہے جس کا غیر معمولی اظہار اس نے پندرہ منٹ قبل کیا تھا یا وہ اس وقت اپنے پوشیدہ اندیشوں کو پوشیدہ رکھنے کیلئے اس بے نیازی اور خوش طبعی کے ساتھ باتیں اڑا رہا ہے۔ اسد کو خود اپنے دل میں یہ اعتراف کرنے سے نفرت معلوم ہوتی تھی لیکن اس کو کیا کہا جائے کہ واقعی اس کے کان میں کچھ عجیب اور پراسرار کیفیت محسوس ہو رہی تھی۔ کھانوں سے لدی ہوئی میز کے نیچے سے عجیب سی سردی کی لہریں اس کی ٹانگوں پر پھیلتی ہوئی اوپر کی طرف دوڑتی معلوم ہوتی تھیں اور مکان میں چھایا ہوا سکوت ایک نامعلوم بوجھ کی طرح روح کو دباتا ہوا محسوس ہوتا تھا یہ سوچتے ہوئے کہ اپنا کام ختم کرنے کے بعد اس مقام سے جلد از جلد روانہ ہو جانا چاہئے۔ اسد نے عجلت سے کہا۔ "سلیمان کونسی شراب پیتا ہے اور قہوہ شراب سے اچھا ہے یا نہیں ان سوالوں کو ڈالئے جہنم میں۔ سوچنا تو یہ ہے کہ طومان کہاں گیا اور کیوں گیا۔"

"سوال کا آخری حصہ آسان ہے۔" اقبال جنگ نے قہوہ کا پیالہ رکھ کر سگار سلگاتے ہوئے کہا "ہمارے ملک میں کم از کم آج کل جمہوریت کے دور میں کوئی قانون صحیح معنی میں جادو اور سحر کے خلاف موجود نہیں ہے صرف بعض خصوصی حالات میں چند قانونی واقعات کو کھینچ تان کر اس مقصد کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے طومان کو کوئی قانونی خوف نہ ہونا چاہئے تھا لیکن چونکہ سحر اور جادو کے عامل ہر زمانہ میں ہر جگہ پر لازمی طور پر بدفطرت ہوتے ہیں اس لئے جادو کے ساتھ ساتھ وہ اکثر وبیشتر بہت سے جرائم مثلاً منشیات کی ناجائز تجارت، بلیک میل، زنا اور اغوا اور قتل کے جرائم میں بھی خود کو پھنسا لیتے ہیں اور اس لئے ان کو پولیس اور قانون کا خوف ہو جاتا ہے۔ ایسی ہی کوئی وجہ تھی کہ طومان نے یہاں سے فرار ہو جانا مناسب سمجھا غالباً اس نے اپنی پراسرار طاقتوں کے ذریعہ یہ معلوم کر لیا تھا کہ ہم دونوں پھر یہاں واپس آ رہے ہیں اس کو اندیشہ ہوا کہ وہ جھگڑا کریں گے اور یہ جھگڑا پولیس کی توجہ کو اس جانب مبذول کر دے گا لہٰذا اس نے اس موقع پر بہادری کو چھوڑ کر مصلحت کو بہتر سمجھا اور عارضی طور پر یہ مکان ہمارے لئے چھوڑ کر چلا گیا سلیمان کے ساتھ۔"

"معاف کیجئے۔ آپ کی باتیں منطق سے ہٹی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔" اسد نے اعتراض کیا۔ "ایک ہی سانس میں آپ دو متضاد باتیں کہہ رہے ہیں ایک طرف تو آپ یہ کہتے ہیں کہ آپ کو طومان سے خوف ہے

کہ وہ ہمارے خلاف عجیب وغریب طاقتوں کا استعمال کر سکتا ہے اور دوسری طرف آپ یہ بھی کہتے ہیں
طوماں خوفزدہ ہے اور قانون کے شکنجے سے بچنے کے لئے فرار ہو گیا ہے۔"

"عزیز دوست! اس وقت میرے پاس قیاسیات کے علاوہ اور کچھ نہیں اور میں صرف اندازے
قائم کر سکتا ہوں۔ میں خود مکمل تاریکی میں ہوں اس سفلی و شیطانی مذہب کے بعض پیروکار صرف
مبتدی ہوتے ہیں اور جن لوگوں کو وہ پسند کرتے ہیں ان کو کچھ زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکتے بلکہ محض
معمولی معاملات میں رکاوٹیں پیدا کر سکتے ہیں اس کے برعکس اسی گروہ میں کچھ ایسے ماہرین بھی ہو
ہیں جو اپنے دشمنوں کے خلاف انتہائی تباہ کن قوتوں کو متحرک کر سکتے ہیں ایسی قوتیں جن کے وجو
گمان بھی ہمارے موجودہ سائنس دانوں کو ابھی تک نہیں ہو سکا ہے۔"

اقبال جنگ ایک ساعت کے لئے رک گیا اور پھر بولا۔ "اگر ابلیس پرستوں کی اس قوت میں طو
صرف ایک پست و معمولی مرتبہ کا مالک ہے اس کی طرف سے ہمیں کسی قسم کا خاص نقصان کا کوئی خ
نہیں اور ہم اس کا مقابلہ اتنی ہی آسانی سے کر سکتے ہیں جتنی آسانی سے ایک عام مجرم یا بدمعاش کا مقابلہ
جا سکتا ہے لیکن اگر وہ ایک ماہر فن ہے تو وہ ایک انتہائی خطرناک دشمن ثابت ہو سکتا ہے اتنا خطرناک
اپنے ایک اشارے سے ہمیں چشم زدن میں مردہ یا اندھا بنا سکتا ہے۔ بدقسمتی کی بات ہے کہ میں
خوفناک معاملات کے متعلق کچھ زیادہ نہیں جانتا۔ میرا علم صرف روحانیت کے پاکیزہ مسلک کی
رسوم تک محدود ہے اور یہ علم کسی ناگہانی شدید خطرے کے وقت ہماری حفاظت کر سکتا ہے۔ اگر مجھے
اور زیادہ علم ہوتا تو میں آسانی سے معلوم کر سکتا تھا کہ طوماں اس وقت سلیمان کو لے کر کہاں گیا ہے۔"

"آپ پریشان نہ ہوں۔ ہم ضرور معلوم کر لیں گے۔" اسد نے اپنے ہاتھ سے خالی پلیٹ نیچے ر
ہوئے ہنس کر کہا لیکن پلیٹ کی آواز کچھ ایسے پراسرار طریقے سے سنسان مکان میں گونجتی ہوئی محسو
ہوئی کہ اس نے تیزی سے مڑ کر اندرونی کمرے کی طرف نظر ڈالی جہاں ابھی تک اندھیرا تھا۔ "لیکن
ہمیں کیا کرنا چاہئے۔" اس نے زیادہ سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"ہمیں کوشش کر کے سلیمان کے کاغذات کو تلاش کر لینا چاہئے۔ شاید اس طرح ہمیں ان لو
کے اصلی نام اور پتے معلوم ہو جائیں جو آج رات یہاں جمع تھے آؤ پہلے لائبریری کا جائزہ لیں
تھرماس تم لے چلو میں گلاس لئے چلتا ہوں۔"

"لیکن اصلی نام سے آپ کا مطلب کیا ہے؟" "اس عجیب وغریب بوڑھی عورت کا تصور کرو جس
ناک طوطے کی طرح خمیدہ تھی اور جو خود کو مادام عرفی کہتی تھی۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ اس کا اصلی نام
یہ تو ایک طرح کا ثانوی اور اختیاری نام معلوم ہوتا ہے جو کسی خاص مقصد کے تحت بعد کو استعما
جانے لگا ہے۔ عرفی ایک فارسی کے شاعر کا تخلص ہے لیکن اس نام کا ایک پوشیدہ پہلو بھی ہے۔ درا
اس عورت نے یہ نام جان بوجھ کر ایک اور قدیم نام کو بگاڑ کر اختیار کیا ہے۔"

"بگاڑ کر؟"

"ہاں۔ قدیم زمانے میں ایک مشہور عورت عورفہ ہوئی ہے جو ایک خوفناک جادوگرنی تھی

یقین ہے کہ اس بوڑھی عورت نے یہ نام اسی لئے اختیار کیا۔ یہی حال دوسرے لوگوں کے ناموں کا بھی
ہے۔ مثال کے طور پر اپنی حسین دوست زرینہ کو ہی لیجئے کیا تم نے اس نام کے معنی اور اس کے پس منظر
پر غور کیا ہے؟"

"نہیں" اسد نے قدرے پس وپیش سے کہا "زرینہ تو ایک عام نام ہے۔"

"شاید تمہیں اس کے حسن نے سوچنے کی اجازت ہی نہیں دی میرے دوست" اقبال جنگ مسکرایا۔
"لیکن یہ نام اس قدر سادہ نہیں جتنا تم سمجھ رہے ہو در حقیقت مادام عرفی کی طرح یہ نام بھی قدرے
تبدیلی کے بعد اختیار کیا گیا ہے مجھے یقین ہے کہ یہ زورینہ کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔"

زورینہ کون ہے؟"

"تاریخ بتاتی ہے کہ کوہ قاف کی وادیوں میں ایک وحشی قوم آباد تھی اور اس قوم میں چاند کی دیوی کا نام
زورینہ تھا اس قوم سے ہزاروں سال قبل مصر کے لوگوں نے اس دیوی کا نام "آئی سس" رکھا تھا اور اس
کی درمیانی مدت میں فونیقی قوم میں یہی دیوی عسطوروت کے نام سے یاد کی جاتی تھی یہ لوگ اس کی
پرستش مقدس غاروں میں کرتے تھے جہاں فاختائیں اور کبوتر قربان کئے جاتے تھے اور عیاشی اور نفس
پرستی کے انتہائی شرمناک ناقابل بیان ڈرامے کھیلے جاتے تھے اس کا عاشق دیوتا عدونس مانا جاتا تھا اور
لوگ ہر سال اس دیوتا کی افسانوی موت کا ماتم کرتے تھے کیونکہ وہ اس دیوتا کو عالم انسانیت کا نجات
دہندہ تسلیم کرتے تھے جب وہ جلوسوں کی شکل میں عسطوروت دیوی کے معبدوں کی طرف جاتے تھے تو
خود کو انتہائی وحشیانہ اور دیوانگی آمیز جوش میں غرق کر لیتے تھے اور بیوہ شدہ دیوی کے تشنہ جنسی جذبات
کی رعایت میں اپنے جسموں کو خنجروں سے زخمی کر ڈالتے تھے اس خوفناک رسم کے متعلق قومی کتب
خانہ میں تمہیں کئی کتابیں مل سکتی ہیں جن سے تم تمام تفصیلات معلوم کر سکتے ہو لیکن یقین کرو اسد کہ وہ
خون اس طرح بہایا گیا تھا اب تک زندہ ہے اور صدیاں گزرنے کے باوجود یہ دیوی اب تک مزید خون کی
پیاسی ہے ایک مناسب وقت اور مناسب مقام پر ضروری تیاریوں کے بعد اگر جادو کے مخصوص گیارہ
الفاظ جن میں سے ہر ایک لفظ گیارہ حروف رکھتا ہے ایک خاص ترتیب سے دو مرتبہ ادا کرو تو یہی دیوی
چشم زدن میں تمہارے سامنے آ کر کھڑی ہو جائے گی اپنے بھرپور حسن و جمال کی دہشتوں کے ساتھ
اور ایک نئی قربانی تم سے طلب کرے گی۔"

اسد جدید خیالات کا ایک بے فکر و خوش طبع انسان تھا مگر اس کی یہ ذہنیت بھی اقبال جنگ کی آسیبی
باتوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ اقبال جنگ کے لہجے میں کسی شک و شبہ یا پس وپیش کا کوئی شائبہ بھی
محسوس نہ ہوتا تھا اس کی آواز میں ایک خوفناک پوشیدہ حقیقت کا مستحکم یقین نمایاں تھا۔ اسد کے جسم میں
ایک ہلکی سی کپکپی دوڑ گئی۔

اقبال جنگ نے سلیمان کی میزوں کی درازیں کھولنا شروع کیں ایک دراز کو چھوڑ کر جو کہ مقفل تھی
باقی تمام درازوں میں خطوط کے فائل بھرے ہوئے تھے اور ان کے مختصر سے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوا کہ
ان فائلوں میں حساب کتاب رسیدوں اور معمولی قسم کے خط وکتابت کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ اسد نے

ایک بھاری کاغذ تراش فولادی چاقو کی مدد سے زبردستی باقی ماندہ دراز کو کھول ڈالا لیکن اس میں صرف چیک بُک کے کچھ حصے اور کچھ پرائیویٹ کاروباری تحریریں تھیں۔ اس لئے اب وہ درازوں کو چھوڑ کر کتابوں کی لمبی الماریوں کی طرف متوجہ ہوئے انہوں نے یہ سوچا کہ ممکن ہے کہ سلیمان نے کچھ پرائیویٹ کاغذات جدید ترین کتابوں کے قیمتی ذخیرہ میں کہیں چھپا دیئے ہوں لیکن دس منٹ کی محتاط تلاش کے بعد ان کو یقین ہو گیا کہ کتابوں کی قطاروں کے پیچھے کوئی دلچسپی کی چیز پوشیدہ نہ تھی۔ لائبریری میں ناکام ہو کر وہ زیریں منزل کے دوسرے کمروں کی طرف متوجہ ہوئے اور ہر ایک دراز اور ہر ایک الماری کا جائزہ بڑے غور سے لیا لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا اس کے بعد وہ بالائی منزل پر گئے اور خواب گاہوں کی تلاشی لی لیکن اس بار بھی ان کو کوئی ایسی چیز نہ ملی جو ایک عام معمولی مکان میں نہ پائی جاتی ہو۔ اور نہ وہاں کوئی ایسا صندوق نظر آیا جس میں اہم کاغذات محفوظ کئے جا سکیں۔

اس طویل تلاشی کے دوران اقبال جنگ نے مستقل طور پر اسد کو اپنے قریب ہی رکھا تھا اور اسد کو اب یہ بات کچھ ناگوار بھی معلوم نہ ہوتی تھی آہستہ آہستہ اس مقام کی فضا اس کے حواس کو مغلوب کرتی جا رہی تھی اور کئی بار اس کو یہ خوفناک احساس ہوا جیسے کوئی شخص پشت کی طرف سے اس کو خفیہ طور پر دیکھ رہا ہے۔

اگرچہ اس نے یہ سوچ کر خود کو تسکین دینے کی کوشش کی کہ یہ سب کچھ وہم ہے اور اقبال جنگ کو مافوق الفطرت قوتوں پر جو عقیدہ ہے یہ وہم کلّی طور پر اسی کا نتیجہ ہے لیکن پھر بھی وہ پوری طرح مطمئن نہ ہو سکا۔

"اپنی کارگزاریوں کا کوئی نہ کوئی نشان تو ان لوگوں نے کہیں نہ کہیں ضرور چھوڑا ہو گا۔" نواب نے آخری خواب گاہ میں سے نکلتے وقت قدرے غصہ میں کہا۔ "میں اس کو تلاش ہی کر کے رہوں گا۔"

"ابھی تک ہم نے رصد گاہ کا جائزہ نہیں لیا۔" اسد نے کہا "وہاں تو اس طرح کی کوئی چیز ملنے کا سب سے زیادہ امکان ہے۔"

"بالکل ٹھیک۔ آؤ اسی طرف چلیں۔" اقبال جنگ تیسری منزل کے زینے کی طرف مڑا۔

رصد گاہ کا گنبد نما بڑا کمرہ بالکل اسی حالت میں تھا جیسا کہ انہوں نے چند گھنٹے قبل اس کو چھوڑا تھا۔ بڑی دُوربین کا رخ اسی سمت میں تھا اور تمام نقشے اور گلوب اپنی اپنی جگہ اسی طرح موجود تھے پانچ پہلو والا ستارہ جو کہ دو دائروں کے درمیان محصور تھا اور جس پر طرح طرح کے نقوش بنے ہوئے تھے صاف چمکتے ہوئے فرش پر بجلی کی روشنی میں اسی طرح نمایاں تھا۔ یہ ظاہر تھا کہ اسد اور اقبال جنگ جب سلیمان سے رخصت ہو کر یہاں سے گئے تھے اس کے بعد کسی قسم کی کوئی پراسرار رسم یہاں ادا نہیں کی گئی تھی۔ اپنے خیال کی مزید تصدیق کرنے کیلئے نواب نے دیوار کے پاس رکھی ہوئی ٹوکری کا ڈھکنا الٹ دیا۔

ٹوکری میں سے ایک پھڑ پھڑاہٹ کی آواز آئی اور اقبال جنگ نے اپنے خیال کی تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا "دیکھو اسد! یہ ہے وہ سیاہ مرغ اور سفید مرغی جن کی قربانی کی جانے والی تھی لیکن یہ ظاہر ہے کہ

آج رات کم از کم ان لوگوں کے اس ارادے کو ہم نے چوپٹ کر دیا۔ ہم ان دونوں جانوروں کو نیچے لے جائیں گے اور یہاں سے جاتے وقت باغ میں ان کو آزاد کر دیں گے۔"

"لیکن وہ لوگ دراصل کرنا کیا چاہتے تھے۔ کیا اس کے متعلق آپ کوئی نظریہ رکھتے ہیں!" اسد نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ سلیمان کی پیدائش کے وقت جن خاص ستاروں کا اجتماع ہوا تھا وہی ستارے آج رات بھی پھر ایک بار جمع ہونے والے تھے اور ستاروں کے اس خصوصی اجتماع سے فائدہ اٹھا کر یہ لوگ سلیمان کے ذریعہ روحانی حاضرات جیسی کوئی چیز کرنا چاہتے تھے۔ شاید وہ کسی خبیث شیطانی روح کو طلب کرنا چاہتے تھے جو زمین کی تاریکیوں میں آوارہ پھرتی رہی ہے یا ہو سکتا ہے کہ جس مقام کو ہم لفظ جہنم سے یاد کرتے ہیں وہاں سے کسی گناہ گار روح کو بلا کر اس کے ذریعہ کچھ خاص معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے۔"

"خدا کی پناہ۔ آپ نہ جانے کیا کیا کہہ رہے ہیں۔" اسد نے الجھ کر کہا "میں ایسی باتوں پر ایمان نہیں رکھتا میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ بلیک میل کا کاروبار کرنے والے مجرموں کے ایک گروہ نے سلیمان کو اغوا کر لیا ہے اور آپ کی رعایت سے زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ سلیمان کو انہوں نے تنویم یا ہپناٹزم کے عمل سے اپنے قابو میں کر لیا ہے۔ انہوں نے بظاہر یہ جادو اور سحر کا ڈھونگ صرف اس لئے رچایا ہے کہ اس سے سلیمان ایک فریب میں مبتلا ہو جائے جیسے کہ آپ اس میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اس کے علاوہ ہر لحاظ سے یہ سارا گورکھ دھندا قطعی مہمل اور لغویات کا پشتارہ ہے۔"

"میرا بھی جی تو یہی چاہتا تھا کہ تم ایسا ہی سوچتے رہو اسد۔ لیکن مجھے خوف ہے کہ شاید جلد ہی تمہیں مجبوراً اپنے خیالات کو تبدیل کرنا پڑے گا۔ اچھا آؤ اب تلاشی کا کام جاری کریں۔"

"کوئی مضائقہ نہیں۔ حالانکہ میرا دل کہتا ہے کہ ابتداء میں ہی پولیس کو طلب نہ کر کے ہم نے افسوسناک غلطی کی ہے۔"

انہوں نے رصد گاہ کے آلات کا معائنہ کیا لیکن اس میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جس کے متعلق یہ شک و شبہ ہو سکے کہ وہ کسی خاص پوشیدہ مقصد کیلئے یہاں رکھا گیا ہے اس کے بعد ایک کتابوں کی گھومنے والی الماری کا جائزہ لیا گیا لیکن اس میں اعلیٰ علم حساب کے کچھ جدول اور آسمانوں کے کچھ نقشے تھے اور بس۔

"نہیں۔ ہرگز نہیں۔" اقبال جنگ غصہ میں بولا۔ "یہاں ضرور کوئی نہ کوئی خاص چیز موجود ہونی چاہئے۔ مثلاً تلواریں، پیالے یا ابلیس پرستی کی کتابیں وغیرہ۔ ان کے بغیر وہ لوگ اپنی شیطانی رسوم کی ادائیگی کر ہی نہیں سکتے تھے۔"

"ہو سکتا ہے کہ وہ ان لوازمات کو اپنے ساتھ ہی لے گئے ہوں۔"

"شاید، لیکن ہمیں کم از کم وہ جگہ ملنی چاہئے جہاں وہ ان چیزوں کو رکھتے تھے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ نہ جانے وہ کیا چیز چھوڑ گئے ہیں۔ تمام دیواروں کو ٹھونک بجا کر دیکھو اسد۔ اور میں فرش کو دیکھتا ہوں۔ یہ تقریباً یقینی بات ہے کہ یہاں کوئی نہ کوئی پوشیدہ جگہ ضرور ہو گی۔"

چند منٹ تک وہ خاموشی سے تلاشی کے کام میں مصروف رہے۔ محض ان کے ٹھونک بجا کر دیکھنے کی آوازیں ہی سنسان مکان کے سکوت کو توڑتی ہوئی محسوس ہوتی تھیں۔

یکایک اسد خوشی سے چلاّ پڑا۔

"یہ سب۔ یہ دیکھئے! یہاں اندر کچھ خلاء معلوم ہوتا ہے۔"

جلد جلد دونوں نے مل کر سترہویں صدی کے کیمیاء گروں کا ایک بڑا سا چارٹ دیوار سے اتار کر پھینک دیا جو وہاں چپکا ہوا تھا اور کچھ دیر تک ادھر ادھر ٹٹولنے کے بعد آخر کار ان کو پوشیدہ اسپرنگ مل گیا اسپرنگ کو دباتے ہی دیوار کا ایک حصہ ایک طرف کھسک گیا۔

دیوار کے اندر تقریباً چار فٹ گہرے خلاء میں سامان کا ایک عجیب و غریب ذخیرہ موجود تھا۔ سیاہ لکڑی کا ایک عصا جیسا کہ عام طور پر جادوگروں کے استعمال میں سنا گیا ہے۔ سونے کے چوکھٹے میں جڑا ہوا ایک بلوری شیشہ، ایک نوکیلے سرے والی مشعل جو کہ زمین میں سیدھی گاڑی جا سکتی تھی۔ بہت سی موم بتیاں، ایک چھوٹی سی تلوار، دو موٹی کتابیں، ایک خنجر جو کہ ہلال کی طرح خمیدہ تھا۔ ایک انگوٹھی، ایک شمع دان اور ایک پرانا پیتل کا لیمپ جو کہ بل کھائی ہوئی انسانی مورتیوں سے بنایا گیا تھا اور اس میں 9 عدد موم بتیاں لگی ہوئی تھیں ان میں سے ہر چیز پر ستاروں کے طرح طرح کے نشانات اور دیگر نامعلوم قسم کی علامات کھدی ہوئی تھیں اور ہر شے پر لگے ہوئے پالش اور روغن کی حالت یہ بتاتی تھیں کہ وہ بہت پرانی چیز ہے اور اس کو کثرت سے استعمال کیا جاتا رہا ہے۔

"آخر ہم نے ان کو پا لیا نا؟" اقبال جنگ فخر سے بولا۔ "مجھے واقعی بڑی خوشی ہے اسد کہ ہم یہاں جے رہے۔ یہ چیزیں ناقابل یقین حد تک نادر و نایاب ہیں اور ان میں سے ہر چیز ماضی کے اسرار سے تعلق رکھنے کی وجہ سے بذات خود ایک طاقت ہے۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ان لوگوں کے پاس اس طرح کی اور چیزیں ہرگز نہیں ہونگی اور ان کے بغیر ان لوگوں کے ہاتھ ٹوٹ جائیں گے میرا مطلب ہے کہ ان چیزوں کی مدد کے بغیر وہ ہمارے خلاف کوئی نقصان پہنچانے والی کارروائی نہ کر سکیں گے۔"

یہ کہتے ہوئے اقبال جنگ نے دونوں قدیم موٹی کتابیں اٹھالیں ان میں سے ایک کتاب کی جلد پر تانبے کی نرم چادر چڑھی ہوئی تھی اور اس چادر پر مختلف قسم کے نقوش کھدے ہوئے تھے اس کے اوراق نوعمر درختوں کی چھال سے بنائے گئے تھے اور شروع سے آخر تک ایک بہت ہی صاف تحریر سے ڈھکے ہوئے تھے جو کہ لوہے کی نوک سے لکھی گئی تھی۔ دوسری کتاب کی عبارت ہرن کی کھال پر لکھی گئی تھی جس کا رنگ طویل زمانہ گزر جانے کی وجہ سے زرد پڑ گیا تھا اس کی جلد کو چاندی کے بڑے بڑے پتھروں سے مضبوط بنایا گیا تھا۔

"حیرتناک اور نایاب نسخے ہیں یہ!" اقبال جنگ گہرے جوش سے بولا۔ "ان میں سے یہ پہلی والی کتاب قدیم زمانے کے مشہور جادوگر سامری کی بیاض ہے اور یہ دوسری کتاب روم کے ایک اور بہت قدیم جادوگر سایوس کی بیاض ہے۔ اور یہ دونوں کتابیں ابلیس پرستوں کے "سیاہ علم" کے خزانے ہیں۔ ان کی حیثیت ان لوگوں میں وہی ہے جو کہ نیک اور خدا پرست انسانوں میں مقدس مذہبی کتابوں کی

ہو سکتی ہے۔"

"یہی سہی" اسد بولا "لیکن ایک بات سنیئے۔ ممکن ہے طومان کو یہ توقع نہ ہو کہ سلیمان کو اس مکان میں نہ پانے کے بعد بھی ہم یہاں جمے رہیں گے اور تلاشی لینا شروع کر دیں گے لیکن آپ طومان کی غیبی طاقتوں کا جو قصیدہ اب تک گاتے رہے ہیں اگر وہ صحیح ہے تو کیا اس وقت وہ اپنی غیبی نظروں سے یہ نہیں دیکھ رہا ہوگا کہ ہم یہاں کیا کر رہے ہیں؟ اور کیا یہ سب کچھ دیکھ کر بھی وہ ہمیں اس بات کی اجازت دیدے گا کہ اس کے جادو کا یہ پورا پٹارہ لے کر ہم یہاں سے چلتے بنیں...... ؟ اگر وہ ہمیں روکنے کی کوشش نہیں کرتا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی پراسرار طاقتوں کا جو ڈھول آپ پیٹ رہے ہیں وہ...... لیکن...... اف! یہ ٹھنڈی ہوا کہاں سے آرہی ہے؟" اسد نے یکایک اپنا ہاتھ اپنی گردن کے پچھلے حصے میں جمالیا۔

اقبال جنگ نے عجلت سے دونوں کتابیں دیوار کے خلاء میں ڈال دیں اور تیزی سے اس طرح گھوما جیسا کسی زہریلے جانور نے اس کے ڈنک مار دیا ہے۔ خود اس کو بھی اسی لمحہ سرد ہوا کا احساس ہوا تھا۔ ٹھنڈی ہوا کا ایک اچانک تیز جھونکا جو برف کی طرح سرد تھا اتنا سرد کہ اس کے ہاتھوں اور چہرے کو دہکتی ہوئی آگ کی طرح جھلساتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔

اسی وقت اچانک برقی قمقموں کی روشنی تھرائی اور دھندلی پڑ گئی۔ اتنی دھندلی کے قمقموں کے اندر محض ہلکے سرخ تار آتشیں لکیروں کی طرح چمکتے نظر آرہے تھے۔ وسیع کمرہ ایک تاریک سائے کی آغوش میں ڈوب گیا اور فرش پر بنے ہوئے پانچ پہلو والے ستاروں کے وسط سے ایک بنفشی کہرہ پیدا ہو کر اوپر اٹھنے لگا۔ اتنی ناقابل یقین تیزی سے لہراتا ہوا اور چکراتا ہوا جیسے کسی ریگستان میں کوئی شیطانی روح ایک بگولے کی شکل اختیار کر کے طوفانی رفتار سے لپک رہی ہو۔

دیکھتے ہی دیکھتے اس پراسرار کہرہ میں اونچائی اور موٹائی پیدا ہو گئی اور ادھر ادھر پھیل کر وہ ایک دھوئیں کا جسم بن گیا۔

ایک بار پھر قمقموں کی روشنی تھر تھرائی اور یک لخت سب قمقمے بجھ گئے لیکن بنفشی کہرے میں خود اپنی ایک فاسفورس جیسی چمک موجود تھی اس چمک میں ان کو ستارے کے گرد تیرتے ہوئے دائرے اور ان دائروں کے درمیان بنے ہوئے عجیب و غریب نقوش نظر آرہے تھے اور اس کے بعد روشنی کہرے کے بیچ میں سے گھومنے والی الماری ایک سیاہ سائے کی طرح نظر آتی تھی۔ ایک تیز قسم کی بو جیسے چیزوں کے گلنے سڑنے سے پیدا ہوتی ہے یکایک اسد اور اقبال جنگ کے ناک میں سیلاب کی طرح گھسنی شروع ہوئی عجیب بات یہ تھی کہ ناگوار ہونے کے باوجود اس بدبو میں ایک نامعلوم قسم کا میٹھاپن اور دلکشی تھی اور ٹھیک اسی وقت ان کی نظروں کے سامنے جبکہ وہ حیرت و نفرت کے عالم میں آنکھیں جمائے دیکھ رہے تھے ایک ناقابل یقین اور خوفناک منظر پیدا ہونے لگا انہوں نے دیکھا کہ فرش سے تقریباً 7 فٹ اوپر بنفشی کہرہ خود بخود سمٹ کر ایک سفید چہرے میں تبدیل ہوتا جا رہا تھا۔ اس کی آنکھیں ان دونوں کی طرف جمی ہوئی تھیں دشمنی اور غصہ سے بھری ہوئی آنکھیں۔ رفتہ رفتہ آنکھوں کے ڈھیلے سفید ہو گئے لیکن چہرہ

کالا پڑ گیا۔ چہرے کے نیچے روشن پر اسرار کہرہ اس طرح سمٹ رہا تھا کہ شانے، پیٹ اور سینہ اور زیریں حصہ جسم خود بخود بنتا جا رہا تھا۔

اس سے پیشتر کہ اقبال جنگ اور اسد اپنا رکا ہوا سانس دوبارہ لے سکتے ان کے سامنے نمودار ہوتی ہوئی شکل سر سے پاؤں تک مکمل ہو گئی حیرت کے ایک نئے جھٹکے نے ان کو کپکپایا۔ انہوں نے اس شکل کو پہچان لیا تھا۔ یہ طومان کا حبشی خدمت گار تھا جو اس وقت سفید ڈھیلے کپڑوں میں ملبوس ایک مینار کی طرح ان کے سامنے کھڑا تھا۔ یہ اس کا "روحانی جسم" تھا جو ان کے سامنے نمودار ہوا تھا اور اقبال جنگ نے دیکھا کہ حبشی خدمت گار کا یہ روحانی جسم بالکل ایسا ہی تھا جیسے کہ اس کا گوشت پوست سے بنا ہوا مادی جسم۔ سر سے پاؤں تک پورے چھ فٹ آٹھ انچ اور اس کی آنکھیں جو ناک کی طرف ترچھی جھکی ہوئی تھیں ان لوگوں کی سمت انگاروں کی طرح دہک رہی تھی۔

خوف و دہشت کے جو معنی عام طور پر سمجھے جاتے ہیں اسد کی حالت اس سے بہت مختلف تھی اس کی کیفیت اس منزل سے آگے بڑھ گئی تھی جبکہ انسان خوف و دہشت کی وجہ سے سٹ جاتا ہے، چلا پڑتا ہے، بھاگ جاتا ہے اس وقت تو وہ وہاں اس طرح کھڑا ہوا تھا جیسے اس کا سارا جسم پتھر کی طرح سخت ہو گیا ہے واقعہ یہ ہے کہ اس کے جسم کو برفانی سردی نے مفلوج کر دیا تھا۔ وہ سردی جو کہ پانچ پہلو والے ستارہ کے درمیان نمودار ہونے والی پر اسرار شکل سے اُبلتی ہوئی محسوس ہوتی تھی اور وہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کے جسم کے بوجھ کو اٹھانے سے اس کے گھٹنے انکار کرتے جا رہے ہیں۔

یکایک ایک نقرئی صاف آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ "اس کی آنکھوں کی طرف مت دیکھو۔ آنکھوں کی طرف مت دیکھو! آنکھوں کی طرف مت دیکھو!!

یہ اقبال جنگ کی آواز تھی جو بار بار یہ الفاظ دہرا رہی تھی بار بار اصرار کر رہی تھی اور اسد کو خبردار کر رہی تھی لیکن اسد محسوس کر رہا تھا کہ وہ اپنے دوست کی اس ہدایت کو ماننے سے معذور ہے۔ اس نے بہت کوشش کی لیکن وہ اپنی جمی ہوئی نظریں ان شیطانی آنکھوں کی طرف سے نہ ہٹا سکا جو سیاہ چہرے پر انگاروں کی طرح چمک رہی تھیں۔

وہ اپنے ہاتھ یا پاؤں کو ذرا سی بھی حرکت نہیں دے سکتا تھا۔ اسی منجمد حالت میں کھڑے ہوئے اس نے دیکھا کہ یہ پر اسرار شکل جو انسانی بھی معلوم ہوتی تھی اور شیطانی بھی آہستہ آہستہ چوڑائی اور اونچائی میں بڑھتی جا رہی تھی اس کے سفید لباس کے لٹکے ہوئے دامن ایک عجیب خاموش حرکت کے ساتھ سمندر کی لہروں کی طرح لہرا رہے تھے اور کہرے میں سے ابھرتے آتے تھے جو کہ اس آسیبی شکل کے قدموں کو چھپائے ہوئے تھا۔ رفتہ رفتہ یہ خوفناک جسم میں اس قدر بڑھ گئی کہ ان دو دائروں کے باہر تک دھوئیں کی طرح پھیلنے لگی جو پانچ پہلو ستاروں کے چاروں طرف بنے ہوئے تھے اور "الف لیلیٰ" کے کسی خوفناک جن کی طرح پورے کمرے میں چھائی ہوئی نظر آنے لگی۔ کمرے کا گوشہ گوشہ اس تیز بدبو سے بھر گیا جس کے متعلق اسد نے پہلے بھی سنا ضرور تھا مگر کبھی گمان بھی نہ کیا تھا کہ ان کا عملی تجربہ بھی کرنا پڑے گا۔ یہ بدبو خاص قسم کی تھی جو ایک شیطانی جسم کیلئے مخصوص سمجھی جاتی ہے۔

یکایک اس خوفناک شکل کی غضبناک ترچھی آنکھوں میں سے سرخ شعاعیں پھوٹتی ہوئی معلوم ہوئیں اور اسد نے محسوس کیا کہ سر سے پاؤں تک اس کا سارا جسم بید کی طرح کانپ رہا تھا بے اختیار اس نے خدا سے دعا کرنے کی کوشش کی۔ "اے آسمانوں اور زمینوں کے مالک! میں حقیر .... حقیر" لیکن اس کی زبان اٹک کر رہ گئی پہلی بار اسے بدقسمتی کا احساس ہوا کہ خدا سے دعا مانگنے کی عادت اس نے اپنی عام معمول کی زندگی میں نہیں ڈالی تھی ایسا ہوتا تو آج اس خوفناک ضرورت کے وقت دعا کے الفاظ اس کی زبان پر آ کر اٹک نہ جاتے۔

اس وقت تو اس کے تمام جسم میں ایسے ارتعاش کی لہریں دوڑ رہی تھیں جیسے اس نے بجلی کی طاقتور بیٹری کے تار پکڑ لئے ہیں اور یہ لہریں دعا کے الفاظ کو اس کی زبان پر آنے سے پہلے ہی توڑ پھوڑ ڈالتی تھیں اس کو اپنی بائیں ٹانگ میں جھٹکے سے محسوس ہونے لگے اس کا پاؤں اوپر اٹھا۔ اس نے اپنے چہرے کو چھپانے کیلئے بے اختیار اپنے بازوؤں کو اوپر اٹھانے کی کوشش کی لیکن اس کے ہاتھ اس کے جسم کے دونوں پہلوؤں پر اس طرح چپک کر رہ گئے تھے کہ جیسے نظر نہ آنے والی فولادی بندشوں نے ان کو جکڑ دیا ہو۔ اس نے کوشش کی کہ بے تحاشا چلاّئے اور خود کو پیچھے کی طرف گرا دے لیکن اپنے ارادہ کی آخری بھرپور قوت تک صرف کرنے کے بعد بھی وہ ایسا نہ کر سکا اور اس طاقت کا ذرا سا بھی مقابلہ نہ کر سکا جو پوری بے رحمی اور استقلال کے ساتھ اس کو اس خاموش دہشت ناک آسیبی شکل کی طرف کھینچ رہی تھی...... اس سے پہلے کہ اس کو اپنے فعل کا احساس ہو سکے اس نے دیکھا کہ وہ ایک قدم آگے کی طرف بڑھا چکا تھا!!

اس ساعت سے لے کر جبکہ بنفشی کہرہ پہلی بار نمودار ہوا تھا اب تک نہ معلوم کتنے لمحات گزرے تھے یا کتنے دن یا کتنے ہفتے۔

معلوم تو ایسا ہوتا تھا کہ وقت کی رفتار رک گئی ہے بہر حال اس پوری مدت میں اقبال جنگ اپنی نگاہیں زمین کی طرف جھکائے ہوئے اسد سے صرف ایک فٹ کے فاصلہ پر کھڑا ہوا تھا اس نے اپنی آنکھوں کو یہ بات بھی دیکھنے کی اجازت نہیں دی تھی کہ اس کے سامنے جو خوفناک چیز نمودار ہوئی ہے اس کی شکل و صورت کیسی ہے موت جیسی سردی کا اچانک احساس۔ برقی قمقموں کی روشنی کا تھرتھرانا اور کمرے میں ایک دم اندھیرا پھیل جانا۔ سڑتی ہوئی چیزوں کی تیز بدبو۔ یہ تمام علامات اقبال جنگ کو یہ یقین دلانے کے لئے کافی تھیں کہ ایک انتہائی زبردست شیطانی طاقت کمرے میں کارفرما ہے۔

تیز رفتار خیالات کے جھونکوں میں لڑکھڑاتا ہوا وہ اپنے دل میں اپنی حماقت پر خود کو ملامت کر رہا تھا کہ اپنی اور اسد کی حفاظت کیلئے تمام ممکن انتظامات کر لینے سے پیشتر وہ اس منحوس مکان میں داخل ہی کیوں ہوا؟

روحانیت اور سحر یا جادو کے سلسلے میں اس نے جو کچھ تجربات کبھی کئے تھے ان کو اب اتنی طویل مدت ہو چکی تھی کہ آج رات سلیمان کو بچانے کی گہری تشویش میں پھنس کر وہ خود اپنے اور اسد کے خطرات کا پورا اندازہ نہ لگا سکا۔ شدید قلبی اذیت کے ساتھ وہ سوچنے لگا کہ آخر اس کے سر پر یہ کونسی حماقت سوار

ہوگئی تھی کہ وہ اسد کو اپنے ساتھ لے آیا کیونکہ یہ تو بالکل ظاہر ہی تھا کہ اپنی لاعلمی اور شک وشبہ کی بناء پر اسد بڑی آسانی سے ان خوفناک شیطانی طاقتوں کا شکار ہو سکتا تھا۔ اقبال جنگ ایک سن رسیدہ انسان تھا جس کی زندگی کے باقی ماندہ سال شمار میں کم ہی رہ گئے تھے لیکن پھر بھی وہ اپنی زندگی کے دس پانچ سال خوشی سے دینے کو تیار تھا اگر ان کے بدلے میں اس کو کسی طرح یہ یقین واطمینان کر لینے کا موقع مل جاتا کہ اسد کمرے کے فرش کی طرف ہی نظریں جمائے ہوئے ہے اور اگر یہ شاید خوف کی وجہ سے بدحواس ہوگیا ہے لیکن دراصل وہ ابھی تک ان خوفناک مقناطیسی اثرات سے آزاد ہے جو کہ فرش پر بنے ہوئے دائروں میں سے تڑپتی ہوئی لہروں کی طرح ابل رہے ہیں لیکن افسوس! اسد کی حالت اس کے برعکس تھی۔ دیکھے بغیر ہی اقبال جنگ جبلّی طور پر محسوس کر رہا تھا کہ اس کی آنکھیں فرش پر نہیں بلکہ اس خوفناک "چیز" پر جمی ہوئی ہیں اور اس احساس نے اقبال جنگ کی پیشانی کو برف جیسے سرد پسینے کے قطروں سے تر کر دیا ہے۔

اور پھر اسی حالت میں یکایک محسوس کیا کہ اسد نے حرکت کی دوسرے ہی لمحے میں اس نے اسد کے قدموں کی آواز سنی اور جان گیا کہ اسد پانچ پہلو والے ستارے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ کانپتے ہوئے ہونٹوں سے وہ عربی، فارسی، یونانی اور عبرانی زبان کے کچھ جملے دہرانے لگا جو کہ اس کو اپنے سابقہ مطالعہ کی بناء پر دھندلے طور پر یاد رہ گئے تھے اور ان جملوں کے ذریعہ وہ پکار پکار کر فریاد کر رہا تھا اور بار بار التجا کر رہا تھا کہ اس قوت کے حضور میں جس کو وہ "نورانی طاقت" کہتا تھا کہ اس "سیاہ طاقت" کے خلاف ان کی ہدایت و حفاظت کرے۔

اچانک...... تقریباً فوراً ہی ایک خیال اس کے ذہن پر کوند گیا۔ "اسے یاد آیا کہ جواہر نگار "ستارہ" جو اس نے سلیمان کی گردن میں باندھا تھا اس وقت اس کی جیب میں ہی موجود ہے۔ حمید نے جب ستارہ واپس کیا تھا تو اس نے اس کو اپنی جیب میں رکھ لیا تھا۔

اقبال جنگ کا دل خوشی سے دھڑک اٹھا۔ یقیناً یہی اس کی فریاد والتجا کا جواب تھا۔

جیب میں اس کی انگلیاں مضبوطی سے مقدس ستارہ پر جم گئیں دوسرے ہی لمحہ میں اس کا بازو تیزی سے باہر نکلا اور اس نے ستارہ کو خوفناک آسیبی شکل کی طرف پھینک دیا۔

ایک سیکنڈ کیلئے ستارہ بنفشی روشنی میں بلبلایا اور ٹھیک دائرے کے وسط میں جا کر گر پڑا۔

یکایک ایک دلدوز چیخ کمرے میں گونج گئی اس چیخ میں ایک خوفناک غیظ وغضب تھا۔ ایک خوف...... ایک ایسا درد جیسے کسی وحشی جانور کے جسم کو انگارے کی طرح دہکتے ہوئے لوہے سے چاک کر دیا جائے اس ہولناک چیخ نے مکان کی خاموشی کو پارہ پارہ کر دیا۔ برقی قمقمے پھر جھلملائے اور ان کے اندر سرخ تار آگ کی لکیروں کی طرح چمک اٹھے۔ روشنی جھلملائی اور پھر غائب ہوگئی اور ایک بار پھر جھلملائی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ برقی لہر پر قبضہ جمانے کیلئے دو غیبی مخالف قوتیں ایک دوسرے سے جنگ کر رہی ہیں۔

سرد برفانی ہوا اس قدر اچانک طور پر غائب ہوگئی جیسے گرم کمبل یکایک ان کے جسم کے گرد کسی نے لپیٹ دیا ہو لیکن اقبال جنگ کو ان تبدیلیوں کو محسوس کرنے کی فرصت نہ تھی۔ ابھی اس خوفناک چیخ کی

گونج کمرے میں غائب نہ ہوئی تھی کہ اقبال جنگ نے مضبوطی سے اسد کا بازو پکڑا اور اس کو گھسیٹتا ہوا دروازہ کی طرف چلا اور اگلے ہی لمحے میں ان دونوں کے استقلال وہمت نے آخری جواب دیدیا۔ انتہائی دہشت زدہ ہو کر وہ دونوں بے تحاشا بھاگتے ہوئے زینہ سے نیچے اترنے لگے۔

آخری سیڑھیوں پر اسد کا پاؤں پھسلا اور وہ لڑھکتا ہوا پشت کے بل نیچے آ رہا۔ اس کے بعد ہی چھ چھ سیڑھیاں ایک زقند میں پار کرتا ہوا اقبال جنگ نمودار ہوا اور اسد کے قریب ہی گر پڑا۔ لیکن ایک ساتھ ہی وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے بے تحاشا دوڑتے ہوئے لائبریری سے گزرے۔ کھلی ہوئی بڑی کھڑکیوں کو پار کیا اور باہر لان کو عبور کرنے لگے۔

لنگوروں کی سی پھرتی کے ساتھ وہ شاخوں پر جھولتے ہوئے اس بڑے درخت پر چڑھ گئے جو انہوں نے پہلے ہی انتخاب کر لیا تھا وہاں سے دیوار پر پہنچے اور دیوار سے کود کر دوسری طرف پہنچ گئے اس کے بعد انہوں نے اپنی ٹانگوں کی پوری قوت کے ساتھ تنگ گلی میں دوڑنا شروع کیا اور برابر دوڑتے رہے یہاں تک کہ وہ پوری ایک سڑک پار کر گئے۔ اور آخر کار جانوروں کی طرح بری طرح ہانپتے ہوئے بے دم ہو کر وہ سڑک کے ایک برقی قمقمے کے نیچے ٹھہر گئے اور ایک دوسرے کی طرف نظر ڈالی۔

دونوں کی حالت ایک دوسرے کی نظر میں مضحکہ خیز حد تک رحم طلب تھی! قریب ترین تشبیہ کیلئے کہا جا سکتا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے دو چوہے کسی حوض میں ڈال دیئے گئے ہوں مگر وہ کسی طرح وہاں سے بچ کر نکل بھاگے ہیں۔

اقبال جنگ کا سانس رک رک کر جھٹکوں کے ساتھ آ رہا تھا نہ جانے کتنے سال کے بعد آج اس کو ایسی شدید جسمانی محنت سے سابقہ پڑا تھا چنانچہ اس کا چہرہ اس غیر معمولی محنت کے سبب زرد پڑ گیا تھا۔

اس کا گریبان اور کالر اس پسینہ سے شرابور تھا جو دہشت کے باعث پھوٹ نکلا تھا لیکن اس کے پھیپھڑے تیزی سے اپنی معمولی حالت پر واپس آتے جا رہے تھے چنانچہ نواب سے پہلے اس نے اپنی حالت کو سنبھال لیا۔

"خدا کی پناہ!" وہ بولا "بڑی خوش قسمتی ہے کہ ہم زندہ بچ کر نکل آئے"

"نواب نے گردن کے اشارے سے تائید کی وہ ابھی تک بولنے سے معذور تھا۔

"شک وشبہ اور بدگمانی کے سلسلے میں اب تک میں نے جو کچھ کہا ہے اس کا ہر لفظ واپس لیتا ہوں۔" اسد نے پشیمانی سے کہا "مجھے یاد نہیں کہ زندگی میں کبھی بھی میں کسی چیز سے دہشت زدہ ہوا ہوں لیکن ......اُف! یہ چیز تو قیامت تھی! یا کہ جہنمی عذاب!"

"خوف نے تو مجھے بھی بوکھلا دیا آخری وقت میں .... لیکن مجھے اس مکان میں تم کو نہیں لانا چاہئے تھا کبھی نہیں........" اقبال جنگ نے سڑک پر آگے بڑھتے ہوئے پشیمانی سے کہا۔

"بہر حال اب ہم صحیح سلامت بچ گئے ہیں تو جو کچھ ہوا بہتر ہی ہوا" اسد بولا "اب مجھے پوری طرح اندازہ ہو گیا ہے کہ ہمارا مقابلہ کیسی خوفناک قوتوں سے ہے۔"

اقبال جنگ نے دوستانہ جذبات کے تحت اسد کا بازو اپنے بازوؤں کے گرد تھام لیا۔ یہ جتانے کے

بجائے کہ دیکھو میری بات صحیح ثابت ہوئی نا! اقبال جنگ کو اب یہ افسوس ہو رہا تھا کہ اس نے اسد کی سابقہ بدگمانی اور شک و شبہ کو کیوں صبر و تحمل سے برداشت نہیں کیا تھا۔ اس کو معلوم تھا کہ موجودہ زمانے کی عادتی تہذیب نے جو ذہنیت پیدا کر دی ہے اس کی وجہ سے بیشتر لوگ ابلیس پرستی اور مخفی قوتوں کے وجود کو محض توہمات سمجھتے ہیں ایسی حالت میں اسد سے یہ توقع کرنا انصاف کے خلاف تھا کہ وہ اقبال جنگ کے نظریات کو تسلیم کر لے گا اور یہ بات مان لے گا کہ ان کا ہوشمند اور سنجیدہ دوست سلیمان ان پراسرار مشاغل میں پھنس گیا ہے لیکن اب جبکہ اسد نے خود اپنی آنکھوں سے ان پراسرار اور خوفناک قوتوں کا ایک سچا کرشمہ دیکھ لیا تھا تو اس کا تمام سابقہ شک و شبہ مٹ گیا تھا اور اس لئے اقبال جنگ کو محسوس ہوتا تھا کہ اس ہولناک جنگ میں اسد کا تعاون پہلے سے دس گنا زیادہ ثابت ہو گا۔

پہاڑ گنج کے علاقے میں اتفاق سے ان کو ایک ٹیکسی مل گئی اس میں سوار ہو کر جب وہ گرین اسٹریٹ کی طرف روانہ ہوئے تو اقبال جنگ نے بڑی احتیاط کے ساتھ اسد سے دریافت کرنا شروع کیا کہ اس خوفناک مکان میں اس کے سامنے جو خوفناک "چیز" رونما ہوئی تھی اس کی شکل و صورت کیسی تھی اسد نے تفصیل کے ساتھ بتایا کہ اس نے کیا دیکھا تھا اور اس کا پورا بیان نہایت غور سے سن کر اقبال جنگ نے کہا "اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ طومان حبشی کا نوکر ہی تھا۔"

"کیا بتایا تھا آپ نے اس کے بارے میں؟" اسد نے پوچھا۔ "یہ نوکر کون ہے؟" "وہ نسل کے اعتبار سے ملاگاسی ہے۔ مدغاسکر کے ایک نیم وحشی قبیلہ کا فرد۔ اس قبیلہ کے لوگ بہت ہی عجیب ہیں۔

"نیم حبشی اور نیم پولی نیشی، متعدد صدیاں گزریں کہ لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد نے ملایا اور لنکا کے راستے سے سفر کیا تھا اور جنوبی سمندروں کے علاقوں میں اپنے وطن کو چھوڑ کر مشرقی افریقہ کے ساحل پر جا بسے تھے۔ بظاہر یہ بات ناقابل یقین معلوم ہوتی ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ ان لوگوں نے اپنی اور کمزور کشتیوں میں 15 ہزار میل کا فاصلہ کھلے سمندر میں طے کیا تھا ان میں سے بیشتر لوگ مدغاسکر میں آباد ہو گئے اور وہاں انہوں نے قدیم باشندوں کے ساتھ شادیاں کر لیں اور اس طرح یہ دوغلی نسل تیار ہوئی نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں سے اکثر لوگوں میں دونوں نسلوں کی بدترین خصوصیات پائی جاتی ہیں۔"

"اور مدغاسکر تو قدیم زمانے میں جادو کا گھر رہا ہے۔"

"بے شک! شاید یہ نوکر خود ایک بڑا جادوگر ہے...... لیکن پھر بھی میں سوچتا ہوں کہ......"

اقبال جنگ نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا کیونکہ اسی وقت ٹیکسی شاہین مینشن کے سامنے آ کر رک گئی تھی جہاں نواب کا فلیٹ واقع تھا۔ جب وہ دونوں مطالعہ کے بڑے کمرے میں داخل ہوئے تو اسد نے کلاک پر نظر ڈالی اس وقت رات کے تین بجکر کچھ منٹ ہوئے تھے۔ دونوں دوستوں میں سے کسی کیلئے بھی اتنی دیر تک جاگنا کوئی خاص بات نہ تھی کیونکہ دونوں ہی مختلف وجوہات کی بنا پر شب بیداری کے عادی تھے۔ اسد کو تو سینما، سرکس، تھیٹر اور نائٹ کلب کی تفریحات میں اکثر دیر تک جاگنا پڑتا تھا اور دوسری طرف اقبال جنگ کا یہ عقیدہ تھا کہ 24 گھنٹے میں اگر گفتگو کرنے کا سب سے بہتر کوئی وقت ہے تو صرف وہ چند گھنٹے جو کہ صبح صادق سے پہلے آتے ہیں کیونکہ اس وقت لوگ واقعی کھلے دماغ اور کھلے دل

کے ساتھ بات چیت کرتے ہیں۔ بایں ہمہ گزشتہ خوفناک تجربے نے ان دونوں کو اس قدر تھکا دیا تھا کہ انہیں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے رات کا کھانا کھائے بغیر ان کو کم از کم ایک ماہ گزر چکا ہے۔

اسد نے آتش دان میں آگ کو ٹھیک کیا اور اقبال جنگ نے تھرماس سے گرم قہوہ نکالا جو کہ اس کا خدمت گار حمید روزانہ اس کے لئے تیار کر کے رکھ دیتا تھا وہ دونوں اطمینان کے ساتھ آرام کرسیوں پر نیم دراز ہو گئے اور گفتگو کا سلسلہ از سر نو شروع کر دیا کیونکہ تھکاوٹ کے باوجود ان میں سے کسی کو بھی کچھ یاد نہیں آ رہا تھا کہ ان کا دوست سلیمان جس زبردست خطرے میں مبتلا تھا اس کا احساس ان دونوں کی روح میں کانٹے کی طرح چبھ رہا تھا اور نیند ان کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ ان کو فوراً اور جلد سے جلد کوئی اقدام کرنا ضروری تھا۔

"آپ نے کہا تھا کہ یہ حبشی نوکر ایک مدغاسکر کا جادوگر معلوم ہوتا ہے" اسد نے سلسلۂ کلام شروع کیا۔ "لیکن مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے کہیں پڑھا ہے کہ ایسے لوگ دوسری نسل کے لوگوں یا تعلیم یافتہ لوگوں پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتے اور بظاہر یہ خیال صحیح بھی معلوم ہوتا ہے ورنہ افریقہ اور دوسرے مقامات پر جہاں یورپ کے باشندے اور دیگر ممالک کے لوگ جا کر آباد ہوئے تھے وہ وہاں کے وحشی قدیم باشندوں پر کیسے غالب آ سکتے تھے۔"

"عام حیثیت سے تمہارا خیال درست ہے اور اس کا سبب بھی ظاہر ہے" اقبال جنگ نے کہا۔ "لوگ جس چیز کو جادو یا سحر کہتے ہیں وہ آخر ہے کیا چیز؟" دراصل جادو ایک ایسا علم و فن ہے جو یہ بتاتا ہے کہ اپنے ارادے کی طاقت سے کام لے کر اپنی خواہش کے مطابق کسی چیز میں کوئی تبدیلی کیسے پیدا کی جاتی ہے۔ اس پُراسرار طاقت کی ایک مناسب نوعیت و مقدار کو ایک مناسب طریقہ پر اور ایک مناسب ذریعہ سے استعمال کر کے کوئی بھی مطلوبہ تبدیلی آسانی سے پیدا کی جا سکتی ہے۔ لہٰذا کوئی تبدیلی پیدا کرنے کے لئے فطری طور پر یہ ضروری ہے کہ عامل اس قابلیت اور صلاحیت کا مالک ہو جو ضروری قوتوں کو استعمال کر سکے اور ان کو مناسب طریقے پر حرکت میں لا سکے۔ لیکن اس سے بھی کہیں زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ عامل کو جن حالات میں کام کرنا ہے ان کا پورا پورا اور صحیح اندازہ بھی ہو۔ ایک جادوگر جن لوگوں پر اپنا اثر ڈالنا چاہتا ہے اگر ان کے حالات اور ان کی ذہنیت و فطرت کا پورا علم اس کو حاصل نہیں ہے تو وہ ان لوگوں کے خلاف اپنی قوتوں کو صحیح طور پر استعمال نہ کر سکے گا اور نتیجہ یہ ہو گا کہ ان پر کوئی خاص اثر نہ ہو گا۔ موجودہ دنیا کے مہذب اور تعلیم یافتہ لوگوں میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جو ایک نیم وحشی حبشی کے دماغ کی اندرونی حالت کا صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں اور حبشیوں میں تو اس سے کہیں کم لوگ ایسے ملیں گے کہ جو ایک مہذب و تعلیم یافتہ انسان کے دماغ کو پوری اور صحیح طرح سمجھ سکیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک وحشی حبشی ایک مہذب تعلیم یافتہ انسان کو اور ایک تعلیم یافتہ مہذب انسان ایک نیم وحشی کو اپنے ارادے کی طاقت سے اتنی آسانی سے متاثر نہیں کر سکے گا جتنی آسانی سے وہ اپنی ہی قسم کے دوسرے لوگوں کو کر سکتا ہے۔

اقبال جنگ ایک ساعت کے لئے رک گیا اور پھر بولا۔ "دوسری قوم کے لوگوں پر اپنے جادو کا اثر

ڈالنے میں ایک حبشی یا افریقی جادوگر کو ایک اور دشواری جو پیش آتی ہے وہ ارتعاشات کا مسئلہ ہے۔ ہر ایک انسان کی شخصیت چند پوشیدہ اور مخفی قوتیں رکھتی ہے جو اس کی شخصیت میں سے لہروں یا ارتعاشات کی شکل میں باہر نکلتی رہتی ہیں۔ کرۂ زمین کے جس حصے پر انسان کی پیدائش ہوتی ہے یہ ارتعاشات بھی اسی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ سادہ الفاظ میں یوں سمجھئے کہ جس طرح ریڈیو کی کچھ لہریں لمبی اور کچھ لہریں چھوٹی ہوتی ہیں اسی طرح بعض انسانی نسلیں لمبی لہریں رکھتی ہیں اور بعض چھوٹی لہریں۔ کسی شخص میں ان لہروں یا ارتعاشات کی حالت جس قدر زوردار ہوگی اتنا ہی جادوگر کے لئے یہ دشوار ہوگا کہ اس کو اپنے جادو کا شکار بنا سکے۔ چونکہ تہذیب و تعلیم سے انسان کی شخصیت کی نشوونما ہوتی ہے اس لئے اس کے ارتعاش زیادہ زوردار ہو جاتے ہیں اور اس لئے اس کو مسحور کرنا زیادہ دشوار ہو جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یقین رکھو کہ سفید فام نسلیں جنہوں نے مادی ترقی کی خاطر روحانی نشوونما کو نظرانداز کر دیا ہے کبھی بھی متمدن قوموں پر اپنا تسلط قائم نہ کر سکیں۔"

"لیکن اس شیطان صفت طومان نے تو آج مجھ پر پورا غلبہ حاصل کر لیا تھا۔ یہ کیا بات ہے؟" اسد نے کہا اور گزشتہ تجربے کا تصور کر کے اس کا جسم کانپ گیا۔

"بے شک۔ لیکن میں صرف ایک عام اصول بتا رہا تھا۔" اقبال جنگ نے کہا کہ "اور ہر ایک اصول کی طرح اس اصول کے بھی کچھ مستثنیات ہیں۔ جو کچھ میں نے کہا ہے اس کا تعلق عام جادوگروں سے ہے لیکن اس "سیاہ علم" کے اعلیٰ ترین ماہرین کی بات اور ہے۔ ان لوگوں کو استادان فن کا سب سے بلند مرتبہ حاصل ہوتا ہے اور ان کی قوت کے سامنے رنگ اور نسل وغیرہ کا فرق کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے سے کم رتبے کے ہر ایک انسان پر اپنے ارادہ کی طاقت کا جادو چلا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ اس کی حفاظت کوئی ایسی طاقت نہ کر رہی ہو جو خود ان کی طاقت کے برابر ہو۔ میرا خیال ہے کہ خوفناک حبشی طومان کا ملازم نہیں بلکہ دراصل اس کا کوئی ساتھی اور شریک کار ہے اور سفلی و تاریک علوم کے اعلیٰ ترین ماہرین میں سے ایک ہے۔ بلکہ مجھے تو اب یہ شبہ ہو رہا ہے کہ وہ واقعی انسان بھی ہے یا نہیں؟ یعنی ایک شیطانی خبیث روح۔"

"لیکن آپ نے کہا تھا کہ جب آپ کئی ہفتے قبل سلیمان سے ملنے گئے تھے تو اس خدمت گار کو آپ نے دیکھا تھا؟"

میرا خیال تھا صرف خیال...... کہ میں نے اس کو دیکھا تھا......! اس لئے پہلے پہل میں نے یہی سوچا کہ آج رات جو "چیز" تم نے دیکھی ہے وہ اس حبشی کا "روحانی جسم" تھا جس کو طومان نے وہاں رصدگاہ میں اس مقصد سے بھیجا تھا کہ اس کے شیطانی ساز و سامان کا پوشیدہ ذخیرہ لے جانے سے ہم کو روک سکے گا...... لیکن اب مزید غور کرنے پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز ہم دونوں نے دیکھی ہے وہ شاید ایک بغیر جسم کا وجود تھا...... ایک حقیقی "شیطانی قوت" جو طومان کے حکم کے تابع نہیں بلکہ اس کے شیطانی عملیات کے ذریعے تاریک دنیا سے ہماری دنیا میں داخل ہو گئی ہے۔"

"خدا کی پناہ؟" اسد نے کہا۔ میرے لئے تو یہ ساری داستان بالکل نئی...... بالکل خلاف عقل اور بالکل

قطعی...... ناممکن معلوم ہوتی ہے! اب میرا ذہن اس کو سمجھ ہی نہیں سکتا لیکن اس کا یہ مطلب نہ سمجھئے کہ مجھے اس میں شک و شبہ ہے۔ خواہ کوئی "روحانی جسم" تھا یا کچھ اور بلا جیسا کہ آپ کہتے ہیں۔ بہر حال یہ حقیقت ہے کہ میں نے کھلی آنکھوں واقعی اس کو دیکھا ہے اور میں پورے وثوق و ایمان سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ سب کچھ محض نظربندی یا شعبدہ بازی کا نتیجہ نہ تھا۔ یہ سارا ڈرامہ اس قدر شیطانی اور خوفناک تھا کہ اس کی شدید ترین دہشت و ہیبت سے مجھے اپنی ہڈیاں تک پانی کی طرح پگھلتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں...... اف! بے چارہ سلیمان کس قدر خوفناک مصیبت میں پھنس گیا ہے!...... آخر اب ہمیں کرنا کیا چاہئے؟"

اقبال جنگ اچانک سیدھا بیٹھ گیا اور بولا۔ "کاش مجھے یہ معلوم ہوتا کہ اس پورے معاملے کی تہہ میں کونسا مقصد پوشیدہ ہے۔ بہر حال کم از کم اتنی بات کا مجھے یقین ہے کہ سلیمان جیسے ایک عام انسان کو اپنے چنگل میں پھنسا لینے کے لئے ان لوگوں نے جس قدر زبردست جدوجہد کی ہے تو یہ کوئی معمولی بات نہیں...... وہ ضرور اپنا کوئی نہایت خوفناک و ذلیل مقصد پورا کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے یہ ظاہر ہے کہ خواہ اس کوشش میں ہمیں اپنی زندگی سے ہی ہاتھ کیوں نہ دھونا پڑیں ہمارے لئے لازم ہے کہ سلیمان کو تلاش کریں اور ان لوگوں سے اس کو نجات دلائیں۔"

"لیکن کیسے؟" اسد نے بیچارگی سے کہا۔ "آخر ہم اس کی تلاش شروع ہی کہاں سے کریں......؟ سلیمان ایک تنہا انسان ہے۔ ہمیشہ سے ہی وہ ایک تنہا زندگی بسر کرتا آیا ہے۔ اس کا نہ باپ زندہ ہے اور نہ ماں...... اور نہ اس کے رشتہ داروں کا کوئی پتہ ہے۔"

"ہاں...... یہ ایک بڑی دشواری ہے۔ عقل یہی کہتی ہے کہ وہ یقینی طور پر طومان کے ہی ساتھ ہوگا لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم کسی ایسے شخص کی تلاش کیسے شروع کریں جو طومان کو جانتا ہو۔ اگر ہمیں ان لوگوں میں سے کسی کا پتہ معلوم ہوتا جو آج رات وہاں جمع تھے تو ہم......"

"وہ مارا!" اسد خوشی سے اچھل پڑا۔ "ہمیں راستہ مل گیا دوست......! ہم زرینہ کے ذریعے اس کو تلاش کریں گے!"

"زرینہ!" نواب نے دہرایا۔ "لیکن کیا تمہیں معلوم ہے زرینہ کہاں ہے؟"

"یقیناً!" اسد کئی گھنٹوں کے بعد پہلی بار ہنسا۔ "میں اتنا بے وقوف نہیں تھا کہ اس سے بے تکلف ہونے کے بعد اس کا پتہ نہ معلوم کرتا۔" "تعجب ہے کہ اس نے اپنا پتہ تمہیں بتا دیا۔"

"اس وقت اس کو معلوم نہیں تھا کہ میں اس کے گروہ کا آدمی نہیں ہوں!"

"ٹھیک...... تو وہ کہاں مقیم ہے؟"

"کہکشاں ہوٹل میں۔"

"کیا تم خیال کرتے ہو کہ اس کو وہاں پا سکو گے...... اس سے مل سکو گے؟"

"پریشان نہ ہوئیے...... میں کسی نہ کسی طرح ضرور مل لوں گا۔"

"تمہیں احتیاط کی ضرورت ہے اسد؟ میں مانتا ہوں کہ یہ لڑکی بہت حسین ہے لیکن اغلب یہ ہے کہ

وہ بے حد خطرناک ہے۔"

"کوئی عورت مجھے آج تک دہشت زدہ نہیں کر سکی...... پھر یقیناً یہ لوگ دن دہاڑے مجھے زیادہ نق نہیں پہنچا سکتے۔"

"بے شک...... یہ تو ہو سکتا ہے کہ وہ معمولی انسانی چالبازی سے کام لیں لیکن یہ یقینی ہے کہ طل آفتاب سے لے کر غروب آفتاب تک وہ اپنی طاقتوں کو استعمال نہیں کر سکتے اور تقریباً معذور ہوں گے۔"

"بہت ٹھیک...... ! تب تو میں صبح ہوتے ہی زرینہ کے بیدار ہونے تک کہکشاں ہوٹل پہنچ جا گا۔"

"لیکن تمہیں اس کا اصلی نام تو معلوم ہی نہیں ؟"

"کوئی پرواہ نہیں...... ہوٹل میں اس کی سی شکل و صورت کی کوئی اور لڑکی ہو ہی نہیں سکتی۔ ہو ہی نہیں بلکہ پورے شہر میں ؟"

اقبال جنگ کرسی چھوڑ کر کھڑا ہو گیا اور ایک مقید شیر کی طرح کمرے میں ادھر ادھر ٹہلنے لگا۔

"لیکن تم نے کیا سوچا ہے ؟" آخر کار وہ بولا۔ "زرینہ سے کیا کہو گے تم ؟"

"اس میں سوچنا ہی کیا ہے ! میں یہی کہوں گا کہ ہم لوگ سلیمان کے متعلق بہت پریشان ہیں...... اور...... میں اس سے اصرار کروں گا کہ ہمیں اس پریشانی سے نجات دلانے میں مدد کرے۔ صاف صاف لفظوں میں اس کو بتا دوں گا کہ اگر وہ دیانت اور ہمدردی کے ساتھ ہماری مدد کرے گی تو طومان کے خلاف یا اس کے دوسرے ساتھیوں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کریں گے۔ حالانکہ مجھے یقی ہے کہ اس قسم کی جماعت میں زرینہ جیسی لڑکی کا کوئی دوست مشکل سے ہی ہو سکتا ہے !"

"بہت خوب !" اقبال جنگ نے اپنے نوجوان دیو پیکر دوست کی طرف محبت سے مسکراتے ہو کہا۔ "لیکن فرض کرو کہ وہ تمہیں کچھ بتانے سے انکار کر دے۔ تب تم کیا کرو گے ؟"

"تب...... تب میرا خیال ہے کہ میں پولیس کو مطلع کرنے کی دھمکی دے سکتا ہوں۔ حالانکہ زر کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنے سے مجھے نفرت محسوس ہوتی ہے۔"

"میرے عزیز دوست !" اقبال جنگ اپنے خصوصی مربیانہ انداز میں بولا۔ "جب تک ہمارے پا طومان اور اس کے دوستوں کے خلاف کسی عام قسم کے جرم کا ثبوت موجود نہ ہو اس وقت تک پولیس اس معاملے سے قطعی الگ رکھنا ہو گا کیونکہ پولیس ہماری کوئی مدد نہ کرے گی...... اور یہ بات یقیناً زر بھی بخوبی جانتی ہو گی ؟"

"آپ کے اس خیال سے مجھے اتفاق نہیں۔" اسد نے احتجاج کیا۔ "مختصر الفاظ میں معاملہ کی نوعیت یہ ہے کہ ان لوگوں نے سلیمان کو اغوا کیا ہے...... کیا آپ اس کو جرم نہیں سمجھتے ؟"

"بے شک اغوا ایک جرم ہے...... اور اگر انہوں نے سلیمان کے سر پر کوئی ضرب بھی لگا دی ہو ہمارا کام آسان ہو جاتا لیکن مشکل تو یہ ہے کہ تمام ظاہری حالات اس بات کی گواہی دیں گے کہ سلیما اپنی خوشی سے ان کے ساتھ گیا ہے اور وہ اپنے ہوش و حواس میں ہے۔ صرف ہم لوگ ہی یہ جانتے

کہ وہ ایک طاقتور اور شیطانی اثر کے تحت ایسا کر رہا ہے جو کہ ان لوگوں نے اس پر طاری کر دیا ہے...... لیکن خدارا یہ تو سوچو کہ موجودہ دنیا کی کونسی عدالت یا کونسی پولیس تمہارے دعوے کو تسلیم کر لے گی ؟"

"تو پھر آپ نے کیا سوچا ہے ؟"

"سنو" اقبال جنگ نے اسد کی آرام کرسی کے بازو پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ سلیمان کی طرح یہ لڑکی بھی اس شیطانی غول میں معصومانہ طور پر شامل ہو گئی ہے تب بھی یہ یقین ہے کہ وہ خوشی سے تمہیں کوئی بات نہیں بتائے گی...... خوف و دہشت کے باعث وہ اپنی زبان بند ہی رکھے گی...... بلکہ میں تو یہاں تک کہوں گا کہ اب جب کہ اس کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ تم اس شیطانی جماعت کے رکن نہیں ہو وہ شاید تم سے ملنا بھی گوارا نہ کرے گی...... لیکن اگر وہ ملنے پر تیار ہو گئی تو شاید تمہیں مجبوراً اس کو اپنے قبضہ میں کرنا پڑے گا۔"

"ضرورت ہوئی تو میں یقیناً اس کی کوشش کروں گا...... لیکن یہ ظاہر ہے کہ ایک بڑے شہر میں اس طرح لوگوں کو اغوا کرنا آسان نہیں۔"

"میرا مطلب یہ نہیں کہ تم واقعی اس کو اغوا کرو بلکہ تمہیں یہ چاہئے کہ جائز یا ناجائز ذرائع سے جس طرح بھی بن پڑے اس کو بہلا پھسلا کر اپنے ساتھ لے کر کسی ایسی جگہ چلے جاؤ جہاں میں اطمینان کے ساتھ اس سے باتیں کر سکوں۔ اگر وہ اس "شیطانی علم" کے میدان میں محض ایک نووارد مبتدی کی حیثیت رکھتی ہے تو میرا کام آسان ہو جائے گا کیونکہ میں پراسرار طاقتوں کا اتنا علم ضرور رکھتا ہوں کہ اس کو خوفزدہ کر کے بدحواس کر دوں گا اور اس سے سب کچھ معلوم کر لوں گا لیکن اگر اس شیطانی غول میں وہ ایک اونچے رتبہ کی مالک ہے اور زیادہ ماہر فن ہے تو میرے اور اس کے درمیان ایک دماغی کشمکش ہو گی اور اس کشمکش میں وہ جو حربے استعمال کرے گی ان کی مدد سے شاید ہی کچھ معلومات حاصل کر سکوں گا۔"

"بالکل ٹھیک ہے...... عورتوں کو پھسلانے کے جتنے طریقے مجھے یاد ہیں وہ سب استعمال کروں گا تاکہ اس کو یہاں آپ کے پاس لے آؤں۔"

اقبال جنگ نے نفی میں اپنا سر ہلایا اور بولا...... "اس طرح کام نہیں چلے گا...... کیونکہ جیسے ہی اس کو یہ احساس ہو گا کہ اسے کیوں لایا گیا ہے وہ فوراً یہاں سے چلے جانے پر اصرار کرے گی اور ہم اس کو روک نہیں سکیں گے۔ اگر ہم نے زبردستی روکنے کی کوشش کی تو شاید وہ کسی کھڑکی کو توڑ ڈالے اور "قتل...... قتل !" چلانے لگے......! ہمیں اس کو ایک ایسے مقام پر لے جانا چاہئے جہاں وہ فوراً ہی یہ محسوس کرے کہ کسی بیرونی امداد کے لئے چلّانا بالکل بیکار ہے۔"

"ایسا مقام کونسا ہو سکتا ہے ؟"

"کیا تم اس کو چندر گھاٹ لے جا سکتے ہو ؟"

"کیا...... ؟ یعنی آپ کے دریائی مکان میں ؟" اسد نے حیرت سے کہا۔

"ہاں...... میں اس سال ابھی تک وہاں نہیں گیا لیکن صبح کو سب سے پہلا کام یہی کر سکتا ہوں کہ اپنے نوکر حمید کو وہاں بھیج دوں تاکہ وہ مکان کھول دے اور اس کو صاف ستھرا کر دے۔"

"آپ تو ایسی باتیں کر رہے ہیں جیسے کسی لڑکی کو تقریباً پہلی ملاقات میں ہی ایک سنسان دریائی کے لئے راضی کر لینا اتنا آسان ہو جتنا کہ حلوا اٹھا کر نگل لینا ......! کیا آپ خود بھی اس سلسلہ میں مدد نہیں کر سکتے؟"

"نہیں ......! میں دن کا بیشتر حصہ قومی کتب خانہ میں گزاروں گا۔" اقبال جنگ نے کہا۔ "پراسرار علوم کا مطالعہ جب میں نے کیا تھا اس کو اب اتنے سال گزر چکے ہیں کہ ہزاروں باتیں بھول چکا ہوں۔ قطعی ضروری ہے کہ چند گھنٹوں کے لئے ان علوم کی قدیم بنیادی کتابوں کے مطالعہ میں خود کو غرق دوں اور حفاظتی تدابیر کے متعلق اپنی معلومات کو تازہ کر لوں۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں اسد کہ تنہا ہی اس لڑکی کو شیشے میں اتارنے کی کوشش کرو...... اور یہ یاد رکھو! سلیمان کی سلامتی تقریباً کلی طور پر تمہاری کامیابی پر منحصر ہو گی...... جس طرح بھی ممکن ہو زرینہ کو وہاں لے جاؤ...... میں خود شام وہاں پہنچ جاؤں گا...... تقریباً چھ بجے۔"

اسد مسکرایا اور بولا "یہ کام جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ بہر حال میں حتی الامکان کوشش کروں گا۔"

"کوشش نہیں...... تم کو ایسا کرنا ہی ہو گا اسد!" اقبال جنگ نے پھر تیزی سے کمرے میں ٹہلنا شروع کیا۔ "لیکن...... میں تم سے التجا کرتا ہوں کہ اس کے ساتھ نرمی سے پیش آنا...... یعنی بہت احتیاط ......! موجودہ خوفناک معاملہ کے متعلق اس سے کوئی بھی سوال نہ کرنا۔ ایسے سوالات ہمارے مقصد لئے طاعون سے کم خطرناک نہیں...... تمہیں چاہئے کہ ایک عاشق کا پارٹ ادا کرو۔ دیکھنے میں بھی معلوم ہو کہ تم ایک نیک اور سادہ نوجوان کی طرح ایک حسین لڑکی کی محبت میں گرفتار ہو گئے ہو! اگر ہمارے متعلق یہ دریافت کرے کہ ہم نے پارٹی میں سے سلیمان کو اغوا کر لیا تھا تو تم صاف کہہ دو کہ معاملے میں تم بالکل تاریکی میں ہو اور تمہیں کچھ بھی معلوم نہیں...... سمجھے؟"

"لیکن اگر اس نے پوچھا تو اس سلسلے میں مجھے کچھ نہ کچھ تو بتانا ہی پڑے گا۔" اسد نے کہا۔

"بتانے کے لئے تم ایک فرضی افسانہ گھڑ سکتے ہو۔" اقبال جنگ نے کہا۔ "مثال کے طور پر تم سکتے ہو کہ تم متعدد سال سے مجھے جانتے ہو...... اور میں نے تم سے کہا کہ سلیمان ایک بلیک میل کرنے والے مجرموں کے گروہ کے ہاتھوں میں پڑ گیا ہے لہٰذا تم نے اس مسئلے پر کوئی غور کئے بغیر ہی آنکھیں بند کر کے میری پیروی کی۔ اس طرح کی کوئی بھی کہانی تم زرینہ کو سنا سکتے ہو لیکن یاد رکھو کہ طلسمی پراسرار فوق الفطرت معاملات کے سلسلے میں ایک لفظ بھی تمہیں زرینہ کے سامنے ادا نہ کرنا چاہئے۔ وہ خود اس طرح کا تذکرہ چھیڑے تب بھی تمہیں یہی ظاہر کرنا چاہئے کہ تم ان باتوں سے بالکل ناواقف اور تمہیں ان باتوں پر اسی طرح کی بدگمانی اور شک و شبہ کا اظہار کرنا چاہئے جیسا کہ تم نے شروع میں میری باتوں کو سن کر کیا تھا...... اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اگر تم زرینہ کو چندر گھاٹ لے جانے میں کامیاب ہو جاؤ تو اس کو کسی طرح یہ راز جاننے کا موقع نہ دینا کہ میں بھی وہاں آنے والا ہوں...... سمجھ گئے ناں؟"

"بالکل......! آپ مجھ سے جو اداکاری کرانا چاہتے ہیں اس کو میں خوب سمجھ رہا ہوں۔"

"شاباش......!" اقبال جنگ نے سکون سے کہا۔ "بات یہ ہے کہ اگر میں زرینہ سے کچھ ایسی معلومات حاصل کر سکا جن کی مدد سے ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ طومان کہاں رہتا ہے تو ہم وہاں جا کر ایک یا دو دن تک اس مقام پر نظر رکھنے کی کوشش کریں گے۔ یہ تقریباً یقینی بات ہے کہ سلیمان اسی کے ساتھ ہے۔ ہم ان اوقات کو نوٹ کر لیں گے جب کہ طومان گھر سے باہر جاتا ہے اور اسی کے مطابق وہاں چھاپہ مارنے کا پروگرام بنائیں گے۔ اگر سلیمان ایک بار پھر ہمارے قبضے میں آ گیا تو میں ایسا انتظام کروں گا کہ وہ سلیمان کو دوبارہ ہم سے نہ چھین سکے گا۔"

"یقیناً یہ ایک اچھی تجویز ہے۔"

"لیکن اس میں ایک بات ایسی ہے جس سے مجھے واقعی خوف و پریشانی ہے۔"

"کونسی بات؟"

"تمہیں یاد ہو گا کہ آج رات جب ہم سلیمان کے مکان پر گئے تو وہاں ہمارے کانوں میں یہ آواز پڑی تھی کہ سلیمان اپنا نام تبدیل کر کے راحیل رکھنا چاہتا ہے۔ اس سے تم نے کیا نتیجہ اخذ کیا؟"

"کچھ بھی نہیں!" اسد نے بیچارگی سے کہا۔

"راحیل نام اختیار کرنے کا ایک اہم سبب ہے۔" اقبال جنگ بولا۔ "راحیل ایک یہودی کا نام ہے جو عیسوی سن کی ابتدائی صدیوں میں ایک مشہور اور ذی علم صوفی یا ماہر روحانیت ہوا ہے۔ دراصل وہ شیطانی علوم کا ایک زبردست عالم تھا۔ اس نے ایک کتاب لکھی تھی جو اس سیاہ علم کے متعلق بہترین معلومات کا ذخیرہ تسلیم کی جاتی ہے۔ کئی صدیوں تک یہ کتاب نایاب اور غائب رہی لیکن پندرہویں صدی کے اوائل میں یہ کتاب پیرس کے ایک کتب فروش نکولاس فلیمل کے ہاتھوں پڑ گئی جو اس کی مدد سے بہت سے عجیب و غریب کمالات دکھانے لگا۔ فلیمل مرنے پر بڑی شان و شوکت کے ساتھ دفن کیا گیا۔ کچھ سال کے بعد چند لوگوں نے جو اس کے رازوں کو معلوم کرنے کے خواہش مند تھے اس کی قبر کو کھود ڈالا کیونکہ خیال یہ تھا کہ وہ کتاب اس کے ساتھ ہی دفن کر دی گئی ہے لیکن وہاں نہ تو کتاب ہی ملی اور نہ فلیمل کی لاش کا کوئی نشان پایا گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ ایک سو سال گزر جانے کے بعد بھی وہ ترکی میں ایک زندہ انسان کی حیثیت سے جی رہا تھا۔ بظاہر یہ بات خلاف عقل معلوم ہوتی ہے لیکن یقیناً یہ چیز ان لوگوں کے لئے ناقابل یقین نہیں جو حیرت ناک اور پراسرار قوتوں سے واقف ہیں۔ اعلیٰ رتبہ کے یوگیوں کی طرح ان قوتوں کے مالک بن جانے پر لوگ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ بہر حال یہ آخری تذکرہ ہے جو راحیل یہودی کی پراسرار کتاب کے متعلق ہمیں تاریخ میں ملتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نادیدہ قوتوں کی پرستش کے لئے سلیمان اپنا نام تبدیل کر کے راحیل رکھنا چاہتا ہے۔"

"لیکن اس کا نتیجہ کیا ہو گا؟"

"نتیجہ یہ ہو گا کہ سلیمان مکمل طور پر خود کو "شیطانی قوت" کے حوالے کر دے گا کیونکہ وہ اپنے سابقہ عقائد اور تعلیمات کو ترک کر دے گا اور شیطانی سفلی مذہب کے کسی اہم پیشوا کے ہاتھوں پر بیعت کرے

گا۔ جب تک وہ ایسا نہیں کرتا اس وقت تک ہم اس کو بچا سکتے ہیں کیونکہ نیکی کی تمام نادیدہ قوتیں ہماری حمایت میں جنگ کریں گی...... لیکن ایک بار اگر سلیمان اس شیطانی مذہب کا حلقہ بگوش بن گیا تو نیکی کی قوتیں اس کو چھوڑ کر پیچھے ہٹ جائیں گی اور سلیمان کی روح جہنم کے غار میں دھکیل دی جائے گی۔"

"کیا واقعی آپ کو اس کا یقین ہے؟" اسد نے کہا۔ "اگر کسی پاکیزہ و مقدس مذہب میں محض شامل ہونے کے لازمی معنی یہ نہیں ہوتے کہ انسان جنت میں چلا جائے گا تو اسی شیطانی مذہب میں محض شامل ہونے کے یہ معنی کیسے ہوئے کہ وہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔"

"یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے اسد...... لیکن مختصر طور پر اس کو یوں سمجھو...... جنت اور دوزخ محض اشارات ہیں جن کا اصلی مفہوم ہے کثافتوں سے پاک ہو کر سر تا پا نور بن جانا یا منتشر ہو کر تاریکی میں تبدیل ہو جانا...... جب ہم کسی بھی سچے اور مقدس مذہب میں داخل ہوتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم شیطان اور اس کے کاموں سے اپنا تعلق توڑ لیتے ہیں اور اپنے چاروں طرف ایک ایسا حصار کھڑا کر لیتے ہیں جن کو پار کرنا شیطانی قوتوں کے لئے دشوار ہوتا ہے لیکن جو لوگ شیطانی مذہب میں داخل ہوتے ہیں وہ اس کا بالکل برعکس کرتے ہیں۔ وہ دانستہ طور پر روحانی نور کے اس حصار کو توڑ کر دیتے ہیں جو ہماری ایک فطری پناہ گاہ ہے اور خود کو ایک آلۂ کار بنا دیتے ہیں جس کے ذریعے تاریک شیطانی قوتیں دنیا کے انسانوں پر اپنا تباہ کن اثر ڈالنا شروع کر دیتی ہیں۔

"لیکن شیطانی قوتوں کا آلۂ کار بن جانے سے ان لوگوں کو کیا فائدہ ہوتا ہے؟"

"ایسا کرنے پر جو چیز ان کو راغب کرتی ہے وہ یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اس طرح ان کو پراسرار فوق الفطرت طاقتیں حاصل ہو جائیں گی جن کی مدد سے وہ دنیا کے انسانوں پر حکومت کر سکیں گے لیکن ان کو خود اپنے خوفناک خطرے کا احساس نہیں ہوتا۔ ابلیس کسی ایک چیز کا نام نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انسانوں کے درمیان اور ہماری آنکھوں سے پوشیدہ بے شمار شیطانی قوتیں اور ایسی بدکار روحیں فضا میں تیرتی پھرتی ہیں جو موت کے بعد بھی زمین سے اپنا تعلق چھوڑنا نہیں چاہتیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے روحانیات اور مخفی علوم کی ابتدائی معلومات رکھنے والا کوئی بھی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ یہ بدکار روحیں بالکل اندھی اور بے علم ہوتی ہیں اور چند خاص حالات کے سوا کسی بھی مرد یا عورت کے لئے روحیں خطرناک ثابت نہیں ہوتیں بشرطیکہ وہ مرد یا عورت ایک معقول پاکبازانہ زندگی بسر کر رہی ہو لیکن یہ روحیں مسلسل طور پر ایک ایسا دروازہ ٹٹولتی اور تلاش کرتی رہتی ہیں جس کے ذریعے وہ پھر انسانی زندگی میں داخل ہو سکیں۔ جب کوئی شخص خود اپنی قوت ارادی کو شیطانی مقاصد کے سپرد کر دیتا ہے تو ان بدکار روحوں کو دنیا میں واپس آنے کا ایک دروازہ مل جاتا ہے چنانچہ اگر تم اس کی مثال چاہتے ہو تو ذرا ان متعدد خوفناک جرائم کا تصور کرو جن کا ارتکاب اس وقت کیا جاتا ہے جب کہ شراب نوشی کی کثرت کی وجہ سے انسان کی عقل اور قوت ارادی بالکل غائب ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت میں انسان کی عقل اپنا بچاؤ نہیں کر سکتی جس کی وجہ سے کوئی بدکار روح اس پر قبضہ جما لیتی ہے اور اس کو ایسے خوفناک کاموں پر مجبور کر دیتی ہے جو کہ انسان کی فطرت و جبلّت کے قطعی منافی ہوتے ہیں۔ یہ ہے وہ خطرہ جس میں

ایک ابلیس پرست خود کو مبتلا کر لیتا ہے۔ بظاہر تو وہ اپنے شیطانی عقیدے کے مطابق کسی قدیم وحشیانہ نفرت انگیز رسم کی ادائیگی کرتا ہے اور شیطانی مذہب میں شامل ہونے کے باعث ایک ابلیس پرست اپنی قوت ارادی کو ان قوتوں کا محکوم بنا دیتا ہے جن کے متعلق اس کا یہ عقیدہ ہے کہ اپنے ذاتی مقاصد کی تکمیل کے لئے ان کو استعمال کر سکے گا لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک بدکار روح کا غلام ہو جاتا ہے اور آئندہ اس بدکار روح کے شیطانی مقاصد کی تکمیل کا ایک آلۂ کار بن کر رہ جاتا ہے۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے کوئی شکاری خود شکار ہو کر رہ جائے...... مجھے یقین ہے کہ سلیمان کو بھی یہ لوگ ایسے ہی کسی مقصد کے لئے اور ایسی ہی کسی شیطانی رسم کی ادائیگی کے لئے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔"

"لیکن سوال یہ ہے کہ اگر وہ لوگ ایسا ہی کرنا چاہتے ہیں تو یہ کام کب کریں گے؟"

"میرا خیال ہے کہ ابھی ایک ہفتہ تک وہ ایسا نہ کریں گے۔" اقبال جنگ نے جواب دیا۔ "سلیمان کو اپنے سفلی مذہب میں داخل کرنے کے لئے ان لوگوں کے لئے یہ بالکل ضروری ہے کہ شیطانی سالانہ جشن کے موقع پر یہ رسم ادا کی جائے جب کہ کم از کم 13 جادوگروں کی ایک جماعت موجود ہے...... اور چونکہ آج رات ہم نے ان کے اجتماع کو درہم برہم کر دیا ہے اس لئے ایسی امید مشکل سے ہی کی جا سکتی ہے کہ اب وہ پھر کچھ دنوں تک جمع ہونے کا خطرہ مول لینا گوارا کریں گے بشرطیکہ کسی بہت ہی غیر معمولی وجہ سے ایسا کرنا ضروری نہ سمجھا جائے۔"

"اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمیں کچھ سانس لینے کی مہلت مل جائے گی۔" اسد نے کہا۔ "لیکن مجھے تو پریشانی یہ سوچ کر ہو رہی ہے کہ میں زرینہ کو کس طرح دریائی سیر سپاٹے پر مائل کر سکوں گا کیونکہ ابھی موسم کی حالت اس مقصد کے لئے موزوں نہیں۔"

"کیوں......؟ گزشتہ چند روز سے تو خوب دھوپ نکل رہی ہے اور موسم گرم سا ہے۔"

"پھر بھی ابھی کافی سردی ہے...... ابھی تو یہ فروری کا ہی مہینہ ہے اور کل 29 فروری ہے۔"

"کیا!" اقبال جنگ چونک پڑا اور اس کی آنکھوں میں ایک نیا اور خوفناک اندیشہ آگ کی طرح دہکنے لگا۔

"خدا کی پناہ! یہ تو میں نے سوچا ہی نہ تھا۔"

"کیا مطلب؟" اسد نے حیرت سے کہا۔

29 فروری تو ابلیس پرستوں کی چہار سالہ عظیم ترین جشن کا دن ہوتا ہے میرے دوست!" اقبال جنگ بولا۔ "یوں تو ہر سال یہ لوگ اپنا ایک خوفناک ناپاک جشن مناتے ہیں لیکن تم جانتے ہو کہ 29 فروری کا دن صرف چار سال میں ایک ہی مرتبہ آتا ہے اس لئے اس تاریخ کو آدھی رات کے وقت ایک بہت زبردست جشن منایا جاتا ہے۔ آج رات ہم نے سلیمان کے مکان میں جو مجمع دیکھا تھا وہ جادوگروں کا صرف ایک اجتماع تھا۔ اس طرح کے غالباً ایک درجن اجتماع ملک بھر میں ہوں گے۔ غالباً اس وقت وہ سب لوگ چہار سالانہ جشن کے لئے کسی خاص مقام کی طرف روانہ ہو چکے ہوں گے...... سلیمان کو اپنے شیطانی مذہب میں شامل کرنے کی رسم کیلئے وہ اس چہار سالہ عظیم جشن کے موقع کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیں گے۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" اسد چونک کر کرسی سے کھڑا ہو گیا۔

"تعجب ہے تم اب بھی نہیں سمجھے!" اقبال جنگ نے اس کا شانہ ہلاتے ہوئے کہا۔ "تمہارا شک ہم سب کے لئے تباہ کن ثابت ہو سکتا ہے...... میرے لئے...... تمہارے لئے اور خود سلیمان کے لئے...... !29 فروری وہ تاریخ ہے جب دنیا کی ہر ایک خوابیدہ شیطانی قوت بیدار ہو کر سرگرم عمل ہوتی ہے۔ ہمیں اگلے 20 گھنٹوں میں سلیمان پر قبضہ جما لینا لازمی ہے ورنہ۔"

☆☆☆

چھ گھنٹے بعد اسد نے جس کی آنکھوں میں ابھی تک نیند بھری ہوئی تھی خود کو نواب اقبال جنگ کے غسل کے گرم حوض میں اتار دیا...... یہ ایک بہت ہی حسین و آراستہ حمام تھا جس کی لمبائی چوڑائی 15 ضرب اور 12 فٹ تھی۔ سیاہ شیشے...... بلوریں آئینے...... کرومیم کی پلیٹوں سے سجا ہوا۔

ممکن ہے اس حمام کو دیکھ کر کچھ لوگوں کا فیصلہ یہ ہوتا کہ اس میں ذوق سلیم سے زیادہ شوخی آرائش سے کام لیا گیا تھا لیکن اقبال جنگ اس اصول کا قائل نہیں تھا جس کے تحت گزشتہ چند نسلوں کے درمیان شان و شوکت اور نمود و آرائش کو بدذوقی تسلیم کیا جاتا رہا ہے اور جس نے نوابوں اور سرمایہ داروں سے ان کے اس ٹھاٹ باٹ کو چھیننے کی کوشش کی ہے جو قدیم زمانے میں ان کا طرۂ امتیاز تھا۔

اقبال جنگ کے آباؤ اجداد متعدد خدمت گاروں کے جلوس میں باہر نکلنے کے عادی رہے ہیں چنانچہ اس کو یہ دیکھ کر بے حد افسوس ہوتا ہے کہ موجودہ زمانے کے نئے حالات نے اس کو مجبور کر دیا ہے کہ اپنی شاندار موٹر کار میں سواری کرتے وقت...... شوفر کے علاوہ صرف ایک ہی خدمت گار ساتھ لے سکتا ہے۔ خوش قسمتی سے اس کے ذرائع آمدنی اس قدر زیادہ تھے اور اس کا ذہن اس قدر تیز تھا کہ اس کی آمدنی پر جو ٹیکس وصول کرنے والوں کے حملے ہوتے رہتے تھے ان کی تلافی ہو جاتی تھی اس کو پورا احساس تھا کہ یہ ساری شان و شوکت صرف اس کے دم تک ہے لیکن بدلتے ہوئے حالات کے باوجود اس کو توقع تھی کہ پرائیویٹ ملکیت کا حق ابھی کم از کم اس کی زندگی تک ملک میں بدستور قائم رہے گا لہٰذا وہ مسلسل طور پر اپنے معیار زندگی کو اسی پیمانے پر قائم رکھے ہوئے تھا جو کہ ایک نواب کے شایان شان ہو سکتا ہے اور جہاں تک جمہوریت کی پابندیاں اجازت دیتی تھیں وہ اپنی دیرینہ روایات پر قائم تھا۔

اس حمام کو جس کی تیاری پر نواب نے 15 ہزار روپیہ خرچ کیا تھا اسد متعدد بار پہلے بھی استعمال کر چکا تھا اور اس کے لئے اس کی شان و شوکت کوئی ایسی نئی چیز نہ تھی کہ اس کی توجہ کو جذب کر لیتی۔ اس وقت تو وہ اس سوچ میں کھویا ہوا تھا کہ سلیمان کی نجات کے لئے ان دونوں نے جو منصوبہ تیار کیا تھا وہ کہاں تک کامیاب ہو سکے گا۔

غسل کے تازگی بخش اثرات نے اس کی ذہنی کسلمندی کو دور کرنا شروع کیا تو اس کے تصور میں گزشتہ رات کے تمام واقعات سینما کی تصویروں کی طرح گزرنے لگے۔ اس نے محسوس کیا کہ اس وقت جو وہ خود کو بہت مضمحل محسوس کر رہا تھا اس کا سبب وہ خوفناک تجربہ تھا جو کہ گزشتہ رات سلیمان کے سنسان مکان میں ہوا تھا۔ اس تجربے نے اس کی تمام توانائی کو چوس لیا تھا۔ اس کو یاد آیا کہ گرین اسٹریٹ

واپس آنے تک وہ بالکل صحیح حالت میں تھا اور اس کے بعد بھی نواب کے ساتھ گفتگو کے دوران بڑی دیر تک اس کی حالت درست رہی تھی لیکن بعد میں شاید وہ شدید تھکاوٹ کے باعث بیدم ہو گیا تھا۔

ہلکے گرم اور خوشبودار پانی میں وہ نیم دراز ہو گیا اور اپنی ذہنی قوت کو تازہ دم کرنے لگا۔ اس خیال سے اس کو بڑا تعجب سا ہوا کہ شاید وہ ذہنی کشمکش اور جسمانی کسلمندی کے سبب سے رات کے آخری حصے میں بے ہوش ہو گیا تھا۔ وہ موٹر کاروں کی دوڑ میں اپنی گاڑی کو 200 میل فی گھنٹے کی رفتار سے دوڑا چکا تھا۔ گھوڑ دوڑ میں خطرناک گھوڑوں پر سواری کر چکا تھا۔ ایک ہوائی جہاز کو ڈیڑھ ہزار میل تک اڑا چکا تھا۔ اپنی انقلابی سرگرمیوں کے دوران کئی جنگی مورچوں پر متعدد انسانوں کو گولیوں کا شکار بنا چکا تھا لیکن کبھی بھی اس کی ذہنی و جسمانی حالت اس قدر خستہ نہ ہوئی تھی۔

یکایک روح کو مفلوج کر دینے والی شدت کے ساتھ اسد کو اس شیطانی شکل کا تصور آیا جو کہ سنسان مکان میں ان دونوں کے سامنے نمودار ہوئی تھی اور اس کے خیالات بے اختیار سلیمان کی طرف مڑ گئے۔ اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ سلیمان جیسا شرمیلا، ڈرپوک اور نفاست پسند شخص کس طرح اس شیطانی کاروبار میں پھنس گیا...... !اسد کو اب ذرا سا بھی شک و شبہ نہ تھا کہ اگرچہ بظاہر یہ بات ناقابل یقین معلوم ہوتی ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اقبال جنگ نے جو کچھ کہا تھا وہ سچ ہے اور ابلیس پرستی اس بیسویں صدی کے ترقی یافتہ شہروں میں بھی ایک زندہ قوت کی حیثیت رکھتی ہے اور آج متمدن شہروں ہی میں کچھ لوگ سحر و جادو کے شغل میں اسی طرح خفیہ طور پر مشغول رہتے ہیں جس طرح افریقہ کے پراسرار گوشوں میں حبشی و نیم وحشی انسان سفلی عملیات میں مصروف رہتے ہیں۔ ایک بار پھر اسد کے ذہن میں اس منظر کا تصور تڑپنے لگا جب وہ اور اقبال جنگ ناخواندہ مہمانوں کی حیثیت سے سلیمان کے مکان پر پہنچے تھے اور وہاں جمع ہونے والے عجیب و غریب لوگوں سے ملے تھے۔ وہ تبتی باشندہ...... !وہ بوڑھی مادام عرفی...... !وہ شیطانی صورت چینی...... !اور وہ حسین لڑکی زرینہ...... !اس جماعت میں صرف سلیمان ہی وہ واحد شخص تھا جو ایک عام قسم کا انسان نظر آتا تھا۔ ان عجیب و غریب لوگوں کے تصور سے اسد کو یقین محسوس ہونے لگا کہ اگر اقبال جنگ دخل اندازی نہ کرتا تو اس مکان میں ضرور کوئی خوفناک شیطانی رسم ادا کی گئی ہوتی۔

سیدھا بیٹھ کر اس نے اپنے جسم پر صابن ملنا شروع کیا اور اس کے ساتھ ہی اپنے ذہن میں گزشتہ رات کی صورتحال کا جائزہ لینے لگا۔ غور و فکر کے بعد اس نے جو نتیجے اخذ کئے وہ اس طرح تھے۔

نمبر ایک...... طومان یقیناً اس خوفناک شیطانی علم کا ایک ماہر تھا جس کو اقبال جنگ اپنی زبان میں سفلی علم کہتا تھا اور طومان نے کسی نامعلوم ذریعے سے سلیمان پر قابو حاصل کر لیا تھا۔

نمبر دو...... اقبال جنگ کی دخل اندازی کی بناء پر ابلیس پرستوں کا غول سلیمان کے مکان کو چھوڑ کر چلا گیا تھا اور سلیمان کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

نمبر تین...... بہت جلد ہی سلیمان کو شیطانی "سیاہ برادری" میں شامل کیا جانے والا تھا جس کے بعد بقول اقبال جنگ کسی طرح بھی اس کی کوئی مدد نہیں کی جا سکتی تھی۔

نمبر چار...... آج فروری کی 29 تاریخ تھی جب کہ بقول اقبال جنگ ایک عظیم چہار سالہ شیطانی جشن منایا جاتا ہے۔

نمبر پانچ...... نتیجہ نمبر 4 کے مطابق یہ بات تقریباً یقینی تھی کہ سلیمان کو ابلیس پرستوں کے مذہب میں شامل کرنے کے لئے طومان اس چہار سالہ جشن کے موقع سے فائدہ اٹھالے گا۔

نمبر چھ...... لہٰذا یہ بالکل ضروری تھا کہ اگلے 12 گھنٹوں کے اندر طومان کا سراغ لگایا جائے اور سلیمان کو اس کے چنگل سے چھڑایا جائے۔

نمبر سات...... طومان کا سراغ لگانے کا واحد امکان اس بات پر منحصر تھا کہ بہلا پھسلا کر فریب دے کر یا دھمکی دے کر زرینہ سے معلومات حاصل کی جائیں۔

اسد نے صابن لگانا بند کر دیا اور یہ سوچ کر بے اختیار اس کے منہ سے ایک کراہ نکل گئی کہ دنیا میں وہ پہلی واحد عورت جس سے ملنے کی تمنا اس کو برسوں سے تھی بد قسمتی سے ایک ایسی عورت ثابت ہوئی جو اس نفرت انگیز شیطانی کاروبار میں پھنسی ہوئی ہے......! اسد کو ہر طرح اور ہر قسم کے فریب سے ہمیشہ ہی سخت نفرت رہی تھی چنانچہ اب زرینہ کے ساتھ فریب کا برتاؤ کرنے کی ضرورت پر اس کو دل ہی دل میں غصہ محسوس ہوتا تھا لیکن اقبال جنگ کی آخری ہدایات ابھی تک اس کے ذہن میں تازہ تھیں پھر اس وقت تو دنیا کی تمام باتوں سے زیادہ اہم بات یہ محسوس ہوتی تھی کہ ان کا پرانا اور پیارا دوست سلیمان ایک بے حد بھیانک قسم کے خطرے میں پھنسا ہوا تھا جس سے اس کو نجات دلانا ضروری تھا۔

جس وقت تک اسد شیو سے فارغ ہوا اور لباس پہنا اس وقت تک اس کی دماغی حالت بہت بہتر ہو چکی تھی اور اس نے فلیٹ کی کھڑکیوں میں سے یہ دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا کہ اور کچھ نہیں تو کم از کم آج کا دن بہت صاف و روشن تھا......! ہوا میں گرمی کا اثر معلوم ہوتا تھا اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ سرما کے اختتام اور گرما کی ابتدا کے درمیان جو سہانے خوبصورت پندرہ دن آتے ہیں ان کا آغاز ہو گیا ہے۔

یہ دیکھ کر اس کو تعجب ہوا کہ اقبال جنگ جو عموماً 12 بجے سے پیشتر کبھی باہر نظر نہیں آتا تھا آج صبح ساڑھے آٹھ بجے ہی فلیٹ سے جا چکا ہے۔ شاید وہ دن کا بہت بڑا حصہ قومی کتب خانہ میں قدیم مسوّدات کے مطالعہ پر صرف کرنا چاہتا تھا تاکہ پراسرار علوم و عملیات کے متعلق اپنی معلومات کو تازہ کر سکے اور بدکار شیطانی روحوں کے خلاف حفاظتی تدابیر سوچ سکے!

خدمت گار حمید نے ناشتہ پیش کیا لیکن اسد نے انکار کر دیا مگر حمید نے اصرار کیا...... "آپ کے انکار سے باورچی کو بڑی مایوسی ہو گی اس نے بڑے شوق سے کچھ خصوصی سامان تیار کیا ہے سرکار!"

بادل ناخواستہ اسد ناشتہ پر بیٹھ گیا اور حمید قہوہ کے سلسلے میں مشغول ہو گیا لیکن وہ نظر بچا کر مسکراتا جا رہا تھا۔ اس کو اقبال جنگ نے یقیناً کچھ احکام دیئے تھے اور اقبال جنگ ایک چالاک انسان تھا۔ یہ بات اس کے وفادار خدمت گار حمید سے زیادہ اور کوئی نہیں جانتا تھا۔

یہ دیکھ کر کہ اسد ناشتہ ختم کر چکا ہے حمید نے ایک پیالی قہوہ اور پیش کیا جس میں کوئی سفید سی چیز ملی ہوئی تھی۔ پیالی آگے بڑھاتے ہوئے وہ بولا۔ "نواب صاحب کہتے ہیں حضور کے معدے کی خرابی وغیرہ

کے لئے یہ بہترین چیز ہے مجھے یہ سن کر بڑا افسوس ہوا کہ کبھی کبھی آپ کو بھی ایسی شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔ آپ اس کو آزما کر دیکھیں۔ اس کا ذائقہ کچھ خراب نہیں ہے۔"

مشکوک نظروں سے دیکھتے ہوئے اسد نے یہ قہوہ پی ڈالا تو حمید بولا "کوئی فکر کی بات نہیں حضور......! بعض اوقات دعوتوں میں انسان کچھ بدپرہیزی کر جاتا ہے اور......"

"رات کی دعوت ایسی ہی تھی حمید!" اسد بولا

"ٹھیک ہے حضور......! لیکن میرا خیال ہے کہ رات مسٹر سلیمان کی حالت کچھ بدلی ہوئی تھی۔"

"اوہ......! تم ٹھیک کہتے ہو...... میں بھول گیا تھا کہ سلیمان کو کچھ شکایت ہو گئی تھی۔"

حمید نے عجلت سے آنکھیں جھکا لیں۔ اس کو یقین تھا کہ گزشتہ رات اس نے نادانستہ طور پر جو کچھ کیا تھا سلیمان کے اچانک غائب ہو جانے کا کوئی نہ کوئی تعلق اس سے ضرور تھا لہٰذا اس کو پشیمانی تھی کہ ایسی غلطی اس نے کیوں کی چنانچہ اپنی پشیمانی کو چھپانے کے لئے اس نے فوراً ہی گفتگو کا رخ موڑ دیا اور بولا "نواب صاحب نے مجھے ہدایت کی ہے سرکار کہ ان کی بڑی سفری کار آپ کے لئے تیار رہے اور دوسرا شوفر بھی حاضر ہے بشرطیکہ آپ اس کو لے جانا چاہیں۔"

"نہیں...... میں خود ڈرائیو کروں گا...... تم گاڑی فوراً منگالو۔"

"بہت بہتر حضور!" حمید نے ادب سے کہا۔ "اور اب مجھے اجازت دیجئے کہ میں چندر گھاٹ فوراً روانہ ہو جاؤں اور آپ کے استقبال کے لئے وہاں کا مکان بالکل تیار کر دوں۔"

"بالکل ٹھیک...... اچھا اب تم جاؤ حمید!" اسد نے ایک سگریٹ سلگائی۔ اس وقت وہ اپنی حالت بہتر محسوس کر رہا تھا......

"میں تو بالکل تازہ دم ہو گیا ہوں۔" اسد نے دل میں کہا اور حیرت سے سوچنے لگا کہ قہوہ کی اس پیالی میں اقبال جنگ نے کونسی طاقتور دوا حمید کے ذریعے ڈال دی تھی کہ ذرا سی دیر میں اتنی قوت محسوس ہونے لگی۔ سگریٹ کے کش لگاتے ہوئے وہ اپنا منصوبہ تیار کرنے لگا کہ کس طرح وہ چندر گھاٹ میں زرینہ کو اپنے قابو میں لانے کی کوشش کرے گا۔

اس کو محسوس ہو رہا تھا کہ اگر اس کو زرینہ سے اطمینان کے ساتھ گفتگو کرنے کا موقع مل گیا تو آسانی کے ساتھ زرینہ کو دوستانہ سلوک کرنے پر راغب کر دے گا۔ آسان طریقہ یہ تھا کہ ہوٹل کے دفتر سے وہ زرینہ کا نام معلوم کرے لیکن اس میں دشواری یہ تھی کہ اگر اس نے زرینہ کے پاس اپنا تعارفی کارڈ بھیجا تو ملاقات سے انکار کر دے گی۔ یہ ظاہر تھا کہ خفیہ طور پر کل رات سلیمان کو اغوا کر کے اقبال جنگ اور اسد نے زرینہ اور اس کے ساتھیوں کی میٹنگ کو درہم برہم کر دیا تھا اور اگر واقعی زرینہ کا گہرا تعلق طومان سے تھا تو اغلب یہی تھا کہ وہ اسد کو بے حد دشمنی کی نظر سے دیکھتی ہو گی صرف روبرو بات چیت کرنے میں ہی زرینہ کی دشمنی کو دور کر سکتا ہے لہٰذا بہتر یہی تھا کہ وہ زرینہ کو پہلے سے کوئی اطلاع نہ کرائے اور اچانک خود ہی اس کے سامنے آجائے۔

اس لئے غور و فکر کے بعد اسد نے اپنا منصوبہ اس طرح تیار کیا...... وہ سیدھا کہکشاں ہوٹل پہنچ جائے

...... لفٹ کے بالکل سامنے ایک آرام دہ کرسی پر جم کر بیٹھ جائے اور زرینہ کے باہر آنے کا انتظار کرتا رہے۔ اس کو اپنے دل میں اس کا اعتراف تھا کہ اس منصوبے میں کوئی اعلیٰ چالاکی نظر نہیں آتی اور یہ ایک بہت ہی پرانا بھدا سا منصوبہ ہے لیکن اس کے باوجود اس کی کامیابی کا بہت کافی امکان ہے۔ کسی بڑے شہر کے ہوٹل میں ٹھہرنے والی بہت کم عورتیں ایسی ہوں گی جو دن بھر اپنے کمرے میں ہی بیٹھی رہیں اس لئے اگر پورے صبر و تحمل سے کافی دیر تک انتظار کیا جائے تو یہ تقریباً یقینی بات ہے کہ زرینہ سے براہ راست بات کرنے کا ایک موقع اس کو ضرور مل جائے گا۔ اگر زرینہ نے اس کی طرف توجہ نہ کی اور اس کی درخواست کو رد کر دیا تو پھر اور طریقے اختیار کئے جا سکتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ اقبال جنگ کے ہی بتائے ہوئے راستوں پر عمل کیا جائے۔ اسد نے محسوس کیا کہ آخر خود اس کے پاس بھی ایک دماغ موجود ہے اور وہ خود بھی کوئی نہ کوئی طریقہ سوچ سکتا ہے۔

سفری کار دروازہ پر آکر کھڑی ہوئی۔ اسد فلیٹ سے باہر نکلا اور کار میں بیٹھ کر کہکشاں ہوٹل کی طرف چل پڑا۔ ہوٹل کے قریب پہنچ کر اس نے ٹریفک کانسٹیبل کو بلا کر اس بات کا اطمینان کر لیا کہ اگر کار کو کافی دیر کیلئے سڑک پر ہی چھوڑ دیا جائے تو کوئی گڑبڑ نہ ہو گی کیونکہ اسد کو یہ بات ضروری محسوس ہوتی تھی کہ کانسٹیبل گاڑی کے قریب ہی موجود رہے تاکہ ضرورت پڑنے پر وہ کسی بھی وقت فوراً اس کو استعمال کر سکے۔

جب وہ داؤد اسٹریٹ کے پھاٹک سے ہوٹل میں داخل ہوا تو یہ دیکھ کر اس کو اطمینان ہو گیا کہ ابھی دس بجکر صرف چند منٹ ہی ہوئے تھے۔ اس کا امکان بہت کم تھا کہ زرینہ اتنے سویرے ہی کہیں باہر جا چکی ہو گی چنانچہ اسد ہوٹل کی تقریباً خالی نشست گاہ میں داخل ہوا اور مسرور امیدوں کے ساتھ ایک لامحدود انتظار کرنے کیلئے بیٹھ گیا۔

کچھ دیر بعد اس کو یہ خیال ہوا کہ اگر وہ یہاں زیادہ دیر تک بیٹھا رہا تو ہو سکتا ہے کہ ہوٹل کا کوئی آدمی اس کو دیکھ کر یہ دریافت کر بیٹھے کہ یہاں اس کو کیا کام ہے لیکن اسی وقت ہوٹل کا ایک کلرک اس کے قریب سے گزرا تو اس کو دیکھ کر مسکرا دیا اس لئے اسد کو اطمینان ہو گیا کہ لوگوں کو یہ معلوم ہے کہ وہ یہاں گاہے گاہے آتا ہے اور جبکہ اس کو پہچان لیا گیا ہے تو غالباً یہاں کوئی شخص اس سے باز پرس نہ کرے گا۔ وہ سوچنے لگا کہ جب زرینہ باہر جانے کیلئے لفٹ کے ذریعہ نیچے اترے گی تو اس کو کن الفاظ سے اور کیسے مخاطب کرنا چاہئے۔ سوچتے سوچتے اس نے چند کلمات اس قسم کے اپنے ذہن میں تیار کر لئے جن میں عزت و احترام، لطیف تحسین و تعریف اور خوش مزاجی سب ہی کچھ موجود تھا اور ان کی آمیزش مناسب و ضروری تناسب میں کی گئی تھی۔ ان کلمات کو ازبر کرنے کیلئے بھی وہ دل ہی دل میں دہرا رہا تھا کہ یکایک اس نے ایک وردی پوش لڑکے کو دیکھا جو بے نیازانہ انداز میں قدم اٹھاتا ہوا اسی طرف آ رہا تھا۔

"مسٹر ظہیر اسد...... مسٹر ظہیر اسد.........." وہ ایک گیت کی طرح گنگناتا جا رہا تھا۔

اسد نے مشتبہ نظروں سے لڑکے کی طرف دیکھا۔ کیا یہ خود اسی کا نام نہ تھا......؟ تو کیا واقعی یہ اجنبی

لڑکا اسی کا نام دہراتا جا رہا تھا...... اگر ایسا تھا تو واقعی یہ ایک عجیب بات تھی کیونکہ اقبال جنگ کے علاوہ یہ کسی کو بھی معلوم نہ تھا کہ اس وقت وہ کہکشاں ہوٹل میں موجود ہے...... یہ سوچ کر کہ شاید اقبال جنگ ہی ٹیلیفون پر کسی ضروری مقصد کیلئے اس سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ وہ کھڑا ہو گیا اور لڑکے کی طرف بڑھا اسی وقت لڑکا بھی اسی کی طرف مڑا اور اس کے نزدیک آ گیا۔

"آپ ہی مسٹر ظہیر اسد ہیں؟" اس نے دریافت کیا۔

"ہاں" اسد نے اثبات میں سر ہلایا۔

اور وہ حیرت زدہ ہو کر رہ گیا جب لڑکے نے یہ اعلان کیا...... "جس خاتون سے آپ ملنے کیلئے آئے ہیں اس نے مجھے یہ کہنے کیلئے بھیجا ہے کہ اس کو بڑا افسوس ہے کہ آپ کو انتظار کی زحمت برداشت کرنی پڑی اور بس اب تقریباً پندرہ منٹ میں ہی وہ آپ سے آ کر ملاقات کرے گی۔"

شدید حیرت سے اسد کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا اور وہ احمقوں کی طرح لڑکے کو تکنے لگا لیکن ملازم لڑکا کوئی اور لفظ کہے بغیر ہی مڑا اور ٹہلتا ہوا چلا گیا۔ اسد کو ذرا سا بھی شک نہ تھا کہ یہ پیغام زرینہ نے بھیجا تھا...... اس طرح کا پیغام کوئی عورت بھلا کیسے بھیج سکتی ہے......؟ لیکن اس کو یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ وہ یہاں انتظار کر رہا ہے؟ شاید زرینہ نے اس کو کار میں آتے ہوئے اپنی کھڑکی میں سے دیکھ لیا تھا...... اس کے علاوہ اور کوئی معقول بات سمجھ میں نہیں آتی تھی بہر حال پیغام کے یہ الفاظ کہ "انتظار کی زحمت برداشت کرنی پڑی" اس قدر شیریں و مہربان معلوم ہوتے تھے کہ ان کی صداقت پر شبہ ہوتا تھا۔

اپنی حالت کو کسی حد تک سنبھالتے ہوئے اسد ٹہلتا ہوا ہوٹل سے باہر نکل گیا اور قریب ہی ایک دکان سے اس نے گلاب کے پھولوں کا ایک گلدستہ خرید لیا۔ پھولوں کو لے کر جب وہ ہوٹل میں واپس آیا تو یکایک اسے یاد آیا کہ ابھی تک اس کو زرینہ کا اصلی نام معلوم نہ تھا لیکن اسی وقت اس کو وہی لڑکا پھر نظر پڑا جو اس کیلئے پیغام لایا تھا۔ اسد نے اس کو اشارے سے بلایا۔

"لڑکے!...... دیکھو یہ پھول اس خاتون کے کمرے میں لے جاؤ اور ظہیر اسد کا سلام پہنچا دو۔"

اور اس کے بعد وہ پھر لفٹ کے قریب مسرور اعتماد کے ساتھ اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ پانچ منٹ بعد لفٹ کا دروازہ کھلا ایک پختہ عمر کی عورت ایک لمبی آبنوسی چھڑی کا سہارا لئے جھکی ہوئی باہر نکلی۔ پہلی ہی نظر میں اسد نے اس کی طوطے کی سی چونچ والی ناک اور دلدوز سیاہ آنکھوں کو پہچان لیا...... یہ بوڑھی مادام عرفی تھی اس سے پیشتر کہ اسد حیرت کے جھٹکے سے خود کو سنبھال سکتا وہ اس کی طرف بڑھی اور اپنا موٹا انگوٹھیوں سے بھرا ہوا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

"مسٹر ظہیر اسد!" وہ مینڈک کی سی آواز میں بولی "زہے قسمت کہ آپ مجھ سے ملنے کیلئے تشریف لائے...... ان حسین پھولوں کیلئے آپ کا شکریہ......! ہزار بار شکریہ!!"

"آپ بہت مہربان ہیں مادام......! شکریہ کی ضرورت نہیں" اسد نے ہنستے ہوئے کہا۔ "کس قدر خوش نصیب ہوں میں کہ اتنی جلد آپ سے دوبارہ نیاز حاصل ہوا!"

اسد بہترین اداکاری کے ساتھ ہنستا رہا۔ اس نے گزشتہ رات اس بوڑھی عورت سے صرف دو منٹ

گفتگو کی تھی اور وہ بھی اس وقت جبکہ وہ پہلی بار سلیمان کے مکان پر گیا تھا اور زرینہ کو اس عورت کے پاس سے ہٹا کر لے جانا چاہتا تھا اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ اس بوڑھی عورت نے اس کو ہوٹل کی کھڑکی پر سے کار میں آتے ہوئے دیکھ لیا تھا تو اس کو یہ خیال کیسے ہوا کہ وہ اس سے ہی ملنے کیلئے آیا تھا......؟ اگر اس نے پھولوں کا گلدستہ بھیجا ہوتا تو وہ مہذب الفاظ میں معذرت کر سکتا تھا کہ وہ اس سے ملنے کے لئے نہیں ہے لیکن اب وہ بہ مشکل ہی اس سے یہ کہہ سکتا تھا کہ دراصل وہ کسی اور سے ملنا چاہتا ہے۔

"کہیئے...... نواب صاحب کے مزاج کیسے ہیں؟" بوڑھی عورت نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے دریافت کیا۔

"انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ آپ کی خدمت میں ان کا سلام پہنچا دوں۔" اسد نے بے ساختہ جھوٹ بولا۔

"بڑے ہی دلکش انسان ہیں وہ......! اور ان کے سگار...... اوہ نہ پوچھئے! ان کا تو جواب ہی نہیں۔" مادام عرفی نے اپنے بیگ میں سے ایک مربع کیس نکالا اور اس میں سے ایک سیاہ رنگ کا عمدہ سگار نکالا۔ جب اسد ماچس جلا کر اس کا سگار سلگا رہا تھا تو وہ بولی "لیکن معاف کیجئے یہ مناسب نہیں کہ ایک جماعت دوسری جماعت کے کاموں میں رخنہ ڈالے......! گزشتہ رات آپ لوگوں نے جو حرکت کی ہے اس کے بارے میں آپ کیا کہہ سکتے ہیں۔"

"خدا کی پناہ!" اسد نے اپنے دل میں سوچا یہ بوڑھی چڑیل یہ سمجھتی کہ میں اور اقبال جنگ ابلیس پرستوں کی کسی اور جماعت سے تعلق رکھتے ہیں......! اس کے اس مغالطہ سے مجھے فائدہ اٹھانا چاہئے۔"

یہ سوچتے ہوئے اس نے دھیمی آواز میں جواب دیا "گزشتہ رات ہمیں جو کچھ کرنا پڑا اس کیلئے ہم بہت افسوس ہے لیکن مجبوری یہ تھی کہ ہمیں خود اپنے مقصد کیلئے سلیمان کی ضرورت تھی۔"

"اوہو......! تو یہ کہیئے کہ آپ بھی طلسمی عجوبے کی تلاش میں ہیں؟"

"یقیناً...... نواب صاحب اس معاملے میں گہری دلچسپی لے رہے ہیں۔"

"ہم میں سے کون ہے جس کو اس میں دلچسپی نہیں!" وہ بولی "لیکن آقا ابلیس کے علاوہ بھلا اور کون ہماری رہنمائی کر سکتا ہے؟"

"آپ صحیح فرماتی ہیں۔"

"کیا آپ لوگوں نے کل رات عطارد کی رسم ادا کی ہے؟"

"ہاں......... لیکن جیسی توقع تھی اس طرح کا نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔" اسد نے احتیاط کے ساتھ جواب دیا کیونکہ ذرا سا بھی علم نہ تھا کہ یہ بوڑھی عورت کس چیز کے متعلق باتیں کر رہی ہے۔

"تب تو ضرور آپ کی رسم کی ادائیگی میں کوئی خامی رہ گئی ہوگی.......... کیا آپ نے یہ اطمینان کر لیا کہ جڑی بوٹیاں اور شراب سب تازہ ہیں؟" بوڑھی شیطانی آنکھوں نے غور سے اسد کو دیکھا۔

"بے شک.......... یقیناً وہ سب چیزیں تازہ ہی تھیں۔" اسد نے اس کو یقین دلایا۔

"اور یقیناً آپ لوگوں نے رسم کیلئے ایسا وقت انتخاب کیا ہوگا جب سیارہ عطارد سورج سے دور تھا؟"

"جی ہاں.......... جی ہاں.......... بالکل۔"

"اور آپ لوگوں نے ابلیس کے حضور میں قربانی پیش کی تھی؟"

"کیوں نہیں.......... ! بھلا یہ بات کوئی بھول سکتا ہے۔"

"تب تو آپ کی ناکامی کی ایک ہی وجہ ہے.......... اور یہ کہ آپ لوگوں کی خاموشی کے وقفے کافی طویل نہ رہے ہوں گے۔"

"ممکن ہے یہی وجہ ہو۔" اسد نے عجلت سے تسلیم کر لیا کیونکہ اسے ڈر تھا کہ وہ اس مہمل گفتگو میں کوئی احمقانہ غلطی نہ کر جائے وہ اس گفتگو کے عنوان کو جلد سے جلد تبدیل کرنا چاہتا تھا۔

مادام عرفی نے اثبات میں اپنے سر کو جنبش دی اور پھر فکر آمیز انداز میں سگار کا کش لیتے ہوئے اس نے اسد کی طرف غور سے دیکھا۔

"خاموشی!" وہ بڑبڑائی "خاموشی.......... ! یہی ایک چیز عطارد کی پرستش میں ضروری ہے.......... بہر حال یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ طومان کی راہ میں رکاوٹ پیدا کر کے آپ لوگوں نے بڑی ہمت کا ثبوت دیا ہے.......... وہ بہت طاقتور ہے بے حد!"

"اوہ.......... ! ہمیں اس سے کوئی خوف نہیں۔" اسد نے اعلان کیا اور اس کے بعد اقبال جنگ سے جو گفتگو جادوگروں کے مختلف، درجوں کے متعلق ہوئی تھی اس کو ذہن میں رکھتے ہوئے وہ بولا۔ "بات یہ ہے مادام کہ پُراسرار علوم کے میدان میں اقبال جنگ کا درجہ طومان سے بھی اعلیٰ ہے۔ آپ جانتی ہیں کہ اس علم کا سب سے بڑا عالم طاغوتی کہلاتا ہے اقبال جنگ ایک طاغوتی ہی ہے۔"

اس اعلان کو سن کر بوڑھی عورت کی آنکھیں حیرت سے ابل پڑیں اور اسد کو خوف ہوا کہ شاید وہ مبالغہ میں حد سے آگے بڑھ گیا ہے.......... لیکن اسی وقت مادام عرفی آگے کو جھکی اور اپنا انگوٹھیوں سے بھرا ہوا ہاتھ اسد کے شانے پر رکھ دیا۔

"طاغوتی!" وہ حیرت سے بولی۔ "یہ تو ابلیس پرستی میں سب سے بڑا درجہ ہے میرے دوست.......... !! مجھے دیکھو نا کہ میں چالیس سال سے اس علم کا مطالعہ کر رہی ہوں لیکن ابھی تک صرف عاملی درجہ تک پہنچ سکی ہوں جو بالکل معمولی درجہ ہے! نہیں.......... ؟ اقبال جنگ ہرگز ایک "طاغوتی" نہیں ورنہ وہ عطارد کی رسم کی ادائیگی میں ناکام ثابت نہ ہوتا۔

"میں نے صرف یہ کہا تھا کہ جیسی توقع تھی اس طرح کا نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔" اس نے اس کو عجلت سے یاد دلایا۔ "پھر مکمل رسم کی ادائیگی کے لئے اس کو سلیمان کی ضرورت تھی۔"

"بے شک.......... بے شک" وہ پھر اپنا سر اثبات میں ہلاتے ہوئے بولی اور ایک دبے ہوئے مرعوب لہجے میں کہنے لگی۔ "تب تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ اقبال جنگ ایک حقیقی ماہر ہے اور خود آپ بھی اپنی کم عمری کے باوجود اس پراسرار علم میں بہت آگے بڑھے ہوئے ہوں گے ورنہ بھلا اقبال جنگ آپ کو اپنا شریک کار ہی کیوں بناتا!!"

اس نے اپنی سگریٹ کی راکھ گرائی اور اپنی محتاط خاموشی کو قائم رکھا۔

میں طومان کے کاموں میں کچھ زیادہ عرصے سے شریک نہیں ہوں کیونکہ ابھی حال میں ہی ہندوستان واپس آئی ہوں۔" وہ بولی "لیکن میرا خیال ہے کہ اقبال جنگ اس کو شکست فاش دے کر گمنامی کے غار میں دھکیل دے گا۔

کیونکہ بھلا ہم ایک طاغوتی پر کیسے غلبہ پاسکتے ہیں جو کہ اس دائروں اور صرف ایک واحد مربع سے تعلق رکھتا ہے!"

اسد بالکل نہ سمجھ سکا کہ وہ کیا بکواس کر رہی ہے لیکن پھر بھی اس نے اثبات میں سر ہلا کر اس کی رائے سے اتفاق کیا۔

"ایک بات سنئے!" بوڑھی عورت نے ایک نئے شوق وذوق سے کہا۔ "میرا مطلب ہے کہ...... کہ .... کیا ایسا ممکن نہیں کہ میں آپ کے عظیم دوست کی قدم بوسی کا فخر حاصل کر سکوں؟......... اگر آپ میرے لئے سفارش کر دیں تو شاید وہ اس بات پر راضی ہو جائے کہ جب آئندہ کسی "حاضرات" کا اہتمام کرے تو مجھے بھی ایک حقیر سی جگہ عنایت کر دے؟"

"خوب......... ! بہت خوب!" اسد نے اپنے دل میں سوچا "اب یہ بوڑھی بلّی اپنے ڈوبتے ہوئے جہاز میں سے کودنا چاہتی ہے......... ! وہ طومان کو کمزور پا کر ہماری طرف آنے کا سوچ رہی ہے مجھے اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنا چاہئے۔" اور یہ سوچ کر وہ ایک حکمانہ انداز میں بولا۔ "سب کچھ ممکن ہے مادام......... ! لیکن اس میں کچھ شرائط بھی ہیں۔"

"کون سی شرائط......... ؟ بتایئے نا!" اس نے عجلت سے پوچھا۔

"مثال کے طور پر......... سلیمان کا ہی مسئلہ موجود ہے۔"

"کیا مسئلہ؟" اب جبکہ وہ آپ لوگوں کے پاس ہے تو آپ جو چاہیں کر سکتے ہیں۔"

اسد نے اس کی تیز دلدوز سیاہ آنکھوں کی طرف سے اپنی نظریں عجلت سے ہٹالیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جب گزشتہ رات وہ اور اقبال جنگ اپنے ساتھ سلیمان کو لے کر اس مکان سے جا چکے تھے تو طومان نے سب مہمانوں کو وہاں سے رخصت کر دیا تھا اس لئے اس بوڑھی جادوگرنی کو یہ معلوم نہ تھا کہ طومان نے بعد میں پھر سلیمان پر قبضہ حاصل کر لیا تھا......... ہو سکتا تھا کہ اسد اپنی حماقت سے اگلے ہی لمحے مادام عرفی سے یہ دریافت کر بیٹھتا کہ سلیمان کہاں ہے اور اس طرح اب تک جو کچھ ایکٹنگ وہ کر رہا تھا اس کا بھانڈا پھوٹ جاتا......... لیکن خوش قسمتی کی بات تھی کہ اسد نے اپنی زبان کو لگام دے لی اور تیزی کے ساتھ اپنے دماغ سے کام لیتے ہوئے اس نے جادو اور سفلی عملیات کے لوازمات کو اپنے ذہن میں تازہ کرتے ہوئے جواب دیا۔

"بات یہ ہے مادام کہ جب اقبال جنگ آئندہ کسی "حاضرات" کا اہتمام کرے گا تو یہ ضروری ہوگا جو لوگ بھی حاضرات کے موقع پر موجود ہوں ان سب کے روحانی ارتعاشات بالکل ایسے ہی ہوں کہ خود سلیمان کے ہیں۔"

"بے شک......... ! میں اس کی تیاریوں کے لئے بخوشی خود کو آپ لوگوں کے ہاتھوں سونپ دوں گی

"ٹھیک ہے......... میں یہ تجویز اقبال جنگ کے سامنے پیش کر دوں گا لیکن سب سے پہلے مجھے اس کے حکم کی تعمیل کرنا ضروری ہے اور اس خاتون سے چند باتیں کہنا ہیں جو کل رات آپ کے ساتھ سلیمان کے مکان پر موجود تھی......... یعنی زرینہ!"

اس طرح آخر کار گفتگو کے سلسلے کو اپنے مطلوبہ نازک عنوان کی طرف موڑتے ہوئے اسد نے دل ہی دل میں دعا کی کہ خدا کرے اس کا اندازہ درست ہو اور زرینہ اسی ہوٹل میں اس بوڑھی چڑیل کے ساتھ ہی قیام پذیر ہو۔ اسی اندازے کی صحت پر اسد کے تمام منصوبے کا دارومدار تھا۔

مادام عرفی مسکرائی اور اس کے مصنوعی دانتوں کی سفید قطاریں نمایاں ہو گئیں۔

"مجھے آپ کی خواہش کا علم ہے۔" وہ بولی "اور میں آپ سے معافی چاہتی ہوں کہ ہم دونوں نے آپ کے ساتھ مذاق کیا ہے۔"

"اس کی فکر نہ کیجئے!" اسد نے بظاہر بے نیازی سے کہا لیکن دل ہی دل میں حیرت سے سوچنے لگا کہ مذاق سے اس عورت کا کیا مطلب تھا اور اس طرح اب وہ کون سے نئے راز کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔

لیکن تقریباً فوراً ہی مادام عرفی کے الفاظ نے اس کی پریشانی کو دور کر دیا۔

"بات یہ ہے کہ ہر ایک صبح میں اور زرینہ اپنے طلسمی بلوریں آئینے میں پوشیدہ حالات کا جائزہ لیا کرتی ہیں۔" وہ بولی "آج صبح جب اس نے آئینے میں دیکھ کر یہ معلوم کیا کہ آپ ہوٹل میں آرہے ہیں تو وہ بے اختیار بولی کہ یہ شخص۔ یہ دراز قامت ایرانی مجھ سے ملنے آرہا ہے لیکن ہم کو علم نہ تھا کہ سفلی علم میں آپ کا درجہ ایک فیصدی نہیں بلکہ آپ بھی ایک ماہر ہیں اس لئے جب آپ نے پھولوں کا تحفہ بھیجا تو وہ مجھ سے بولی کہ تم میرے بدلے ملاقات کے لئے جاؤ......... اور اس عاشق زار کو اُلّو بناؤ!"

یہ تھا وہ راز جو کچھ دیر سے اسد کے دماغ کو پریشان کر رہا تھا اسد نے بوڑھی عورت کے ان الفاظ کو سنا اور اس کے لبوں پر پھیلا ہوا تبسم اور زیادہ پھیل گیا......... لیکن دوسرے ہی لمحے میں یہ تمام تبسم ایک دم غائب ہو گیا کیونکہ اسد نے محسوس کیا کہ اس بوڑھی عورت نے جو کچھ اب بتایا تھا وہ اگرچہ ایک صاف اور سیدھی سی بات تھی اور کم از کم ان خرافات کے مقابلے میں زیادہ معقول اور فطری تھی جو کہ وہ اب تک سحر و جادو کے متعلق بتاتی رہی تھی لیکن پھر بھی یہ طلسمی آئینے والی بات بذات خود کچھ کم حیرتناک نہ تھی۔ اگر یہ ایک حقیقت تھی تو یقیناً اس میں پراسرار مخفی قوتوں کا ایک اٹل ثبوت موجود تھا۔ کیا یہ چیز حیرتناک نہ تھی کہ ان دو عورتوں نے ہوٹل کی بالائی منزل کے ایک بند کمرے میں بیٹھے بیٹھے صرف ایک چھوٹے سے آئینے کے ذریعے یہ معلوم کر لیا تھا کہ ایک شخص ان سے ملنے کیلئے آرہا ہے؟"

"بعض معاملات میں مجھے اپنی کمزوریوں سے بڑی مایوسی ہوتی ہے مسٹر اسد!" مادام عرفی یکایک بولی اور اسد نے دیکھا کہ وہ ایک عجیب پریشان کن نظر سے اس کو دیکھ رہی تھی "مثال کے طور پر مجھے معلوم ہے کہ مرد، عورت کے ناجائز تعلقات جو شادی یا محبت پر قائم نہ ہوں ہمارے مذہب کے پیروکاروں کو بہت بڑی طاقت عطا کرتے ہیں اور انسانی محبت کے جذبات ہم لوگوں کی ترقی کو روکتے ہیں لیکن اب تک میں اس احمقانہ جذبات پرستی یعنی محبت کی لذت سے خود کو آزاد نہیں کر سکی اور......... اور میرا خیال

ہے کہ آپ زرینہ کے لئے واقعی ایک شاندار پرستار محبت ثابت ہوں گے۔

حیرت زدہ سکوت کے ساتھ اسد اس کو دیکھتا رہ گیا............!! پھر یکایک اس نے نظر دوسری طرف

مادام عرفی پھر بولی............ "بہر حال............ مخفی علوم محبت سے کہیں زیادہ اہم ہیں۔ میں زرینہ کو بلاتی ہوں تاکہ آپ اس کو وہ پیغام دے سکیں جو آپ لائے ہیں۔"

ایک جھٹکے کے ساتھ وہ کھڑی ہو گئی اور اپنی آبنوسی چھڑی کا سہارا لئے ہوئے ہال کو پار کر کے کے دفتر کی طرف چل دی۔ اسد نے اطمینان کا سانس لیا کہ خدا خدا کر کے یہ غیر معمولی ملاقات ہوئی! بہر حال اس خیال سے اس کو ایک سرور اطمینان محسوس ہو رہا تھا کہ اس نے مادام عرفی کو اس فر میں مبتلا کر دیا ہے کہ وہ اور اقبال جنگ واقعی طومان سے بھی زیادہ طاقتور جادوگر ہیں۔ اب زرینہ ملاقات کیلئے ایک نہایت سازگار فضاء پیدا ہو گئی تھی اسد کو فخر محسوس ہو رہا تھا کہ یہ سب کچھ نتیجہ صرف اس چیز کا اس نے اب تک نہایت کامیاب، ماہرانہ اداکاری سے کام لیا تھا۔ اس نے اپنے دل پختہ عزم کر لیا کہ اگر ایک بار وہ کسی طرح زرینہ کو اپنی کار میں بٹھانے میں کامیاب ہو گیا تو وہ اس کو اڑا جائے گا اور جس طرح بھی ممکن ہو گا زرینہ سے کچھ ایسی معلومات حاصل کرے گا جن کی مدد سے سلی کا سراغ لگایا جا سکے حالانکہ اس میں یہ خدشہ ضرور موجود تھا کہ جب مادام عرفی کو ہی یہ معلوم نہیں سلیمان اب اقبال جنگ کے قبضے میں نہیں ہے تو بمشکل ہی اس بات کی توقع کی جا سکتی تھی کہ زرینہ ایسی معلومات دے سکے گی جس سے سلیمان کا پتہ لگایا جا سکے۔

اس دشواری اور رکاوٹ کو محسوس کر کے اسد کو از سر نو تشویش ہو گئی۔ اب تک ان کا تمام منصو اسی پر منحصر تھا کہ زرینہ کو سلیمان کے متعلق کچھ علم ہو گا لیکن فرض کیجئے کہ زرینہ بھی مادام عرفی طرح اس سلسلے میں لاعلم ثابت ہوئی تو کیا ہو گا............؟ یا فرض کر لیجئے کہ اگر زرینہ کو کچھ علم ہے تو کیا اس سے معلومات حاصل کرنا ممکن ہو گا؟ اگر کسی طرح اس کو طومان کا سراغ لگانا آسان کیونکہ یہ بالکل ممکن تھا کہ اس خبیث شخص نے شہر میں ایک درجن مقامات پر اپنا اڈہ بنا رکھا ہو............ ان متعدد اڈوں کا سراغ لگانا اور ان کا جائزہ لینا اور یہ سارا کام غروب آفتاب سے پہلے ہی ختم کر لینا آسان بات نہ تھی............ لیکن اقبال جنگ کے الفاظ اب تک اسد کی سماعت میں گونج رہے تھے اور رہے تھے کہ یہ کام جلد از جلد پورا کر لینا ضروری ہے۔

آج فروری کی 29 تاریخ تھی............ ابلیس پرستوں کا چہار سالہ جشن آج رات منایا جانے والا بالکل لازمی اور اشد ضروری تھا کہ آج رات سے قبل ہی سلیمان کا سراغ لگا کر اس کو اپنے قبضہ میں جائے ورنہ اس کی ذہنیت پر جو شیطانی اثر چھایا ہوا تھا وہ اس کو بے بس کر دے گا اور طومان اور اس ساتھی اس کو نامعلوم شیطانی رسوم کی ادائیگی میں شرکت کیلئے لے جائیں گے اور نیکی، دانشمند راست خیالی کے اس شعلہ کو بجھا دیں گے جس کو انسانوں کی دنیا میں "روح" کہا جاتا ہے۔

کچھ دیر بعد مادام عرفی پھر واپس آ گئی............ اور سرگوشی میں بولی "کم از کم آج کی رات ایسی ہے تاریک مذہب کے ہم سب پیروکار اپنے باہمی جھگڑے بھلا دیں گے............ ٹھیک ہے نا

کیونکہ ہم سب کو آج رات اپنے واحد آقا ابلیس کے حضور میں سر نیاز خم کرنا ہے۔"

اسد نے خاموشی سے اپنا سر ہلایا............ مادام عرفی اس کی طرف اور زیادہ جھک گئی اور اپنی آواز کو اور زیادہ دھیمی کرتے ہوئے بولی............ "کاش! میں ایک منٹ کیلئے ہی اقبال جنگ سے مل سکتی............! ایک طاغوتی ہونے کی حیثیت سے یقیناً اس کے پاس طلسمی روغن بھی ضرور موجود ہو گا؟"

"بے شک!" اسد نے لاعلمی کی تاریکی میں یوں ہی کہہ دیا لیکن فوراً ہی بات کو خواہ مخواہ الجھانے کیلئے وہ بولا............ "مگر مادام آپ نے چاند کے متعلق تو کچھ سوچا ہی نہیں۔"

"اوہ............ کیا بدقسمتی ہے!!" بوڑھی عورت نے ٹھنڈی سانس لی۔ "میں تو یہ بھول ہی گئی تھی کہ آج کل چاندنی راتیں نہیں ہیں اور یہ مہینے کی "تاریک نصف" کا زمانہ ہے!"

اسد نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس کی اس بے تکی بات میں بھی ایک تک نکل آئی!

مادام عرفی رنجیدہ لہجے میں بولی۔ "نہ جانے میں نے کتنی بار کوشش کی ہے لیکن اب تک کامیاب نہیں ہوئی۔ طلسمی روغن کی تیاری میں جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے مجھے وہ سب معلوم ہیں اور میں نے ہر ایک جڑی بوٹی کو ٹھیک وقت پر اور ٹھیک مقام سے حاصل کیا ہے۔ حد یہ ہے کہ میں نے لاش کو پگھلا کر چربی تک نکال لی لیکن مجھے یقین ہے کہ لوگوں نے مجھے دھوکا دیا تھا............ وہ لاش ان کم بختوں نے کسی اسپتال کے لاش گھر میں سے لا کر مجھے دیدی تھی حالانکہ وہ کسی قبرستان میں سے لانی چاہئے تھی۔ طلسمی روغن کیلئے ضروری ہے کہ وہ کسی دفن شدہ مردہ انسان کی چربی ہو۔"

ان نفرت انگیز اور خوفناک الفاظ کو سن کر اسد کی گردن کے بال کراہیت سے کھڑے ہو گئے اور اس کا پورا جسم کانپ گیا۔ یقیناً یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ اس بیسویں صدی میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو تاریخ انسانی کے تاریک زمانہ کی بربریت آمیز شیطانی رسوم ادا کرتے ہیں............ لیکن اس کے ساتھ ہی اسد کو اس "ہیبت ناک شکل" کی یاد تازہ ہو گئی جو اس نے اور نواب نے گزشتہ شب سلیمان کے مکان میں دیکھی تھی اپنی کھلی آنکھوں سے اس خوفناک منظر کو دیکھنے کے بعد اب اس میں کوئی شک و شبہ باقی نہ تھا کہ طومان، مادام عرفی اور ان جیسے دوسرے لوگوں نے خود کو قدیم شیطانی عقائد میں غرق کر دیا ہے اور ان لوگوں کے عجیب و غریب اور خوفناک عملیات کے نتیجے میں جو واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں ان کو موجودہ نئے زمانے کے یقین یا عدم یقین کے پیمانوں سے نہیں ناپا جا سکتا۔

بوڑھی جادوگرنی ایک بار پھر اسد کو اسی عجیب اور پریشان کن نظر سے دیکھ رہی تھی۔

"خیر کوئی مضائقہ نہیں۔" وہ بڑبڑائی۔ "بہر حال ہم دونوں............ میں اور زرینہ وہاں جائیں گے ضرور............! اور یقیناً یہ ایک دلچسپ تجربہ ہو گا کیونکہ زرینہ کبھی پہلے چہار سالہ جشن میں شامل نہیں ہوئی ہے۔"

اسی وقت لفٹ کا دروازہ کھلا اور زرینہ برآمدے میں برآمد ہوئی۔ ایک ساعت کے لئے اسد نے مادام عرفی کے شانے کے اوپر سے دیکھتے ہوئے زرینہ کے حسین چہرے پر نظر ڈالی لیکن چونکہ بوڑھی عورت پھر اپنی دھیمی سرگوشی میں کچھ کہہ رہی تھی اس لئے مجبوراً اسد کو پلٹ کر پھر اس کی طرف دیکھنا پڑا۔ وہ

زرینہ کی شخصیت میں اپنی غیر معمولی دلچسپی کا راز ظاہر ہونے نہ دینا چاہتا تھا۔

"بے شک......... وہ کبھی پہلے اس جشن میں شامل نہیں ہوئی۔" بوڑھی عورت نے ایک مسرت کے ساتھ اپنے الفاظ دہرائے۔ "اور اس لئے وہ کبھی نہیں سمجھ سکتی کہ وہاں کی مستیاں سرشاریاں کیسی ہوتی ہیں۔ آقائے ظلمت ابلیس کی مہربانیاں جب نازل ہوتی ہیں تو کون جانتا ہے کہ کس کا دامن بھر جائے...... ! ہو سکتا ہے کہ میں یا تم .... یا وہ............"

اسد اپنی کرسی سے کھڑا ہو گیا اور بوڑھی جادوگرنی کے الفاظ کے شیطانی مفہوم کیلئے اپنے کان بند کر لئے......... آج تک اس نے جو کچھ عام طور پر کتابوں میں پڑھا تھا اس کی روشنی میں وہ اس بات سے بخوبی واقف تھا کہ ابلیس پرستوں کے ہر جشن میں کیا کیا ہوتا تھا اور جب جشن کا ہنگامہ اپنے شباب پر ہوتا تھا قدیم زمانے میں یہ لوگ کیسے کیسے ناقابل یقین وحشیانہ کام کرتے تھے لہٰذا اب یہ سوچ کر کہ زرینہ ان شرمناک وحشیانہ حرکات کیلئے تختۂ مشق بنائی جائے گی اس کا پورا جسم خوف سے کانپ گیا۔ بے اختیار اس کے دل میں آیا کہ اپنے مضبوط ہاتھوں سے اس ملعون بوڑھی عورت کی گردن دبا لے اور اس کے موٹے جسم میں سے اس کی ناپاک زندگی کی آخری رمق تک نچوڑ کر نکال ڈالے لیکن انتہائی ضبط و تحمل سے کام لیتے ہوئے اس نے اپنے جذبات کو اندر دبا دیا اور اپنی ظاہری حالت کو پرسکون بنائے رکھا۔

جب زرینہ اس کے قریب آئی اور اس کو دیکھ کر مسکرائی تو اسد نے اس ایک لمحہ میں ہی عزم کر لیا کہ سلیمان کی طرح یہ حسین لڑکی بھی معصوم ہے اور ان دونوں کو رات ہونے سے پہلے اس شیطانی فرقے کے اثر سے آزاد کرنا چاہئے جو ان کو غلام بنائے ہوئے ہے۔

مادام عرفی نے اپنی دھیمی سرگرشیوں میں ابلیس پرستوں کے جشن کے جن ناقابل بیان شرمناک ہنگاموں کی طرف اشارے کئے تھے ان کو سن کر اسد کو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ کمرے کی پوری فضا ناپاک اور متعفن ہو گئی اور غیبی شیطانی اثرات ہر طرف چھا گئے ہیں لیکن زرینہ کی آمد پر فضا ہلکی پھلکی ہونے لگی صبح کی دھوپ باہر سڑک پر ایک زرد سنہری چمک بکھیر رہی تھی اور زرینہ اپنے ایک ہاتھ میں گلاب کے پھولوں کا وہ گلدستہ لئے ہوئے تھی جو اس نے لڑکے کے ہاتھ بھیجا تھا اسد جواب میں مسکرایا زرینہ نے پھولوں کو اپنے چہرے کے قریب اٹھا لیا۔

"بہت بہت شکریہ......." وہ ایک نرم و صاف آواز میں بولی اور اس کی خوبصورت آنکھوں نے ہوئے پھولوں کے اوپر سے ہنستے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔ "تو کیا واقعی آپ کو یہ یقین تھا کہ مادام آپ کو مجھ سے ملنے کی اجازت دیدیں گی؟"

"اگر مادام ایسی اجازت نہ دیتیں تو میں دن بھر اپنی جگہ بیٹھا رہتا۔" اسد نے آزادی سے اعتراف کیا "کیونکہ اب جبکہ آخر کار ہم دونوں ایک دوسرے سے مل چکے ہیں میں امید کر رہا ہوں کہ آپ مجھے کچھ دیر کیلئے اپنے ساتھ رہنے کی مسرت عطا فرمائیں گی؟"

"یقیناً......... لیکن آج نہیں......... ! مجھے بہت سے کام کرنے ہیں اور لباس کی تیاری کے سلسلے میں مجھے درزی کے پاس پہنچنے میں پہلے ہی بہت تاخیر ہو گئی ہے۔"

اسد نے اس خوش قسمتی پر خدا کا شکریہ ادا کیا کہ مادام عرفی اس فریب میں مبتلا ہو گئی ہے کہ اقبال جنگ ایک زبردست طاقت کا جادوگر ہے اور اسد اس کا بھیجا ہوا پیامبر ہے......... یہ ایک نئی صورتحال تھی جو اس بوڑھی عورت سے گفتگو کرنے کے دوران خود بخود پیدا ہو گئی تھی......... اسد نے اب اس صورتحال سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کا ارادہ کر لیا۔

"یہ بے حد ضروری اور اہم ہے کہ آپ آج ہی مجھے ملاقات کا موقع عطا فرمائیں۔" اسد نے اصرار کیا۔ "کچھ ایسی باتیں ہیں جن کے متعلق ہمیں گفتگو کرنا ضروری ہے۔"

"ضروری!" زرینہ نے حیرت سے کہا اور فکر کی ایک شکن اس کی پیشانی پر نمودار ہو گئی۔ "میں سمجھی نہیں آپ کا کیا مطلب ہے؟"

"کوئی تعجب نہیں کہ تم کچھ نہیں سمجھ سکیں۔" مادام عرفی نے عجلت سے دخل ہوتے ہوئے کہا......... اور اس کے بعد اس نے دھیمی آواز میں کسی غیر ملکی زبان میں ایک پوری تقریر شروع کر دی۔ بڑی دیر تک وہ انہماک کے ساتھ زرینہ سے کچھ کہتی رہی جس کو اسد نہ سمجھ سکا لیکن اس تقریر میں اس کو دو لفظ مانوس محسوس ہوئے......... ایک تو اقبال جنگ کا نام اور دوسرا لفظ طاغوتی......... لہٰذا اس نے قیاس لگایا کہ اس بوڑھی عورت کے سامنے اس نے جن غلط بیانیوں سے کام لیا تھا ان کی ہی روشنی میں اب وہ گزشتہ رات کے واقعات کی کہانی زرینہ کو سنا رہی تھی یعنی جب فریب میں وہ خود مبتلا ہو گئی تھی اب زرینہ کو بھی اس میں نادانستہ طور پر مبتلا کر رہی تھی یقیناً اسد کے لئے یہ ایک مفید بات تھی لیکن پھر بھی وہ پریشانی سے یہ سوچنے لگا کہ جو جھوٹی اداکاری وہ اب تک کرتا رہا ہے اس کو کہاں تک قائم رکھ سکے گا۔

زرینہ بڑی توجہ سے مادام عرفی کی تقریر سن رہی تھی اس نے کئی بار اثبات میں اپنا سر ہلایا اور گلاب کی پنکھڑیوں کو اپنے لبوں میں دباتے ہوئے ایک نئی دلچسپی کی نظر سے اس کی طرف دیکھا۔

اس کے بعد وہ ایک دلکش بے تکلفی سے بولی......... "میں بہت شرمندہ ہوں اور آپ سے معافی چاہتی ہوں......... مجھے گمان بھی نہ تھا کہ آپ ہمارے فرقے کے اتنے بڑے اور اہم رکن ہو سکتے ہیں۔"

"اس تعریف سے مجھے شرمندہ نہ کیجئے۔" اسد نے کہا "لیکن اگر آپ کو فرصت ہو تو میں چاہتا ہوں کہ دوپہر کا کھانا میرے ساتھ کھائیں۔"

"آپ نے تو مجھے مشکل میں پھنسا دیا......... کیونکہ آج دوپہر تو مجھے ایک وزیر کی بیوی کے ساتھ طعام میں شریک ہونا ہے"

"ایسا ہے تو آج سہ پہر میں ہی کسی وقت ملاقات ہو جائے....." زرینہ کی آنکھوں میں ایک اچانک استعجاب چمک اٹھا۔

"لیکن یہ تو اور بھی مشکل ہے۔" وہ بولی "اگر ہمیں شام تک وہاں پہنچنا ہے تو 4 بجے تک یہاں سے روانہ ہو جانا چاہئے......... اور مجھے تو ابھی اپنا سامان سفر بھی درست کرنا ہے۔"

اسد فوراً سمجھ گیا کہ زرینہ جشن کی طرف اشارہ کر رہی تھی لہٰذا اسد نے دوسرے ہی لمحے میں اپنی

حماقت کی تلافی کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ.........! یہ تو میں بھول ہی گیا تھا......... ؟ مجھے اکثر یہ یاد نہیں رہتا کہ آبادی کی گنجان مصروف سڑکوں پر موٹر کار اتنی تیزی سے نہیں چلائی جا سکتی جتنی کہ میں ریس کے میدانوں میں دوڑانے کا عادی ہوں۔ بے شک جشن کیلئے ہمیں سہ پہر کو ہی چل دینا پڑے گا؟ اچھا تو پھر ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ میں اپنی کار میں آپ کو جلدی سے درزی کی دکان تک پہنچادوں اور بعد میں وہاں سے ہم قومی پارک کی طرف ہوتے ہوئے ساحل کی طرف نکل جائیں؟"

"بے شک یہ ممکن ہے......... بشرطیکہ آپ صبر و تحمل سے کام لے سکیں کیونکہ میں اپنے لباس کے معاملے میں تقریباً احمقانہ حد تک دلچسپی لیتی ہوں۔"

"یہ تو تمہارے لباس سے ہی ظاہر ہے۔" اسد نے اپنے دل میں کہا کیونکہ وہ دیکھ رہا تھا کہ زرینہ اس وقت ایسے حسین لباس میں ملبوس تھی جو کہ سادگی کے باوجود تراش اور دیدہ زیبی میں اپنا جواب آپ رکھتا تھا اس نے اپنا ہیٹ اٹھایا اور مسکراتے ہوئے بولا......... "کوئی مضائقہ نہیں......... آئیے چلیں......... میں صبر آزمائی کیلئے بخوشی تیار ہوں!"

مادام عرفی سے اسد جس خوش اخلاقی اور احترام کے ساتھ رخصت ہوا وہ اس کی اداکاری کا ایک لاجواب نمونہ تھا اپنی اداکاری پر خود اسد کو بے حد تعجب تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایسی شریف و بزرگ خاتون سے رخصت ہو رہا ہے جو ایک نوجوان لڑکی کو اپنی نگرانی میں لئے ہوئے ہے اور جس سے اس کا تعارف کسی بہت ہی اعلیٰ سوسائٹی کی محفل میں ہوا ہے......... اور واقعہ یہ ہے کہ جب وہ دونوں یعنی اسد اور زرینہ اس کو چھوڑ کر روانہ ہوئے تو اس بوڑھی عورت کی آنکھوں میں وہی کیفیت نظر آئی جو ایک محتاط ماں کی آنکھوں میں اس وقت پیدا ہو جاتی ہے جبکہ اس کی جوان لڑکی کسی نوجوان مرد کے ساتھ سیر سپاٹے کی غرض سے جانے کا ارادہ کر رہی ہو......... ایک ایسی کیفیت جس میں خدشات کے ساتھ یہ امید بھی شامل ہوتی ہے کہ وہ دونوں جلد ہی دولہا دلہن میں تبدیل ہو جائیں......... اگر اسد کو علم نہ ہوتا کہ اس قسم کے خیالات مادام عرفی کے شیطانی مذہب کے منافی ہیں تو وہ شرط کے ساتھ دعویٰ کر سکتا تھا کہ مادام عرفی دل ہی دل میں دعا کر رہی ہے کہ وہ دونوں جلد سے جلد شادی کر لیں اس کے ساتھ ہی وہ اپنے ذہن میں ان مہمانوں کی ایک فہرست تیار کر رہی ہے جن کو شادی کے موقع پر مدعو کرنا ہے!

"آپ کا درزی یقیناً ایک بڑا فنکار ہے۔" اسد نے زرینہ کو کار میں بٹھاتے ہوئے کہا "کہاں ہے اس کی دکان؟"

"میرے دو درزی ہیں۔" زرینہ بولی۔ "ایک تو چوک کے آخر سرے پر......... جہاں مجھے پندرہ بیس منٹ لگیں گے......... اور دوسرا نئے بازار میں......... کیا واقعی آپ کو یقین ہے کہ انتظار کرنے میں آپ کو زحمت نہ ہوگی؟"

"اس میں تو زحمت کا کوئی سوال ہی نہیں......... ہمارے پاس کافی وقت ہے۔"

"آج رات جشن میں بھی آپ کا ساتھ بہت مفید رہے گا۔" وہ دھیرے سے بولی۔ "مجھے بڑی خوشی ہے کہ آپ بھی وہاں موجود ہوں گے کیونکہ میں کچھ خوف سا محسوس کر رہی ہوں۔"

"خوف کی کوئی ضرورت نہیں!" اس نے بے ساختہ کہا اور ایکدم خاموش ہو گیا دراصل اس کا ان الفاظ سے پوشیدہ مطلب یہ تھا کہ زرینہ کو اس جشن میں جانے کی اجازت ہی نہ دی جائے گی اس لئے خوف کی ضرورت ہی نہیں تھی......... لیکن زرینہ اس مفہوم کا کوئی احساس نہ کر سکی۔ اس نے اسد کے ان الفاظ کو تسلی کے الفاظ سمجھا اور بہت کچھ مطمئن ہو گئی۔

چوک کے آخر سرے پر اسد نے گاڑی روک دی اور جب زرینہ گاڑی سے اتری تو وہ ہنس کر بولا......... "20 منٹ کو یاد رکھئے......... اس سے ایک سکینڈ بھی زیادہ نہ ہونا چاہئے!"

اس کے بعد اس نے کار کو کچھ آگے بڑھایا سڑک کو پار کیا اور بین الاقوامی اسپورٹس مین کلب کے سامنے گاڑی کو روک دیا جس کا وہ خود بھی ممبر تھا۔ کلب کے دروازہ کے قریب ہی ایک ٹیلی بوتھ تھا۔ اسد نے ٹیلیفون اٹھایا اور قومی لائبریری سے سلسلہ ملا کر اقبال جنگ سے بات کرنا چاہی لیکن لائبریری کے دفتر میں ٹیلیفون سے متعلقہ کلرک نے اس کو بہت پریشان کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ لائبریری کے عملہ کے لوگوں کے فرائض میں یہ بات شامل نہ تھی کہ مطالعہ کے کمرے میں جو لوگ موجود ہوں ان میں سے کسی کو بلا کر ٹیلیفون پر لے آئیں لہٰذا کلرک اقبال جنگ کو بلانے پر تیار نہ تھا لیکن اسد نے ایک فرضی دوست کی فرضی موت کی کہانی گھڑ کر بے حد لجاجت کے ساتھ التجائیں کیں تو آخر کار کلرک اقبال جنگ کو تلاش کرنے پر آمادہ ہو گیا چند منٹ کے انتظار کی یہ مدت اسد کو لامتناہی محسوس ہوئی......... آخر کار اقبال جنگ کی آواز فون پر سنائی دی۔

"وہ لڑکی اس وقت میرے قبضہ میں ہے" اسد نے عجلت سے کہنا شروع کیا "لیکن میں کب تک اس کو اپنے قبضہ میں رکھ سکوں گا یہ مجھے معلوم نہیں اس بوڑھی عورت سے بھی میری لمبی چوڑی گفتگو ہو چکی ہے جو سگار پیتی ہے......... اس کو آپ جانتے ہیں نا؟ وہی مادام عرفی.........! وہ دونوں ایک ساتھ کہکشاں ہوٹل میں مقیم ہیں اور آج رات دونوں ہی اس جشن میں جا رہی ہیں جس کا آپ نے تذکرہ کیا تھا۔ مجھے یہ معلوم نہیں کہ یہ جشن کہاں ہو گا لیکن یہ دونوں آج سہ پہر میں چار بجے شہر سے روانہ ہو رہی ہیں اور رات ہونے تک وہاں پہنچ جانے کی امید رکھتی ہیں......... میں نے لگے ہاتھوں یہ افسانہ گھڑ کر انہیں سنا دیا ہے کہ آپ ایک بہت بڑے ماہر فن ہیں......... ایک زبردست جادوگر......... طومان سے بھی کہیں زیادہ طاقتور۔ نتیجہ یہ ہے کہ بوڑھی چڑیل طومان پر لعنت بھیج کر آپ کے قدموں کی خاک چاٹنے کیلئے بیتاب ہے......... لیکن مجھے یقین ہے کہ ان دونوں میں سے کسی کو یہ معلوم نہیں کہ سلیمان کہاں ہے واقعہ یہ ہے کہ ان کو ذرا بھی علم نہیں کہ جب ہم لوگ سلیمان کو اپنے فلیٹ پر لے آئے تھے تو اس کے بعد وہ وہاں سے فرار ہو گیا......... لہٰذا اب بتائیے کہ کیا کیا جائے؟"

"ٹھیک ہے!" اقبال جنگ کی آواز آئی۔ "اچھا دیکھو......... اس صورت میں تمہیں یہ چاہئے کہ........." اچانک ٹیلیفون کا سلسلہ کاٹ دیا گیا اور اسد یہ بھی نہ معلوم کر سکا کہ اقبال جنگ اس کو کیا

ہدایت دینے والا تھا۔

اور جب پھر دوبارہ لائبریری سے ٹیلیفون کا سلسلہ قائم ہوا تو اسد اپنے دوست اقبال جنگ کو نہ
کیونکہ اس وقت ایک اور لائن پر کوئی شخص چند قدیم و نایاب کتابوں کے متعلق ایک طویل گفتگو
مصروف تھا.........آخر کار یہ محسوس کرتے ہوئے کہ 20 منٹ کا وقفہ ختم ہو رہا ہے اسد کو اس کے
اور کوئی چارہ نہ رہا اور اس نے ریسیور رکھ دیا اور تیزی سے لپک کر باہر سڑک پر آگیا۔

جیسے ہی وہ اپنی کار لے کر درزی کی دکان کے قریب واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ زرینہ دکان
سیڑھیوں سے اتر رہی تھی۔

"اب کہاں چلنے کا ارادہ ہے؟" اسد نے زرینہ سے پوچھا جو کہ اب اس کے قریب کار میں بیٹھ گئی
"نیا بازار......... اس مرتبہ مجھے 5 منٹ سے زیادہ نہیں لگیں گے .... لیکن یہ دوسرا درزی
بہت ہی ہوشیار ہے وہ ہمیشہ میرے لباس میں کوئی جدت پیدا کر دیتا ہے اس لئے مجھے اس سے مشورہ
ضروری ہے.........دیکھنا ہے اس بار اس نے میرے لئے کیا سوچا ہے۔"

گزشتہ رات سے لے کر اب تک زرینہ نے جتنی بار بھی اسد سے کچھ کہا تھا اس میں اس کا یہ جواب
سب سے زیادہ طویل تھا کیونکہ رات کو ان کی گفتگو میں طومان اکثر و بیشتر دخل دیتا رہا تھا۔ اسد نے محسوس
کیا کہ زرینہ کی بات چیت اگرچہ کافی سلیس اور بامحاورہ تھی لیکن پھر بھی وہ جس طریقہ سے اپنے الفاظ
انتخاب کرتی تھی اور اس احتیاط سے ان کا تلفظ ادا کرتی تھی وہ کچھ عجیب تھا لہٰذا اس نے اچانک سوال کیا۔

"کیا آپ کی مادری زبان اردو ہے؟"

"کیوں نہیں؟" زرینہ نے مسکرا کر جواب دیا۔ "لیکن میری ماں مصری تھی اور میں اب تک زیادہ
غیر ممالک میں ہی رہی ہوں کیا میرا لہجہ کچھ عجیب ہے؟"

"کسی قدر......... لیکن پھر بھی بے حد حیرتناک ہے......... حقیقت یہ ہے مجھے آپ کی آواز
ایک ایسا جادو محسوس ہوتا ہے جو میں نے کسی بہترین فلمی اداکارہ کی آواز میں نہیں پایا۔"

اس نے اپنے سر کو ایک دلربا انداز میں جھٹکا دیا اور آہستہ سے ہنس پڑی۔ "اگر مجھے آپ کی تعریف
یقین آجاتا تو میں اپنے لہجے کو قائم رکھنے کی کوشش کرتی" وہ بولی "لیکن میں جانتی ہوں کہ واقعی میرا لہجہ
پوری طرح فطری نہیں ہے اور اس لئے میں جب سے ہندوستان واپس آئی ہوں اس کو تبدیل کرنے
کی کوشش کر رہی ہوں۔ یہ بڑی ہی مضحکہ خیز بات ہے کہ میں خود اپنی مادری زبان کو مکمل صحیح طریقہ
نہیں بول سکتی......... حقیقت یہ ہے کہ مجھے بچپن میں اردو بولنے کا زیادہ موقع نہیں ملا غنیمت یہ ہوا
جب میں ایک چھوٹی سی لڑکی تھی تو میری خادمہ ایک ہندوستانی تھی۔"

"کیا میں ایک بیہودہ سا سوال کر سکتا ہوں؟"

"ضرور"، وہ مسکرائی۔

"اب آپ کی عمر کیا ہے؟"

"آپ کا کیا اندازہ ہے؟"

"آپ کی آنکھوں سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی عمر کوئی بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن میرا دل کہتا ہے کہ
آپ 22 سال سے کچھ زیادہ نہیں ہیں۔"

"آئندہ جنوری کو میں 24 برس کی ہوں گی بشرطیکہ میں زندہ رہ سکی!"

"شاید عورتوں کو خود کو کوسنے میں لطف آتا ہے۔" اسد نے ہنس کر کہا "آپ بھی کمال کرتی ہیں!" اگلی
جنوری میں صرف دس مہینے ہی اور باقی ہیں اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ تندرست نہیں.........آپ
کی صحت ماشاء اللہ کافی اچھی ہے۔"

"بے شک" وہ یکایک اداسی سے بولی "لیکن چھوڑیئے اس تذکرہ کو.........اس ماحول میں موت کا
تذکرہ حماقت ہے.........دیکھئے ان گلاب کے پھولوں کو دیکھئے.........کس قدر حسین ہیں"

اس وقت ان کی کار پارک کے قریب سے گزر رہی تھی۔

"واقعی یہ پارک اب بہت حسین بن گیا ہے۔" اسد نے کہا۔ "جب میں پہلی بار ادھر آیا تھا تو ایک چھوٹا
سا باغیچہ تھا۔"

پارک کے اختتام پر اسد نے گاڑی کو نئے بازار کی طرف موڑ دیا۔ دو منٹ بعد زرینہ کار سے اتری اور
درزی کی دکان میں داخل ہو گئی۔

جب زرینہ دکان کے اندر مشغول تھی اسد نے صورتحال پر از سر نو غور کرنا شروع کیا۔ اس نے
فیصلہ کیا کہ وہ زرینہ کو اقبال جنگ کی طرف سے ایک فرضی پیغام دے گا اور اس پیغام کا مضمون کچھ اس
طرح کا ہوگا کہ زرینہ کو چاہئے کہ وہ جشن میں شریک نہ ہو بلکہ جب تک جشن ختم نہ ہو جائے اس وقت
تک طومان وغیرہ سے دور ہی رہے اور خود کو اقبال جنگ کی نگرانی و حفاظت میں رکھے.........اس پیغام
کیلئے وہ مناسب الفاظ تلاش کرنے میں مصروف تھا لیکن اس کے ساتھ ہی اس کو احساس ہو رہا تھا کہ
زرینہ ہرگز اس کی بات کا یقین نہیں کرے گی یہ بالکل ظاہر تھا کہ وہ اس ناپاک شیطانی جشن میں شرکت
کرنے کا پختہ ارادہ کر چکی تھی اور بوڑھی مادام عرفی نے جو کچھ بتایا تھا اس سے معلوم ہوتا تھا کہ تمام ابلیس
پرست اس جشن کو اس قدر زیادہ اہمیت دیتے تھے کہ ان لوگوں کے درمیان مختلف فرقے اور مختلف حلقے
جشن میں شریک ہونے کی غرض سے کم از کم ایک رات کیلئے اپنے تمام اندرونی اختلافات کو فراموش
کر دیتے تھے۔

زرینہ کے رویہ سے بالکل ظاہر تھا کہ وہ خود کو جس مصیبت میں مبتلا کرنے جا رہی تھی اس کا اسے ذرا
سا بھی تصور نہ تھا لیکن اسد کیلئے یہ تصور ہی ایک قیامت سے کم نہ تھا کہ جشن میں شریک ہونے والے
ابلیس پرستوں کا خبیث گروہ زرینہ جیسی معصوم و حسین لڑکی پر دست درازیاں کرے گا اور ان کے
وحشیانہ جنون کے ہاتھوں اس بیچاری کی نہ جانے کیا درگت بنے گی.........ان تصورات سے بے اختیار
اسد کا خون کھولنے لگتا تھا اس کے جبڑوں اور بازوؤں کے اعصاب کھنچے جاتے تھے اور اس کا جی چاہتا تھا کہ
اپنے فولادی گھونسوں سے ان لوگوں کی کھوپڑیوں کو سرمہ بنا دے.........! کچھ ہی کیوں نہ ہو یہ
ضروری تھا کہ وہ زرینہ کو اپنے ساتھ ہی رکھے.........لیکن کس طرح؟

اس نے زوروں کے ساتھ اپنے دماغ کو کوئی مناسب ترکیب سوچنے کیلئے الٹ پلٹ کرنا شروع لیکن پریشانی کی بات یہ ہوئی کہ تقریباً اسی وقت زرینہ درزی کی دکان سے نکلی اور اسد کے پاس آ گئی ایک بار پھر پارک میں داخل ہونے تک وہ کوئی تدبیر نہ سوچ سکا۔

"اچھا! اب بتایئے!" وہ نرمی سے بولی۔

"کیا بتاؤں؟" اسد نے بات ٹالنے کی کوشش کی۔ "کہیئے تو یہ بتانا شروع کر دوں کہ آپ کس قدر حسین ہیں۔"

"نہیں......... نہیں......... یہ آپ کا کرم ہے کہ آپ میری شکل وصورت اور میرے لب ولہجہ کی تعریف میں شاعرانہ قصیدے سنانے کی زحمت گوارا کرنے کو تیار ہیں لیکن میرے خیال میں اب وقت آگیا ہے کہ آپ کہکشاں ہوٹل میں آج صبح تشریف لانے کا سبب......... حقیقی سبب......... بیان فرمائیں۔"

"کیا آپ اب تک اندازہ نہیں لگا سکیں؟"

"نہیں۔"

"میں آپ کو دوپہر کے کھانے کیلئے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔"

"خدارا......... سنجیدہ بننے کی کوشش کیجئے......... آپ میرے لئے کوئی پیغام لائے ہیں۔"

"ممکن تو یہ بھی ہے لیکن اگر میں کوئی پیغام نہ بھی لاتا تب بھی میں آپ کے ہوٹل کو اپنے لئے جنت نہ سمجھتا۔"

زرینہ کی پیشانی پر شکنیں سی پڑ گئیں۔

"میں آپ کی بات سمجھنے سے قاصر ہوں۔" وہ بولی "ہم دونوں میں سے کوئی بھی اس بات کے لئے تیار نہیں کہ اس قسم کی رومانی باتوں پر اپنا وقت ضائع کرے۔"

"میں ایک ایسی منزل پر پہنچ چکا ہوں جہاں میں ہی اس معاملہ کا سب سے بہتر فیصلہ کر سکتا ہوں۔" اسد نے ایک شان برتری کے ساتھ کہا کیونکہ اس نے دیکھا کہ اپنے واسطے اس نے جو ایک اونچی پوزیشن قائم کی تھی اور "سیاہ علوم" کے میدان میں خود کو جس بلند مرتبہ کا ماہر ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی باتوں ہی باتوں میں نظرانداز ہوتا جا رہا تھا۔

"تو کیا آپ ایک طاغوتی سے بھی آگے بڑھ چکے ہیں اور سیاہ سرداری کا آتشیں تاج آپ کو حاصل ہو گیا ہے؟"

حیرت ونفرت اور تکلیف کی ایک جھرجھری سی اسد کے سینے میں پیدا ہوئی لیکن اس نے اس کو اندر ہی اندر دبا دیا......... گفتگو ایک بار اسی شیطانی کاروبار کی لغویات کی طرف مڑ گئی تھی اور اسد کو محسوس ہو رہا تھا کہ اب وہ دیر تک اس سلسلے میں اپنی اداکاری کو قائم نہ رکھ سکے گا لہٰذا جواب دینے کے بجائے اس نے اچانک عزم کے ساتھ اپنی کار کو پھر موڑ کر سڑک پر پہنچا دیا اور شہر سے باہر جانے والے راستے پر روانہ کیا۔

"کہاں لے جا رہے ہیں آپ؟" زرینہ نے عجلت سے پوچھا۔

"اقبال جنگ کے ساتھ کھانا کھانے کے لئے۔" اسد نے جھوٹ بولا "میرے پاس آپ کے لئے کوئی پیغام نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اقبال جنگ نے مجھے آپ کو لانے کے لئے بھیجا ہے کیونکہ وہ خود ہی آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔" اس وقت بات ٹالنے کے لئے اس کہانی کے علاوہ اور کچھ نہ سوچ سکا۔

"خوب!...... لیکن اقبال جنگ کہاں ہے؟" وہ بولی۔

"چندر گھاٹ میں۔"

"چندر گھاٹ کہاں ہے؟"

"دریا کے پاس ایک چھوٹا سا مقام ہے...... پالار کے نزدیک۔"

"لیکن وہ تو میلوں دور ہے۔"

"ہاں...... صرف تقریباً 50 میل۔"

"لیکن یقیناً وہ شہر سے روانہ ہونے سے پہلے بھی مجھ سے مل سکتا تھا؟"

اسد نے دیکھا کہ وہ مشتبہ نظروں سے اس کے چہرے کو تک رہی تھی اس لئے اس نے دلیری سے کہا "مجھے اور کچھ معلوم نہیں...... لیکن اس نے مجھے بھیجا تھا کہ آپ کو لے آؤں...... اور نواب کا جو کچھ حکم ہوتا ہے اس کی تعمیل مجھے کرنی پڑتی ہے۔"

"مجھے آپ کا یقین نہیں!" زرینہ نے غصے سے کہا "گاڑی روک لیجئے...... فوراً...... میں اترنا چاہتی ہوں!!"

بے اختیار اسد کا ارادہ ہوا کہ زرینہ کے احتجاج کو نظرانداز کر دے اور گاڑی کی رفتار تیز کر دے لیکن سڑک پر ٹریفک بہت تھا اور زرینہ کو دن دہاڑے اغوا کرنے کی کوشش ایک پاگل پن ثابت ہوتی۔ وہ بڑی آسانی سے کسی پولیس کے آدمی کو اشارے سے بلا سکتی تھی اور مزید دو سو گز سے پہلے ہی اس کو روک سکتی تھی۔

بادل ناخواستہ اس نے کار کو سڑک کے کنارے پر روک دیا لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا لمبا بازو زرینہ کے سامنے پھیلا کر کار کے دروازے کو پکڑ لیا تاکہ زرینہ اس کو زبردستی نہ کھول سکے۔

زرینہ نے غصے سے بھری ہوئی آنکھیں اسد کی طرف اٹھائیں۔

"آپ مجھ سے جھوٹ بول رہے ہیں۔" وہ بولی "میں آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔"

"ایک منٹ صبر کیجئے۔"

یہ کہتے ہوئے وہ ایک جارحانہ انداز میں زرینہ کی طرف جھک گیا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ زرینہ سے بحث کرنے کے لئے اپنی تمام تر دماغی صلاحیتوں کو جمع کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے زرینہ کو ایک بار کار سے اترنے کی اجازت دیدی تو معاملہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا اور اس بات کا کوئی امکان نہ رہے گا کہ زرینہ کو اس خفیہ جشن میں جانے سے روکنے کا موقع مل سکے جہاں آج رات خوفناک شیطانی رسوم ادا ہونے والی تھیں۔ اس کو یقین تھا کہ زرینہ کو ان وحشیانہ رسوم کی حقیقی

نوعیت کے متعلق کوئی علم نہیں ہے اور وہ بالکل اندھی بن کر ایک تباہ کن قدم اٹھا رہی ہے لہٰذا اس نے عزم کر لیا کہ اس وحشیانہ شرمناک جشن میں شرکت سے زرینہ کو روکنا ہی پڑے گا اور اسی عزم نے اس کے دماغ کو یکایک غیر معمولی حد تک چالاک بنا دیا۔

"کیا آپ کو معلوم ہے کہ سلیمان کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا؟" اس نے پوچھا "ہاں" زرینہ نے جواب دیا "آپ نے کل رات اس کو خود اس کے مکان سے اغوا کر لیا۔" "ٹھیک ہے...... لیکن کیا آپ جانتی ہیں کیوں؟"

"مادام عرفی کہتی تھی کہ سلیمان کو اغوا کرنے سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ آپ بھی "طلسمی عجوبہ" کی تلاش میں ہیں...... آپ لوگوں کو حاضرات کے عمل کے لئے سلیمان کی ضرورت تھی۔"

"بالکل صحیح!" اسد نے کہا اور ایک لمحہ کے لئے یہ سوچنے کے لئے رک گیا کہ یہ "طلسمی عجوبہ" جانے کیا بلا ہے۔ یہ دوسرا موقع تھا کہ اس نے اس کا نام سنا تھا...... کچھ سوچ کر وہ پھر بولا... "بات یہ ہے کہ چونکہ سلیمان کچھ خاص ستاروں کے وقت پیدا ہوا تھا اس لئے اس کی موجودگی اس عمل کے لئے ضروری تھی ہمیں برسوں تک سخت تلاش کرنی پڑی تب کہیں جا کر شاید کوئی ایسا آدمی ہمیں مل سکا جو اس کام کے لئے موزوں ہوتا اور جو اسی سال، اسی دن اور اسی وقت پیدا ہوا ہوتا...... یہ تو رہا سلیمان کا معاملہ...... لیکن ہمیں آپ کی بھی ضرورت ہے۔"

"لیکن میرا نمبر تو آٹھ نہیں ہے!"

"اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا"...... ہمارے لئے یہی کافی ہے کہ آپ کا تعلق چاند سے ہے۔ کیوں ہے نا؟"

"اسد کو ذرا بھی معلوم نہ تھا کہ "نمبر آٹھ" سے زرینہ کا کیا مطلب تھا۔ اس نے جواب میں یہ الفاظ محض اس طرح کہہ ڈالے تھے کہ جیسے اندھیرے میں کوئی تیر چلا دے۔ زرینہ کا تعلق چاند سے ہے یہ بات اسد نے محض اقبال جنگ کی اس گفتگو کی بنا پر کہہ دی تھی جس کے دوران نواب نے بتایا تھا کہ زرینہ کا نام دراصل زورینہ کی بگڑی ہوئی شکل ہے اور زورینہ کوہ قاف کی ایک قدیم قوم میں چاند کی دیوی کا نام تھا۔"

"بے شک میرا تعلق چاند سے ہے۔" زرینہ نے اعتراف کیا لیکن اس بات سے "طلسمی عجوبہ" کا کیا واسطہ؟"

"بہت کچھ...... آپ میرا یقین کریں۔ یہ بے حد اہم بات ہے اگر آپ اس سے واقف نہیں تو تعجب نہیں...... فطری طور پر آپ کو اس راز کا کوئی علم نہ ہونا چاہئے۔ اس معاملے میں چاند کی اہمیت کو خود طوماں بھی محسوس نہیں کرتا اور یہی وجہ ہے کہ آج تک وہ اپنے مقصد میں کچھ زیادہ کامیاب نہیں ہو سکا۔"

"طوماں بے حد ناراض ہوگا اگر میں نے اس کے حلقے یا جماعت کو چھوڑ دیا۔"

"ناراضگی کی وجہ؟"

"اس سے بڑی وجہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کے تمام عملیات کے لئے میں ایک بہترین ذریعہ ہوں یعنی میں اس کی پسندیدہ "معمول" ہوں...... اس کے ارتعاشات سے میرے ارتعاشات اس قدر زیادہ ملتے جلتے ہیں کہ مجھ جیسا کوئی اور "معمول" تلاش کرنے میں اس کو انتہائی زبردست مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا...... شاید...... شاید وہ مجھے بہت خوفناک سزا دے گا اگر...... اگر...... میں......"

زرینہ کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا اور اس کی آنکھیں دہشت زدہ انداز میں خلاء کے اندر کسی ایسی خوفناک شے کو تک رہی تھیں جو اس پر نازل ہو سکتی تھی۔

"پریشانی کی ضرورت نہیں۔" اسد بولا "اقبال جنگ آپ کی حفاظت کے لئے کافی ہے۔ یہ نہ بھولئے کہ وہ ایک طاغوتی ہے...... ایک اعلیٰ ترین درجے کا جادوگر! وہ آپ سے ابھی اسی وقت ملاقات کرنا چاہتا ہے اور اگر آپ اس وقت میرے ساتھ نہیں چلیں گی تو ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کے خلاف کوئی ایسی کارروائی کرے جو اور بھی زیادہ خراب اور خوفناک ہو۔"

یہ مکروہ جھوٹ بولتے ہوئے اور اس لڑکی کو اس طرح دھوکا دیتے ہوئے اسد کو خود اپنے سے نفرت محسوس ہو رہی تھی لیکن اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ زرینہ کو خود اپنی حماقت سے بچانا ضروری تھا اور اس طرح جھوٹ، دھمکی اور بلیک میل ہی اس کا واحد طریقہ نظر آتا تھا۔ "کس طرح اطمینان ہو مجھے!...... کیسے اطمینان ہو!" زرینہ نے عجلت سے دہرایا "ممکن ہے آپ جھوٹ بول رہے ہوں...... ذرا تصور کیجئے کہ میرا کیا حشر ہوگا اگر طوماں زیادہ طاقتور ثابت ہوا۔"

"اس کا ثبوت تو آپ کو کل رات مل چکا ہے۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ ہم طوماں کی کھلی آنکھوں کے سامنے سلیمان کو وہاں سے نکال لے گئے۔"

"بے شک...... لیکن کیا آپ اس کو اپنے پاس رکھ سکیں گے؟"

"یقیناً!" اسد نے زوردار لہجے میں کہا لیکن اپنی اس شکست کو یاد کر کے اس کو سخت تکلیف ہوئی کہ طوماں نے اپنی پُراسرار طاقت سے سلیمان کو ایک گھنٹے کے اندر ہی واپس لے لیا تھا...... نہ جانے غریب سلیمان کہاں ہوگا؟...... دن گزرتا جا رہا تھا اور یہ امید بے نتیجہ ثابت ہو چکی تھی کہ زرینہ کے ذریعے اس کا کوئی سراغ لگایا جا سکے گا۔ زرینہ کی طرح سلیمان کو بھی آنے والی رات کی شیطانی سیاہ کاریوں سے بچانے کی سخت ضرورت تھی۔ لیکن موجودہ حالات میں کس طرح اس کو رات سے پہلے ہی تلاش کیا جا سکتا تھا۔

"اُف!...... اب میں کیا کروں؟" زرینہ نے ایک خوفزدہ سسکی لیتے ہوئے کہا۔ "یہ پہلا موقع ہے کہ میں نے لوگوں کو مذہبی برادری میں کسی اختلاف کے متعلق سنا ہے میرا خیال تھا کہ اگر میں اپنے مذہب کے راستے پر صرف عمل کرتی رہوں تو میں غیر معمولی طاقتوں کی مالک بن جاؤں گی لیکن آج...... آج اچانک یہ خوفناک و خطرناک فیصلہ مجھ پر ٹھونس دیا گیا؟" اسد نے دیکھا کہ وہ کمزور پڑتی جا رہی تھی اس نے اپنی گاڑی کو اسٹارٹ کر دیا۔

"آپ میرے ساتھ چلیں گی اور اطمینان رکھئے آپ کو کسی چیز سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ میرے ان الفاظ کو اچھی طرح یاد رکھئے۔ میں یہ بات پوری سنجیدگی و ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں۔"

"اچھا! ...... یہی سہی۔" وہ کمزور سی آواز میں بولی۔ "میں آپ پر بھروسہ کیئے لیتی ہوں۔" چند منٹ تک وہ خاموش بیٹھے رہے۔ جب گاڑی بڑی شاہراہ پر آگئی تو اس نے مڑ کر زرینہ کی طرف دیکھا اور مسکرایا۔

"اب چھوڑیئے اس تذکرے کو؟" اقبال جنگ سے ملاقات کرنے تک ہمیں اس معاملے کو فراموش کر دینا چاہیئے اور اس اثناء میں بہتر ہے کہ میں اور آپ عام انسان بن جائیں۔ کیا خیال ہے آپ کا؟"

"ٹھیک ہے۔" وہ بولی "تو پھر کیوں نہ آپ کچھ اپنے ہی متعلق مجھے بتائیں؟"

یہ دیکھ کر زرینہ نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں اسد بمشکل ہی اپنی خوشی کو ضبط کر سکا اس احساس پر اسے بے حد سکون محسوس ہو رہا تھا کہ اب تقریباً ایک گھنٹے تک اس کو کم از کم اس مصیبت سے نجات حاصل رہے گی کہ شیطانی گورکھ دھندوں کے متعلق بے تکی باتیں اڑاتا رہے۔ ان شیطانی معمّوں پر بحث کرنا جو اس کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتے ہیں در حقیقت انتہائی خطرناک تھا جتنا کہ سمندر پر جمی ہوئی ہلکی برف کے اوپر دوڑنا۔ لہٰذا اب اس بحث کو چھوڑ کر اس کی تمام سابقہ فطری خوش طبعی واپس آگئی اور اپنی سابقہ زندگی کی کہانی مزے لے کر سنانے لگا۔ وطن میں اپنی زندگی کی دلچسپیاں ...... ہندوستان اور دوسرے ممالک کے سفر و سیاحت کے واقعات ...... موٹر کاروں، کشتیوں اور ہوائی جہازوں کے سلسلے میں اپنی تیز رفتاری کا شوق وغیرہ وغیرہ۔"

اسد کی کار تیزی سے اپنی منزل کی طرف چلتی ہوئی مختلف قصبات و دیہات سے گزرتے ہوئے کچھ دیر بعد ہی اس نے زرینہ کو اس بات پر مائل کر لیا کہ وہ خود اپنے متعلق بھی کچھ بتائے۔ اس نے بتایا کہ اس کا باپ ہندوستانی تھا اور اس کی ماں مصری تھی۔ ابھی وہ ایک چھوٹی سی بچی ہی تھی کہ اس کے باپ کا انتقال ہو گیا اور اس کی مصری ماں نے اس کی پرورش کی۔ اس کے بچپن کا پورا زمانہ ایک بہت بڑے اور پرانے مکان میں بسر ہوا تھا جو مقامی طور پر "محل" کہلاتا تھا اور یہ کوہ قاف کے جنوبی ڈھالوں پر ایک دور افتادہ گاؤں میں واقع تھا۔ یہ گاؤں اونچے اونچے پہاڑوں سے چاروں طرف گھرا ہوا تھا اور باقی دنیا سے اس قدر الگ تھلگ تھا کہ عالم گیر جنگ کا بھی وہاں کچھ زیادہ اثر نہیں ہوا تھا۔ البتہ جنگ کے بعد کچھ ایسی سیاسی تبدیلیاں ہوئیں کہ اس مکان کو چھوڑنا پڑا اور اس کی ماں اس کو لے کر مصر واپس آگئی۔ شاہ فاروق کی حکومت کے اختتام اور جمہوریت کے قیام پھر انقلابات کے تحت ان دونوں کی زندگی پر اثر پڑا۔ بہت کی املاک ہاتھ سے نکل گئیں اور اسی زمانے میں اس کی ماں کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس کے باپ کا کافی روپیہ ہندوستانی بینکوں میں محفوظ تھا اس نے وہ روپیہ حاصل کیا اور چونکہ اب دنیا میں کوئی رشتہ دار موجود نہ تھا اور روپیہ کافی تھا اس لئے اس نے سفر و سیاحت کا فیصلہ کر لیا۔

"پھر بھی یہ بڑی عجیب بات ہے کہ آپ کو میں نے دنیا کے کئی ممالک میں دیکھا۔" اسد نے ہنس کر کہا۔

"روم کی بابت تو مجھے یاد نہیں، جہاں آپ کہتے ہیں کہ آپ نے مجھے پہلی بار دیکھا تھا۔" زرینہ نے جواب دیا۔ "لندن کا واقعہ مجھے یاد ہے، میں اس وقت شہر سے باہر دیہاتی علاقے میں ایک گھوڑے پر سوار

تھی اور آپ ایک لمبی سی سرخ موٹر کار میں ...... جب آپ نے اپنی گاڑی کو سڑک کے کنارے موڑ کر روک لیا تاکہ ہم لوگ گزر سکیں تو آپ کو دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی کہ میں نے یہ شکل پہلے کہاں دیکھی ہے......! اور پھر مجھے یاد آیا کہ میں نے آپ کو نیویارک کی ایک پر ہجوم سڑک پر کئی ماہ پیشتر دیکھا تھا جب کہ ہم دونوں کی کاریں ٹریفک میں پھنس کر پہلو بہ پہلو رک گئی تھیں۔"

"معلوم ہوتا ہے قسمت کو پہلے ہی سے یہ منظور تھا کہ ہم کبھی نہ کبھی ملاقات کریں گے؟"

"ہم دونوں ہی جانتے ہیں کہ محض چانس یا اتفاق کوئی چیز نہیں۔" وہ بولی "مجھے یقین ہے کہ آپ میرا موم کا مجسّمہ بنا کر ضرور کہیں رکھے ہوئے ہیں اور برابر اس پر اپنا عمل کرتے رہے ہیں جس کے نتیجے میں آج ہماری ملاقات ہوئی ہے۔"

اگر زرینہ نے یہی بات ایک دن پہلے کہی ہوتی تو اس کی تمام تر سنجیدگی کے باوجود اسد کو فوراً یہ گمان ہوتا کہ وہ مذاق کر رہی ہے لیکن آج اسد کی ذہنیت بالکل بدل چکی تھی اگرچہ اپنے خیالات پر اس کو خود تعجب تھا لیکن حقیقت یہی ہے کہ اب وہ اس بات کو امکان کی حدود سے خارج نہیں سمجھتا تھا کہ ایک چھوٹے سے مومی مجسمے پر کچھ پراسرار جادو کا عمل کر کے ٹھوس نتائج پیدا کیئے جا سکتے ہیں۔ حالیہ تجربات نے اس کے نظریات میں ایک زبردست انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ زرینہ کے الفاظ سن کر اس نے کچھ پس و پیش کیا اس طرح کے عملیات کے متعلق وہ اپنی لاعلمی کا اعتراف کرنے پر تیار نہ تھا اور نہ یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ زرینہ سے ملاقات کرنے کے لئے اس نے کوئی کوشش نہیں کی لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ جواب سوچ سکے زرینہ نے خود ہی اس کو جواب کی ضرورت سے آزاد کر دیا کیونکہ وہ اچانک بول اٹھی۔

"اوہ ...... ! میں تو بھول ہی گئی ...... ! دوپہر کا کھانا ...... ! میں وہاں دعوت میں وقت پر واپس نہ پہنچ سکوں گی۔"

"پریشانی کی کیا بات ہے ...... ! آپ ٹیلیفون کر دیجئے اور اطلاع کر دیجئے کہ اچانک آپ کو شہر سے باہر جانا پڑا ہے۔" اسد نے کہا اور چند میل دور اور چلنے کے بعد جب وہ ایک اوسط درجے کے قصبے میں داخل ہوئے تو اسد نے گاڑی کو ایک بڑے ہوٹل کے سامنے روک دیا۔

زرینہ ہوٹل کے اندر ٹیلیفون کرنے کے لئے چلی گئی اور اسد باہر کھڑے ہو کر اپنے سفر کی منزل مقصود یعنی چندر گھاٹ اور دریا کی حالت پر غور کرنے لگا اگرچہ ابھی سال کا ابتدائی حصہ تھا اور موسم گرما کے ایام شروع نہ ہوئے تھے تاہم دریا کی حالت ایسی تھی کہ کشتی کی سیر سے لطف اندوزی کی جا سکتی تھی اور دریا کے دوسرے کنارے پر دلکش باغات میں جہاں ایک خوبصورت کلب قائم تھا، تفریح کرنے والوں کے لئے خیمہ جات وغیرہ کا انتظام شروع ہو چکا تھا۔

کچھ دیر بعد زرینہ واپس آگئی اور فوراً ہی وہ پھر روانہ ہو گئے۔

تیز رفتار کار جلد ہی شہری حدود سے نکل کر مضافات کے ماحول سے گزرنے لگی۔ رفتہ رفتہ قدیم دور کے زمینداروں اور جاگیرداروں کی دور افتادہ عمارتیں بھی نظروں سے غائب ہو گئیں اور صحیح معنوں میں دیہاتی علاقے شروع ہو گئے۔ اب سڑک ایسے مقامات سے گزر رہی تھی جہاں رہ رہ کر کچھ فاصلوں پر

درختوں کی گھنی شاخیں محرابوں کی شکل میں راستہ پر جھکی ہوئی تھیں اور ان کے تنوں کے درمیان سے سورج کی شعاعیں نورانی سلاخوں کی طرح نمودار ہو کر خاموش جنگل کے حسن میں اضافہ کرتی معلوم ہوتی تھیں۔ دور سبزہ زاروں میں ادھر ادھر مویشیوں کے جھنڈ گھاس چرنے میں مشغول نظر آتے تھے اور کھیتوں میں نیم پختہ فصلیں زندگی سے بھرپور سورج کی روشنی میں نہائی ہوئی کھڑی تھیں۔

دیہاتی علاقے کے مناظر اور لطیف خوشبوئیں جہاں انسانی صنعت نے فطرت کے حسن کو مجروح نہیں کیا تھا یا جہاں فطرت کی تازگی کو انسان نے اپنے مفاد کی خاطر قائم رکھنے کی کوشش کی تھی، تازہ روپ میں ڈھلے ہوئے جنگل، میدان اور سبزہ زار...... ان سب چیزوں کے تاثرات نے اسد کے دل میں ایک جذبہ اور ایک نیا اعتماد پیدا کر دیا۔ سلیمان کے متعلق اپنی فکر و تشویش کو فی الحال اس نے ذہن سے نکال اور جس خوفناک ڈرامہ میں اس نے خود کو الجھا لیا تھا اس کے متعلق تمام خیالات کو اپنے دل سے خارج کرتے ہوئے اس نے زرینہ کے ساتھ وہ تمام مسرت انگیز مگر مہمل باتیں کرنا شروع کر دیں جو ایک نوجوان مرد ایک حسین و نوعمر عورت کے ساتھ ازل سے کرتا آ رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ زرینہ نہیں بلکہ کوئی اور عام لڑکی ہے جو اس کے ساتھ چھپ کر صرف ایک دن کے واسطے دیہاتی علاقے میں سیر و تفریح سے لطف اندوز ہونے کے لئے آ گئی ہے۔ اس وقت وہ زرینہ سے اسی مسرت و روحانی بے تکلفی کے ساتھ باتیں کر رہا تھا جو کہ اس ماحول میں وہ کسی بھی اور لڑکی سے کرتا۔

پالار پہنچنے سے قبل ہی اس کی بے تکلفی و خوش طبعی نے اتنی کامیابی حاصل کر لی تھی کہ زرینہ بھی رہ رہ کر ہنس پڑتی تھی اور جب وہ دریا کے کنارے چندر گھاٹ نام کے گاؤں میں پہنچے تو زرینہ کی یہ حالت تھی کہ اس کا چہرہ گلنار بن گیا تھا اور اس کی آنکھوں میں ایک نئی روشنی ناچ رہی تھی۔ دریا کو پار کر کے دوسری طرف پہنچے جہاں اقبال جنگ کا دریائی مکان کنارے سے کچھ دور ہٹ کر واقع تھا اور اس کے سبزہ پوش میدان نشیب میں پانی کے کنارے تک پہنچے ہوئے تھے۔

حمید نے ان کا استقبال کیا اور ایک خادمہ، زرینہ کو بالائی منزل میں لے گئی تا کہ وہ سفر کے بعد غسل کر سکے۔ تنہائی کا موقع پا کر اسد نے عجلت کے ساتھ حمید کو ضروری ہدایات کر دیں۔

تھوڑی دیر بعد جب زرینہ نشست گاہ میں واپس آئی جہاں پرانی وضع کی بڑی بڑی کھڑکیوں میں سے پھولوں سے بھرے ہوئے چمن اور ان کے بعد دریا کے دوسرے کنارے کے درخت ایک حسین منظر پیش کر رہے تھے تو اس نے دیکھا کہ اسد سکون و مسرت کے عالم میں کھڑا ہوا اپنے ہونٹوں کو ایک گرہ کی شکل میں سمیٹے ہوئے سیٹی بجا رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ مختلف قسم کے کھانوں کی ایک فہرست پر نشان لگاتا جاتا تھا۔ حمید اس کے قریب ہی کھڑا ہوا تعمیل حکم کے انداز میں سر ہلاتا جاتا تھا۔

"نواب صاحب کہاں ہیں؟" زرینہ نے پوچھا۔ اس کی آواز میں ایک نئی سنجیدگی تھی۔

اسد کو پہلے ہی سے اس سوال کا انتظار تھا۔ اپنا چہرہ اسی طرح زرینہ کی طرف سے موڑتے ہوئے اس نے خوش طبعی سے جواب دیا۔ "نواب صاحب ابھی تک نازل نہیں ہوئے...... ! کیوں حمید...... آخر کب تک آ رہے ہیں وہ؟"

"معاف کیجئے حضور...... مجھے آپ کو پہلے ہی بتا دینا چاہئے تھا، نواب صاحب نے ٹیلیفون کیا تھا کہ میں ان کی طرف سے مس صاحبہ کی خدمت میں معذرت پیش کر دوں اور آپ سے یہ عرض کروں کہ ان کے بجائے سرکار ہی میزبانی کا فرض ادا فرمائیں۔ نواب صاحب کو بعض شدید ضرورتوں کی وجہ سے رک جانا پڑا ہے لیکن امید ہے کہ سہ پہر کی چائے کے وقت تک تشریف لے آئیں گے۔"

"یہ تو واقعی بڑی بدمزگی اور بدقسمتی کی بات ہے۔" اسد نے متاثر انداز میں کہا "بہرحال مجبوری ہے...... ! کوئی پرواہ نہیں...... کھانا تیار ہوتے ہی ہم لوگ میز پر بیٹھ جائیں گے، انتظار بیکار ہے۔"

"بہت بہتر۔" حمید نے کہا۔ "طعام تقریباً تیار ہے بس دس منٹ اور لگیں گے۔"

یہ کہہ کر حمید نے ادب سے سر خم کیا اور چلا گیا۔

اسد جانتا تھا کہ مصیبت شروع ہونے والی ہے لیکن پھر بھی وہ کوشش کر کے ہنستا رہا۔

"آیئے! کچھ دیر شطرنج سے ہی شغل کیا جائے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "میں نے سنا ہے کہ شطرنج کی بساط پر ایک مرد کبھی ایک عورت سے بازی نہیں لے جا سکتا، میں آج یہ بات آزمانا چاہتا ہوں۔"

"مجھے شطرنج سے کوئی دلچسپی نہیں میں اس کو افیم سے کم نہیں سمجھتی!"

"افیم......!" اسد نے قہقہہ لگایا۔ "بڑی دلچسپ تشبیہ دی ہے آپ نے...... اچھا چلئے تاش سہی۔"

زرینہ کچھ دیر خاموش رہی۔ اس کے چہرے اور آنکھوں سے ساری مسرت و تازگی غائب ہو چکی تھی اور جب ایک منٹ بعد وہ بولی تو اس کی آواز میں ایک تازہ پریشانی نمایاں تھی۔

"میں چائے کے وقت تک یہاں نہیں ٹھہر سکتی۔" اس نے کہا۔ "کیا آپ کو یہ احساس نہیں کہ مجھے چار بجے سے پہلے شہر واپس پہنچنا چاہئے اور چار بجے وہاں سے روانہ ہونا چاہئے؟"

بے اختیار اسد کی زبان پر یہ سوال آیا کہ "وہ کونسا مقام ہے جہاں آپ آج رات جا رہی ہیں؟" لیکن اس سوال کو اس نے لبوں تک نہیں آنے دیا اور اس کے بجائے پوچھا۔ "آپ یہاں سے ہی سیدھی کیوں نہیں چلی جاتیں؟" اور یہ سوال کرتے وقت اس نے دل ہی دل میں دعا مانگی کہ جشن کا خفیہ مقام شہر کی دوسری سمت نہ ہو۔

ایک ساعت کے لئے زرینہ کے چہرے پر ایک چمک سے پیدا ہوئی۔

"میں یہ بھول گئی تھی کہ آپ بھی تو وہاں جا رہے ہیں اور یہاں سے روانہ ہونے میں سفر اور بھی مختصر ہو جائے گا۔" وہ بولی "اگر آپ مجھے لے جا سکتے ہیں تو یہ بالکل حماقت معلوم ہوتی ہے کہ میں شہر تک پھر واپس جاؤں...... لیکن مادام عرفی کا کیا ہو گا؟ وہ میرے ساتھ جانے کا پروگرام بنا چکی ہے...... اس کے علاوہ مجھے اپنے کپڑے بھی لینے ہیں۔"

"تو کیوں نہ آپ مادام کو ٹیلیفون کر دیں؟ ان سے کہہ دیجئے کہ وہ آپ کا سامان لیتی آئیں اور بتا دیجئے کہ ہم لوگ وہاں منزل مقصود پر ہی ان سے مل جائیں گے...... آپ کو اقبال جنگ سے ملنا ضروری ہے اور خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو وہ ضرور یہاں آئے گا کیونکہ وہ اور میں ایک ساتھ ہی وہاں جا رہے ہیں۔"

زرینہ نے اثبات میں سر ہلایا اور بولی۔ "ٹھیک ہے! اگر میں خود کو اس کی حفاظت میں دینا چاہتی ہوں

تو یہ ضروری ہے کہ جشن سے پہلے ہی اس سے ملاقات کرلوں کیونکہ طومان ہوا میں آنکھیں رکھتا ہے اب تک اس کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ میں یہاں موجود ہوں۔"

"تو پھر آیئے" اسد نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ "ہم ابھی فوراً کہکشاں ہوٹل کو ٹیلیفون کرتے ہیں مادام عرفی کو فوراً مطلع کرنا ضروری ہے۔"

زرینہ نے کوئی مزاحمت نہ کی اور اسد اس کو باہر ہال میں لے آیا۔ جب ٹرنک کال پر رابطہ پیدا ہو گیا اس نے فون کو زرینہ کے حوالے کیا اور نشست گاہ میں واپس چلا آیا۔ اپنی فتح پر وہ اس قدر مسرور تھا کہ بے اختیار گنگناتا ہوا وہ تقریباً ناچنے لگا۔ اس کو یقین تھا کہ اب زرینہ مکمل طور پر اس کے قبضے میں آچکی ہے اقبال جنگ کے آنے تک اب وہ کہیں نہ جائے گی۔ اس کے بعد یہ کام اقبال جنگ کا ہے کہ زرینہ سے ایسی معلومات حاصل کر لے کہ ان لوگوں کو سلیمان کا کوئی سراغ مل سکے۔

یکایک اس کا ناچ اور گیت کی گنگناہٹ رک گئی۔

زرینہ دروازے میں کھڑی ہوئی تھی اس کا چہرہ زرد تھا، اس کی آنکھوں میں غصہ اور خوف ایک ساتھ دہک رہا تھا؟

"آپ نے مجھ سے جھوٹ بولا ہے!" اس نے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہا۔ "طومان اس وقت مادام عرفی کے پاس موجود ہے اس نے کل رات ہی سلیمان کو آپ سے چھین لیا تھا آپ اور آپ کے عظیم دوست اقبال جنگ محض جعلساز ہیں محض فریب کار نیم حکیم! آپ کو خود اپنی حفاظت کی طاقت نصیب نہیں...... آپ بھلا مجھے کیا بچا سکتے ہیں...... ! ہو سکتا ہے اب غصہ میں طومان مجھے موت کے پہیئے سے باندھ دے...... اُف...... ! مجھے اب واپس جانا لازمی ہے۔" اور اس سے پیشتر کہ اسد اس کو روک سکے، وہ تیزی سے گھومی اور کمرے سے بھاگتی ہوئی روانہ ہو گئی۔

ایک ہی جست میں اسد کمرے سے باہر نکل گیا اور دوسری جست میں وہ باغ میں پہنچ گیا۔ اس کی لمبی لمبی ٹانگوں کے مقابلے میں زرینہ کی کامیابی کا کوئی امکان ہی نہ تھا۔ ابھی وہ مشکل سے 20 گز گئی تھی کہ اسد نے اس کا بازو پکڑ لیا اور جھٹکا دے کر اس کا رخ اپنی طرف کر لیا۔

"جانے دو مجھے!" وہ ہانپتے ہوئے بولی۔ "اپنے جھوٹ اور فریب کاری سے تم نے مجھے جس خطرے میں ڈال دیا ہے، کیا اس سے تمہیں تسکین نہیں ہوئی۔"

اسد نے زرینہ کے خوفزدہ چہرے کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا لیکن اپنی گرفت اس کے بازو سے نہ ہٹائی۔

"مجھے بے حد افسوس ہے زرینہ کہ تمہیں اس مکان تک لانے کے لئے مجھے جھوٹ اور فریب سے کام لینا پڑا...... لیکن اب جب کہ تم یہاں آگئی ہو تو تمہیں ٹھہرنا ہی ہو گا...... سمجھیں؟"

"سمجھنے کی ضرورت تو تمہیں ہے۔" وہ غصہ میں بولی "تم اور تمہارا دوست اقبال جنگ بالکل ان نادان بچوں کی طرح ہیں جو خوفناک بارود کی سرنگ یا تباہ کن بم سے کھیل رہے ہوں۔ طومان کے سامنے تم لوگ مچھر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے وہ اپنی خوفناک قوت کے صرف ایک ہلکے سے اشارے سے تمہیں صفحۂ ہستی سے نابود کر دے گا۔"

"مجھے یقین دلانے کی کوشش نہ کرو زرینہ...... ہو سکتا ہے کہ مجھے ذاتی طور پر سحر اور جادو کے متعلق کچھ زیادہ معلومات حاصل نہ ہوں اور یہ بھی صحیح ہے کہ اگر گزشتہ ہفتے میں کوئی شخص مجھ سے یہ کہتا کہ شہر کے مختلف حصوں میں ابلیس پرست اپنے عملیات کی مشق کرتے پھرتے ہیں تو میں بھی سمجھتا کہ یا تو ان لوگوں کا دماغ خراب ہو گیا ہے یا غلطی سے چمگادڑوں کو جادو سمجھ لیا گیا ہے...... لیکن اقبال جنگ کا معاملہ بالکل جداگانہ ہے...... اور یقین کرو جب وہ کسی کام کا بیڑا اٹھا لیتا ہے تو ایک بھوت کی طرح لپٹ جاتا ہے...... اس لئے بہتر یہ ہے کہ تم اپنا رحم و کرم طومان کے لئے محفوظ رکھ چھوڑو...... اس کو تمہاری ہمدردیوں کی ضرورت ہو گی بہت جلد...... کیونکہ اقبال جنگ اس کی درگت بنا کر چھوڑے گا۔"

"تو کیا وہ...... اقبال! واقعی ایک طاغوتی ہے؟ ایک عظیم ماہر...... !" زرینہ نے پس و پیش کیا۔

"اصلیت تو خدا کو ہی معلوم ہے! میں تو اتنا جانتا ہوں کہ گزشتہ دنوں وہ نہ جانے کیا کیا عجیب باتیں کر رہا تھا مجھ سے...... اسی گفتگو میں اس نے یہ لفظ "طاغوتی" استعمال کیا تھا۔ میں نے یہ لفظ تمہارے سامنے محض اس لئے دہرا دیا کہ تمہیں متاثر کر سکوں۔" یہ کہتے ہوئے اسد نہایت معصومانہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔ آج صبح سے وہ جس مسلسل جھوٹ اور چالبازی سے کام لے رہا تھا اس نے اس کی تمام قوتوں کو شل کر کے رکھ دیا تھا لیکن اب جب کہ وہ صورتحال کا مقابلہ کھلی ہوئی دیانت و صاف گوئی کے ساتھ کرنے پر مجبور ہو گیا تھا تو اس کو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اس کی تمام ذہنی طاقت پھر تازہ ہو گئی تھی۔

"تب تو میں یہاں ٹھہرنے کی جرأت کر ہی نہیں سکتی...... یہ ناممکن ہے۔" اس نے اپنا بازو چھڑانے کی کوشش کی۔ "کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ اگر اقبال جنگ محض ایک قیدی ہے محض ایک نیم حکیم...... تو وہ ہرگز میری حفاظت نہیں کر سکے گا؟"

"اپنی نازک طبیعت کو پریشان مت کرو زرینہ! جب تک میں تمہارے پاس ہوں کوئی شخص تمہاری طرف اُنگلی بھی نہیں اٹھا سکتا۔"

"تم...... تم...... بہت بڑے احمق ہو...... تم بالکل نہیں سمجھتے...... !!" اس نے تکلیف میں تڑپ کر کہا۔ "تاریکی کی طاقت کو بند دروازوں یا آہنی سلاخوں سے روکا نہیں جا سکتا اگر میں آج رات جشن میں شریک نہ ہوئی تو جیسے ہی بستر پر نیند میں میری آنکھیں بند ہوں گی۔ فوراً ہی طومان سیاہ ارواح کو میرے پیچھے لگا دے گا صبح کو یا تو میں مردہ ہوں گی یا آسیب زدہ...... ایک پاگل عورت۔" اس مرتبہ اسد ہنس نہ سکا وہ محسوس کر رہا تھا کہ زرینہ واقعی ایک دہشت ناک امکان سے حقیقی طور پر سہمی ہے اس نے زرینہ کو مکان کی طرف موڑا اور نرمی سے بولا۔ "اچھا! خدا کے لئے اب پریشانی کو دور کرو! اقبال جنگ بخوبی جانتا ہے کہ یہ معاملہ کس قدر خطرناک ہے مجھے ان باتوں کا یقین دلانے کے لئے اس نے کل آدھی رات سے زیادہ خرچ کر دی ہے لیکن مجھے اپنی بے وقوفی کی بناء پر اس کی باتوں کا یقین اس وقت تک نہ آیا جب تک کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیا۔ اس عجیب خوفناک منظر کے متعلق میں فی الحال کوئی گفتگو کرنا نہیں چاہتا لیکن مجھے مکمل و پختہ یقین ہے کہ اقبال جنگ ہرگز ہرگز تمہیں خود کو کسی خطرے میں ڈالنے کی

اجازت نہ دے گا۔"

"تو مجھے واپس شہر جانے دو۔"

"نہیں! اس نے مجھ سے کہا تھا کہ تمہیں یہاں لے آؤں تا کہ وہ تم سے کچھ باتیں کر سکے اور میں نے اس کے حکم کی تعمیل کر دی۔ گھبرانے سے کام نہیں چلے گا زرینہ! بہتر یہ ہے کہ ہم سکون کے ساتھ کھانا کھائیں اور اقبال جنگ کے آنے پر اس معاملہ کے متعلق گفتگو کریں وہ یا تو تمہاری حفاظت کی خاطر لے گا یا تمہیں واپس جانے کی اجازت دے دے گا۔"

"میری حفاظت وہ ہر گز نہیں کر سکتا، میں بتائے دیتی ہوں...... اس کے علاوہ مجھے اس جشن میں رات شریک ہونے کی واقعی خواہش ہے۔"

"تمہیں خواہش ہے!" اسد نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "یہ بات میری عقل سے باہر ہے قیاس بھی نہیں کر سکتیں کہ خود کو کس مصیبت میں مبتلا کرنے جا رہی ہو...... بہر حال میں ہر گز تمہیں جانے دوں گا اس کو اچھی طرح سمجھ لو۔"

"تم میری خواہش کے خلاف مجھے یہاں روکنا چاہتے ہو۔"

"ہاں......"

"تو مجھے مدد کے لئے شور مچانا پڑے گا۔"

"شوق سے...... مگر یہ کوشش بیکار ثابت ہو گی چونکہ اقبال جنگ یہاں موجود نہیں ہے اس کے خدمت گار جانتے ہیں کہ اس وقت میری ہی حکومت ہے لہٰذا اگر تم شور و غل سے پورا گھر سر پر اٹھا لو یہ لوگ آنکھ بھی نہیں جھپکائیں گے......! اور تم جانتی ہو کہ ان کے علاوہ یہاں قرب و جوار میں بھی کوئی موجود نہیں ہے۔"

زرینہ نے تیزی سے ایک نظر باہر کی طرف ڈالی۔ سفید پھاٹک کے علاوہ ہر راستے پر ہر جگہ درخت چھائے ہوئے تھے سلیقے سے سجے ہوئے باغ پر جو گہرا سکوت چھایا ہوا تھا، اس کو توڑنے والی آواز...... ٹریفک کی کوئی گھڑ گھڑاہٹ موجود نہ تھی، تمام مکان ابتدائے گرما کی دھوپ میں خاموش پڑا تھا گاؤں کے رہنے والے دوپہر کے کھانے میں مشغول تھے۔

زرینہ نے محسوس کر لیا کہ وہ واقعی پھنس گئی ہے۔ صرف دماغی تیزی ہی اس کو یہاں سے نجات دلا سکتی تھی۔ اس کے دل میں طومان کا خوف اس قدر زبردست تھا کہ اس دلکش لیکن دخل در معقولات کرنے والے احمق انسان یعنی اسد کے چنگل سے خود کو آزاد کرنے کے لئے زرینہ ہر ممکن موقع سے فائدہ اٹھانے کا عزم کر چکی تھی۔

"اگر اقبال جنگ نے یہاں آنے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ میں جا سکتی ہوں تو تم مجھے روکو گے تو نہیں" اس نے پوچھا۔

"نہیں...... میں اس کے فیصلے پر عمل کروں گا۔" اسد نے جواب دیا۔

"اچھا تو فی الحال میں وہی کروں گی جو تم چاہو گے۔"

"بہت خوب......! تو آؤ اب چلیں۔"

وہ اس کو واپس مکان میں لے گیا اور حمید کو طلب کرنے کے لئے گھنٹی بجائی۔ حمید فوراً ہی کمرۂ طعام کے دروازے سے ظاہر ہوا۔

"ہم نے دوپہر کا کھانا دریا پر کھانے کا فیصلہ کیا ہے۔" اسد نے اس سے کہا۔ "کھانے کا پورا سامان ایک ٹوکری میں بھر دو اور اس کو برقی بجرے میں رکھ دو۔"

اسد نے یہ فیصلہ فوراً ہی ایک لمحے میں کر لیا تھا کیونکہ اس نے محسوس کیا کہ زرینہ اس فکر میں تھی کہ موقع ملے تو یہاں سے فرار ہو جائے۔ اگر ایک بار وہ اس کے ساتھ بجرے میں آ گئی تو بس پھر اطمینان تھا۔ اگر وہ دریا میں کود پڑنے اور تیر کر نکل جانے کا ہی تہیہ نہ کر لے تو وہ اس کو کسی ہنگامہ کا خطرہ مول لئے بغیر جب تک چاہے اپنے قبضے میں رکھ سکتا تھا۔

"بہت بہتر سرکار......! میں ابھی فوراً انتظام کئے دیتا ہوں۔" حمید یہ کہتا ہوا باورچی خانے کی طرف غائب ہو گیا۔

اسد، زرینہ کی نگرانی کرتا ہوا اس کو واپس نشست گاہ میں لے آیا۔ کچھ دیر تک وہ دونوں بیٹھے ہوئے ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے۔ آخر کار حمید پھر نمودار ہوا اور اسد کو اطلاع دی کہ اس کے احکام کی تعمیل کر دی گئی ہے۔

"آؤ...... اب چلیں۔" اسد نے زرینہ سے کہا۔

کمرے سے نکل کر وہ دونوں دھوپ میں نہائے ہوئے سبزہ زار پر آ گئے جہاں طرح طرح کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ دریا کے کنارے ایک صاف ستھرے اور سفید رنگ کے گھاٹ پر ایک ملاح برقی بجرہ ان کے لئے تیار لئے ہوئے موجود تھا۔

زرینہ گدوں پر بیٹھ گئی اور اسد نے بجرے کا چھوٹا سا عمودی پہیہ سنبھالا۔ چند منٹ میں وہ منجدھار میں جا پہنچے اور چڑھاؤ کی سمت روانہ ہو گئے۔ کچھ فاصلے پر دریا کے وسط میں پھاٹک لگے ہوئے تھے جہاں دریائی ٹریفک کو کنٹرول کرنے کے لئے ایک نگراں رہتا تھا۔ اسد یہ نہیں چاہتا تھا کہ زرینہ کو اس نگراں سے مدد چاہنے کا موقع ملے اس لئے اس نے بجرے کا رخ موڑا اور ایک سنسان مقام کی طرف چل دیا۔ کنارے کے اس حصے کی طرف شاذ و نادر ہی کسی کا گزر ہوتا تھا۔

بجرے کو کچھ جھاڑیوں میں باندھ کر وہ سامان کے بنڈل اٹھانے لگا۔

"اچھا اب تکلف کو بالائے طاق رکھ دو۔" وہ بولا۔ "ایک اچھی لڑکی کا فرض ہے کہ طعام کی فکر کرے ایک منٹ کے لئے یہ بھول جاؤ کہ تم کون ہو اور ان بنڈلوں کو کھول کر دیکھو کہ ہمارے واسطے کھانے کا کیا سامان ان نوکروں نے باندھا ہے۔"

زرینہ مایوسی سے مسکرائی اور بولی۔ "اگر میں یہ سمجھتی کہ تم جو کچھ کر رہے ہو، وہ واقعی سوچ سمجھ کر کر رہے ہو تو میں تمہیں دنیا کا سب سے بہادر انسان تسلیم کر لیتی۔"

یکایک وہ زرینہ کی طرف گھوما اور بولا "ہاں...... ہاں...... ایک بار پھر یہی کہو......! مجھے تمہاری آواز سے

عشق ہے!"

"بڑے احمق ہو تم!" زرینہ نے بنڈلوں کو کھولتے ہوئے ہنس کر کہا۔ "یہ دیکھو......! اس میں پنیر ......اور یہ کباب ہیں......اور روٹی......اور سلاد......اور بریانی......اور......یہ شیر مال......ہم تو زندگی بھر یہ تمام سامان نہ کھا سکیں گے......اور یہ دیکھو۔" اس نے ایک چھوٹی سی ٹوکری اوپر اٹھالی۔ "یہ ہیں تازہ سیب......!"

"بہت خوب......! نہ جانے کب سے میں نے کشمیری سیب کا ذائقہ بھی نہیں چکھا۔" اسد نے کہا ... نے انگریزی زبان کا یہ مقولہ تو سنا ہوگا کہ ایک سیب روزانہ کھاؤ اور ڈاکٹر کو بھگاؤ! سیبوں کی اس پوری ٹوکری کو لے کر تو ہم دنیا بھر کے ڈاکٹروں کے خلاف بغاوت کر سکتے ہیں! اور ہاں انگریزی زبان کا ایک مقولہ اور یاد آگیا کہتے ہیں کہ انگریزی فوج اپنے پیٹ پر لڑتی ہے آؤ ہم دونوں اس پورے سامان سے جنگ شروع کر دیں......پیٹ کی بھوک اور عشق کی بھوک......ان دونوں سے ہی تو زندگی جوان ہے۔"

کچھ دیر بعد ہی وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوئے طعام میں مشغول ہو گئے۔ اس وقت ان کی حالت کسی طرح بھی دو معمولی انسانوں سے مختلف نہ تھی جو سیر و تفریح اور کام و دہن کی لذتوں سے لطف حاصل کر رہے ہوں لیکن جب کھانا ختم ہو چکا تو اسد نے محسوس کیا کہ اگرچہ اس کا دل یہی چاہتا کہ سہ پہر تک کا وقت اسی مسرت و سرشاری کے ساتھ گزار دے لیکن اس کے دماغ کا تقاضا تھا کہ اب کام کا وقت آگیا ہے اور اب جب کہ کوئی بات چھپی ڈھکی نہیں رہی یہ ضروری ہے کہ اقبال جنگ کی آمد کا انتظار نہ کر کے موجودہ خوفناک معاملہ کے متعلق جو کچھ بھی ممکن ہو معلومات حاصل کرے۔ اس نے کشتی کے عقبی حصے میں پڑا ہوا ایک پیکٹ کھولا اور اس کو زرینہ کی طرف بڑھاتے ہوئے نیم مزاحیہ انداز میں پوچھا۔

"اچھا اب ایک بات بتاؤ......کیا ایک جادوگرنی کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ طعام کے اختتام پر چاکلیٹ سے منہ میٹھا کرے؟ میں سائنسی بنیاد پر یہ بات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"اف......! تم نے پھر کیوں مجھے یہ باتیں یاد دلا دیں؟ اس تذکرے نے میری ساری تفریح پر پانی پھیر دیا؟"

اس نے اپنا چہرہ جو ایک دم مغموم والم زدہ ہو گیا تھا، اپنے ہاتھوں میں چھپالیا۔

"مجھے اپنی حماقت پر افسوس ہے زرینہ......" اسد نے چاکلیٹ رکھ کر زرینہ کی طرف جھکتے ہوئے ...

"لیکن اس مصیبت میں تو ہم دونوں ہی شریک ہیں اس لئے اس کا تذکرہ کرنا ہی پڑے گا......ٹھیک ہے ......؟ پھر ایک بات اور بھی ہے اگرچہ تم دیکھنے میں ایسی نظر نہیں آتیں لیکن در حقیقت تم قدیم کہانیوں کی کسی بھی بوڑھی جادوگرنی سے کم نہیں ورنہ آج صبح جب میں تمہارے ہوٹل میں بیٹھا ہوا تھا، تم ہرگز اپنے طلسمی آئینے میں دیکھ کر سب کچھ معلوم نہ کر سکتیں۔"

"اگر تمہیں جادوگرنی جیسا احمقانہ دقیانوسی لفظ استعمال کرنے کا شوق ہے تو بے شک تم مجھے بھی جادوگرنی کہہ سکتے ہو۔" زرینہ نے چہرے سے ہاتھ ہٹا کر اپنے حسین بالوں کو ایک جھٹکے سے پیچھے ...

ہوئے اسد پر نظر جما کر کہا "وہ تو صرف بچوں کا کھیل تھا، وہ طلسمی آئینہ......اور اس کے استعمال کرنے سے میرا مقصد صرف یہ تھا کہ میں جو کچھ جانتی ہوں وہ بھول نہ جاؤں اور اس سے بھی عظیم طاقت کے استعمال کے لئے خود کو تازہ دم اور مستعد رکھوں۔"

"عظیم طاقت......؟" اسد نے دہرایا۔ "کیا تمہارا مطلب نیکی کی طاقت سے ہے؟"

"اس سے پیشتر کہ انسان یہ انتخاب کرے کہ وہ بائیں راستے پر جائے گا یا داہنے راستے پر......اس کو بہت سی منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔"

"داہنے بائیں راستوں سے کیا مطلب......؟"

"لوگ اپنی جہالت کے باعث ان کو نیکی اور بدی کے راستے کہتے ہیں۔"

"میں سمجھتا ہوں......لیکن اس ناپاک جشن کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جس میں آج رات تم شرکت کرنا چاہتی ہو؟"

"اگر میں اس دشوار مرحلہ سے گزر گئی تو میں موت کی وادی کو پار کر جاؤں گی۔" زرینہ کی نرم آواز بلند ہو گئی اور اس کی آنکھوں میں یکایک ایک جنون آمیز چمک پیدا ہو گئی۔

"تم ذرا بھی اندازہ نہیں کر سکتیں کہ جشن میں وہ لوگ تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کریں گے۔ ورنہ تم ہرگز اس کا خواب بھی دیکھنا گوارا نہ کرتیں۔"

"مجھے سب معلوم ہے......لیکن تم ان معاملات کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے لہٰذا تم فطری طور پر مجھے پکی بے حیا سمجھتے ہو یا بالکل پاگل......! تمہیں اب تک دنیا کی ان عام لڑکیوں سے سابقہ پڑا ہے جن کے دماغ میں اس کے علاوہ اور کوئی خیال نہیں ہوتا کہ تمہیں اپنے خوبصورت چنگل میں پھانس کر شادی پر مجبور کر دیں......بشرطیکہ تمہارے پاس دولت ہو......! اور دولت تمہارے پاس نمایاں طور پر کافی ہے......! لیکن مجھے اس طرح کی چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں......میں نے آج تک جو کچھ محنت کی ہے اور جو کچھ مطالعہ کیا ہے اس کا ایک ہی مقصد رہا ہے......یعنی طاقت حاصل کرنا......وہ سچی طاقت جو دوسرے لوگوں کی زندگیوں اور تقدیروں پر حکومت کر سکے......! اور اب میں خوب جان گئی ہوں کہ اس طاقت کو حاصل کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے یعنی اپنے مکمل وجود کو حوالے کر دینا۔"

"کس کے حوالے؟"

"اس سرچشمہ کے حوالے کر دینا جو اس طاقت کا مخزن ہے۔" زرینہ نے کہا۔ "بے شک میں یہ توقع نہیں کر سکتی کہ تم میرے مقاصد کو سمجھ جاؤ گے......لیکن واقعہ یہی ہے کہ میں اسی مقصد کیلئے آج رات وہاں جانا چاہتی ہوں۔"

ایک منٹ تک اسد اس کو حیرت سے تکتا رہا۔ اس کو اب تک یقین تھا کہ جشن میں جو کچھ شرمناک باتیں ہوں گی ان کا علم زرینہ کو نہیں ہے۔ آخر کار وہ بولا۔ "اس طرح کے معاملوں میں پھنسے ہوئے تمہیں کتنا عرصہ ہو چکا ہے؟"

"جب میں ایک چھوٹی سی بچی تھی اس وقت بھی میرے اندر روحانی صلاحیت موجود تھی۔" زرینہ نے آہستہ آہستہ کہا۔ "میری ماں نے مجھے اپنی ان طاقتوں کو استعمال کرنے پر برابر ہمت افزائی کی اس کے انتقال کے بعد میں ایک خفیہ جماعت میں شریک ہو گئی مجھے اپنی ماں سے محبت تھی میں اس کی موت کے بعد بھی اس سے رابطہ قائم رکھنا چاہتی تھی چنانچہ میں برابر اس سے ملاقات کرتی رہی۔"

"تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ وہ تمہاری ماں کی ہی روح تھی؟" اسد نے یکایک تازہ شک و شبہ محسوس ہوتے کہا کیونکہ اس وقت اسے یاد آگیا تا کہ روحانیات اور حاضرات کے ڈھکوسلوں کے متعلق اخبارات میں کیا کچھ لکھا گیا تھا۔

"اس وقت میرے پاس بہت تھوڑا سا ثبوت تھا لیکن بعد میں اب تک جو کچھ میں نے سیکھا ہے اس کی روشنی میں مجھے مکمل یقین ہو چکا ہے۔"

"تو کیا تمہاری ماں ابھی تک ان معاملات میں تمہاری رہنما ہے؟"

زرینہ نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں.......... وہ جا چکی ہے اور یہ میرے بس کی بات نہ تھی کہ اس کو روکنے کی کوشش کرتی لیکن دوسری روحیں میرے پاس آتی رہی ہیں اور ہماری اس دنیا کے پار جو دنیائیں ہیں، ان کے متعلق میرا علم بڑھتا ہی جاتا ہے۔"

"لیکن یہ بڑی ہی غیر معمولی بات ہے کہ تم جیسی نوجوان لڑکی اس طرح کی باتوں میں اپنا وقت ضائع کرے تمہاری زندگی تو یہ ہونا چاہئے کہ ہنسو، قہقہے لگاؤ، ناچو، تتلی کی طرح آزاد و مسرور اڑتی پھرو...... تم اتنی حسین ہو کہ اپنے لئے ایک بہترین نوجوان چن سکتی تھیں۔"

قدرے کراہیت کے ساتھ وہ سمٹ گئی۔ "ایسی زندگی ایک بے کیف زندگی ہے بالکل معمولی.......... میں تو ایک ہی سال میں اس سے اکتا گئی تھی۔ کچھ عورتیں ایسی ہیں کہ پہاڑوں پر چڑھ سکتی ہیں اور جنگلی درندوں کا شکار کر سکتی ہیں لیکن نامعلوم دنیاؤں کی فتح سب سے شاندار اور عظیم کارنامہ ہے۔"

ایک بار پھر اس کی آواز تبدیل ہو گئی اور اس کی پراسرار آنکھیں جو اس پر ایک عجیب اور سنجیدہ حسن و جمال عطا کرتی تھیں پہلے کی طرح پھر ایک باطنی مسرت کی روشنی سے چمک اٹھیں۔

"تمام مذاہب اور اخلاقیات انسان کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں بالکل ہنگامی اور مقامی......" وہ بولی "ایک جگہ اور ایک زمانے میں جو چیز گناہ ہے وہ دوسری جگہ یا دوسرے زمانے میں ایک نیک کام بن جاتی ہے۔ آج یہاں ہندوستان کے اس بڑے شہر میں جس فعل و عمل کو ایک شرمناک بدکاری سمجھا جاتا ہے، ہو سکتا ہے کہ اسی فعل و عمل کو چین میں بے حد قابل تعریف قرار دیا جائے۔ دنیا میں ایک چیز اور صرف ایک ہی چیز ایسی ہے جو مستقل و پائیدار ہے اور تبدیل نہیں ہوتی.......... اور وہ چیز ہے باطنی قوت کے حصول کا پوشیدہ و مخفی اصول......! ایک یہی چیز اس قابل ہے کہ اس کیلئے کوشش اور جدوجہد کی جائے اور اگر ضرورت پڑے تو تمام اخلاقی اصولوں کو پس پشت ڈال دیا جائے جیسا کہ آج رات میں کرنا چاہتی ہوں۔"

"تو کیا تم ذرا بھی خوفزدہ نہیں؟" اسد نے حیرت سے کہا۔

"نہیں......! اگر میں مقررہ راستہ پر عمل کروں تو مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔"

"لیکن یہ راستہ بدی کا راستہ ہے۔" اسد نے اصرار کیا اور حیرت سے دیکھنے لگا کہ زرینہ میں اچانک کیسی تبدیلی رونما ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ زرینہ جو اس وقت بول رہی ہے بالکل ایک مختلف لڑکی ہے یا پھر وہ کوئی ایسی رٹی ہوئی عبارت بول رہی ہے جو کسی غیر ملکی زبان میں اس نے پڑھی ہے ایک ایسی عبارت جس کو اپنی زبان سے ادا کرتے وقت وہ مناسب موزوں اداکاری تو ضرور کر رہی ہے لیکن جس کا مفہوم وہ بالکل نہیں سمجھتی.......... اسی انداز میں ایک طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ وہ بولی۔

"بد قسمتی سے داہنے مسلک کے پیروکار جس کو دنیا نیکی کا مسلک کہتی ہے پوری کائنات کی مجموعی فلاح کو اپنا نصب العین بناتے ہیں لیکن اس کے برعکس بائیں مسلک کے پیروکار جس کو دنیا کے عام لوگ اپنی جہالت و ناواقفیت کی وجہ سے بدی کا مسلک تصور کرتے ہیں اپنی طاقت کو زندہ انسانوں پر استعمال کرتے ہیں.......... انسانوں کو اپنی مرضی کا محکوم و غلام بنا دینا، ان کو ترقی کی بلندیوں پر چڑھا دینا یا تنزلی کے غار میں دھکیل دینا ہر قدم پر ان کے راستے میں پراسرار دشواریاں پیدا کر دینا یا ان کے راستے کی دشواریوں کو ہموار کر کے ان کو ایک شاندار کامیابی تک پہنچا دینا...... یہ ہیں وہ قوتیں اور کمالات جو دنیا بھر کی دولت سے زیادہ قیمتی ہیں جو دنیا بھر کی شہرت سے زیادہ عظیم ہیں یہ ہے طاقت و قوت کی وہ معراج جو ہر مرد اور عورت حاصل کر سکتی ہے اور میں بھی مرنے سے پہلے یہ معراج حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے.......... ٹھیک ہے.........." اسد نے پریشانی کے عالم میں بے ساختہ کہا۔ "لیکن زرینہ! تم نوجوان ہو اور حسین...... زندگی کی تمام نعمتوں اور مسرتوں کی منزل میں تم ابھی ابھی داخل ہو رہی ہو.......... لیکن ابھی تم ایک دو سال تک سکون کے ساتھ اس معاملہ پر غور کر لو..........! یہ دیکھ کر واقعی دہشت سی محسوس ہوتی ہے کہ تم اس عمر میں ایسی باتیں کر رہی ہو جیسے تم ایک بوڑھی عورت ہو!"

اس کے چہرے پر سنجیدگی اور گہری ہو گئی۔

"ایک لحاظ سے واقعی میں بوڑھی ہوں۔" وہ بولی۔ "اور انتظار کرنا میرے لئے ناممکن ہے کیونکہ اگرچہ تمہاری ناواقفیت کی بناء پر میں تم سے یہ توقع نہیں کرتی کہ تم یقین کر لو گے لیکن یہ حقیقت ہے کہ جس طرح یہ یقینی بات ہے کہ آج رات سورج غروب ہوگا، اسی طرح یہ بھی یقینی ہے کہ موجودہ سال کے ختم ہونے سے پہلے میں مر جاؤں گی۔"

ایک منٹ تک وہ دونوں دم بخود بیٹھے رہے دریا کا پانی آہستہ آہستہ بہہ رہا تھا۔ سورج کی کرنیں درختوں کی نیچی شاخوں میں سے ابھی تک جھانک رہی تھیں اور لہروں پر ناچ رہی تھیں۔ آہستہ آہستہ زرینہ کی آنکھوں میں چمکتی ہوئی آگ بجھ گئی اور وہ برقی بجرے کے گدوں کا سہارا لے کر نیم دراز ہو گئی جیسے وہ بہت تھک گئی ہو۔ اسد حیرت کے عالم میں اسے تک رہا تھا۔ یہ بالکل ناممکن معلوم ہوتا تھا کہ زرینہ نے اپنی موت کی جو خوفناک پیش گوئی کی تھی اس کی واقعی کوئی حقیقی بنیاد موجود تھی لیکن پھر بھی اس کی آواز میں ایک مہلک یقین و اعتماد جھلک رہا تھا۔

"نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔" اسد نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس طرح دبانے لگا گویا وہ خود اس

قوت حیات کی مدد سے زرینہ کی زندگی کو مزید توانائی پہنچانا چاہتا ہو۔ "تم ابھی مزید پچاس سال تک زندہ رہنے کی طاقت رکھتی ہو۔ یہ سب ایک مہمل اور مجرمانہ بکواس ہے جو اس شیطانی صفت طومان نے تمہارے دماغ میں جمادی ہے۔"

"آہ! پیارے احمق دوست!" زرینہ نے اسد کا دوسرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اس کو آہستہ آہستہ دبانے لگی اس کے ساتھ ہی ایک منٹ کیلئے ایسا محسوس ہوا کہ اس کی آنکھوں میں آنسو جمع ہو رہے ہیں۔ "اگر حالات ایسے نہ ہوتے جیسے کہ اب ہیں تو میرا خیال ہے کہ شاید میں تمہیں بہت زیادہ پسند کر سکتی ہوں! لیکن سنو حقیقت یہ ہے کہ طومان سے واقف ہونے کے بہت پہلے ہی مجھے یہ معلوم تھا کہ میری زندگی کے کتنے دن باقی ہیں اور اب دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جو میری زندگی کے مقررہ دنوں میں ایک واحد گھنٹے کا بھی اضافہ کر سکے۔ "ذرا مجھے اپنا ہاتھ تو دکھاؤ۔" یکا یک وہ بولا۔

پامسٹری کا تعلق روحانیت سے ہو یا نہ ہو بہر حال یہی ایک غیبی علم ایسا تھا جس کے متعلق اسد کو کچھ معلوم تھا ایک سال پہلے کی بات ہے کہ پہاڑی علاقے میں بے تحاشا کار دوڑاتے ہوئے وہ ایک حادثہ کا شکار ہو گیا تھا اور اس کی ٹانگ کی ہڈی پر سخت چوٹ آئی تھی نتیجہ یہ تھا کہ ایک چھوٹی سی سرائے میں وہ تقریباً ایک ہفتہ تک بستر پر پڑا رہا تھا وہاں صرف ایک ہی لائبریری تھی جس میں مشکل سے ایک درجن بوسیدہ کتابیں تھیں ان میں ہی اس کو ایک کتاب پامسٹری سے متعلق ملی تھی اسد کیلئے یہ کتاب ایک نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوئی تھی اور اس کے بہت سے بے کیف دن اس کے مطالعہ میں آسانی سے گزر گئے تھے۔ جیسے ہی زرینہ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اسد نے فوراً ہی محسوس کر لیا کہ یہ ہاتھ ایک غیر معمولی روحانی قسم کا تھا.........بہت لمبا......... تنگ اور نازک.........کلائی بہت دبلی تھی.........انگلیاں چکنی اور نوکیلی......... انگلیوں کے سروں پر لمبے اور بادام کی شکل کے ناخن پہلی، دوسری اور تیسری انگلی کی لمبائی ہتھیلی کی لمبائی سے تقریباً ایک انچ زیادہ تھی اور اس خصوصیت نے ہاتھ کو ایک حسین مگر بیکار قسم کی شکل دیدی تھی۔ انگوٹھے کا سب سے اوپر کا حصہ نازک اور نوکیلا تھا اور یہ ایک مزید علامت تھی جس سے یہ ظاہر ہوتا کہ زرینہ میں مادی چیزوں کے خلاف جدوجہد کرنے کی خواہش کا فقدان تھا۔

"دیکھا تم نے؟" وہ اپنی ہتھیلی دکھاتے ہوئے بولی۔ "اہل عرب کہتے ہیں کہ ہر انسان کی تقدیر اس کی پیشانی میں محفوظ ہے لیکن میری تقدیر یہاں میری ہتھیلی پر لکھی ہوئی ہے بشرطیکہ کوئی اس کو پڑھ سکے۔"

اس کا علم اس سلسلے میں اس قدر محدود تھا کہ ہاتھوں کی مختلف شکلوں کے ذریعہ انسان کے کردار اور عام رجحانات معلوم کرنے کے علاوہ کچھ اور زیادہ باتیں معلوم نہ کر سکتا تھا لیکن زرینہ کی تنگ ہتھیلی کی غیر معمولی لکیریں اتنی عجیب تھیں کہ وہ بھی چونک پڑا۔

ہتھیلی کے ابھرے ہوئے حصے پر خاص ابھار جو "مقام قمر" کہلاتا ہے بہت ہی سختی اور قوت کے ساتھ نمایاں تھا اور باقی ہتھیلی پر پھیلا ہوا اور چھایا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ یہ ایک بہت صاف علامت تھی بے حد طاقتور تخیل کی۔ شائستگی و نفاست کی اور حسن کی محبت کی لیکن اس علامت میں ایک اور بھی علامت ملی

ہوئی تھی جو شاذ و نادر ہی پائی جاتی ہے اور جس کو باطنی شعور کی لکیر یا "خط بصیرت" کہا جاتا ہے اس قسم کے ہاتھ میں اگر یہ نادر لکیر موجود ہو تو یہ ظاہر کرتی ہے اس شخص کو زبردست روحانی قوتیں نصیب ہیں اور اس کا رجحان انتہائی خطرناک قسم کے پراسرار علم کی طرف ہے دوسری انگلی کے نیچے اس ابھار پر جو "مقام زحل" کہلاتا ہے ایک چھوٹا سا ستارہ دیکھ کر اسد کو اور بھی زیادہ پریشانی ہوئی۔ اس منحوس علامت کا اثر اسی وقت زائل ہو سکتا تھا جبکہ اس کے قریب کچھ اور لکیریں مربع کی شکل میں موجود ہوں لیکن زرینہ کی ہتھیلی پر یہ مربع نما لکیریں موجود نہ تھیں جو ناگہانی نازک حالات میں حفاظت کی ضمانت کر سکیں۔ ان سب سے زیادہ خراب چیز یہ تھی کہ زرینہ کے ہاتھ پر زندگی کی لکیریں عجیب تھیں اگرچہ یہ لکیر اس قدر نمایاں تھی جس کی توقع اسد کو نہیں تھی لیکن پھر بھی وہ ایک انتہائی خوفناک پیغام کی حامل تھی اپنے نقطۂ آغاز سے چل کر یہ لکیر صرف ایک تہائی سے کچھ ہی زیادہ فاصلہ طے کرنے کے بعد اچانک خوفناک طور پر غائب ہو گئی تھی اور دماغ کی لکیر سے مل گئی تھی۔

اسد خاموشی کے ساتھ اس لکیر کو تکتا رہ گیا اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس قدر منحوس علامات کے متعلق کیا کہے لیکن زرینہ نے مسکرا کر اپنا ہاتھ ہٹا لیا اور بولی۔ "پریشان ہونے کی بات نہیں۔ تقدیر کے ستاروں کے فیصلہ کے خلاف کوئی اپیل نہیں کی جا سکتی۔ شاید اب تم سمجھ گئے ہو کہ شادی.........بچے......... گھر اور خاندان اور اس طرح کی چیزیں جن کا تعلق مستقبل سے ہے کیوں میرے نزدیک کوئی اہمیت، کوئی دلکشی اور کوئی معنی نہیں رکھتیں۔

"تو کیا یہی وجہ ہے کہ تم نے خود کو ان خوفناک شیطانی دھندوں میں پھنسا لیا ہے؟"

"ہاں۔ چونکہ مجھے اس قدر جلد مرنا ہے اب مجھے کوئی معمولی جذبہ متاثر نہیں کر سکتا۔ میں زندگی کو اس طرح دیکھ رہی ہوں جیسے میں پہلے ہی اس سے بہت دور پہنچ چکی ہوں۔ آج سے دس ماہ قبل میں نے حقیقی ہدایت و تسلیم کے تحت اپنے روحانی شعور کو سنجیدگی سے نشو و نما دینا شروع کیا تھا۔ آج میں اس قابل بن چکی ہوں کہ خلاء کی لامحدود وسعتوں میں حسب مرضی پرواز و سیاحت کر سکتی ہوں بس اب زندگی میں یہی ایک چیز ایسی رہ گئی ہے جو میرے اندر مسرت کی سنسنی پیدا کرنے کی طاقت رکھتی ہے۔"

لیکن اگر تمہیں روحانیت کا ہی شوق ہے تو شیطانی علم اور جادو کے چکر میں کیوں پھنستی ہوں؟ پاکیزہ روحانی ترقی کی طرف کیوں مائل نہیں ہوتیں۔"

"کیا یہ بات میں تمہیں پہلے ہی نہیں بتا چکی؟ داہنے مسلک یا بقول تمہارے نیکی کے منسلک کے پیرو کار نادیدہ نعمتوں، خیالی جنتوں اور خشک غیر مادی مسرتوں کیلئے جدوجہد کرتے ہیں۔ وہ زمین سے ہٹ کر کائنات کی باتیں کرتے ہیں یہ ایک ایسا مبہم اور دھندلا فلسفہ ہے جس میں کسی کو بھی ٹھوس نتائج نظر نہیں آسکتے اس کے برعکس بائیں مسلک یا بقول ہمارے سفلی مسلک کے ماہرین کے پاس کوئی خیالی فلسفہ نہیں۔ ان کے پاس تو ایک طاقتور فن ہے جس کو تم جہالت سے جادو کہتے ہو وہ اپنے اس فن کو انسانوں پر آزماتے ہیں اور اپنے فن کے نتائج اور اثرات کو بچشم خود دیکھ سکتے ہیں۔"

"کچھ بھی ہو۔ میں ہرگز یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ تم آج رات اس شیطانی جشن میں شرکت کرو۔"

"کیا یہ ایک غیر معمولی تجربہ نہ ہوگا۔"

"بے شک۔ لیکن ایک ایسا غیر معمولی تجربہ کہ جس کو دیکھ کر کوئی بھی معقول انسان دہشت زدہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

"اچھا...... اگر تم یہی چاہتے ہو تو میں تسلیم کئے لیتی ہوں کہ میں بھی اسی قدر دہشت زدہ ہوں لیکن ایسا تو صرف اس لئے ہے کہ یہ میرا پہلا تجربہ ہے ظاہر ہے کہ جشن میں اپنی روح و جسم کو دوسروں کے حوالے کرنے پر یا تو مجھے اذیت و عقوبت ملے گی یا لذت و مسرت، لیکن یہ کوئی نئی بات نہیں۔ دنیا کی بہت عورتیں اپنی زندگی کے کسی نہ کسی دور میں ایسا ہی تجربہ کرتی ہیں یہ دوسری بات ہے کہ یہ تجربہ کسی خفیہ جشن میں نہیں بلکہ کسی قدر مختلف حالات میں کیا جاتا ہے۔"

"کسی قدر مختلف؟" اسد نے حیرت سے دہرایا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ زرینہ کی آنکھیں اور آواز پھر یکایک تبدیل ہو گئی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زرینہ کے اندر چھپی ہوئی ایک شیطانی شخصیت اس پر چھائی ہے جب بھی زرینہ اس پراسرار و خوفناک معاملہ کی بابت کچھ کہتی تھی یہ شیطانی شخصیت اندر سے ابل کر ظاہر ہو جاتی تھی اور زرینہ کی بے تکلف اور دلکش فطری شخصیت کو اپنے اندر چھپا لیتی تھی۔

"تم اس کو صرف کسی قدر مختلف کہتی ہو؟" پھر وہ تعجب سے بولا۔ "اپنی پسند کے مرد کو چن لینا اور بات ہے اور ہر کس و ناکس کے ہوس آلود ہاتھوں میں خود کو سونپ دینا ایک بالکل مختلف بات ہے میں تو سمجھتا ہوں کہ ان دونوں باتوں میں ایک عورت کیلئے زمین و آسمان کا فرق ہے۔ بعد المشرقین ہے!"

"نہیں!" زرینہ نے جواب دیا۔ "قدیم مصر میں یہ عام دستور تھا کہ شادی کرنے سے قبل ہر ایک عورت اپنے جسم کو مندر میں دوسروں کے حوالے کر دیتی تھی تاکہ وہ نیکی و پارسائی حاصل کر سکے اور یہ رسم اب بھی دنیا کے بہت سے حصوں میں منائی جاتی ہے اور لوگ اس کو ایک مقدس جسم فروشی سمجھتے ہیں۔ انفرادی اور ذاتی نقطۂ نظر سے یہ چیز نفرت آمیز ہو سکتی ہے اگر میں بھی اس کو ایسا ہی سمجھوں تو یقیناً مجھے کبھی بھی اس کی ادائیگی کی ہمت نہ ہونا چاہئے لیکن مجھے تو اس کو اس زاویۂ نظر سے نہ دیکھنے کی تربیت دی گئی ہے اور اب میں اس کو محض ایک مذہبی رسم سمجھتی ہوں جس کو نئی قوتوں کے حصول کیلئے ادا کرنا ضروری ہے۔"

"معلوم نہیں تم کیا کہہ رہی ہو۔" اس نے حیرت سے کہا "میں مانتا ہوں کہ انسانی دماغ کسی شے کے بعض پہلوؤں کی طرف سے زبردستی اپنی آنکھیں بند کر سکتا ہے لیکن جس مکروہ رسم کا تم نے تذکرہ کیا ہے اس کو دنیا کا کوئی معمولی انسان بھی اس زاویۂ نظر سے نہیں دیکھ سکتا جس سے تم دیکھ رہی ہو۔ بہر حال میں جس چیز کے متعلق تم سے در حقیقت کہہ رہا تھا وہ یہ ہے کہ اگر تم نے ایسا کیا اور خود کو ابلیس کے حوالے کر دیا تو تم خود کو ایک خوفناک تباہی کے خطرے میں ڈال دو گی۔"

"ابلیس!" وہ مسکرائی۔ "ابلیس تو صرف ایک خوفناک ڈھونگ ہے جو دنیا کے مذاہب نے بیوقوفوں کو ڈرانے کیلئے ایجاد کر دیا ہے۔"

"اچھا ابلیس نہ سہی تم اپنے لفظوں میں اس کو "تاریک قوت" ہی کہہ لو۔

"تمہارا مقصد یہ ہے کہ مجھے اس خفیہ مذہب میں داخل نہ ہونا چاہئے؟" "میرا مطلب ہے کہ تمہیں اس جشن میں شامل نہ ہونا چاہئے۔" اسد نے کہا "خفیہ مذہب میں تو تم پہلے ہی داخل ہو چکی ہو۔ تمہارا نام ہی یہ بات ظاہر کرتا ہے۔ یہ نام تم نے اس شیطانی مذہب میں داخل ہونے پر ہی اختیار کیا ہوگا۔"

"نہیں۔ زرینہ میرا اصلی اور ابتدائی نام ہے۔ یہ میری ماں کا انتخاب تھا۔"

اسد اچانک سیدھا بیٹھ گیا۔

"تو کیا واقعی تم ابھی تک ...... یعنی کہ ابھی تک تم نے مکمل طور پر خود کو اس خوفناک مسلک کے حوالے نہیں کیا؟"

"نہیں.......... لیکن آج رات مجھے یہی کرنا ہے کیونکہ اگر اقبال جنگ کو ان طاقتوں کا دسواں حصہ بھی حاصل ہے جو تم اس کی طرف سے منسوب کر رہے ہو تو وہ آسانی سے محسوس کر لے گا کہ مجھے تم لوگوں نے یہاں روک لیا تو میں ایک دہشت ناک خطرے میں پڑ جاؤں گی اس لئے وہ یہاں آتے ہی مجھے فوراً جانے کی اجازت دیدے گا اور یاد رکھو تم نے وعدہ کیا ہے کہ اس کی ملاقات کے بعد تم میری آزادی میں دخل نہ دو گے۔"

"لیکن سنو زرینہ!" اسد نے پھر اس کے ہاتھوں کو تھام لیا۔ "اگر تم واقعی اس شیطانی فرقے کی رکن ہوتیں اور ایک رکن کی حیثیت سے اس دحشیانہ جشن میں شرکت کیلئے جا رہی ہوتیں تو اس وقت بھی یہ ایک بری بات ہی ہوتی لیکن اب جبکہ تمہارے لئے واپسی کا راستہ کھلا ہوا ہے تمہارا وہاں جانا ہزار گنا زیادہ برا ہے اب بھی وقت ہے کہ تم اپنے قدم پیچھے ہٹا لو۔"

"اگر مجھے پیچھے ہٹ جانے کی خواہش بھی ہوتی تب بھی طومان مجھے اب ایسا نہ کرنے دیتا لیکن تم اس قدر نیک اور مہربان ہو کہ اپنے لئے تمہیں اس قدر پریشان دیکھ کر مجھے واقعی بڑی تکلیف ہو رہی ہے۔ شیطانی فرقے میں داخلہ کی یہ رسم یقیناً ایک بہت پرانی اور کسی قدر وحشیانہ رسم ہے لیکن اس کی ادائیگی سے مجھے اس فرقے کے اہل کمال اور ماہر پیروکاروں میں ایک ٹھوس حیثیت مل جائے گی اور اطمینان رکھو مجھے اس وقت تک کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا جب تک میں اس خفیہ مذہب کے راستے سے بھٹک نہ جاؤں کیونکہ فرقہ کے تمام ہی اراکین کو اس کے اصولوں پر سختی سے عمل کرنا ہوتا ہے۔"

"تم غلط کہتی ہو.......... غلط.......... غلط.........." اسد نے بے باکی سے اصرار کیا۔ "اقبال جنگ ابھی کل رات ہی مجھ سے اس معاملہ کے خوفناک پہلوؤں پر گفتگو کر رہا تھا اگر تم سے یہ کہا گیا ہے کہ تمہیں اس طرح عجیب و غریب قوتیں حاصل ہو جائیں گی تو یہ ایک ناپاک فریب ہے۔ ایک عام انسان کی طرح جب تم نے اپنا پاکیزہ و خدائی مذہب اختیار کیا تو اس کے معنی یہ تھے کہ تم نے ابلیس اور اس کی تمام کار فرمائیوں سے قطع تعلق کر لیا تھا اور خود کو پاکیزہ "نورانی قوتوں" کی حفاظت میں دیدیا تھا اب اگر ایک بار بھی تم اپنی مرضی سے خود کو اس حفاظت سے آزاد کر لو گی۔ جیسا کہ تم کو کرنا ہی پڑے گا تو کوئی خوفناک چیز تم پر اپنا قبضہ جما لے گی اور تمہیں مجبور کر دے گی کہ اس کی مرضی پر عمل کرو۔ اقبال جنگ کے الفاظ میں وہ خوفناک چیز کوئی بھی خبیث روح یا آوارہ روح ہو سکتی ہے۔"

"آوارہ یا خبیث روحوں سے نمٹنے کے بھی طریقے موجود ہیں۔"

"اف! یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے زرینہ؟ میری بات تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتی؟" اسد نے بے اختیار کف افسوس ملتے ہوئے کہا۔ "یہ تو تم آسانی سے دیکھ سکتی ہو کہ شیطانی فرقے کے ان لوگوں نے ابھی تم کو کسی واقعی شیطانی کام کے کرنے کو نہیں کہا۔ وہ ابھی تک اپنے پراسرار شعبدوں سے تمہیں آگے بڑھنے کی ترغیب دیتے اور "طلسمی آئینے" کو استعمال کرنے پر تمہاری ہمت افزائی کرتے رہے ہیں۔ لیکن ایک بار تم مکمل ممبر بن گئیں تو وہ ضرور تمہیں اصل بھیانک اور شرمناک حقیقت دکھائیں گے اور اس وقت تم اس قدر خوفزدہ ہو گی کہ انکار نہ کر سکو گی۔ تم کو شیطانی اثر اس طرح جکڑ لے گا کہ انکار کرنا ناممکن ہو جائے گا۔"

"افسوس ہے کہ میں تمہارا یقین نہیں کر سکتی یہ کام تو میرا ہو گا کہ میں ان طاقتوں کو استعمال کروں نہ کہ وہ طاقتیں مجھ کو استعمال کریں! یہ ظاہر ہے کہ جس چیز کے متعلق تم باتیں کر رہے ہو اس کو خود تم نہیں جانتے!"

"اقبال جنگ تو جانتا ہے۔"

اسد نے اصرار کیا۔ "وہ کہتا ہے کہ جب تک تم عملی و حقیقی طور پر اس فرقے میں داخل نہ ہو جاؤ اس وقت تک خود کو آزاد کر سکتی ہو لیکن ایک بار داخل ہونے کے بعد پاکیزہ نورانی طاقتوں کا سایہ جو تمہاری حفاظت کرتا ہے تمہارے سر سے ہٹ جائے گا اسی قسم کے خطرے سے سلیمان کو بچانے کی غرض سے ہم نے کل رات تم لوگوں کے درمیان سے اس کو اڑا لیا تھا۔"

زرینہ کی آنکھوں میں ایک عجیب قسم کی روشنی نمودار ہوئی۔

"تم لوگوں نے اس کو اڑا لیا تھا لیکن پھر بھی طومان نے اس کو حکم دیدیا کہ واپس چلا آئے اور آج رات سلیمان کو بھی اس فرقے میں داخل کر کے کوئی مناسب نام دیدیا جائے گا۔"

"اتنے یقین کے ساتھ باتیں نہ کرو میرا دل کہتا ہے کہ ہم لوگ سلیمان کو اب بھی بچا لیں گے۔" اسد نے ایک جھوٹی شان اعتماد سے کہا۔

"اس کو بچانے کیلئے تم نے کیا ترکیب سوچی ہے؟" زرینہ نے پُر شوق عجلت سے پوچھا کیونکہ اسے یکایک محسوس ہوا کہ اس معاملہ سے فائدہ اٹھا کر وہ خود اپنے فرار ہونے میں آسانی پیدا کر سکتی ہے۔

"یہی تو ساری دشواری ہے۔" اسد نے تسلیم کیا۔ "صاف بات یہ ہے کہ ہم نے سوچا تھا شاید تمہیں سلیمان کا کوئی پتہ ہو یہی وجہ ہے کہ میں آج صبح کہکشاں ہوٹل پہنچا تھا میرا مقصد تھا کہ ممکن ہو تو تمہیں یہاں لے آؤں تا کہ اقبال جنگ تم سے کچھ تحقیق کر سکے لیکن تمہیں یہ بھی معلوم نہ تھا کہ طومان نے سلیمان کو ہم سے چھین لیا ہے یہ بات تم کو ابھی معلوم ہوئی ہے جب تم نے ٹیلیفون پر مادام عرفی سے بات کی لہٰذا یہ بالکل ظاہر ہے تم بالکل نہیں جانتیں کہ سلیمان کہاں ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ تم ہمیں کچھ سراغ ضرور دے سکتی ہو بشرطیکہ تم چاہو!"

"میں تو اس مغالطہ میں تھی کہ وہ مکان طومان کا تھا جہاں گزشتہ شب میٹنگ میں ہماری ملاقات ہوئی تھی۔"

"نہیں وہ سلیمان کا مکان تھا اگرچہ طومان وہاں کچھ عرصے سے ان کے ساتھ قیام پذیر رہا ہے شہر میں کسی نہ کسی جگہ خود اس کی کوئی پوشیدہ قیام گاہ ضرور ہے اور اسی کا پتہ ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

"اس کی روزمرہ زندگی کے متعلق مجھے کچھ بھی معلوم نہیں اور اگر مجھے کچھ معلوم بھی ہوتا تب بھی شاید میں تمہیں اس کے متعلق بتانا پسند نہ کرتی لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ تم اس معاملہ میں اس قدر دلچسپی کیوں لے رہے ہو؟ تم نے ابھی کہا تھا کہ تمہیں سلیمان کی ضرورت ہے کیونکہ تم بھی "طلسمی عجوبے" کی تلاش میں ہو میں جانتی ہوں کہ یہ تمہارا جھوٹ تھا۔"

"سلیمان میرا بہترین دوست ہے اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ چند سال پیشتر جب میں یورپ میں کچھ انقلابی سرگرمیوں میں مشغول رہنے کی وجہ سے مصیبت میں پھنس گیا تو وہ مجھے تلاش کرنے اور بچانے کیلئے اپنی زندگی کو خطرے میں ڈال کر وہاں آیا تھا۔ اقبال جنگ بھی اس کے ساتھ آیا تھا اور وہ سلیمان کو تقریباً اپنے بیٹے کی طرح سمجھتا ہے۔"

"ٹھیک ہے لیکن ان باتوں کی وجہ سے تمہیں حق نہیں پہنچتا کہ اگر میری طرح سلیمان بھی "غیبی علوم" کے مطالعہ کے لئے خود کو وقف کر دے تو تم اس میں دخل در معقولات کرو۔"

"بے شک جب تک وہ اس معاملہ کے بے ضرر پہلو تک خود کو محدود رکھتا ہے اس وقت تک ہمیں دخل دینے کی ضرورت نہیں لیکن اقبال جنگ کا وعدہ ہے کہ تم اور سلیمان جو کھیل کھیل رہے ہو اس سے زیادہ خوفناک و خطرناک کھیل آج تک انسان نے نہیں کھیلا ہے اور گزشتہ رات میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اس کے بعد مجھے اقبال جنگ کے اس دعوے پر شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی۔"

"سلیمان کسی طرح بھی مجھے احمق معلوم نہیں ہوتا اس کو ضرور معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس قسم کا خطرہ مول لے رہا ہے اور اپنی خواہشات کی تکمیل کیلئے وہ ان خطرات کو مول لینے کیلئے تیار اور راضی ہو گا۔"

مجھے تو اس میں یہی شبہ ہے کہ خود تم بھی ان خطرات کی اصلیت کو سمجھتی ہو بہر حال فی الحال ہم اس کو ایک انسان سمجھ رہے ہیں جو اپنے ہوش میں نہیں ہے اور اس کو بچانے کیلئے میں اور اقبال جنگ ایک اٹل فیصلہ کر چکے ہیں بشرطیکہ ہمیں اس کا ذرا سا بھی موقع مل سکے دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی مصیبت ہمیں اس کام سے نہیں روک سکتی۔"

زرینہ نے محسوس کیا کہ اب اس فریب پر عمل کرنے کا وقت آ گیا ہے جس کا منصوبہ وہ اپنے ذہن میں تیار کر رہی تھی اس لئے وہ آگے کو جھک گئی اور ہلکے انداز کے لہجے میں بولی "اگر تم واقعی اس قدر پاگل ہو کہ طومان سے مقابلہ کرنے کا ایک موقع چاہتے ہو تو میرا خیال ہے کہ میں ایسا موقع تمہیں دے سکتی ہوں۔"

"کیا واقعی؟" اسد ایک جھٹکے سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور ناؤ کے پہلوؤں پر پانی غرارے سے کرنے لگا۔

"ہاں مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ طومان کا کوئی مکان کسی جگہ ہے کہ نہیں لیکن یہ ضرور معلوم ہے کہ

آج شام وہ کہاں موجود ہوگا اور تمہارا دوست سلیمان اس کے ساتھ ہی ہوگا۔"

"تمہارا اشارہ جشن کی طرف ہے نا؟ کیا تم یہ بتا سکو گی کہ جشن کہاں منعقد کیا جائے گا؟"

"بالکل نہیں۔" اس نے سورج کی سنہری کرنوں میں اپنا سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "لیکن میں تم
موقع دے دوں گی کہ تم مجھے لے کر اس جگہ چلو جہاں جشن ہوگا بشرطیکہ تم اس بات پر رضا
جب ہم وہاں پہنچ جائیں گے تو تم مجھے آزاد کر دو گے۔"

"اس طرح سے تو کام نہیں چلے گا۔" اسد نے صفائی سے کہا۔ "میں خوب سمجھتی ہوں مر
مسکرائی۔ "اس کے معنی یہ ہیں کہ تم طومان سے خوفزدہ ہو خیر۔ مجھے اس پر تعجب نہیں کیونکہ میں
ہوں کہ تمہارے ہر ممکن حملہ کو ناکام بنانے اور اپنی حفاظت کرنے کیلئے طومان بہت کافی ذرائع رکھ
اسی لئے میں محسوس کر رہی ہوں کہ خود طومان بھی یہی پسند کرے گا کہ میں تمہیں لے کر جشن کی
تک چلی آؤں بجائے اس کے کہ یہاں تمہارے ہاتھوں میں قیدی بنی بیٹھی رہوں! تمہیں تسلیم
پڑے گا کہ میں تمہارے ساتھ بالکل ایمانداری کا معاملہ کر رہی ہوں لیکن ظاہر ہے کہ تم کو خود اپنے
پورا اعتماد نہیں اور نہ تمہیں اپنے دوست کی نجات میں اتنی دلچسپی ہے جتنا مجھے خیال تھا۔"

اسد تیزی سے سوچ رہا تھا زرینہ کو شیطانی جشن میں شرکت کرنے کیلئے جانے دینے پر اگر وہ
طرح راضی ہو سکتا تھا تو صرف اس طرح کے اقبال جنگ اس کو ایسا کرنے کا حکم دے اور یہ یقینی
کہ اگر زرینہ اس جشن میں شریک ہونے سے قاصر رہی تو طومان اس بیچاری کو کوئی بہت ہی خوفناک
کی سزا دے گا۔ اس صورت کے علاوہ اور کسی صورت میں اسد اس کو وہاں جانے کی اجازت دینے
تھا لیکن دوسری طرف اس کو اس وقت ایک حقیقی موقع مل رہا تھا سلیمان تک پہنچنے کا پہلا اور غالباً
موقع۔

"کیا تمہارا یہ مطالبہ ہے کہ جشن میں پہنچ کر میں تمہیں طومان کے حوالے کر دوں؟" آخر کار اس
پوچھا۔

"نہیں۔ اگر تم مجھے اس مقام تک لے جاؤ تو بس یہی بہت کافی ہوگا لیکن یاد رہے تم میرے ہاتھ
باندھنے یا منہ بند کرنے کی کوئی کوشش نہ کرو گے۔"

"ایک شدید اذیت انگیز کشمکش اور پس و پیش کے عالم میں اسد نے ایک بار پھر اس مسئلہ پر غور
اس کو یہ جرأت کرنی چاہئے تھی کہ زرینہ کو ساتھ لے کر جشن میں چلا جائے جہاں طومان اس
آسانی سے اپنا اثر ڈال سکتا تھا؟ بہتر تو یہ تھا کہ اقبال جنگ بھی اس کے ساتھ ہوتا۔

وہ دونوں مل کر زرینہ کو اس شیطانی رسم میں شرکت کرنے سے روک سکتے تھے لیکن دوسری
یہ بھی ناممکن معلوم ہوتا تھا کہ سلیمان کو نجات دلانے کے اس موقع کو ہاتھ سے جانے دیا جائے
"میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں اس جشن میں شرکت کرنے کی اجازت دے دوں گا
نے مضبوطی سے کہا۔

"لیکن میرا تو یہی ارادہ ہے۔"

"دیکھا جائے گا بہر حال ان شرطوں پر مجھے تمہاری پیشکش منظور ہے۔" زرینہ نے اطمینان کا سانس
لیا اس کو اب اعتماد تھا کہ اگر ایک بار یہ لوگ منزل مقصود پر پہنچ گئے تو طومان اپنی حیرت ناک قوتوں سے کام
لے کر اس کو اس قید و بند سے آزاد کرا دے گا۔

"وہ مقام یہاں سے ستّر میل کے فاصلہ پر ہے۔" زرینہ نے کہا۔ "اور میں وہاں غروب آفتاب تک
پہنچ جانا چاہتی ہوں اس لئے ہم کو یہاں سے چھ بجے تک روانہ ہو جانا چاہئے۔"

کیا یہ ممکن نہیں کہ کچھ اور دیر میں روانہ ہوں۔" اسد کی پیشانی پر تشویش کی شکنیں پڑ گئیں۔ "سچ
بات یہ ہے کہ طعام سے قبل حمید نے بھی اقبال جنگ کو جو پیغام دیا تھا وہ ایک فریب تھا تمہیں یہاں روکنے
کیلئے میں نے جو منصوبہ بنایا تھا یہ پیغام اسی کا ایک حصہ ہے مجھے ہرگز یہ امید نہیں کہ جس وقت تم روانہ
ہونا چاہتی ہو اس وقت تک اقبال جنگ یقینی طور پر یہاں آسکے گا اور میں اس کے بغیر جانا پسند نہیں کرتا۔"

زرینہ دل ہی دل میں مسکرائی۔ یہ اس کے لئے ایک غیر متوقع خوش قسمتی تھی گزشتہ رات وہ اقبال
جنگ سے محض ذرا سی دیر کے لئے ملی تھی لیکن اس کے دبلے پتلے شائستہ چہرے اور ذہین روشن آنکھوں
سے وہ بہت متاثر ہوئی تھی اسد ایک خوبصورت دیو قامت نوجوان ضرور تھا لیکن زرینہ محسوس کرتی تھی
کہ اسد کے مقابلے میں اقبال جنگ کہیں زیادہ دشوار حریف ثابت ہوگا لہٰذا وہ سوچے گی کہ اگر اقبال جنگ
کا سامنا ہونے سے پیشتر ہی وہ کسی طرح یہاں سے روانہ ہو جائے تو بہت ہی اچھا ہوگا۔ اس مقصد کو ذہن
میں رکھ کر زرینہ نے قدرے ناگوار انداز میں منہ بنایا اور بولی۔

"بڑا افسوس ہے کہ روانگی میں تاخیر نہیں کی جا سکتی کیونکہ جشن میں اجتماع سے پیشتر کچھ خاص
تیاریاں بھی کرنی ہوتی ہیں۔ یہ تیاریاں غروب آفتاب پر شروع ہو جائیں گی اس لئے مجھے اس مقام پر زیادہ
سے زیادہ سوا آٹھ بجے تک پہنچ جانا ضروری ہے اگر اس سے زیادہ تاخیر کروں گی تو مجھے شرکت کا مستحق
قرار نہیں دیا جائے گا اور اس لئے جانا ہی بیکار ہوگا۔ "اگر ایسا ہی ہے خیر تمہاری مرضی! ہم اقبال جنگ کا
انتظار کئے بغیر ہی روانہ ہو جائیں گے بہر حال اب یہ معاملہ طے ہو گیا ہے تو آؤ واپس گھر چلیں۔" اسد نے
بجرے کو کھولا، انجن اسٹارٹ کیا اور گھاٹ کی سمت واپس چل دیا۔

واپس پہنچ کر اس کا سب سے پہلا خیال یہی ہوا کہ زرینہ کے ساتھ اس نے جو معاملہ طے کیا ہے اس
کے متعلق اقبال جنگ کو مطلع کر دے۔ چنانچہ اس نے ٹیلیفون اٹھایا اور قومی کتب خانہ کے اہلکاروں سے
ایک بار پھر درخواست کی۔ اقبال جنگ کو ٹیلیفون پر بلا دیں لیکن معلوم یہ ہوا کہ اقبال جنگ وہاں موجود نہ
تھا۔ اس پر اس نے اقبال جنگ کی رہائش گاہ شاہین مینشن گرین اسٹریٹ پر ٹیلیفون کیا لیکن وہاں سے بھی
نوکر اور خدمت گار سے کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ ان کو اقبال جنگ کے متعلق کوئی علم نہ تھا کہ وہ کہاں ہے۔
تھا اب اس بات کا کوئی امکان ہی باقی نہ رہا کہ اقبال جنگ کو جلد سے جلد یہاں چندر گھاٹ آنے کو کہا
جو تا۔

کچھ دیر تک اسد زرینہ کے ساتھ گھاس کے خوبصورت میدان پر اور حسین باغ میں ادھر ادھر گھومتا
رہا ایک بار اس نے ان تمام غیر ملکی مقامات کا تذکرہ چھیڑ دیا۔ جن کی سیاحت وہ اور زرینہ کر چکے تھے۔

در حقیقت اس تذکرے سے اسد کا مقصد یہ تھا کہ ان کی باہمی ملاقات و گفتگو میں پھر ایک بار وہ
وکیف پیدا ہو سکے جو کہ صبح کو چندر گھاٹ تک سفر کے دوران انہوں نے محسوس کیا تھا۔

حمید باہر ٹیرس پر ہی چائے لے آیا اور برقی گرامون پر کچھ دلکش ریکارڈ بھی بجائے لیکن یہ ر
بھی اسد کے دل میں بڑھتی ہوئی اس گہری تشویش کو کم نہ کر سکیں کہ ہو سکتا ہے اقبال جنگ وقت
آسکے۔

گھاس پر درختوں اور پودوں کے سائے لمبے ہوتے جا رہے تھے۔ زرینہ خود کو سفر کیلئے تیار کر
بالائی منزل پر چلی گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ واپس آئی تو اس نے اسد سے پوچھا کہ کیا ا
سڑکوں کا نقشہ مل سکتا ہے۔

اسد نے نقشوں کا ایک پورا سیٹ مہیا کر دیا زرینہ ان میں سے دو نقشوں کا مطالعہ خاموشی
رہی اس کے بعد اس نے ان کو تہہ کیا اور پُر سکون آواز میں بولی۔ ”میں اس علاقہ میں اس قدر کم
کہ مجھے راستوں کا بہت ہی کم علم ہے لیکن اب مجھے ان نقشوں کو دیکھ کر اطمینان ہو گیا ہے کہ منزل
تک پہنچ سکتی ہوں۔ ہمیں جلد ہی روانہ ہو جانا چاہئے۔“

چھ بج چکے تھے اسد نے جان بوجھ کر قہوہ کا دور بالکل آخری لمحات تک کیلئے ملتوی کر دیا تھا تاکہ حتی ال
زیادہ سے زیادہ دیر تک روانگی میں تاخیر ہو سکے اب اس نے قہوہ کیلئے گھنٹی بجائی اور بے نیازی
”پریشانی کی ضرورت نہیں۔ میں تمہیں وہاں سوا آٹھ بجے تک پہنچا دوں گا۔“

”نہیں۔ میں تمہیں صرف پانچ منٹ اور دے سکتی ہوں اس سے زیادہ نہیں۔“

”دیکھو زرینہ! فرض کرو کہ ہماری روانگی تک اقبال جنگ نہ آسکا تو کیا اس صورت میں تم مجھے
رعایت نہ دو گی؟ میرا مطلب ہے کہ تم مجھے اس مقام کا نام بتا دو جہاں جشن ہو رہا ہے تاکہ میں
جنگ کے لئے یہاں ایک پیغام چھوڑ جاؤں تاکہ وہ ہمارے بعد وہاں آسکے۔“

”ایک منٹ تک زرینہ سوچتی رہی۔“

”میں ایک گاؤں کا نام بتا دوں گی جو جشن کے مقام سے پانچ میل کے فاصلہ پر ہے۔“ وہ بولی۔
دوست وہاں آکر تم سے مل سکتا ہے۔ لیکن میری ایک شرط ہے۔“

”کون سی شرط؟“

”شرط یہ ہے کہ جب ہم منزل مقصود پر پہنچ جائیں تو تم دونوں میں سے کوئی بھی مجھے کسی طرح
بھی روکنے کی کوشش نہیں کرے گا۔“

”نہیں.......... میں یہ شرط نہیں مان سکتا۔“

”تو میں بھی یقیناً تمہیں کوئی ایسی معلومات نہیں بہم پہنچا سکتی جس کی مدد سے تمہارا دوست
مقام تک پہنچ جائے اور تمہاری مدد کر سکے۔“

”کوئی پرواہ نہیں! میں کسی نہ کسی طرح اس کو وہاں ضرور بلا لوں گا۔“

”تب تو مجھے بھی یہ حق حاصل ہو گا کہ تمہیں ایسا کرنے سے حتی الامکان روک سکوں ٹھیک ہے

”اسد نے قہوے کی پیالی خالی کرنی شروع کی تو زرینہ بولی۔ ”چھ بج کر دس منٹ ہو چکے ہیں لہٰذا اگر تم
نہیں چاہتے تو اور بات ہے ورنہ اب ہمیں فوراً روانہ ہو جانا چاہئے۔“

جونہی دل ہی دل میں خود کو تسلی دیتے ہوئے کہ اگر خود اقبال جنگ بھی زرینہ سے سوالات کرتا تو شاید اس
سے زیادہ معلوم نہ کر سکتا۔ اسد نے روانگی کا ارادہ کر لیا۔ وہ زرینہ کے ساتھ باہر اپنی کار میں آیا کار میں اس
کو بٹھا دیا اور انجن اسٹارٹ کرنے سے قبل کچھ دیر تک بڑے غور سے سننے کی کوشش کرتا رہا اس کے دل
میں یہ امید مچل رہی تھی کہ شاید اس آخری وقت میں ہی کہیں دور سے اس کو اقبال جنگ کی طاقتور کار کی
آواز سنائی دے جائے لیکن کسی طرف بھی کوئی آواز محسوس نہ ہوئی۔ شام کی خاموشی درختوں اور راستوں پر
چھائی ہوئی تھی۔ بادل نخواستہ اس نے گاڑی کو اسٹارٹ کیا اور جب وہ کچھ فاصلہ طے کر چکا تو زرینہ نے
پُر سکون انداز میں کہا۔ ”براہ کرم نوشاد نگر کی طرف چلئے۔“

”لیکن نوشاد نگر تو یہاں سے 20 میل سے زیادہ دور نہیں۔“

”ٹھیک ہے۔ جب ہم وہاں پہنچ جائیں گے تو میں تمہیں مزید ہدایات دوں گی۔“
وہ مسکرائی۔

کچھ دیر تک ان کی گاڑی خاموش چھوٹے راستوں پر چلتی رہی اور اس کے بعد ایک بڑی شاہراہ پر پہنچ
گئی۔

نوشاد نگر پہنچ کر زرینہ نے مزید تازہ ہدایات دیں۔

”اب ہرداپور کی طرف چلو۔“

اور تیز رفتار گاڑی نوشاد نگر سے نکل کر شاہراہ مغرب کی سمت بڑھی اور دس میل دور نکل گئی۔

”اب کدھر چلنا ہے؟“ اسد نے پوچھا۔

ہرداپور ایک کاروباری منڈی تھی اسد نے اس کے مکانات پر نظر ڈالتے ہوئے اس کی مشہور سرائے
کی جائے وقوع اور اس کا نام اپنے ذہن میں محفوظ کرنے کی کوشش کی۔ یہ سرائے ”کارواں“ کے نام سے
مشہور تھی۔

اس وقت ٹھیک سات بجے تھے۔ بس چند میل اور طے کرنے کے بعد ان کے سفر کا نصف فاصلہ طے
ہو جانے کو تھا اور جشن کا خفیہ مقام نصف فاصلہ پر رہ جائے گا۔ اسد کو شہر میں ٹھہرنے کی ہمت نہ تھی
کیونکہ اس کو خوف تھا کہ زرینہ اس کو چکمہ دے کر نہ کھسک جائے اور دوسری گاڑی کرائے پر لے کر یا
ٹرین کے ذریعہ روانہ ہو جائے لیکن اس نے ارادہ کر رکھا تھا کہ جب وہ ہرداپور سے کافی آگے نکل جائے گا
تو درمیان میں کسی پولیس کی چوکی سے نواب کو ٹیلیفون کر دے گا کیونکہ اس وقت تک اقبال جنگ
چندر گھاٹ پر اپنے مکان پہنچ چکا ہو گا۔ اس نے سوچا تھا کہ ٹیلیفون پر نواب کو ہدایت دے گا کہ فوراً ہی
پور تک چلا آئے اور اس کے بعد مشہور سرائے ”کارواں“ میں آکر ٹھہر جائے اور وہاں مزید معلومات
ار کرے۔

زرینہ نقشہ کا مطالعہ کر رہی تھی.......... وہ بولی

"یہاں سے دو راستے ہیں لیکن میرے خیال میں یلھار کے مقام تک شاہراہ ہی پر چلنا بہتر ہوگا۔"
ہرداپور سے نکل کر علاقے میں آبادی کم ہونے لگی۔ صرف ادھر ادھر کسی فارم میں کوئی مکان آجاتا تھا جو شام کی نیم تاریکی میں خاموش کھویا ہوا معلوم ہوتا تھا اس کے بعد ایسے مکانات ختم ہوگئے اور تاریک جنگلات کی پٹی شروع ہوگئی جس کو مورائی جنگل کا شمالی کنارہ سمجھنا چاہئے۔

اسد اور زرینہ دونوں خاموش تھے۔ دونوں کے خیالات آنے والی رات کے گرد رقص کر رہے تھے کہ اب بالکل سر پر آ پہنچی تھی اور جس کی تاریک آغوش میں جلد ہی ایک ایسا وقت بھی آنے والا تھا جبکہ انسانوں کی ارادی قوتوں کے درمیان ایک جنگ ہونے کو تھی۔ اسد نے گاڑی کی رفتار کم کر دی سڑک کے دونوں طرف غور سے دیکھنے لگا ایک سنسان موڑ کے پاس جہاں سے ایک چھوٹا راستہ مشرق کی طرف مڑ گیا تھا اسد کو وہ چیز مل گئی جس کی اسے تلاش تھی یعنی ایک ٹیلیفون! یہ ایک چھوٹی چنگی کی چوکی تھی۔

شاہراہ سے اپنی کار کو ہٹا کر اس نے ایک طرف روک دیا۔ یہ دیکھ کر اس کو حیرت ہوئی کہ یہ بہت خوبصورت جنگلی مقام تھا جہاں تک بھی نظر جا سکتی تھی جنگل کے درمیان ایک خوبصورت راستہ بنا کر کے بنا دیا گیا تھا اس راستے پر آنے والی رات کو سیاہی میں ڈوبی ہوئی درختوں کی شاخیں ایک محراب کی طرح چھائی ہوئی تھیں اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ یہ کسی عظیم الشان محل کی ایک برگ پوش غلام گردش ہے جو کہ اب ویران ہے۔ اس کے حسن سے پوری طرف لطف اندوز ہونے کی فرصت اسد کو نہ تھی اس نے گاڑی سے اترتے ہوئے زرینہ سے کہا........"ذرا ایک منٹ انتظار کرو........ آگے جانے سے پہلے یہاں چوکی سے اجازت لینا پڑے گی۔

زرینہ مسکرائی اور اس کی آنکھوں میں وہی عجیب کیفیت ایک بار پھر نمودار ہوئی جو کہ اسد نے پہلے بھی دیکھی تھی۔

"میں سمجھ گئی۔ تم مجھے دھوکا دینا چاہتے ہو اور اقبال جنگ کو یہ راستہ بتانا چاہتے ہو جس پر ہم جا رہے ہیں۔"

اسد نے محسوس کیا کہ اب بات بنانے کے لئے دوسرا پہلو اختیار کرنا ہوگا لہٰذا اس نے چوکی سے اجازت لینے والا قصہ فراموش کر کے ایک نئی چال چلی۔"

"جو کچھ میں کرنا چاہتا ہوں اس کو دھوکا قرار دینا ایک ظلم ہے۔" وہ بولا۔ "تم جس مقام پر جانے کے لئے اس قدر بے تاب ہو وہاں میں تم کو صرف اس غرض سے لے جا رہا ہوں کہ میں سلیمان سے مل سکوں میرے اور تمہارے درمیان یہی سودا طے ہوا تھا لیکن میں نے اپنا یہ حق محفوظ رکھا تھا کہ خود تمہیں جشن میں حصہ لینے سے باز رکھوں گا۔ اس مقصد کیلئے مجھے اقبال جنگ سے مدد لینے کی ضرورت ہے۔"

"اور میں نے اس سودا بازی کو صرف اس لئے قبول کر لیا تھا کہ صرف یہی ایک طریقہ ایسا ہے جس سے میں چندر گھاٹ سے نکل کر آ سکتی تھی۔" زرینہ نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "لیکن میں نے بھی یہ حق محفوظ رکھا تھا کہ اس جشن میں حصہ لینے کیلئے جو کچھ بھی میرے امکان میں ہے وہ سب کچھ کروں

گی۔ بہر حال........ تم جو چاہو کرو........ میں تمہیں روکنا نہیں چاہتی۔"

"شکریہ!" اسد نے کہا اور چوکی میں داخل ہوگیا۔

اس نے چوکی کے محرر سے ٹیلیفون استعمال کرنے کی اجازت لے کر مطلوبہ رقم ادا کی اور چندر گھاٹ والے مکان کا نمبر ملایا۔ ایک منٹ بعد ہی جواب میں اس کو اقبال جنگ کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو........! میں اسد بول رہا ہوں۔" اس نے کہا۔ "سنو! زرینہ میرے ساتھ ہے وہ اس بات پر راضی ہوگئی ہے کہ........ ایں! ارے توبہ!" یہ کیسی آواز ہے........ اس نے سوچا اور بات پوری کرنے سے پہلے ہی اسد نے ریسیور ہاتھ سے گرا دیا اور چیتے کی طرح جست لگا کر چوکی سے باہر نکل آیا۔ اس کی اس گھبراہٹ کی وجہ کار کے انجن کی آواز تھی۔

جب اس کی پشت باہر کی طرف تھی تو زرینہ خاموشی سے ڈرائیور کی سیٹ پر آ گئی تھی اور جیسے ہی اسد نے ٹیلیفون کرنا شروع کیا۔ زرینہ نے انجن اسٹارٹ کر دیا اور گاڑی آگے کھسکنے لگی۔

زقند لگا کر اسد گاڑی کے پاس پہنچ گیا۔ دیوانہ وار اس نے گاڑی کا عقبی مڈگارڈ پکڑنے کی کوشش کی لیکن اس کی انگلیاں پھسل گئیں اور وہ سڑک پر لمبا لمبا گر پڑا۔ جب وہ پھر اٹھ کر کھڑا ہوا تو اس کی سفری نیلی کار گرد کے بادل میں تقریباً غائب ہو چکی تھی اور سڑک پر گرجتی ہوئی جا رہی تھی۔ اس نے احمقانہ انداز میں گاڑی کو گالیاں سنا ڈالیں مگر اتنی دیر میں وہ جنگل کی تاریکی میں گم ہو چکی تھی۔

7 بجکر 20 منٹ........ اسد ایک بار پھر ٹیلیفون پر اقبال جنگ سے ہم کلام تھا اور گھبراہٹ میں جلد جلد اس کو بتا رہا تھا کہ زرینہ کس طرح اس کو اُلّو بنا کر صاف نکل گئی تھی اور مورائی جنگل میں اسے بے یار و مددگار چھوڑ گئی تھی۔

7 بجکر 22........ اسد کی تمام داستان سن کر اقبال جنگ اس کو حکم دے رہا تھا کہ جس قدر جلد ممکن ہو ہرداپور واپس لوٹ آئے اور وہاں کارواں نام کی سرائے میں مزید ہدایات کا انتظار کرے۔

7 بجکر 25 منٹ........ زرینہ جنگلات کے علاقے سے نکل کر یلھار سے جنوب مشرق میں چند میل کے فاصلے پر ایک بار پھر ایک عمدہ سڑک پر آ گئی تھی اور اپنے نقشے کا مطالعہ کرنے کے لئے کار کی رفتار کم کر رہی تھی۔ 7 بجکر 26 منٹ........ اقبال جنگ خفیہ پولیس کے ہیڈ کوارٹر کو ٹیلیفون کر رہا تھا۔

7 بجکر 28 منٹ........ بڑھتی ہوئی تاریکی میں اسد حتی الامکان تیزی سے جا رہا تھا اور دل میں دعائیں کر رہا تھا کہ کوئی مرد ادھر نکلے۔

7 بجکر 30 منٹ........ اقبال جنگ پولیس کے افسر اعلیٰ سے باتیں کر رہا تھا جو کہ اس کا دوست تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "اصل میں کار کی مجھے اتنی فکر نہیں جتنی کہ ان کاغذات کی جو کہ کار میں موجود تھے۔ ان اہم کاغذات کو فوراً حاصل کرنا میرے لئے بے حد ضروری ہے اور میں آپ کا ذاتی طور پر بے حد ممنون ہوں گا اگر آپ یہ کرم کریں کہ اس کار کے متعلق جو اطلاعات آپ کو موصول ہوں ان کو فوراً نوشاد نگر پولیس اسٹیشن بھیج دیا جائے۔"

7 بجکر 32 منٹ........ زرینہ جنوب میں شہر تورانہ کی سمت تیزی سے جا رہی تھی کیونکہ اس نے

یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ اگر وہ احمد پور سے ہوتی ہوئی سالبائی کے میدان کے گرد گھوم کر جائے گی تو ہموار کی سڑکوں کی وجہ سے وہ بہت وقت بچا سکے گی۔

7 بجکر 38 منٹ .... خفیہ پولیس کا ہیڈ کوارٹر اپنے وائرلیس پر یہ اعلان نشر کر رہا تھا۔

"تمام اسٹیشن متوجہ ہوں .... ایک نیلے رنگ کی سفری کار چرائی گئی ہے .... 1952 ماڈل .... نمبر او اے 1217 .... مالک نواب اقبال جنگ ...... آخری بار یہ کار مورائی جنگل جنوب مشرق کی طرف جاتی ہوئی 7 بجکر 15 منٹ پر دیکھی گئی تھی لیکن اطلاع یہ ہے کہ وہ وہاں سے طرف جا رہی تھی۔ گاڑی کو ایک عورت چلا رہی تھی عمر تقریباً 23 سال دلکش شکل وصورت قد .... چھریرا جسم .... خوبصورت بال .... چہرے کا رنگ زردی مائل .... بڑی آنکھیں، لباس ہلکا سبز، محکمۂ خصوصی کو اس کے متعلق رپورٹ کی ضرورت ہے معاملہ ارجنٹ ہے اطلاعات نوشاد نگر بھیجی جائیں۔"

7 بجکر 42 منٹ .... اقبال جنگ کو چندر گھاٹ پر ایک ٹیلیفون پیغام موصول ہوا۔ "میں مسٹر نیازی کی طرف سے بول رہا ہوں۔" آواز نے کہا "گزشتہ نصف گھنٹہ سے فون پر آپ کو تلاش کر رہا ہوں سات بجے کے ٹھیک بعد، ہی نیلی کار کمل گڑھ سے گزری۔ وہ جنوب کی طرف جا رہی تھی۔"

7 بجکر 44 منٹ .... زرینہ ابھی تک جنوب کی طرف جا رہی تھی اور تورانہ کی فوجی چھاؤنی کے پاس سے گزر رہی تھی۔

7 بجکر 45 منٹ .... اسد ایک کسان سے ایک سیکنڈ ہینڈ سائیکل تین گنی قیمت پر خرید رہا تھا۔

7 بجکر 48 منٹ .... اقبال جنگ کو ایک اور پیغام موصول ہوا۔ "میں مسٹر نیازی کا ایک اور پیغام آپ کو دے رہا ہوں۔" آواز نے کہا۔ "نیلی کار ٹھیک 7 بجکر 42 منٹ پر دوریالا مقام سے گزری اس کا رخ جنوب کی طرف تھا۔

7 بجکر 49 منٹ .... زرینہ احمد پور اور اندر والی سڑک پر پہنچ گئی اور مغرب کی سمت مڑ گئی۔

7 بجکر 54 منٹ .... اقبال جنگ اپنی طاقتور کار ہسپانو میں سوار ہوا۔ اس نے اپنے خدمت گار حمید سے دوربین لے کر کار میں رکھتے ہوئے کہا۔ "ذرا میری رات والی عینک بھی اٹھا لاؤ۔" اور اس کے بعد اس نے کہا "8 بجکر 25 منٹ تک میرے نام جو بھی پیغامات موصول ہوں ان کو تم نوشاد نگر پولیس اسٹیشن کی سمت منتقل کر دینا۔ 8 بجکر 25 منٹ کے بعد 8 بجکر 40 منٹ تک تمام پیغامات مسٹر اسد کے ہرداپور کی سرائے کارواں میں بھیجے جائیں اور 8 بجکر 40 منٹ کے بعد پھر نوشاد نگر پولیس اسٹیشن بھیجے جائیں۔"

7 بجکر 55 منٹ .... زرینہ احمد پور کے بیرونی علاقے میں ایک چھوٹے سے چوراہے کے قریب آ رہی تھی۔ ایک سب انسپکٹر پولیس نے جو دس منٹ قبل پولیس اسٹیشن سے روانہ ہوا تھا زرینہ کی کار کے نمبر کو دیکھا اور فوراً سڑک کے درمیان آ کر اس کو رکنے کو کہا۔ زرینہ نے خوفناک تیزی کے ساتھ کار موڑا اور سب انسپکٹر سے ٹکراتے ٹکراتے بال بال بچی۔ وہ آگے تو نہ بڑھ سکی لیکن ہوشیاری کے ساتھ

اس نے کار کو ایک چھوٹی سی سڑک پر موڑ دیا جو شمال کی طرف جا رہی تھی۔

7 بجکر 56 منٹ .... اسد اپنی تازہ خریدی ہوئی مگر چھکڑا سائیکل پر چندر گھاٹ کی سڑکوں پر جا رہا تھا اور اپنی مضبوط ٹانگوں کی پوری طاقت صرف کر رہا تھا۔

7 بجکر 58 منٹ .... زرینہ کا خون غصہ سے جوش کھا رہا تھا۔ یہ محسوس کر کے کہ اسد نے پولیس کو اس کے پیچھے اس طرح لگا دیا ہے گویا وہ موٹر کار چرانے والی کوئی عام چور عورت ہے۔ اسی عالم میں زرینہ کو مالی گاؤں میں پل کے قریب ایک اور پولیس کا آدمی نظر آیا۔ سڑک تنگ تھی اور وہ درمیان میں کھڑا ہوا تھا ہو سکتا تھا کہ وہ اسے رکنے پر مجبور کر دے۔ یہ خطرہ مول نہ لیتے ہوئے زرینہ آگے بڑھنے کے بجائے ایک اور پہلو کی سڑک پر مڑ گئی جو شمال مشرق کی سمت جاتی تھی 7 بجکر 59 منٹ .... احمد پور کا سب انسپکٹر پولیس شہر کے ایک بڑے چوراہے پر ایک لاری سے اترا۔ اس نے چوراہے پر مامور پولیس کانسٹیبل کو خبردار کیا کہ نیلے رنگ کی ایک کار سے ہوشیار رہے جس کا نمبر او اے 1217 ہے۔ اس گاڑی کو بے تحاشہ تیز ایک عورت چلا رہی ہے جس کی تلاش میں پولیس لگی ہوئی ہے۔

8 بجکر ایک منٹ .... زرینہ نے اپنی رفتار سست کر دی تھی اور گھبراہٹ کے عالم میں یہ سوچنے کی کوشش کر رہی تھی کہ کیا احمد پور کے درمیان سے گزرنے کا خطرہ ایک بار پھر مول لینا چاہئے۔ آخر کار اس نے اس کے خلاف فیصلہ کیا اور تنگ گلیوں میں چکر کھاتی ہوئی شمال مشرق کی سمت آگے بڑھنے لگی۔

8 بجکر 2 منٹ .... اسد نے ایک مقام پر اپنی سائیکل کو چھوڑ دیا تھا اور ایک پرانی شکستہ سی موٹر کار کے ڈرائیور سے استدعا کر رہا تھا کہ اپنے ساتھ اس کو بھی ہرداپور کی طرف لے چلے۔

8 بجکر 3 منٹ .... احمد پور کا سب انسپکٹر پولیس نوشاد نگر کو رپورٹ کر رہا تھا کہ مطلوبہ کار دیکھی گئی ہے۔

8 بجکر 4 منٹ .... زرینہ نے گاڑی روک دی۔ پیچیدہ گلیوں کی بھول بھلیوں میں وہ بری طرح پھنس کر رہ گئی تھی۔

8 بجکر 6 منٹ .... اقبال جنگ نے اپنی طاقتور کار شاہراہ پر تیزی سے چھوڑ دی اس کی ٹھوڑی اس کے کوٹ کے کالر میں ڈوبی ہوئی تھی اور اس کے سگار کا آتشیں سرا گہرا سرخ ہو گیا تھا کیونکہ وہ اپنی کار کی تمام ممکن قوت استعمال کر رہا تھا۔

8 بجکر 8 منٹ .... زرینہ نے نقشہ دیکھ کر یہ معلوم کر لیا تھا کہ اس وقت وہ کہاں ہے۔ اس نے دیکھا کہ وہ گھوم پھر کر اندور کی سڑک کی طرف واپس جا رہی ہے۔

8 بجکر 9 منٹ .... احمد پور کا سب انسپکٹر پولیس اندور کے حکام کو خبردار کر رہا تھا کہ اگر مسروقہ کار اس طرف کا رخ کرے تو اس پر سخت نظر رکھیں۔

8 بجکر دس منٹ .... زرینہ مڑ کر ایک ایسے خراب سے راستہ پر آ گئی تھی جو کچھ جنگلی علاقہ کے درمیان سے ہو کر شمال کی طرف جا رہا تھا۔ اس طرح اس کو امید تھی کہ تورانہ کی فوجی چھاؤنی کے درمیان سے گزرنے کے بجائے وہ اس کے قریب سے گزر جائے گی۔

8 بجکر 12 منٹ.........اسد عجلت کے ساتھ ہرداپور کی سرائے کارواں میں داخل ہو رہا تھا۔

8 بجکر 14 منٹ.........زرینہ ایک بار پھر پھنس کر رہ گئی تھی۔ خراب جنگلی راستہ اچانک ایک ایسی جگہ آکر ختم ہو گیا تھا جہاں پر فارم کی کچھ عمارتیں تھیں۔

8 بجکر 17 منٹ.........نواب اقبال جنگ نوشاد نگر سے تقریباً 5 میل مشرق میں تیزی کے ساتھ سیدھا جا رہا تھا۔

8 بجکر 19 منٹ.........زرینہ خراب راستہ پر واپس آکر پھر اس جگہ آ گئی جہاں سے یہ راستہ شروع ہوا تھا اور اب وہ ایک تنگ راستہ پر ٹھیک مشرق کی طرف جا رہی تھی۔

8 بجکر 20 منٹ......... احمد پور کا سب انسپکٹر پولیس پھر پولیس اسٹیشن سے روانہ ہو گیا۔ سالبائی۔ دوریالا اور دوسرے شہروں کو مسروقہ نیلی کار کے متعلق خبردار کر چکا تھا۔

8 بجکر 21 منٹ......... زرینہ تنگ سڑکوں سے نکل کر سالبائی سے یلہار کی طرف جانے والی شاہراہ پر نکل آئی اور یہ محسوس کرتے ہوئے کہ تورانہ کے مقام پر روک لئے جانے کا خطرہ برداشت کرنے کے علاوہ کوئی اور چارۂ کار نہیں۔ اس نے شمال کا رخ کیا۔

8 بجکر 22 منٹ.........اسد چائے کا چوتھا یا پانچواں دور ختم کر چکا تھا اور کارواں کے دروازے پر کھڑا ہوا اقبال جنگ کی راہ دیکھ رہا تھا۔

8 بجکر 23 منٹ.........زرینہ اس وقت شاید ایک شیطانی مسرت کے جوش میں کھو گئی تھی کیونکہ جب اس کی کار آندھی کی طرح تورانہ کی چھاؤنی کے پھاٹک سے گزری اور فوجی پولیس کا آدمی اپنی جان بچانے کیلئے گھبرا کر سڑک سے کود کر ایک طرف ہٹا تو بے اختیار زرینہ نے ایک قہقہہ لگایا۔

8 بجکر 24 منٹ.........اقبال جنگ نوشاد نگر کے پولیس اسٹیشن میں داخل ہوا اور وہاں اس کو معلوم ہوا کہ نیلی کار نصف گھنٹہ پیشتر احمد پور میں نظر آئی تھی۔

8 بجکر 25 منٹ.........زرینہ نے تورانہ کے شمال میں ایک میل کے فاصلے پر اپنی کار کو روک لیا اور ایک بار پھر وہ اپنے نقشہ کا مطالعہ کر رہی تھی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ جشن کے خفیہ مقام پر پہنچنے کا واحد امکان اب صرف اسی طریقہ پر ہے کہ سالبائی کے میدان میں شمالی سرے پر چھوٹی تنگ سڑکوں پر سفر کیا جائے۔

8 بجکر 26 منٹ.........اقبال جنگ ان دو پیغامات کا مطالعہ کر رہا تھا جو کہ نوشاد نگر کی پولیس نے اس کو بھیجے تھے۔ ان میں سے ایک پیغام کے الفاظ یہ تھے۔ "زرد کار 7 بجکر 25 منٹ پر شاہ گنج سے گزری۔ وہ مغرب کی طرف جا رہی تھی۔ نیازی.........دوسرے پیغام کی عبارت یہ تھی۔ زرد کار اندورے سے آٹھ بجے گزری۔ مغرب کی طرف جا رہی تھی۔ نیازی۔" پوری صورت حال کا اندازہ لگاتے ہوئے اقبال جنگ مسکرایا اور اطمینان کے انداز میں اپنا سر ہلاتے ہوئے سوچنے لگا۔ "اس وقت تک وہ کار احمد پور سے گزرتی ہوئی مغرب کی سمت جا رہی ہو گی اور نیلی کار بھی اسی سمت میں جاتی ہوئی دیکھی گئی تھی۔ زرد کار نے دوسرا راستہ اختیار کیا اور دوریالا سے جنوب کی طرف آ رہی ہے یہاں تک تو سب ہی باتیں بہت

اطمینان بخش ہیں۔" اس کے بعد وہ تھانے کے افسر سے بولا "میں آپ کا بہت ہی ممنون ہوں گا اگر آپ میرے نام کے آئندہ پیغامات کو احمد پور روانہ کریں.......... شکریہ! خدا حافظ!"

8 بجکر 27 منٹ.........زرینہ اب تورانہ کے شمال میں دو میل کے فاصلے پر ایک چوراہے پر پہنچ چکی تھی۔ مغرب کی سمت مڑ کر اس نے ایک سنسان طوفان زدہ راستہ اختیار کیا جو کہ اس میدان کے انتہائی ویران حصے سے گزرتا تھا۔ رات کی تاریکی گہری ہوتی جا رہی تھی اور اس کے ساتھ ہی یہ احساس شدید تر ہوتا جا رہا تھا کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جشن میں شرکت کرنی ضروری ہے۔ احمد پور کے مقام پر وہ اپنی منزل مقصود سے جس قدر دور تھی اب اس میں سترہ میل کا اضافہ اور ہو گیا تھا لیکن اس بات سے زرینہ اداس نہ تھی کیونکہ اس نے شیطانی جشن کے شروع ہونے کا وقت اسد کو غلط بتایا تھا اس نے اسد کو یہ فریب دیا تھا کہ منزل پر غروب آفتاب تک پہنچ جانا ضروری ہے۔ در حقیقت جشن کی کارروائی آدھی رات سے پہلے شروع نہیں ہونی تھی۔

8 بجکر 32 منٹ.........ہرداپور میں کارواں کے ٹیلیفون پر اسد ایک پیغام حاصل کر رہا تھا۔

8 بجکر 35 منٹ.........زرینہ اس وقت اپاون کے ہوائی اڈے کے پاس سے گزر رہی تھی اس کے آگے سڑک ایک نیم حلقہ کی صورت میں خم کھا کر جاتی تھی اس لئے زرینہ کو اپنی رفتار مجبوراً کم کرنا پڑی۔

8 بجکر 37 منٹ.........اقبال جنگ کی ہسپانو کار گرجتی ہوئی ہرداپور میں داخل ہوئی اور اسد جو کہ سرائے کارواں کے دروازے میں کھڑا ہوا انتظار کر رہا تھا ملنے کیلئے باہر نکل آیا۔ اقبال جنگ نے گاڑی سے باہر آتے ہوئے پوچھا کوئی نیا پیغام؟"

"ہاں.........." حمید نے مجھے فون کیا تھا۔ نیازی نام کے کسی شخص نے خبر دی ہے کہ 8 بجکر 5 منٹ پر ایک زرد کار بیانہ سے گزری اور جنوب کی طرف چل دی۔"

"بہت ٹھیک۔" اقبال نے کہا اور گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

"8 بجکر 38 منٹ.........اپاون کے قریب سڑک کے پیچیدہ حصے سے زرینہ گزر چکی تھی۔ اور ایک بار پھر ویران میدان میں سیدھی سڑک پر آ گئی تھی۔ اس نے محسوس کیا کہ اگر وہ پولیس سے دور دور رہ سکی تو مزید 45 منٹ میں جشن کے مقام پر پہنچ جائے گی اس کی نیلی کار کے بعد میل قطع کرنے لگی اور زرینہ پر ایک پرجوش مسرت کی فطری کیفیت چھانے لگی۔

8 بجکر 39 منٹ.........اسد دریافت کر رہا تھا یہ زرد کار کا کیا معاملہ ہے؟ زرینہ جس گاڑی کو لے کر بھاگی ہے اس کا رنگ تو نیلا ہے۔" اور اقبال جنگ نے اپنی آنکھوں کی ایک معنی خیز چمک کے ساتھ جواب دیا۔ "نیلی کار کے لئے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ پولیس نے اس گاڑی میں تمہاری دوست کو احمد پور میں آٹھ بجے کے کچھ بعد دیکھا تھا۔ اطمینان رکھو۔ پولیس اب اس کو پکڑ لے گی۔"

8 بجکر 40 منٹ.........نوشاد نگر کی پولیس اقبال جنگ کیلئے حمید کا ایک پیغام احمد پور کی پولیس کو پہنچا رہی تھی۔

8 بجکر 41 منٹ.........اقبال جنگ کہہ رہا تھا "بیوقوف مت ہو اسد! میں نے تو صرف یہ کہا تھا

کہ جب تک یہ لوگ صاف طور پر کوئی خلاف قانون کارروائی نہیں کریں گے میں پولیس کو طلب نہیں کر سکتا۔ کار کی چوری ایک جرم ہے اس لئے میں نے کم از کم اس مقصد کیلئے پولیس کی امداد سے فائدہ اٹھایا ہے“

8 بجکر 44 منٹ...... موٹر سائیکل سوار دو پولیس کانسٹیبلوں نے جو کہ دوریالا سے 15 منٹ قبل روانہ ہوئے تھے نیلی کار کی پلیٹ پر نمبر اواے 1217 دیکھا اس وقت گاڑی ایک چوراہے پر بائیں طرف مڑ رہی تھی۔ کانسٹیبل اسی جگہ تعینات تھے لیکن زرینہ نے ان کو دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ اس کی گاڑی کی تیز روشنیاں تاریکی میں روشنی کی ایک گلی تراشی ہوئی جنوب مغرب کی سمت مڑ گئیں۔

8 بجکر 45 منٹ.......... ہرداپور کے جنوب مغرب میں سڑک کے پیچ و خم پر مڑتی ہوئی اور ہچکولے کھاتی ہوئی اقبال جنگ کی مسپانو کار بڑھنے لگی۔ اسد نے اقبال جنگ کو پوری داستان سنادی تھی کہ کس طرح زرینہ نے اس کو دھوکا دیا لیکن اقبال جنگ نے اسد کو یہ بتانے سے انکار کر دیا کہ زرد کار سے کیا مطلب تھا۔ ”نہیں نہیں“ وہ بے صبری سے بولا۔ ”میں پہلے تمہاری زبان سے ایک ایک لفظ سننا چاہتا ہوں جو اس لڑکی نے تم سے کہا ہے میں اپنی داستان بعد میں بیان کروں گا۔“

8 بجکر 46 منٹ.......... موٹر سائیکل سواروں نے نیلی کار کا بھر پور تعاقب شروع کر دیا تھا۔

8 بجکر 47 منٹ.......... نوشاد نگر کی پولیس اقبال جنگ کے نام حمید کا ایک اور پیغام احمد پور کی پولیس کو دیر سے ملا۔

8 بجکر 48 منٹ.......... اپنی نیلی کار کو جنوب مغرب کی طرف طوفان کی طرح دوڑاتے ہوئے زرینہ نے جب ویران گیاہستان کو پار کرنا شروع کیا تو دور فاصلے پر اس کو ایک گاؤں کی روشنیاں ابھرتی ہوئی نظر آئیں۔

8 بجکر 49 منٹ.......... موٹر سائیکل سواروں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ”گھبراؤ نہیں دوست.......... ہم ایک منٹ میں ہی اس کو پکڑ لیں گے۔“

8 بجکر 50 منٹ.......... اقبال جنگ کی ہسپانو کار ہرداپور سے نو میل دور چوراہے کو پار کر چکی تھی اور شاہراہ پر آگئی تھی اس وقت تک اقبال جنگ اپنے دوست اسد کی تمام داستان سن چکا تھا اور اسد کے سوالات سے تنگ آکر کہہ رہا تھا۔ ”خدا کے لئے مجھے اس وقت پریشان نہ کرو.......... دیکھ رہے ہو کہ ہم زیادہ راستہ 80 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے طے کر رہے ہیں ایسی حالت میں باتیں کرنا خطرناک ہے۔“

8 بجکر 51 منٹ.......... گاؤں کی سڑک کے گوشے میں نیلی کار اپنے ٹائروں کی زبردست چیخوں کے ساتھ مڑی تو زرینہ نے بے تحاشا اپنی پوری قوت سے اسٹیرنگ کو پکڑ لیا۔ پولیس کی گاڑیوں کا شور مسلسل طور پر اس کے کانوں میں گونج رہا تھا اور اس کو ٹھہرنے کا حکم دے رہا تھا اس نے ایک اور گھماؤ اپنی بے حد تیز رفتاری کو صرف دو پہیوں کے بل پر موڑا ایک ساعت کیلئے کھلے ہوئے جنگلی علاقے کی تاریکی اس کے سامنے نمودار ہوئی اور اس کے بعد گاڑی کے مڈگارڈ لکڑی کے ایک جنگلے کو زوردار آواز کے ساتھ توڑتے ہوئے گزر گئے۔ گاڑی خوفناک حد تک لہرانے لگی۔ ایک ڈھالو کنارے کے اوپر دوڑ گئی اور اس کے بعد پھر اچکتی اور ہچکولے کھاتی ہوئی نیچے اترنے لگی یہاں تک کہ ایک بہت بڑے کھلیان کی پشت سے ٹکرا کر اچانک رک گئی۔

9 بجکر 8 منٹ.......... اسد کے ساتھ اقبال جنگ احمد پور پولیس اسٹیشن میں داخل ہوا اور یہاں اس کو وہ پیغامات مل گئے جو نوشاد نگر سے ٹیلیفون پر آئے تھے ان میں سے پہلا پیغام یہ تھا.......... ”8 بجکر 15 منٹ پر زرد کار مغرب کی طرف جاتی ہوئی احمد پور سے گزری۔“ اور دوسرے پیغام کے الفاظ یہ تھے ”زرد کار 8 بجکر 22 منٹ پر چیل گڑھ پر رک گئی“ ان دونوں پیغامات پر نیازی کے دستخط تھے۔

ان پیغامات کو اقبال جنگ اپنی جیب میں رکھ رہا تھا کہ اندرونی کمرے میں سے ایک انسپکٹر پولیس برآمد ہوا اور بولا۔ ”ہم نے آپ کی نیلی کار پکڑ لی ہے!!! ابھی ابھی یہ خبر ملی ہے۔ پولیس کے دو آدمیوں نے دوریالا کے جنوب میں چوراہے پر اس نوجوان عورت کو دیکھا اور تعاقب شروع کیا وہ دیوانوں کی طرح گاؤں کے موڑ پر اپنی موٹر کار کو گھماتی ہوئی بڑھی لیکن ایک باغ میں جا گھسی اور ایک ڈھالو کنارے پر چڑھ گئی۔“

”کوئی چوٹ تو نہیں آئی اس کو؟“ اسد نے تشویش سے پوچھا۔

”جی نہیں.......... بالکل نہیں.......... گاڑی اس وقت اتنی تیز نہ تھی کہ وہ لڑکی اس میں سے کود نہ سکتی واقعہ یہ ہے کہ ڈھالو کنارے نے اس کو اور گاڑی کو بچا دیا۔ گاڑی کو بھی زیادہ نقصان نہیں پہنچا۔

”لڑکی کو گرفتار کر لیا گیا؟“ اقبال جنگ نے پوچھا۔

”ابھی تک نہیں.......... لیکن مجھے امید ہے کہ صبح سے پہلے گرفتار ہو جائے گی۔“

اقبال جنگ نے شکریہ ادا کیا اور ایک نقشہ کھول کر چیل گڑھ نام کا گاؤں تلاش کرنے لگا۔

یکایک ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ کانسٹیبل نے ریسیور اٹھایا۔ سن سن کر کچھ کاغذ پر لکھتا رہا اور پھر یہ کاغذ اقبال جنگ کو دیدیا۔

”آپ کے نام یہ ایک اور پیغام ہے!“ وہ بولا۔

اقبال جنگ کے شانے پر اسد نے کاغذ پر نظر ڈالی اور پڑھنے لگا زرد کار 8 بجکر 30 منٹ پر چیل گڑھ پر رک گئی ادھر ادھر اور بھی بہت سی کاریں کھڑی ہیں اور مزید ابھی چلی آرہی ہیں۔ گاؤں کے جنوب میں نصف میل کے فاصلے پر چوراہے پر آپ کا انتظار کروں گا۔ آپ کا نیازی۔“

اقبال جنگ نے اوپر نظر اٹھائی اور مسکرا دیا۔

”ہم نے ان کو آخر کار پا ہی لیا!“ ”اب ہم اطمینان سے باتیں کر سکتے ہیں۔“

”کن کو پا لیا؟“ اسد بولا۔ ”میری سمجھ میں تو خاک بھی نہیں آتا۔“

”سب سمجھ میں آجائے گا دوست۔“ اقبال جنگ پھر مسکرا دیا۔

9 بجکر 14 منٹ.......... وہ دونوں پھر کار میں سوار ہو گئے۔

☆..........☆..........☆

اقبال جنگ کی مسپانو کار احمد پور کے آخری مکانات کو پیچھے چھوڑتی ہوئی ویران میدان کو پار کرنے لگی اور مغرب کی طرف پیچیدہ سڑک پر دوڑنے لگی اس وقت اقبال جنگ درمیانی رفتار سے گاڑی چلا رہا تھا

اس لئے اسد کے سوالات کا جواب آسانی سے دے سکتا تھا۔

"یہ تو بالکل سادہ سی بات ہے میرے عزیز دوست!" وہ بولا۔ "جیسے ہی مجھے تم سے یہ معلوم ہوا کہ مادام عرفی چار بجے کہکشاں ہوٹل سے جشن گاہ کی طرف روانہ ہونے والی ہے میں نے محسوس کیا کہ زرینہ ہمارے لئے تحقیقات کا ذریعہ نمبر 1 ہے تو مادام عرفی تحقیق و تفتیش کیلئے ہمارے لئے ذریعہ نمبر 2 بن سکتی ہے بشرطیکہ اس کا تعاقب کیا جائے.......... لیکن چونکہ میں تم سے چندر گھاٹ پر آکر ملنے کا وعدہ کر چکا تھا میں نے بذات خود مادام عرفی کا تعاقب کرنا مناسب نہ سمجھا لہٰذا میں نے تعاقب کیلئے پولیس کے ایک سابق افسر اعلیٰ نیازی کو مامور کیا جو کہ سراغ رسانی کی ایک پرائیویٹ ایجنسی پر رہا ہے۔"

"لیکن میرا خیال ہے آپ نے کہا تھا کہ اس معاملہ کو ہم خود ہی سر انجام دیں گے۔" اسد نے احتجاج کیا۔

"بیشک.......... میرا اب بھی یہی ارادہ ہے۔ چنانچہ نیازی کو میں نے کچھ بھی نہیں بتایا اس کو اس شیطانی کاروبار کا ذرا سا بھی علم نہیں جس کے خلاف ہم جنگ کر رہے ہیں میں نے تو محض موٹر کاروں کا تعاقب کرنے اور لوگوں کی نگرانی کرنے کیلئے اس کی خدمات حاصل کی تھیں اور یہ ایسا کام ہے جو کہ وہ عام طور پر آئے دن کیا کرتا ہے میں نے صاف صاف اس کو بتا دیا تھا کہ میں کیا چاہتا ہوں چنانچہ اس نے اپنے نصف درجن آدمیوں کو حکم دیا کہ موٹر سائیکلوں کے ساتھ تیار رہیں۔ اس کے بعد میں اس کو ساتھ لے کر کہکشاں ہوٹل گیا تا کہ اس کو مادام عرفی کی شکل دکھا دوں۔ قسمت کی بات ہے کہ وہاں ساڑھے تین بجے کے قریب ہمیں وہ تبتی باشندہ باہر آتا دکھائی دیا جس کو ہم نے گزشتہ رات سلیمان کے مکان پر دیکھا تھا وہ ہوٹل سے نکل کر ایک زرد کار میں روانہ ہو گیا اس طرح ہمیں تحقیق کا تیسرا ذریعہ ہاتھ آگیا۔ نیازی نے اپنا ایک آدمی اس کے پیچھے لگا دیا۔ مادام عرفی چار بجے کے بعد ایک زرد کار میں روانہ ہوئی۔ یہ وجہ تھی کہ مجھے چندر گھاٹ پہنچنے میں تاخیر ہو گئی۔ نیازی نے خود اپنی کار میں مادام عرفی کا تعاقب کیا۔ جیسے ہی ہمیں اندازہ ہو گیا کہ وہ مغرب کی طرف جا رہی ہے نیازی نے اپنے باقی آدمی اس سے آگے بھیج دیئے تا کہ اگر اتفاق سے مادام عرفی اس کی نظروں سے غائب ہو جائے تو اس کو پھر پایا جا سکے زرد اور نیلی موٹر کاروں کی جو رپورٹیں مجھے مل رہی تھیں ان سب کا یہی تعاقب کا انتظام تھا جس کا تذکرہ میں نے ابھی ابھی کیا ہے۔"

"لیکن طومان کا کیا ہوا؟" اسد نے پوچھا۔ "ڈیڑھ بجے کے قریب جب زرینہ نے مادام عرفی کو ٹیلیفون کیا اسی وقت طومان بھی کہکشاں ہوٹل میں ہی تھا۔"

"بدقسمتی کی بات ہے کہ اس وقت تک جبکہ میں ہوٹل پہنچا طومان یقیناً وہاں سے جا چکا تھا.......... لیکن کوئی پروانہ کرو...... دوسرے لوگوں کے ساتھ وہ بھی یقیناً جشن میں موجود ہوگا۔"

اسد مسکرایا اور بولا۔ "بڑا منظّم کام کیا ہے آپ نے!"

ویران میدان کے آر پار چند میل کا فاصلہ جلد ہی طے ہو گیا اور ابھی اقبال جنگ اپنے منصوبے کے متعلق مشکل ہی سے کچھ تشریحات اسد کے سامنے کر سکا تھا جبکہ یہ لوگ چیل گڑھ کے نصف جنوب میں سنسان اور طوفان زدہ چوراہے پر پہنچ گئے۔

سڑک کے کنارے ایک کار کھڑی ہوئی تھی جس کے قریب کوئی نصف درجن آدمی موٹر سائیکل لئے ہوئے کھڑے تھے اور دھیمی آواز میں باتیں کر رہے تھے جیسے ہی اقبال جنگ کی طاقتور سپانو کار آکر رکی ایک دراز قامت دبلا پتلا آدمی لوگوں کی جماعت میں سے نکل کر اقبال جنگ کے پاس آیا اور بولا۔

"آپ جن لوگوں کی فکر میں ہیں وہی لوگ گاؤں کے دوسرے کنارے پر ایک بڑے مکان میں موجود ہیں یہ ناممکن ہے کہ آپ اس مکان کو پہچان نہ لیں کیونکہ وہ درختوں سے گھرا ہوا ہے اور اس علاقہ میں درخت اور کہیں بھی نہیں ہیں۔"

"شکریہ!" اقبال جنگ نے کہا۔ "کیا تم اندازہ لگا سکتے ہو کہ اس اجتماع میں کل کتنے آدمی آئے ہیں؟"

"موٹا سا اندازہ یہ ہے کہ وہ لوگ تقریباً ایک سو ہوں گے۔ مکان کی پشت پر کھلی جگہ میں کوئی 50 موٹر کاریں کھڑی ہیں اور ان میں سے بعض ایسی تھیں جن میں دو دو تین تین آدمی سوار تھے کیا آپ کو مجھ سے کچھ اور مدد درکار ہے؟"

"فی الحال نہیں.......... آپ نے جس خوبی سے اور توجہ سے یہ کام انجام دیا ہے اس سے مجھے بہت خوشی ہے اور اگر مجھے آئندہ آپ کی مدد کی ضرورت پڑی میں آپ کو اطلاع دوں گا۔"

نیازی رخصت ہونے ہی والا تھا کہ اسد نے اقبال جنگ کے پہلو کو کہنی سے دبایا اور بولا۔ "اگر وہاں سو آدمی جمع ہوئے ہیں تو ہم دو آدمی ان کے مقابلہ میں کیا کر سکتے ہیں کیوں نہ آپ ان لوگوں کو بھی ساتھ ہی رکھیں؟" "ہم آٹھ یا نو آدمی مل کر کافی دلچسپ مقابلہ کر سکتے ہیں۔"

"ناممکن!" اقبال جنگ نے قطعی فیصلہ کن انداز میں کہا۔

سراغ رساں نیازی حیرت سے سوچ رہا تھا کہ یہ دونوں کس کام میں لگے ہوئے ہیں وہ ایک محتاط دلچسپی کے ساتھ ان دونوں کا جائزہ لینے کی کوشش کر رہا تھا اور چونکہ اس کی خدمات و تعاون حاصل کرنے کی تجویز اسد نے ابھی ابھی پیش کی تھی اس لئے نیازی اپنے دل میں مطمئن تھا کہ جس میں یہ لوگ لگے ہوئے ہیں وہ خلاف قانون ہو گیا ہے۔

نیازی نے اپنا ہیٹ بطور احترام اٹھایا اور بولا.......... "اگر میرے لائق اور کوئی خدمت نہیں.......... تو میں درخواست کروں گا کہ مجھے اور میرے آدمیوں کو واپس شہر جانے کی اجازت عنایت فرمائیں۔"

"بہت بہت شکریہ.......... نیازی صاحب۔" نواب اقبال جنگ نے کہا۔ "شب بخیر.......... خدا حافظ!"

جیسے ہی سراغرساں رخصت ہوا اقبال جنگ نے اپنی کار دوسری سمت اسٹارٹ کر دی۔

قیمتی خاموش کار کا انجن صرف آہستہ آہستہ سرسرا رہا تھا۔ وہ دونوں خاموش گاؤں کے درمیان سے گزرنے لگے۔ بیشتر دیہاتی جھونپڑیاں پہلے ہی تاریکی میں چھپ گئی تھیں تیز روشنی صرف گاؤں کی سرائے میں ایک کمرے میں سے نکل رہی تھی بعض مکانات کی پردہ پوش کھڑکیوں میں سے دھندلی سی

روشنی یہ بات ظاہر کر رہی تھی کہ اس چھوٹے گاؤں کے جو لوگ ابھی تک اپنے بستر پر نہیں گئے وہ بھی بہت جلد ہی سونے والے ہیں۔

گاؤں کی دوسری سمت سڑک کے جنوب میں ان کی کار ایک ایسے مقام پر پہنچی جہاں پرانے درختوں کی ایک گھنی پٹی تقریباً ایک چوتھائی میل تک پھیلتی چلی گئی تھی۔ ان درختوں کے قریب قریب اونچی پتھر کی دیوار ان کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے نظر آتی تھی۔ اگرچہ اس دیوار کے پیچھے کوئی مکان نہ آسکتا تھا پھر بھی نیازی نے جو بیان دیا تھا اس کے مدنظر یہ سمجھنا مشکل نہ تھا کہ جشن کا خفیہ مقام یہی ہو۔ شاہراہ سے ہٹ کر دیوار کے نیم دائرہ نما حلقہ کے برابر برابر ایک چھوٹی سی گلی چلی گئی تھی اور اس کے متوازی کوئی ایک سو گز اپنی کار کو آگے بڑھانے کے بعد انہوں نے کار کا رخ موڑ دیا تھا تاکہ ضرورت پڑے تو کار فوری طور پر پھر شاہراہ کی طرف روانہ ہو سکے اس طرح کار کا رخ درست کر کے انہوں نے کار کو گلی کے کنارے ایک سبزہ پوش ڈھال پر روک دیا۔

جب اقبال جنگ گاڑی سے اترا تو اس نے ایک سوٹ کیس کھینچ کر باہر نکالا اور اس کو کھولتے ہوئے بولا......... "قومی کتب خانے میں آج صبح میں نے جو تحقیق و مطالعہ کیا تھا اس کے نتائج اس سوٹ کیس میں موجود ہیں۔"

اسد آگے کو جھک کر ان عجیب و غریب چیزوں کو حیرت و تجسس کی نگاہوں سے دیکھنے لگا جو سوٹ کیس میں موجود تھیں۔ مثلاً سفید پھولوں کا ایک گچھا.......... لمبی لمبی گھاس کا ایک بنڈل.......... ہاتھی دانت کے بنے ہوئے دو بڑے بڑے چاند.......... کئی چھوٹی چھوٹی شیشیاں.......... ایک بوتل جو پانی سے بھری ہوئی تھی اور دوسری بہت سی چیزیں..........! لیکن یکایک اس کی ناک کو ایک طاقتور، تیز اور ناگوار بو محسوس ہوئی کہ وہ جلدی سے گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا۔

اقبال جنگ بے اختیار ہنس دیا۔

"آصافی گھاس اور لہسن کے پھولوں کی خوشبو پسند نہیں تمہیں۔" وہ بولا "لیکن میرے دوست یاد رکھو یہ وہ چیزیں ہیں جو شیطانی قوت کے خلاف زبردست طاقت رکھتی ہیں اور اگر ہم سلیمان کو پانے میں کامیاب ہو گئے تو یہ چیزیں اس کے لئے ایک بہت عمدہ حفاظت کا سامان ثابت ہوں گی۔ اچھا لو یہ چاند تم لے لو۔"

"میں کیا کروں گا اس کا؟" اسد نے اس کے خوبصورت نقوش کا تحسین آمیز جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"اس وقت سے لے کر جب کہ ہم اس دیوار پر چڑھیں تمہیں یہ چاند مضبوطی سے اپنے ہاتھ میں دبائے رکھنا چاہئے اور اگر ان شیطان لوگوں میں سے کسی کا بھی سامنا ہو جائے تو تمہیں چاہئے کہ اس کو اپنے چہرے کے سامنے کر لو۔"

ان الفاظ کو ادا کرتے ہوئے ایک چھوٹا سا ڈبہ سوٹ کیس میں سے نکالا اور ڈبے میں سے ایک تسبیح نکالی جس کے وسط میں ایک طلائی چاند آویزاں تھا۔ ہاتھ اوپر اٹھا کر اس نے تسبیح کو اسد کی گردن میں ڈال دیا اور بولا......"اگر اتفاق ایسا ہو کہ بڑا چاند تمہارے ہاتھ سے چھوٹ جائے تو تسبیح کا یہ چھوٹا

چاند تمہاری حفاظت کا کام کرے گا۔ مزید حفاظتی انتظام کے طور پر میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہارے روحانی جسم کی پیشانی پر ایک چاند جگمگاتا رہے۔"

"کیا مطلب؟" اسد نے اس کا مفہوم نہ سمجھتے ہوئے الجھ کر کہا۔

"میرا مطلب صرف یہ ہے کہ تم اپنے ذہن میں یہ تصور جمالو کہ تمہاری پیشانی پر ایک چاند چپکا ہوا ہے۔ سوچنے کی کوشش کرو کہ وہ چاند چمک رہا ہے۔ ایسا خیال و تصور کسی بھی مادی شے سے کہیں بہتر حفاظت کر سکتا ہے لیکن طویل مشق کے بغیر ایسا تصور کرنا اور اس تصور کو قائم رکھنے کے لئے دماغی یکسوئی سے کام لینا بہت دشوار ہوتا ہے لہٰذا یہ ضروری ہے کہ حفاظت کی یہ علامت اپنی گردن میں بھی پہنے رہو۔"

اقبال جنگ نے اپنی چھوٹی تسبیح خود اپنی گردن میں پہن لی اور سوٹ کیس میں سے دو چھوٹی شیشیاں نکالیں۔

"یہ صرف پارہ اور نمک ہے۔" وہ بولا۔ "اپنے کوٹ کی اوپر کی جیبوں میں ان میں سے ایک ایک شیشی رکھ لو۔"

اسد نے اس حکم کی تعمیل کی اور بولا "لیکن ہم لوگ اس وقت چاند کیوں پہن رہے ہیں؟ آپ نے سلیمان کو تو سواستیکا کا نشان پہنایا تھا۔"

"وہ میری غلطی تھی...... میں نے جن مقامات پر اور جن لوگوں سے مخفی روحانیات کی تعلیم حاصل کی تھی ان کے نزدیک سواستیکا کا نشان روشنی اور نیکی کی علامت مانا جاتا ہے لیکن یہ ایک بے حد قدیم علامت ہے اور تاریخ میں بے شمار لوگوں اور بہت سی قوموں نے اس نشان کو اپنے پست و خود غرضانہ مفاد حاصل کرنے کے لئے کیا ہے۔ مثال کے طور پر جرمنی میں ہٹلر نے اس کا غلط استعمال کیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ اس نشان کی قوت کمزور پڑ گئی کیونکہ کسی نشان کی قوت وہ خیالات ہی ہوتے ہیں جو اس سے وابستہ کئے جائیں۔ اس کے برخلاف چاند کا نشان روحانیت کی دنیا میں نسبتاً جدید نشان ہے اور اپنے اندر کہیں زیادہ طاقتور ارتعاشات رکھتا ہے۔"

اس نے بوتل اٹھائی اور بولا......"اس بوتل میں جو چیز تم دیکھ رہے ہو اس کو تم "طلسمی پانی" کہہ سکتے ہو۔ اس کی مدد سے میں تمہارے جسم کے نو سوراخ مہر بند کروں گا تاکہ کوئی شیطانی اثر کسی سوراخ کے ذریعے تمہارے جسم میں داخل نہ ہونے پائے۔ اس کے بعد تم یہی عمل میرے جسم پر کرو گے۔"

عجلت کے ساتھ اقبال جنگ نے "طلسمی پانی" میں انگلی ڈبو کر چاند کے نشانات اسد کی آنکھوں، ہونٹوں وغیرہ پر بنائے اور بعد میں یہی کام اسد نے اقبال جنگ کے جسم پر کیا۔

اقبال جنگ نے دوسرا چاند اپنے ہاتھ میں اٹھایا اور سوٹ کیس بند کر دیا۔

"اب ہم اپنی مہم شروع کر سکتے ہیں۔" وہ بولا "میری خواہش تو یہ تھی کہ ایک ایک بسم اللہ کا تعویذ بھی ہمارے پاس موجود ہوتا کیونکہ طاغوتی قوتوں کے خلاف یہ سب سے بڑی حفاظت ہوتا ہے اور اس کو پہن کر انسان بلا خوف و خطر خود دوزخ کے شعلوں میں سے بھی گزر سکتا ہے لیکن اس کی تیاری میں بہت

وقت اور محنت کی ضرورت ہے اور میرے پاس اتنا وقت نہ تھا۔"

☆☆☆

رات بہت صاف اور سہانی تھی لیکن اردگرد کے علاقے میں صرف ستاروں کی دھندلی روشنی نظر آتی تھی اور یہ دونوں دوست دیکھنے کے بجائے صرف محسوس ہی کر سکتے تھے کہ یہ گاؤں اور یہ مکان پوشیدہ سے نشیب میں واقع ہے اور ان کے چاروں طرف ویران میدان کے ڈھلوان کنارے پھیلے ہوئے تھے۔ جہاں تک ان کی نظر کام کر سکتی تھی دیوار کی پوری لمبائی میں کنارے کنارے درختوں کی قطار ہوئی تھی اور ان درختوں کے گھنے پتوں اور ڈالیوں کے درمیان کوئی ایسی روشنی گزرتی معلوم نہ ہوتی جو یہ بتا سکتی کہ مکان ٹھیک کہاں واقع ہے۔ اس کے باوجود کہ وہاں پورے ایک سو آدمیوں کے اجتماع کی رپورٹ ملی تھی کسی طرف سے بھی کوئی آواز خاموشی کو توڑتی ہوئی محسوس نہ ہوتی تھی لہٰذا اقبال جنگ اور اسد نے یہی اندازہ لگایا کہ جشن کا مقام دیوار سے کافی فاصلے پر جنگل کی گہرائیوں میں پوشیدہ ہے۔ پھر بھی وہ دونوں اس قدر محتاط رہے کہ تنگ گلی میں تیزی سے چلتے وقت صرف سرگوشیوں میں باتیں کر رہے تھے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ رات کی تاریکی میں ڈوبی اس وادی کی حیرت خیز خاموشی ان کی آواز سے درہم برہم ہو جائے۔

آخر ان کو وہ چیز مل گئی جس کی تلاش تھی۔ یعنی ایک ایسا مقام جہاں قدیم دیوار کا اوپر کا حصہ ٹوٹ گیا تھا اور گر پڑا تھا۔ تنگ راستے پر ٹوٹی ہوئی دیوار کے پتھروں وغیرہ کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا جو تقریباً دو فٹ اونچا تھا۔ اس ڈھیر نے ان دونوں کے لئے ایک قدرتی سیڑھی کا کام کیا۔ اس پر کھڑے ہونے کے بعد وہ کافی آسانی سے اوپر اس جگہ تک چڑھ گئے جہاں سے دیوار کا حصہ ٹوٹ کر گرا تھا۔

دیوار پر پھسلتے ہوئے وہ دوسری طرف اتر گئے اور کچھ دیر کے لئے رک کر درختوں کے بڑے بڑے سایہ کے درمیان سے جھانکتے رہے لیکن یہاں دیواز کے اندرونی سمت اور پرانے درختوں کی دور دور تک پھیلی ہوئی شاخوں کے نیچے وہ گہری تاریکی میں تھے اور اپنے آگے درختوں کی مبہم شکلوں کے علاوہ اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔

"تری ذات پاک ہے یا خدا...... تیری شان جل جلالہ،......" اقبال جنگ آہستہ آہستہ گنگنایا اور اپنے سامنے چاند کو اوپر اٹھاتے ہوئے وہ دبے پاؤں آگے بڑھنے لگے۔ احتیاط کے باوجود ان کے قدموں کے نیچے سوکھی شاخیں ٹوٹ کر خاموشی میں ایک خوفناک سی آواز پیدا کر دیتی تھیں۔

چند منٹ کے بعد تاریکی ہلکی ہوگئی اور وہ ایک وسیع گھاس کے میدان میں کنارے پر آپہنچے۔ بائیں طرف کوئی دو سو گز کے فاصلے پر ان کو ایک بہت بڑے لق و دق مکان کی دھندلی پرچھائیں شکل نظر آئی۔ اس وقت ان کے اور مکان کے درمیان اونچی گھنی جھاڑیاں حائل تھیں۔ ان جھاڑیوں کے درمیان سے گزرتی ہوئی روشنی کی دھندلی سی کرنیں مکان کی زیریں کھڑکیوں میں سے آرہی تھیں۔ ان کے کانوں کو ایک آواز بھی محسوس ہو رہی تھی۔ ایک مبہم سی بڑبڑاہٹ یا بھنبھناہٹ کی آواز جو یہ بتا رہی تھی کہ وہاں بہت سے لوگ جمع ہیں۔

درختوں کے سائے میں خود کو پوشیدہ رکھتے ہوئے وہ احتیاط کے ساتھ آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ وہ جھاڑیوں سے آگے گزر گئے اور قدیم وضع کی اس نیچی عمارت کا منظر صاف طور پر ان کے سامنے آ گیا۔ صرف زیریں منزل کی کھڑکیوں میں روشنی نظر آتی تھی اور یہ کھڑکیاں بھاری پردوں کے ذریعے مکمل طور پر چھپی ہوئی تھیں۔ عمارت کی بالائی منزلیں تاریک اور ویران تھیں۔

مکمل خاموشی قائم رکھتے ہوئے اور محض جبلی طور پر ایک دوسرے کی حرکات و سکنات سے متفق ہوتے ہوئے یہ دونوں دوست پھر آگے بڑھے اور مکان کا چکر لگانا شروع کیا۔ عمارت کی دوسری طرف ان کو موٹر کاریں کھڑی ہوئی ملیں۔ ٹھیک اس طرح جیسے نیازی نے بتایا تھا۔

"خدا کی پناہ!" اسد نے زیر لب کہا۔ "گاڑیوں کا یہ ہجوم اگر کوئی موٹر کاروں کا تاجر دیکھ لے تو خوشی سے ناچنے لگے۔"

اقبال جنگ نے سر کے اشارے سے تائید کی۔ ان موٹر کاروں میں جو گاڑیاں معمولی اور درمیانہ قیمت کی تھیں ان کی تعداد مشکل سے نصف درجن تھی۔ باقی گاڑیاں بے حد قیمتی اور نایاب قسم کی تھیں اور اقبال جنگ کے اس قول کی صداقت کا ثبوت تھیں کہ موجودہ زمانے میں جادو یا "سیاہ علم" کے ماہر اور شوقین زیادہ تر وہی لوگ ہیں جن کے پاس بہت زیادہ دولت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ دنیا کی بہترین کاروں کے نمونے یہاں جمع تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کے سب سے زیادہ قریب جو موٹر کار کھڑی تھی وہ ایک بہت بڑی نقرئی رولس تھی۔ اس کے بعد ایک سنہری بوگیٹی موجود تھی۔ اس کے بعد ایک اعلیٰ ترین قسم کی مرسیڈیز...... پھر ایک اور رولس اور پھر ایک ازوٹا فرانشنی جس کا صرف اگلا حصہ یعنی بونٹ اتنا لمبا نظر آتا تھا جتنا کہ ایک آسٹن سیون کار...... اور اس طرح یہ قطار آگے بڑھتی چلی گئی تھی جس میں اسفارومیو...... ڈیملر...... ہسپانو اور نیٹلے گاڑیاں شامل تھیں۔ ہر گاڑی اپنی قسم کی ممتاز گاڑی تھی۔ قلیل ترین اندازے کے مطابق بھی یہ کہا جا سکتا تھا کہ اس وقت اس چھوٹی سی جگہ میں ایک لاکھ پونڈ کی مالیت کی کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔

ابھی یہ دونوں دوست اپنی جگہ ایک منٹ ہی ٹھہرے تھے کہ یکایک زیریں منزل کی ایک کھڑکی میں سے آوازوں کی بھنبھناہٹ اور اچانک قہقہوں کی آواز آئی۔ اسد اپنے پنجوں کے بل خاموشی سے آگے بڑھا اور اقبال جنگ نے اس کی تقلید کی۔ وہ کھڑکی کے پاس پہنچ گئے اور اس کی دہلیز کے برابر اپنا سر نیچے جھکاتے ہوئے انہوں نے دیکھنے کی کوشش کی تو پردوں کے درمیان ایک باریک شگاف ان کو مل گیا۔ اس شگاف میں سے وہ کمرے کے اندر کی حالت دیکھ سکتے تھے۔

یہ ایک لمبا اور نیچی چھت کا کمرہ تھا۔ اس کے وسط میں دو میزیں رکھی ہوئی تھیں اور دیواروں کے برابر برابر نشستوں کا سلسلہ تھا دونوں میزوں پر سفید کپڑا بچھا ہوا تھا اور ان پر پلیٹیں، گلاس اور سرد محفوظ کی ہوئی غذاؤں کی ایک بہت کثیر مقدار موجود تھی۔ کمرے میں کوئی 30 شوفر (ڈرائیور) موجود تھے جو آپس میں ہنس رہے تھے۔ سگریٹیں اڑا رہے تھے اور گپ شپ کر رہے تھے۔ یہ لوگ اپنے مالکوں کو جشن کے مقام پر پہنچانے کا فرض پورا کر چکے تھے اور ان سب کے لئے بہترین قسم کا دستر خوان تیار کیا گیا تھا تاکہ

وہ اپنے کام و دہن کی تسکین میں مصروف رہیں اور جشن سے الگ رہ سکیں۔

اقبال جنگ نے ہلکے سے اسد کے شانے کو چھوا اور وہ دونوں پھر پنجوں کے بل چل کر خاموشی کے ساتھ جھاڑیوں کی آڑ میں واپس آگئے۔ اس کے بعد کارواں کے محراب نما راستے پر گھومتے ہوئے وہ عمارت کے دوسرے پہلو سے گزرے جو کہ تاریک اور ویران تھا۔ آخر کار وہ ان عقبی روشن کھڑکیوں کے پاس واپس آگئے جو کہ انہوں نے سب سے پہلے دیکھی تھی۔

ان کھڑکیوں کے پردے اس کمرے کی بانسبت جہاں شوفر کھانا کھا رہے تھے زیادہ احتیاط سے برابر کئے گئے تھے ان میں کوئی شگاف یا سوراخ تلاش کرنا آسان نہ تھا۔ کافی دشواری کے بعد ان کو ایک کھڑکی میں ایسی جگہ نظر آئی جہاں سے وہ کمرے کے اندر کا محض تھوڑا سا حصہ دیکھ سکتے تھے۔ تھوڑا بہت جو کچھ ان کو نظر آسکا اس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ ایک بہت بڑا استقبالیہ کمرہ ہے جس میں ایرانی قالینوں کا فرش تھا، دیواریں حسین طریقے پر رنگین بنائی گئی تھیں اور اطالوی فرنیچر سے سجایا گیا تھا۔

ایک شخص کھڑکی کی طرف پشت کئے بیٹھا تھا۔ اسد اور اقبال جنگ کی نگاہوں کے سامنے اس شخص کا سر حائل تھا اور اس کی وجہ سے ان کو کمرے کی اندرونی حالت دیکھنے میں اور بھی دشواری ہو رہی تھی لیکن پھر بھی انہوں نے یہ بات دیکھ ہی لی کہ کمرے میں جتنے بھی لوگ تھے وہ سب نقاب پوش تھے اور ان کا لباس سیاہ قباؤں کے نیچے چھپے ہوئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ تجہیز و تکفین کی رسوم ادا کرنے کے لئے ماتمی لباس پہنے ہوئے ہیں۔

کھڑکی کے پاس بیٹھے ہوئے شخص نے ایک طرف کو اپنا رخ بدلا تو اقبال جنگ نے جو کہ اس وقت اس کو دیکھ رہا تھا یہ مشاہدہ کیا کہ اس شخص کے بال سفید اور گھونگھریالے تھے اور اس کے بائیں کان کے اوپر کا حصہ غائب تھا اور کان کی شکل ایک گوشت کے ٹکڑے کی طرح ہو کر رہ گئی تھی۔ اقبال جنگ کو محسوس ہوا کہ کان کی یہ مسخ شدہ شکل کچھ عجیب طور پر مانوس سی معلوم ہوتی ہے لیکن کوشش کے باوجود اس کو یاد نہ آسکا کہ ایسا کان اس نے ٹھیک کب اور کہاں دیکھا ہے۔ اتنا تو اس کو یقین تھا کہ سلیمان کی پارٹی میں ایسے کان کا شخص اس نے نہیں دیکھا تھا لیکن پھر بھی اس شخص کو غور سے دیکھنے کے باوجود وہ اس کو پہچاننے میں ناکام ہی رہا۔

نواب کی نظر کمرے کے اندر بہت ہی تنگ حدود میں گھوم سکتی تھی۔ ان حدود میں بار بار لوگوں کے ادھر سے ادھر گزرنے کی جو جھلک اس کو نظر آجاتی تھی اس سے وہ یہی اندازہ لگا سکا کہ کمرے میں مرد اور عورت مساوی تعداد میں موجود تھے۔ نقابوں اور قباؤں کی وجہ سے اقبال جنگ کے لئے خاص طور پر یہ مشکل ہو گیا تھا کہ ان لوگوں کو پہچان سکے اور یہ معلوم کر سکے کہ جن ابلیس پرستوں کو اس نے سلیمان کے مکان میں دیکھا تھا ان میں سے کتنے اور کون سے لوگ یہاں موجود تھے لیکن کچھ دیر بعد اس کو ایک آدمی نظر آیا جس کی جلد سیاہ، گردن موٹی اور لمبے سیاہ بال تھے۔ اس کو دیکھ کر اقبال جنگ کو فوری طور پر یہ محسوس ہوا کہ یہ شخص وہی سکھ تھا جو سلیمان کی پارٹی میں موجود تھا۔ پھر کچھ دیر بعد اس نے ایک اور شخص کو پہچانا جو بلاشک و شبہ تبتّی تھا۔

کچھ وقت گزرنے کے بعد اقبال جنگ کی جگہ اسد نے کمرے میں جھانکنے کا کام سنبھالا اس وقت اس تنگ حدود میں ایک پستہ قد موٹا آدمی کھڑا تھا۔ اس کے صاف چمکتے اور بغیر بالوں والے سر اور موٹی ٹھوڑی کے درمیان ایک سیاہ نقاب نظر آتی تھی۔ یہ شخص صرف طومان ہی ہو سکتا تھا۔ اسی وقت ایک اور قباپوش سامنے آیا۔ پرندوں جیسا لمبا سر، جھکے ہوئے شانے...... اسد کو محسوس ہوا کہ یہ دوسرا شخص سلیمان تھا۔

"وہ یہاں موجود ہے۔" اسد نے سرگوشی میں کہا۔

"کون...... سلیمان ؟"

"ہاں...... لیکن اتنے بڑے مجمع میں ہم کیسے اس کو پا سکتے ہیں۔ یہ سوال میری عقل سے باہر ہے۔"

"یہی سوال مجھے بھی پریشان کر تا رہا ہے۔" اقبال جنگ نے سرگوشی میں جواب دیا۔ "تم دیکھتے ہو کہ اس کو نجات دلانے کا کوئی منصوبہ تیار کرنے کا مجھے ذرا بھی وقت نہیں ملا۔ میرا سارا دن تو قومی کتب خانے میں کام کرنے اور بعدہُ جشن کا یہ پوشیدہ مقام دریافت کرنے کی کوشش میں ہی ختم ہو گیا۔ باقی تمام معاملہ کو مجھے مجبوراً محض اتفاق اور قسمت پر چھوڑ دینا پڑا اور اس امید کا سہارا لینا پڑا کہ کوئی نہ کوئی ایسا موقع ہاتھ لگ جائے گا کہ ہم سلیمان کو تنہا پا جائیں گے بشرطیکہ ان لوگوں نے اس کو کسی جگہ مقفل کر رکھا ہو یا اگر وہ تنہا نہ بھی ملا تو اس کے ساتھ صرف چند ہی لوگ ہوں گے اور ان حالات میں ہم اس کو کسی نہ کسی طرح نکال کر لے جا سکیں گے لیکن اس وقت حالات بالکل مختلف ہیں۔ اس وقت ہمارے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں کہ مناسب موقع کا انتظار کریں۔ کیا تمہیں کمرے میں کچھ ایسی علامات نظر آرہی ہیں جن سے یہ معلوم ہو کہ یہ لوگ اپنی شیطانی رسم کی ادائیگی شروع کرنے والے ہیں؟"

"مجھے تو ایسی کوئی علامت نظر نہیں آتی۔ اس وقت تو یہ لوگ صرف دھیمی گفتگو میں مصروف معلوم ہوتے ہیں۔"

اقبال جنگ نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی۔

"ٹھیک گیارہ بجے ہیں۔" وہ بڑبڑایا۔ "آدھی رات سے پہلے وہ شروعات نہیں کریں گے اس لئے مایوس ہو کر کوئی خطرناک اقدام کرنے سے پہلے ہمارے پاس سوچنے کے لئے کافی وقت موجود ہے۔ ہو سکتا ہے اس اثناء میں کوئی بہتر موقع مل جائے۔"

مزید دس منٹ تک وہ اس عجیب اجتماع کا مشاہدہ کرتے رہے۔ حاضرین میں ہنسی مذاق کا شائبہ تک نظر نہ آتا تھا۔ کھڑکی کے باہر کھڑے ہوئے ان دونوں دوستوں کو بھی ایسا احساس ہو رہا تھا کہ کمرے کے اندر فضا میں اعصابی کشیدگی اور دبے ہوئے جذباتی ہیجان کا عالم طاری ہے۔ اقبال جنگ نے آخر کار مسلسل کوشش کر کے کچھ اور لوگوں کو بھی پہچان لیا۔ ان میں اینگو انڈین...... چینی اور بوڑھی مادام عرفی بھی شامل تھی۔

یکایک اس کو محسوس ہوا کہ کمرہ رفتہ رفتہ خالی ہوتا جا رہا ہے۔ مسخ شدہ کان والا شخص جس کا سر ان کی

نظروں کے سامنے حائل ہوا تھا اچانک کھڑا ہو گیا اور دوسری طرف چلا گیا اور کچھ دیر بعد ان کے میں مکان کی دوسری طرف سے ایک موٹر کار کے انجن کے چلنے کی آواز آئی۔

''معلوم ہوتا ہے یہ لوگ یہاں سے جا رہے ہیں۔'' اقبال نے سرگوشی میں کہا ''شاید ج کارروائی یہاں نہیں کی جائے گی۔ بہر حال ہو سکتا ہے کہ یہی وہ موقع ثابت ہو جس کا ہمیں انتظار ہے آؤ چلیں!''

اپنے قدموں کی چاپ کو حتی الامکان دباتے ہوئے وہ دونوں واپس چوروں کی طرح جھاڑیوں گئے اور پھر وہاں سے مکان کا چکر کاٹتے ہوئے اس مقام پر پہنچے جہاں موٹر کاریں کھڑی ہوئی تھیں ہی وہ اس مقام پر آئے انہوں نے دیکھا کہ لوگوں سے بھری ہوئی ایک بڑی کار روانہ ہو رہی تھی۔ ایک کار پر بہت سا سامان جس میں مڑنے والی میزیں بھی شامل تھیں، لادا جا رہا تھا۔ پھر یہ کار بھی اگلی نشر پر دو آدمیوں کو لے کر روانہ ہو گئی۔

جھاڑیوں میں پوشیدہ اور دم سادے ہوئے اقبال جنگ اور اسد تقریباً نصف گھنٹے تک اس اجتماع ارا کین کی روانگی کا دلچسپی سے مشاہدہ کرتے رہے۔

ہر آنے والے لمحے کے ساتھ ان کو یہ امید ہوتی تھی کہ سلیمان نظر آئے گا۔ اگر وہ کسی طرح کاروں کے درمیان چلتی پھرتی ان سیاہ شکلوں میں سلیمان کو شناخت کر لیں تو ان کا ارادہ تھا کہ وہ ایک اس پر ٹوٹ پڑیں گے اور اس کو اٹھا لے جائیں گے۔ یقیناً یہ ایک بہت ہی خطرناک منصوبہ تھا لیکن اب وقت ہی کہاں باقی تھا کہ کوئی بہتر اور منظم قسم کی تدبیر سوچی جا سکتی...... کچھ بھی ہو اس کا کچھ نہ کچھ ا ضرور تھا کہ تاریکی کی آڑ میں اور گڑبڑ کے ماحول میں جو اچانک حملہ سے پیدا ہو گا وہ سلیمان کو نجات دلا میں کامیاب ہو جائیں گے۔

موٹر کاروں کو لے جانے میں اس وقت شوفروں کی خدمات نہیں لی جا رہی تھیں اور کل موٹر کا کی نصف سے کچھ کم تعداد استعمال کی گئی تھی۔ مہمان لوگ جب یہاں آئے تھے تو غالباً ایک ایک...... یا تین تین کر کے آئے تھے لیکن اب وہ سب سے بڑی کاروں میں پانچ پانچ، چھ چھ کر کے جا رہے تھے۔

جب محض کوئی ایک درجن ابلیس پرست باقی رہ گئے تو اقبال جنگ نے اسد کے بازو پر ہاتھ ر ہوئے کہا...... خوف یہ ہے کہ ہم اس کو پہچاننے میں چوک گئے ہیں۔ اب بہتر یہی ہے کہ ہم اپنی ک طرف چلیں، ورنہ ہم ان لوگوں کا راستہ پھر نہ پا سکیں گے۔''

سلیمان کی نجات کے راستے میں غیر معمولی دشواریوں کے احساس سے پریشانی و تشویش م کرتے ہوئے ان دونوں نے رخ بدلا اور درختوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے تیزی کے ساتھ کے ٹوٹے ہوئے حصے کی سمت روانہ ہو گئے۔

گرتے پڑتے دیوار کو پار کرنے کے بعد وہ تنگ راستہ پر تیزی سے دوڑ پڑے۔ اپنی کار میں داخل اقبال جنگ نے اس کو اسٹارٹ کیا اور شاہراہ پر لے آیا اور اس کے بعد زیادہ سے زیادہ ممکن فاصلے ہوئے درختوں کے سائے میں کار کو روک دیا۔ ایک بہت بڑی ڈی لیگ قسم کی کار سڑک پر کوئی سو

ڈیلی پر پارک کے پھاٹک سے نکلی اور مشرق کی طرف مڑ کر گاؤں کے درمیان سے گزرتی ہوئی تیزی سے چل دی۔

''ایسا نہ ہو کہ یہ آخری کار ہو!'' اسد نے دھیرے سے کہا۔

''نہیں...... بظاہر یہ امید نہیں۔'' اقبال جنگ نے جواب دیا ''موٹر کاریں تقریباً ہر دو منٹ کے وقفے کے بعد روانہ ہو رہی ہیں تاکہ سڑک پر ان کا ہجوم نہ ہو جائے اور ایک جلوس کی سی صورت پیدا نہ ہو جائے۔ اگر یہ آخری کار ہے تو یہ یقینی بات ہے کہ ہماری کار کی روشنی کو دیکھ کر وہ لوگ مشکوک ہو جائیں گے لیکن مجھے امید ہے کہ ایسا نہیں ہے اور ابھی اور کاریں آنے والی ہیں۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ ہم اس ڈی لیگ کار کے پیچھے روانہ ہو جائیں۔ اگر قسمت نے یاوری کی تو اس ڈی لیگ کار کے لوگ یہی سمجھیں گے کہ ہماری کار بھی ان لوگوں کی ہی کاروں میں سے ایک ہے اور جو کار ہمارے بعد آئے گی اس کے لوگ ہماری کار کی عقبی سرخ روشنی کو اس ڈی لیگ کار کی روشنی تصور کریں گے۔''

یہ کہتے ہوئے اقبال جنگ نے اپنی کار کو حرکت دی اور اس کی ہسپانو کار خاموشی سے آگے چل نکلی۔

گاؤں کے دوسرے کنارے پر پہنچ کر ان کو ڈی لیگ کار کی عقبی سرخ روشنی نظر آئی جو کہ ایک معمولی پر سکون رفتار سے جا رہی تھی اس کا تعاقب کرتے ہوئے یہ لوگ اس چوراہے پر پہنچے جہاں ڈیڑھ گھنٹے قبل ان کو نیازی ملا تھا۔ اس مقام پر وہ کار ایک پہلو کی سڑک پر شمال پر گئی اور یہ لوگ بھی اس کے تعاقب میں اسی طرف مڑ گئے۔ یہ گھاس کے میدانوں کا ایک طویل و عریض اور ویران علاقہ تھا جس کی سطح اونچی ہوتی چلی گئی تھی۔ یہاں نہ کوئی مکان نظر آتا تھا اور نہ کسی فارم کی کوئی عمارت...... پہاڑوں کے ڈھال پر ادھر ادھر کچھ جھاڑیوں کے علاوہ وہاں کوئی درخت بھی موجود نہ تھا۔ کئی میل تک وہ ایسے ہی علاقے سے گزرتے چلے گئے۔

اسد کار کی عقبی کھڑکی میں سے جھانک رہا تھا اور یہ دیکھ کر اس کو اطمینان ہو گیا تھا کہ ان کے پیچھے ایک اور گاڑی آ رہی تھی کیونکہ اس کھلی ہوئی سڑک پر موٹر کار کی ہیڈ لائٹ میلوں کے فاصلے سے دیکھی جا سکتی تھی۔

وہ کریم نگر کے گاؤں سے گزرے اور اس کے بعد اس گاؤں کی دو قدیم مسجدوں کے قریب پہنچے۔ اس مقام پر وہ کار جس کا یہ لوگ تعاقب کر رہے تھے ایک اور راستے پر مڑ گئی اور شمال مشرق میں پہاڑی کے ڈھال پر چڑھنے لگی۔ کچھ دور چل کر وہ پھر تیزی سے نیچے ایک گہری وادی میں اتری اور بعدہ دوسری طرف پھر ایک پہلے سے بھی زیادہ اونچی چوٹی کی طرف چڑھتی چلی گئی۔ آخر کار وہ ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں ایک اور وادی میں چار راستے آ کر ملتے ہیں۔ مشرق کی طرف مڑ کر وہ ایک میل تک ایسے راستے پر چلتے رہے جہاں سڑک کی خرابی کے باعث گاڑی بری طرح ہچکولے کھا رہی تھی۔ کچھ فاصلے پر گھوم کر آگے جانے والی کار اچانک راستے سے بالکل ہٹ گئی اور چھوٹی چکنی گھاس پر دوڑنے لگی۔

گھاس پر ڈی لیگ کار کا تعاقب ایک میل تک کرنے کے بعد اقبال جنگ نے دیکھا کہ وہ پہاڑی ٹیلوں کے ڈھال پر ایک جگہ رک گئی جہاں تقریباً 20 اور گاڑیاں جو کہ ابلیس پرستوں کو اس نئے پوشیدہ مقام

تک لائی تھیں ایک بھدی سی قطار میں کھڑی ہوئی تھیں۔ اس نے عجلت سے اپنی کار کی روشنی کو دھ کردیا اور بہت کم رفتار سے آگے بڑھنے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب تک وہ قریب پہنچا ڈی لیگ کار میں والے سب لوگ اتر کر جا چکے تھے۔ اس نے اپنی کار کو صرف اس حد تک قریب لا کر روک لیا کہ ان کو کسی طرح کا کوئی شک و شبہ نہ ہو۔ پیچھے آنے والی گاڑی جو کہ آخری گاڑی معلوم ہوتی تھی اقبال اور کے بالکل قریب سے ہو کر گزری اور دس گز آگے جا کر رک گئی اور اس میں سے بھی لوگ اتر کر جانے لگے۔ یہ دونوں دوست ابھی تک اپنی ہسپانو کار کی تاریکی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کچھ دیر انتظار اور اس کے بعد سرگوشیوں میں کچھ صلاح مشورہ کرنے کے بعد اسد تنہا ہی گاڑی سے اترا تاکہ آگے حالات کی تحقیق کر سکے۔

وہ تقریباً دس منٹ بعد واپس آیا اور یہ خبر لایا کہ تمام ابلیس پرست اپنا تمام ساز و سامان لئے ہوئے پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ کر دوسری طرف نشیبی وادی میں اتر گئے ہیں۔

"تو بہتر یہ ہے کہ ہم اور آگے بڑھ جائیں اور اپنی کار کو ان لوگوں کی گاڑیوں کے ساتھ کھڑا کردیں۔" اقبال جنگ نے کہا "اگر چاند نکل آیا تو دوسری گاڑیوں کے درمیان ہماری کار کی موجودگی سے کسی کو محسوس نہ ہوگی۔"

"چاند کا خوف بیکار ہے۔" اسد نے کہا۔ "آج کل تاریک راتیں ہیں۔ بہر حال ہماری کار قریب ہی موجود رہے تو اچھا ہے۔"

وہ آگے بڑھے اور دوسری گاڑیوں کے پاس پہنچ گئے جن کی تمام روشنیاں گل کردی گئی تھیں اس کے بعد وہ کار سے اترے اور جس سمت میں ابلیس پرست گئے تھے اسی طرف خاموش قدموں کے ساتھ دوڑتے ہوئے چلے۔

چند لمحات میں ہی وہ پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کے نیچے وادی میں ایک قدرتی تماشا گاہ سی پھیلی ہوئی تھی۔ وادی کی تہہ میں ایک چھوٹی سی جھیل دھندلی روشنی میں جھلملا رہی تھی۔ یہ منظر دیکھ کر بے اختیار اقبال جنگ کا سر اس طرح ہلنے لگا جیسے اس نے کسی مشکل راز کا حل معلوم کرلیا ہو۔

"بے شک و شبہ یہی وہ مقام ہے جہاں یہ شیطانی کھیل واقعی کھیلا جائے گا۔" وہ بولا "شیطانی جشن صرف ایسی ہی جگہ منایا جاسکتا ہے جو کھلے ہوئے پانی کے نزدیک ہو۔"

دونوں دوست گھاس پر لیٹ گئے اور پانی کے کنارے کے قریب جو سیاہ شکلیں حرکت کر رہی تھیں ان میں سلیمان کو تلاش کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ کچھ لوگ ساز و سامان کو کھولنے میں مشغول تھے جن کو وہ اپنے ساتھ لائے تھے۔ اسد کی تیز نظروں کے لئے صرف اتنا دیکھنے کے لئے روشنی کافی تھی کہ یہ لوگ ان میزوں پر طعام کا بہت سا سامان سجانے میں مصروف تھے۔ اس نے دیکھا کہ تقریباً درجن آدمیوں کا گروہ بائیں طرف قدیم پتھروں کے ایک ڈھیر کی سمت بڑھا جو کہ ستاروں کی دھندلی روشنی میں ایک بھدے قدرتی تخت کی صورت نظر آتا تھا۔

اسی مقام کی طرف اقبال جنگ کی نظر بھی جمی ہوئی تھی۔ اپنی آنکھوں پر پورا زور ڈالتے ہوئے اس کو محسوس ہوا کہ وہاں تاریک سایوں کے درمیان یکایک ایک حرکت سی پیدا ہوئی۔ نقاب پوش اور قبا پوش شکلوں کی پوری جماعت جھیل سے ہٹنا شروع ہوئی اور پتھروں کے قریب کھڑے ہوئے لوگوں سے مل گئی جو کہ ان کے قائد یا سردار معلوم ہوتے تھے۔

کچھ دیر کے بعد مشاہدہ کرنے والے ان دونوں دوستوں نے محسوس کیا کہ پتھروں کے تخت پر ایک دراز قامت سیاہ شکل نمودار ہوگئی ہے اور ابھی وہ شدید ترین حیرت و تجسّس کے عالم میں پوری طرح اس شکل کو دیکھنے بھی نہ پائے تھے کہ یکایک اس سیاہ شکل میں سے ایک زرد بنفشی روشنی کی تھرتھرائی ہوئی دھندلی سی کرنیں پھوٹ نکلیں۔

کافی فاصلہ ہونے کے باوجود سیاہ وادی کی یہ تنہا روشنی ان دونوں دوستوں کو یہ دکھانے کے لئے کافی تھی کہ وہ چیز جو یکایک تاریکی میں سے نمودار ہوگئی تھی اور اب ان صدیوں پرانے پتھروں کی تخت نما چٹان پر بیٹھی ہوئی تھی۔ دراصل وہی شیطانی ہستی تھی جس کو اقبال جنگ نے ایک بار پہلے بھی دیکھ کر طومان کا حبشی خدمت گار تصور کیا تھا اور جو سلیمان کے سنسان مکان میں اسد کے سامنے ایک خوفناک بھوت کی طرح نمودار ہوئی تھی۔

شیطانی جشن اب شروع ہونے والا تھا۔

نشیبی وادی کی شکل چائے کی طشتری کی طرح تھی۔ اس کے اونچے کنارے پر اسد اور اقبال جنگ پہلو بہ پہلو لیٹے ہوئے تھے اور نیچے تاریک سایوں میں لوگوں کے اجتماع کی ہر ایک حرکت کے لئے اپنی آنکھوں اور اپنے کانوں کی تمام تر قوت استعمال کر رہے تھے۔

جہاں تک وہ اندازہ لگا سکے کہ اس وقت وہ دو گاؤں عنبر اور تلسی کے درمیان کسی وسطی مقام پر تھے جن کے عقب میں کریم نگر اور شمال میں تقریباً 5 میل کے فاصلے پر وہ گاؤں تھا جہاں زرینہ کی کار ٹکرائی تھی۔ چاروں طرف کا علاقہ بالکل الگ تھلگ اور ویران تھا۔ بہت دور میدان میں کبھی کوئی لاری کسی خاص مقصد کے تحت رات کو سفر کرتی ہوئی گزرتی تھی لیکن اگر کوئی بڑی شاہراہ پر بھی گزرتی تب بھی کسی کو کوئی شبہ نہ ہوتا کیونکہ جشن کا یہ پوشیدہ مقام جو چاروں طرف پہاڑیوں سے محفوظ تھا قریب ترین راستے سے بھی بہت دور واقع تھا اور ابلیس پرستوں نے اپنے ملعون آقا کی پرستش کے لئے جو جگہ منتخب کی تھی وہاں سے میلوں تک کوئی بھی زندہ چیز حرکت کرتی معلوم نہ ہوتی تھی۔

ستاروں کی دھندلی روشنی میں انہوں نے دیکھا کہ اب میزوں پر غذا اور شراب کا ایک زبردست ڈھیر لگا دیا گیا تھا اور پورا مجمع اب چاروں طرف سے سمٹ کر ایک حلقہ کی صورت میں تخت کے گرد جمع ہوگیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ قریب ترین لوگ وادی کے ڈھلوان کناروں پر کچھ فاصلہ تک آگئے تھے اور اس مقام سے تقریباً 50 گز دور تھے جہاں نواب اور اسد گھاس میں سمٹے ہوئے لیٹے تھے۔

"یہ تماشا کب تک چلے گا؟" اسد نے کسی قدر خوف کے ساتھ زیر لب پوچھا...... "مرغ صبح کی اذان تک...... یعنی آج کل صبح تقریباً 4 بجے تک...... یہ ایک بہت قدیم عقیدہ ہے کہ مرغ کی بانگ میں سحر اور

جادو کے اثرات کو توڑنے کی قوت ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ شیطانی رسوم جن میں جادو چلانے کی طاقت کو عطا کی جاتی ہے کہیں بھی مرغ کی بانگ کے بعد تک جاری نہیں رکھی جاتیں۔ تم سلیمان کے لئے توجہ سے اپنی نظریں دوڑاتے رہو۔

"میں برابر دیکھ رہا ہوں...... لیکن سمجھ میں نہیں آتا اتنے طویل وقت تک یہ لوگ کیا کریں گے؟"

"سب سے پہلے یہ لوگ شیطان یا طاغوت کو خراج عقیدت پیش کریں گے اس کے بعد وہ سے اپنے پیٹ زیادہ سے زیادہ بھرنے کی کوشش کریں گے اور شراب پی کر مست ہو جائیں گے۔ یہ ہو گی کہ ہر چیز عام اصولی مذہب واخلاق کے خلاف کی جائے۔ عام طور پر نیک لوگ عبادت کے لئے فاقہ کشی کرتے ہیں یا روزہ رکھتے ہیں اس لئے یہ ابلیس پرست اس کی ضد میں خوب ٹھونس کر کھاتے ہیں...... لو دیکھو!...... اب ان کے سردار یا پیشوا لوگ قربان گاہ کے سامنے آگئے ہیں"

اسد نے اقبال جنگ کی نگاہوں کی سمت میں دیکھا۔ نصف درجن سیاہ شکلیں تخت کے قریب شمعیں رکھ رہی تھیں۔ گیارہ شمعیں ایک دائرے کی شکل میں تھیں اور بارہویں شمع حلقہ کے وسط میں دیکھتے ہی دیکھتے یہ 12 شمعیں روشن کر دی گئیں۔ رات کی فضا میں ہوا کا نام نہ تھا اور شمعیں اپنے نیلے شعلوں کے ساتھ استقلال سے جل رہی تھیں۔ ان کی روشنی ایک وسیع حلقے میں پھیل رہی تھی جس کا قطرہ 100 فٹ ہو گا۔ روشنی کے اسی حلقہ میں وہ میزیں بھی شامل تھیں جن پر دعوت کا سامان چنا ہوا تھا...... لیکن اس حلقے کے باہر وادی پہلے سے زیادہ تاریک نظر آتی تھی اور اس میں گری شکلیں بھری ہوئی تھیں لیکن روشنی کے حلقے میں جو شکلیں موجود تھیں وہ اس طرح صاف نمایاں تھیں گویا ایک روشن گول اسٹیج پر کھڑی ہوئی ہیں۔

"یہ شمعیں جو انہوں نے روشن کی ہیں ایک خاص قسم کی سیاہ شمعیں جو کہ گندھک وغیرہ سے بنی ہیں" نواب نے آہستہ سے کہا "ابھی ایک منٹ میں ہی تمہیں ان کی بو محسوس ہو گی...... لیکن ذرا پروہتوں یا پیشواؤں کی طرف دیکھو...... کیا میں نے پہلے ہی تم سے نہیں کہا تھا کہ جدید زمانے کی ابلیس پرستی میں اور قدیم وحشی قوموں کی بدنیتی میں بہت کم فرق ہے؟ یہ منظر کیا بالکل ایسا نہیں معلوم ہوتا جیسے ہم افریقہ کے کسی جنگل میں وحشی کافروں کی شیطانی رسوم کا مشاہدہ کر رہے ہوں؟"

جب کہ اجتماع کے عام لوگ میزوں پر دعوت اڑانے میں مشغول تھے ان کے سرداروں یا پیشواؤں نے عجیب وغریب لباس پہن لئے تھے۔ ان میں سے ایک نے ایک مہیب بلی کا چہرہ اپنے سر پر لگا لیا ایک بالوں والا لبادہ پہن لیا تھا جس میں سے ایک لمبی سی دم نکل کر زمین پر لٹک رہی تھی۔ دوسرے شخص نے ایک خوفناک مینڈک کا چہرہ پہن رکھا تھا۔ تیسرے کے چہرے پر ایک بھیڑیے کے ہوئے جبڑے نظر آتے تھے جن کے درمیان سے اس کا نقاب پوش چہرہ شمعوں کی روشنی میں چمک رہا تھا طومان بھی ان پیشواؤں میں ہی شامل تھا۔ اسد اور اقبال اس کو اس کے موٹے اور پستہ قد سے آسانی سے پہچان سکتے تھے۔ اس وقت طومان کے شانوں پر جھلی دار لمبے لمبے پر لگے ہوئے

جن کی وجہ سے وہ ایک دیوہیکل چمگادڑ معلوم ہوتا تھا۔ اسد کے جسم میں ایک کپکپی دوڑ گئی۔

"وادی میں سے اوپر پہاڑی کی طرف پھر وہی شیطانی سردی کی لہریں ابھرتی محسوس ہو رہی ہیں۔" اس نے نیم معذرت کے طور پر کہا۔ "اوہو...... وہ...... تخت کے اوپر اس چیز کو دیکھو!...... وہ اپنی شکل تبدیل کر رہی ہے۔"

جب تک شمعیں روشن نہیں کی گئی تھیں اس وقت تک وادی میں صرف وہی زرد بنفشی روشنی تھی جو کہ تخت کے اوپر نظر آنے والی عجیب وغریب شکل میں سے خارج ہو رہی تھی اور اس زرد بنفشی روشنی میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ شکل ایک انسانی شکل ہے اور اس کا چہرہ یقینی طور پر کالا ہے لیکن اب دیکھتے ہی دیکھتے اس کا رنگ بدلنے لگا اور اس کے سر کی ساخت میں بھی گڑبڑ سی ہونے لگی۔

"اوہ!...... خدا کی پناہ!" اقبال جنگ سرگوشی میں بولا "یہ تو شیطانی بکرا ہے!...... اف!...... کتنا خوفناک؟!"

اور اسی وقت جب کہ اقبال یہ الفاظ ادا کر رہا تھا اس خوفناک منظر نے اور زیادہ صاف اور واضح شکل اختیار کر لی۔ ہاتھ جو تقریباً دعا کے انداز میں آگے پھیلے ہوئے مگر نیچے جھکے ہوئے تھے اب جانوروں کے بڑے بڑے کھر بن کر لٹک گئے اور ان کے اوپر جو چیز نمودار ہوئی وہ ایک دیوہیکل بکرے کا خوفناک بدنما سر تھا جس میں ایک داڑھی بھی لٹکی ہوئی تھی۔ اسد اور اقبال جنگ نے آج تک اپنی زندگی میں جو بڑے سے بڑا بکرا دیکھا تھا اس کے مقابلے میں یہ شیطانی بکرا کم از کم تین گنا بڑا تھا۔ اس کی آنکھیں ایسی تھیں جیسے کسی نے دو شگاف کر دیئے ہوں اور ان شگاف نما آنکھوں سے جو ناک کی طرف نیچے کو جھکی ہوئی تھیں، ایک خوفناک آسیبی سرخ روشنی نکل رہی تھی...... بھدے سر کے داہنے بازو پہلو پر دو لمبے نوکیلے کان اوپر کی طرف سیدھے کھڑے ہوئے تھے اور صاف چکنی کھوپڑی میں سے جو کہ شمعوں کی روشنی میں خوفناک غیر فطری طور پر چمکتی نظر آتی تھی چار بہت بڑے بڑے خمیدہ سینگ نکل کر داہنے بائیں اور اوپر کی طرف پھیل گئے تھے۔

پیشوا لوگ جو کہ اپنے نقلی حیوانی چہروں کے نقابوں اور بالوں والے لبادوں میں کچھ کم خوفناک اور بدنما نظر نہیں آتے تھے اب اس آسیبی بکرے کے سامنے کچھ سلگتی ہوئی چیزیں اس طرح لہرا رہے تھے جیسے دیوتا کے سامنے پروہت آرتی اتار رہے ہوں۔ کچھ ہی دیر کے بعد ان سلگتی ہوئی چیزوں کی بو لہراتی ہوئی اوپر پہاڑی پر بھی جا پہنچی۔

اسد نے بے اختیار اپنی ناک بند کر لی اور بولا...... "یہ کس طرح کی گندگی سلگا رہے ہیں؟"

"اس میں کانٹوں اور سیب کے پتوں کے علاوہ متعدد قسم کی جڑی بوٹیاں شامل ہیں جیسے خشک دھتورا، ناگ پھن وغیرہ" اقبال جنگ نے جواب دیا "ان میں سے کچھ اپنی تیز بو کے باوجود بے ضرر ہیں لیکن کچھ ایسی بوٹیاں بھی ہیں جو دماغ پر نشہ طاری کر دیتی ہیں اور انسانی حواس کو اس حد تک برانگیختہ کرتی ہیں کہ بربریت اور شہوانیت کا ایک وحشیانہ حیوانی طوفان پیدا ہو جاتا ہے جس کا نمونہ تم اب جلد ہی خود دیکھ لو گے...... اف! کاش ہمیں سلیمان کی جھلک کہیں نظر آجاتی۔"

دیکھو!......وہ ہے سلیمان......وہاں! اسد یکدم بول اٹھا" مینڈک جیسے سر والے کے بائیں طرف......" خوفناک شیطانی بجرا اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اپنی پشت اپنے پرستاروں کی طرف موڑ لی......اس کا قد ایک مہیب مینار کی طرح نظر آ رہا تھا جس کے مقابلے میں ابلیس پرستوں کے وہ پروہت یا پیشوا جو اس کے پاس کھڑے تھے محض چھوٹے چھوٹے بونے معلوم ہوتے تھے اسی وقت ایک پروہت ذرا سا آگے بڑھا اور شیطانی بجرے کے قدموں کو بوسہ دیا۔ اس کے بعد دوسرے پروہتوں نے بھی اس کی تقلید کی اور پھر ابلیس پرستوں کا پورا حلقہ اندر تخت کی طرف سمٹنے لگا اور فرداً فرداً سب نے اپنے پیشواؤں کی مثال پر عمل کیا۔ اس میں سے ہر شخص اپنے جہنمی آقا کے سامنے بطور احترام جھکتا تھا اور ناپاک بوسہ کی رسم ادا کر کے شیطانی مذہب کا حلقۂ غلامی پہن لیتا تھا۔

سلیمان سب سے آخر کے لوگوں میں شامل تھا۔ اس کو آہستہ آہستہ تخت کے قریب آتا دیکھ کر اسد نے بے صبری سے اقبال جنگ کا بازو پکڑ لیا اور بولا...... "بس یہی وقت ہے......ورنہ پھر کبھی یہ وقت نہیں آئے گا۔ کوئی نہ کوئی کوشش کرنا ضروری ہے۔ ہمارے لئے یہ ناممکن ہے کہ اس شیطانی کھیل کو اور آگے بڑھنے دیں......"

"خاموش!" اقبال جنگ نے سرگوشی میں کہا "یہ وہ رسم نہیں ہے جس کی ادائیگی کے بعد انسان ہمیشہ کے لئے شیطان کا غلام بن جاتا ہے......وہ خاص رسم تو دعوت مکمل ہونے سے پیشتر نہیں ہوگی۔ گھبراؤ نہیں......ہمارا موقع ضرور آئے گا۔"

یہ دونوں دوست گھاس میں خاموش لیٹے ہوئے یہ وحشیانہ ڈرامہ دیکھ رہے تھے اور دونوں میں سے ہر ایک کو یہ محسوس ہو رہا تھا کہ وقت یقیناً بہت قریب ہے جب کہ سلیمان کو نجات دلانے کے لئے انہیں کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑے گا۔ لیکن اس حقیقت کے باوجود کہ ان دونوں میں سے کسی میں بھی ہمت و جرأت کی کمی نہ تھی دونوں کو اس ظالم و بے رحم حقیقت کا پورا احساس تھا کہ اگر انہوں نے وادی کے ڈھلوان کناروں سے نیچے اچانک دوڑنا شروع کیا اور اس ہجوم پر حملہ کر دیا جو اپنی شیطانی رسوم میں مشغول ہے تو ان کے لئے کامیابی کا کس قدر امکان تھا!......اس سیاہ قبا پوش اجتماع میں کم از کم سو آدمی تھے اور اتنے زیادہ دشمنوں کے مقابلے میں کامیاب ہونا قطعی ناممکن تھا۔

اسد، اقبال جنگ کی طرف جھکا اور بولا...... "مایوسی و ناکامی بالکل یقینی ہے بشرطیکہ آپ کوئی معجزہ نہ دکھلا سکیں! ان دیوانوں کے چنگل سے سلیمان کو چھڑانے کی اگر ہم نے کوئی کوشش کی تو چشم زدن میں ہم پکڑ لئے جائیں گے۔"

"مجھے معلوم ہے دوست۔" اقبال جنگ نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔ "بلاشبہ میں نے اس صورتحال کا تصور بھی نہیں کیا تھا کہ یہ لوگ وہاں اس مکان میں محض ایک ہی کمرے میں سب کے سب بھرے ہوئے ملیں گے یا وہاں سے اس مقام پر ایک ٹھوس مجمع کی شکل میں آئیں گے اگر یہ لوگ تھوڑا سا بھی منتشر اور الگ تھلگ ہو گئے ہوتے تو ہم سلیمان کو محض دو تین آدمیوں کے ساتھ کسی نہ کسی جگہ پا لیتے ہوتے۔ ان دو تین آدمیوں پر ہم آسانی سے غلبہ پا سکتے تھے اور پھر اس سے پیشتر کہ مجمع کو خبر ہوتی کہ کیا ہو

رہا ہے، ہم سلیمان کو لے کر فرار ہو سکتے تھے۔ لیکن اس وقت ہمارے سامنے جو صورتحال ہے اس کو دیکھ کر تو میرے دماغ کی قوتیں جواب دیتی محسوس ہوتی ہیں اور سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا تدبیر کی جائے۔ اگر ہم حملہ کرتے ہیں اور یہ لوگ ہم کو پکڑ لیتے ہیں تو مجھے اس امر میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ ہمیں اس وادی سے زندہ آنے کی ہرگز اجازت نہیں دی جائے گی......ہم ان لوگوں کے خفیہ حالات کے متعلق اتنا کچھ جان گئے ہیں کہ یہ لوگ یقینی طور پر اپنے راز کی حفاظت کے لئے ہم کو ہلاک کر ڈالیں گے......بلکہ میں تو کہوں گا کہ یہ لوگ آج کی رات اس موقع کو بہت مبارک و پسندیدہ سمجھیں گے کہ تخت پر نظر آنے والی اس ہیبت ناک شیطانی مخلوق کے سامنے ہم دونوں کو ہلاک کر کے ایک انسانی قربانی پیش کر سکیں۔"

"میرے خیال میں وہ ایسا کرنے کی ہمت نہیں کر سکتے۔" اسد نے سرگوشی میں کہا "یہ مانا کہ وہ ایک ناپاک شیطانی مذہب کی رسوم ادا کر رہے ہیں لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ انسانی قتل سے بھی دریغ نہ کریں گے۔"

اقبال جنگ نے انکار کے انداز میں سر ہلایا۔

"نہیں نہیں میرے دوست۔" وہ بولا "انسانی قربانی دنیا میں سب سے قدیم جادو کی رسم ہے۔ دنیا کے ہر زمانے اور ہر ملک میں شیطان کے پجاری اپنے آقا کی خوشنودی کے لئے انسانوں کی قربانی کرتے رہے ہیں۔ دنیا کے بیشتر مذاہب میں بھی حیوانات کی قربانی کو سب سے زیادہ مستحسن قرار دیا گیا ہے اور بہت سے لوگوں کا عقیدہ رہا ہے کہ خون بہائے بغیر نجات ممکن نہیں۔"

"یہ سب قدیم جہالت کی باتیں ہیں۔"

"ہرگز نہیں......خون زندگی ہے......جب خون بہایا جاتا ہے تو ایک قوت......خواہ وہ انسانی ہو یا حیوانی......فضا میں آزاد ہو جاتی ہے۔ اگر قربانی کے جانور کا خون ایک خصوصی طور پر تیار کردہ حلقے میں بہایا جائے تو اس قوت کو قبضے میں کیا جا سکتا ہے، محفوظ رکھا جا سکتا ہے یا کسی سمت میں روانہ کیا جا سکتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے بجلی کی طاقت کو ہمارے موجودہ سائنس دان اپنے قبضہ میں کر لیتے ہیں اور پھر اس کو حسب ضرورت استعمال کرتے ہیں۔"

"لیکن یہ لوگ ایک انسان کو قربان کرنے کی ہمت نہیں کریں گے!"

"وہ ایسا کریں گے یا نہیں یہ اس بات پر منحصر ہے کہ وہ دنیا پر کسی قسم کی آفت و بلا نازل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں جنگ و جدل کا بازار گرم ہو جائے تو وہ مریخ دیوتا کی خوشنودی کے لئے ایک "کنواری بھیڑ" کو ذبح کریں گے۔ اگر وہ نفسیات اور بے لگام شہوانیت پھیلانا چاہتے ہیں تو ایک بکری کی قربانی کی جائے گی وغیرہ وغیرہ......لیکن انسانی قربانی تمام قسم کے مقاصد کے لئے سب سے زیادہ مؤثر تسلیم کی جاتی ہے......اور تم دیکھ ہی رہے ہو کہ یہ بدقسمت لوگ اس وقت ایسی حالت میں ہیں کہ ان کو نیم پاگل انسان کہا جا سکتا ہے۔ ان کے دماغ بیمار ہیں اور ان کی ذہنیت قدیم ترین زمانے کے وحشیوں کی سی ہے۔"

"لعنت ان سب پر!"......اسد بڑبڑایا۔ "ہمیں تو یہ سوچنا ہے کہ سلیمان کو کس طرح بچائیں۔"

اپنے پجاریوں کا آخری بوسہ پانے کے بعد شیطانی بکرے نے رخ بدلا اس وقت وہ اپنے کھروں کے درمیان تقریباً 4 فٹ لمبا ایک لکڑی کا چاند سنبھالے ہوئے تھا۔ یکایک ایک طاقتور جھٹکے کے ساتھ اس نے چاند کو پتھروں پر دے مارا اور دو ٹکڑے کر دیئے اس کے بعد اس شخص نے جو بلی جیسا چہرہ لگائے ہوئے تھا اور ابلیس پرستوں کے پیشوائے اعظم کا پارٹ ادا کرتا معلوم ہوتا تھا۔ چاند کے ٹکڑوں کو اٹھا لیا۔ ان میں سے ایک ٹکڑا اس نے ایک منتظر گروہ کی طرف پھینک دیا۔ اس گروہ کے لوگوں نے ٹکڑے کو ایک خاموش طوفانی جوش کے ساتھ اپنے قدموں میں روند ڈالا اور پرزہ پرزہ کر دیا۔ دوسرے ٹکڑے کو اس نے شیطانی بکرے کے سامنے زمین پر الٹا گاڑ دیا اور اس کے ساتھ ہی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جشن کی رسم کا پہلا حصہ پورا ہو چکا ہے۔

اب ابلیس پرست ان میزوں کی طرف جھپٹے جن پر دعوت کا سامان چنا ہوا تھا کسی میز پر بھی پلیٹ گلاس وغیرہ نظر نہیں آتے تھے۔ یہ عجیب مجمع جو بظاہر اس بات پر تلا ہوا تھا کہ بیسویں صدی میں رہنے کے باوجود خود کو دنیا کے قدیم ترین وحشی انسانوں میں تبدیل کر دے، اب کرگسوں اور کتوں کی طرح کھانوں پر ٹوٹ پڑا۔ چاندی کی طشتریوں میں سے مٹھیاں بھر بھر کر انہوں نے غذائیں اپنے حلق میں ٹھونسنا شروع کر دیں۔ بوتلیں اٹھا اٹھا کر شرابیں اپنے منہ میں انڈیلنے لگے۔ اور غٹا غٹ کر کے پینے لگے کلیاں کرنے لگے اور شراب سے اپنی قباؤں کو تر کر لیا۔ کسی کی بھی زبان سے کوئی لفظ ادا نہ ہوا اور وحشت و بربریت کا یہ ڈرامہ ایک ایسی خوفناک غیر فطری خاموشی کے ساتھ کھیلا گیا گویا وحشی انسانوں کی ایک تصویر تھی جس میں جان پڑ گئی تھی۔

"آؤ...... ذرا رینگ کر ان سے اور قریب ہو جائیں۔" نواب نے سرگوشی میں کہا "اب جب کہ لوگ اس طرح کھانے پینے میں مست ہیں تو شاید کوئی موقع سلیمان کو اپنے قابو میں کرنے کا مل جائے اگر وہ ایک منٹ کے لئے بھی ان لوگوں سے چند قدم الگ ہو جائے تو اس کو سمجھانے کی کوشش نہ کرنا بلکہ ایک ہی گھونسے میں اس کو بے ہوش کر دینا۔"

دونوں دوستوں نے چوروں کی طرح رینگنا شروع کیا اور پہاڑی پہلو پر نیچے اترتے ہوئے اس چھوٹی سی جھیل سے 20 گز کے فاصلے پر پہنچ گئے جس کے کنارے ضیافت کی میزیں لگی ہوئی ہیں۔ پتھر کا تخت جس پر ابھی تک وہ ہیبت ناک بکرا موجود تھا ان دونوں سے مزید پندرہ گز دور تھا۔ بارہ سیاہ شمعیں اسی شان کے ساتھ روشن تھیں اور اگرچہ اس نشیبی وادی میں چاروں طرف پہاڑیوں سے گھری ہوئی ہونے کی وجہ سے ہوا کی لہروں کا گزر نہ تھا اور شمعوں کی شعلوں کو بغیر جھلملائے ہوئے روشن ہونا ہی چاہئے تھا لیکن پھر بھی ان شعلوں کے سکون و جمود میں ایک غیر فطری اور طلسمی کیفیت محسوس ہوتی تھی۔ شمعوں کی روشنی میں اسد اور اقبال جنگ کے لئے یہ بات کچھ دشوار نہ تھی کہ نقابوں اور قباؤں کے باوجود کم از کم ان لوگوں کو پہچان جائیں جن کو وہ پہلے سے جانتے تھے۔

دوسروں کی طرح سلیمان بھی کسی جانور کی ران کو دانتوں سے اس طرح نوچ رہا تھا جیسے وہ واقعی ایک وحشی حیوان میں تبدیل ہو گیا ہو۔ اسد اور اقبال غور سے اس کو دیکھ رہے تھے انہوں نے دیکھا

اپنے قریب کھڑی ہوئی ایک نقاب پوش عورت سے سلیمان نے شراب کی بوتل اس بری طرح چھین لی کہ بہت سی شراب خود اس کے اور عورت کے اوپر گر پڑی لیکن اس کی پروانہ کرتے ہوئے سلیمان نے بوتل اٹھائی اور باقی ماندہ شراب اپنے حلق میں انڈیل لی۔

ایک بار پھر چند لمحات تک اسد کو یہ محسوس ہوا کہ وہ ضرور کوئی بھیانک خواب دیکھ رہا ہے یہ بات کسی طرح بھی سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ سلیمان جیسا شائستہ انسان یا یہ دوسرے لوگ جو یقیناً طبیعت کے لحاظ سے مہذب انسان تھے یکایک اس قدر تبدیل ہو سکتے ہیں کہ ایسی مکروہ حیوانیت کا مظاہرہ کرنے لگیں۔ لیکن یقیناً یہ کوئی بھیانک خواب نہ تھا ماحول کی اس عجیب و خوفناک خاموشی میں یہ ابلیس پرست نصف گھنٹے سے زیادہ خونخوار کتوں کے ایک غول کی طرح آپس میں لڑتے اور لڑکھڑاتے رہے یہاں تک کہ میزیں الٹ گئیں اور جھیل کے اردگرد کی زمین بچی ہوئی غذاؤں...... اور نوچی ہوئی ہڈیوں اور خالی بوتلوں سے گندگی کے پلاستر میں چھپ گئی۔

آخر کار سلیمان جو بہت بڑی حد تک نشہ میں مست تھا مجمع سے ہٹ کر لڑکھڑاتا ہوا دوسرے لوگوں سے کچھ دور ایک جگہ گھاس پر گر پڑا۔ وہ اپنے سر کو دونوں ہاتھوں کے درمیان پکڑے ہوئے تھا۔

"چلو" اقبال جنگ نے سرگوشی میں کہا "بس یہی موقع ہے!"

یہ کہتے ہوئے اس نے اور اس کے ساتھ اسد نے کھڑے ہونے کی کوشش کی لیکن اسی وقت ایک لمبا سا آدمی مجمع سے الگ ہوا اور ان دونوں کی حرکت سے پہلے ہی سلیمان کے پاس آپہنچا۔ یہ وہی شخص تھا جس کا ایک کان مسخ شدہ تھا اور دوسری ہی ساعت میں دو عورتوں اور تین مردوں کی ایک جماعت بھی اس کے پیچھے پیچھے سلیمان کے پاس آئی۔ غصے میں دانت پیستے ہوئے اقبال جنگ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور اسد کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔

"کوئی فائدہ نہیں" وہ طیش میں بڑبڑایا "ہمیں تھوڑا سا اور انتظار کرنا ہوگا...... موقع پھر بھی آسکتا ہے!"

اور دونوں دوست پھر تاریک سایوں میں ڈوب گئے۔

میزوں کے اردگرد جو مجمع تھا اب وہ شراب کے نشے میں جھوم رہا تھا اور پوری جماعت اب متفقہ طور پر لہراتی ہوئی تخت پر نمودار ہونے والے آسیبی بکرے کی سمت واپس سمٹتی آرہی تھی۔ اسد اور اقبال جنگ اپنے دوست سلیمان کو زیر نظر رکھنے میں اس قدر محو تھے کہ اس وقت تک ان دونوں میں سے کسی کو بھی اس بات کا احساس نہ ہو سکا کہ طومان اور سفلی مسلک کے نصف درجن ماہرین و قائدین نے اس اثناء میں ایک خصوصی میز شیطانی بکرے کے سامنے تیار کر دی تھی اور اسی میز پر سے اٹھا اٹھا کر کھانا کھا رہے تھے لیکن یہ لوگ مجمع کی اکثریت کے برعکس جنہوں نے جھیل کے کنارے کھانا کھایا تھا پراسرار طور پر سنجیدہ اور باہوش نظر آتے تھے۔

"اوہو!...... تو شیطان بھی کھانا کھاتا ہے!" اسد بڑبڑایا۔

"ہاں" اقبال جنگ بولا "شیطان ہی نہیں بلکہ اس کے پجاریوں کے پیشوا بھی...... لیکن یہ کھانا معمولی قسم کا نہیں۔ اگر میرا اندازہ صحیح ہے تو ان کی میز پر انتہائی ہولناک و مکروہ قسم کی غذائیں موجود ہونی

چاہئیں......"

"ہولناک غذائیں؟"

"ہاں میرا مطلب ہے کہ تھوڑی بہت آدم خوری" کا پروگرام!...... ہو سکتا ہے کہ ان کی میز پر نوزائیدہ بچے کا گوشت رکھا ہو جس کو ولادت سے قبل ہی بطن مادر سے نکال لیا گیا ہے یا شاید کوئی ایسا جس کو ان لوگوں نے چیرا کر قتل کر ڈالا ہو...... بہر حال کم از کم اس بات کے لئے میں بڑی سے بڑی شرط لگا سکتا ہوں۔ یہ لوگ انسانی گوشت کھا رہے ہیں۔"

اقبال جنگ یہ الفاظ ادا کر ہی رہا تھا کہ لوہے کا ایک بہت بڑا برتن جس کی شکل حلوائی کے کڑھاؤ کی طرح کی تھی آگے لایا گیا اور تخت کے سامنے رکھ دیا گیا اس کے بعد طوماں اور اس کے ساتھ دیگر قائدین یا پیشواؤں نے فرداً فرداً اس کھانے کا ایک ایک حصہ اٹھایا جو کہ وہ میز سے لے کر رکھ رہے تھے اور اس کو اس بڑے آہنی برتن میں ڈال دیا۔ ان میں سے ایک شخص نے گیند جیسی ایک گول چیز اٹھا کر اس برتن میں ڈالی جو ٹھوس سخت وزن کی طرح برتن سے ٹکرائی۔

اسد یہ محسوس کر کے کانپ اٹھا کہ اقبال جنگ نے جو کچھ کہا تھا وہ صحیح تھا وہ گول چیز ایک انسانی کھوپڑی تھی۔

"پکی ہوئی غذا کو اب وہ لوگ دوسری مختلف چیزوں کے ساتھ ملا کر جوش دیں گے۔" اقبال جنگ بولا "اس طرح ایک خوفناک قسم کی کھیر تیار کی جائے گی اور اس کا تھوڑا تھوڑا سا حصہ ایک بوتل میں ہر شخص کو دے دیا جائے گا اس کے ساتھ ہی ہر شخص کو ان لکڑیوں کی راکھ بھی دی جائے گی جو کہ اب یہ لوگ اس کڑھاؤ کے نیچے جلا رہے ہیں۔"

ان دونوں مکروہ و ناپاک "تبرکات" کو یہ لوگ آئندہ سالانہ جشن تک اپنے شیطانی مقاصد کے لئے سال بھر استعمال کرتے رہیں گے۔"

"خدا ان کو جہنم واصل کرے!"

اسد بولا "لیکن یہ انسانی گوشت کی کھیر خواہ کتنی ہی مکروہ اور خوفناک کیوں نہ ہو میں یہ نہیں مان سکتا کہ اس کے ذریعے یہ لوگ دوسروں کو نقصان پہنچانے کے لئے کوئی شیطانی کارروائی کر سکتے ہیں۔ یہ باتیں عقل کے خلاف ہیں۔"

"لیکن تم یہ کیوں نہیں مانتے ہو کہ نیک اور خدا رسیدہ لوگوں کے عطا کردہ تبرکات میں دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی قوت ہوتی ہے؟"

اقبال جنگ نے سرگوشی میں کہا "اگر پاک تبرکات دوسروں کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں تو اسی قسم کی ناپاک شیطانی چیزیں کیوں دوسروں کو نقصان نہیں پہنچا سکتیں؟ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں اسد کہ جس طرح خدا رسیدہ لوگوں کے عطا کردہ تبرکات کے ذریعے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا ہے اسی طرح اس شیطانی ناپاک چیز کے ذریعے سے خوفناک کارنامے انجام دیئے جا سکتے ہیں۔"

اسد کوئی گہرے مذہبی خیالات کا انسان نہ تھا۔ پھر بھی وہ یہ محسوس کر کے دہشت زدہ ہوئے بغیر نہ رہ سکا

کیونکہ جن طریقوں اور چیزوں کو مقدس سمجھنے کی تعلیم اس کو بچپن میں دی گئی تھی یہ ابلیس پرست ان چیزوں اور طریقوں کا ایک خوفناک مذاق اڑا رہے تھے۔

"خدا کی پناہ!" بے اختیار اقبال جنگ بولا "یہ خبیث لوگ اب ایک بدترین اور انتہائی ہولناک بے حرمتی کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ ادھر مت دیکھو اسد! خدارا مت دیکھو......"

یہ کہتے ہوئے اقبال جنگ نے اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا اور خدا سے دعا کرنے لگا لیکن اسد ارادہ کے باوجود ادھر سے اپنی نظر نہ ہٹا سکا۔ ایک خوفناک جاذبیت نے اس کی نگاہوں کو اسی طرف جما دیا تھا۔

چاندی کا ایک بڑا سا اگالدان مجمع کے درمیان دست بدست آگے بڑھایا جا رہا تھا۔ اسد کو یہ سمجھنے میں کچھ دیر نہیں لگی کہ اگالدان کو اس طرح ہر شخص کے سامنے لے جانے کا مقصد کیا تھا ہر شخص اپنی منہ کی گندگی اس میں ڈالتا جاتا تھا لیکن اس وقت ایسا کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ یہ سوال اسد کی سمجھ میں اس وقت تک نہ آیا جب تک چاندی کا اگالدان گھومتا ہوا پھر اس سردار کے پاس واپس نہ پہنچ گیا جو بلّی کا چہرہ لگائے ہوئے تھا۔ اس نے دیکھا کہ ابلیس پرستوں کے ایک اور پیشوا نے کچھ مختلف چیزیں اپنے رومال میں سے نکالیں۔ یہ چیزیں بدیہی طور پر کچھ ایسی پاک و مقدس چیزیں تھیں جن کو دنیا کے مختلف مذاہب کے نقطۂ نظر سے تبرکات تصور کیا جا سکتا تھا۔ ان تبرکات کو یقیناً مختلف عبادت گاہوں اور مقدس مذہبی مقامات سے چرا لیا گیا تھا۔

دہشت و خوف کی شدت سے اسد مفلوج ہو کر رہ گیا کیونکہ اس نے دیکھا کہ شیطان کے ان ملعون پرستاروں نے ان تبرکات کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور غلاظت سے لبریز اگالدان میں ڈال دیا۔ اس کے بعد ٹوٹے ہوئے چاند کے ٹکڑے سے ایک چمچہ کی طرح اس گندگی کو خوب چلایا اور ملایا گیا اور آخر کار اس تیار شدہ مرکب کو شیطانی بکرے کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ خوفناک دیو ہیکل بکرے نے اگالدان کو اپنی مہیب کھروں کے درمیان سنبھال لیا اور پھر یکایک اس کو اس طرح الٹا دیا کہ تمام گندگی زمین پر بکھر گئی۔

آخر کار یکایک مجمع کی خوفناک خاموشی پارہ پارہ ہو گئی۔ پوری قوت سے چیختے چلاتے ہوئے جیسے وہ سب پاگل ہو گئے ہوں۔ مجمع کے تمام لوگ سمندر کی لہروں کی طرح آگے بڑھے۔ دیوانوں کی طرح ناچتے ہوئے اور مقدس تبرکات کے ٹکڑوں کو گندی زمین پر اپنے قدموں کے نیچے روندنے لگے!

سردی کے باوجود اسد کی پیشانی پر پسینہ آگیا۔

"اف!" وہ بولا "کس قدر ہولناک تماشا ہے یہ!...... اب میں اسے زیادہ برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ لوگ پاگل ہیں...... شدید ترین اور خوفناک حد تک پاگل...... سب کے سب......"

"ہاں...... عارضی طور پر پاگل......" اقبال جنگ نے پھر اوپر نظر اٹھائی "ممکن ہے ان میں کچھ لوگ مرگی کے مریض ہوں بہر حال یہ سب ہی کسی نہ کسی معنی میں عام انسانیت سے عاری ہیں۔ اس وقت جو نفرت انگیز تماشا تم دیکھ رہے ہو یہ آئینہ دار ہے ان لوگوں کے دبے ہوئے جذبات اور محبوس و مقید نفسیاتی پیچیدگیوں کا...... اپنے رقیبوں میں محبت میں کامیاب پا کر یا اپنے حریفوں کو کسی دوسری قسم کی کامیابی، خوش نصیبی سے شادکام دیکھ کر ان لوگوں کے دلوں میں جو شدید نفرت پیدا ہو گئی تھی یا قوت و

اقتدار کے حصول کی جو لالچ ان کے سینوں میں چھپی ہے یا اپنے خلاف دنیا بھر کی مفروضہ ناانصافی محسوس کر کے جو غیظ وغضب ان کے اندر پوشیدہ ہے۔ یہ تمام پوشیدہ اور دبی ہوئی چیزیں اس وقت ایک دم ابل کر باہر نکل رہی ہیں اور اس شدت وآزادی کے ساتھ نکل رہی ہیں کہ ان لوگوں کی انسانیت سلب کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ اس وقت یہ لوگ انسانیت سے گرے ہوئے اس جوش وخروش کا خوفناک مظاہرہ کر رہے ہیں جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔"

"خدا کا شکر ہے کہ زرینہ یہاں موجود نہیں ہے۔" اسد نے کہا "وہ یقیناً اس کو برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ میں جانتا ہوں وہ یا تو واقعی پاگل ہو جاتی یا یہاں سے بھاگ جاتی لیکن آخر ہمیں سلیمان کے متعلق کیا کرنا چاہئے؟"

اقبال جنگ کے منہ سے ایک کراہ نکلی۔

"صرف خدا ہی بہتر جانتا ہے۔" وہ بولا "اگر مجھے کامیابی کی ذرا سی بھی امید ہوتی تو میں اس ہجوم پر حملہ کر دیتا اور سلیمان کو اس میں سے کھینچ کر باہر نکال لینے کی کوشش کرتا لیکن مجھے معلوم ہے کہ جیسے ہی یہ لوگ ہمیں دیکھیں گے ہمارے جسم کے ٹکڑے اڑا دیں گے۔"

کڑھاؤ کے نیچے آگ بڑی تیزی سے جل رہی تھی اور جب مجمع کسی قدر منتشر سا ہوا تو اسد نے دیکھا کہ تقریباً ایک درجن عورتوں نے اپنی قباؤں کو اتار کر پھینک دیا تھا اور شمعوں کی روشنی میں مادر زاد برہنہ کھڑی ہوئی تھیں۔ انہوں نے کڑھاؤ کے چاروں طرف اپنا حلقہ بنا لیا اس طرح کہ وہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھیں اور ان کی پشت حلقہ کی اندرونی سمت تھی۔ اس عالم میں انہوں نے گھڑیال کی سوئیوں کی حرکت کے برعکس شیطان کے بائیں طرف کو ایک وحشیانہ رقص شروع کر دیا۔

چند ہی لمحات میں پورے مجمع نے اپنی...... قبائیں اتار ڈالیں اور رقص میں شامل ہو گئے۔ وہ اچھلتے جاتے تھے اور تخت کے سامنے ایک دوسرے کو دھکیلتے اور نوچتے جاتے تھے تقریباً نصف درجن ایسے لوگ تھے جو اس رقص میں شریک نہیں تھے۔ یہ لوگ ایک طرف کچھ ہٹ کر بیٹھے ہوئے تھے اور ان میں سے ہر ایک کے پاس کوئی نہ کوئی موسیقی کا ساز تھا لیکن اپنے سازوں پر انہوں نے جو موسیقی شروع کی ایسی عجیب تھی کہ اس طرح کی چیز اسد نے آج سے پہلے کبھی بھی سنی نہیں تھی اور وہ دعا کر رہا تھا کہ اس کے بعد پھر کبھی زندگی میں ایسی موسیقی سننے میں نہ آئے! مختلف آوازوں کے ایک حسین و آہنگ امتزاج کے بجائے یہ موسیقی ٹوٹے ہوئے تاروں اور متضاد بے ڈھنگے سروں سے پیدا ہونے والا ایک ایسا خراش شور وغل تھا جو دماغ میں ہتھوڑے کی طرح ضرب لگاتا تھا اور کلیجے پر خراشیں پیدا کر رہا تھا۔

اس اذیت ناک موسیقی کی آوازوں پر ناچنے والے بدمست ہو کر رقص کر رہے تھے...... وہ ابھی نقاب پوش تھے...... لیکن بالکل برہنہ...... اور اپنے قدموں کی تیز حرکت سے قطع نظر وہ قطعی خاموش تھے۔ ان کی بے ربط حرکات...... بے ڈھنگے قدم اور وحشیانہ انداز کو دیکھ کر یہ احساس ہوتا تھا کہ یہ رقص انسانوں کا اجتماعی رقص نہیں بلکہ وحشی جانوروں کا ایک جھنڈ دیوانہ ہو کر اچھل کود مچا رہا ہو۔" شراب کی کثرت اور اپنی مسخ شدہ روحوں کی دیوانگی آمیز مسرت سے بدمست...... وحشیانہ آنکھیں،

میں وحشیانہ نظریں لئے ہوئے اور اپنی مدہوشی میں بظاہر ایک دوسرے کی موجودگی سے بالکل بے خبر۔ دیوانہ وار اچھلتی ہوئی عورتیں اور ان کے بکھرے ہوئے بالوں کی لہریں...... ہانپتے ہوئے مرد اور ان کے اٹک اٹک کر آتے ہوئے گہرے سانس...... یہ تھا وہ مکروہ منظر جو اس شیطانی رقص میں ہر طرف نظر آتا تھا!...... وہ لڑکھڑاتے تھے اور لڑھکتے تھے۔ چکراتے تھے اور پھسلتے تھے۔ ایک دوسرے پر گرتے تھے اور کھڑے ہو جاتے تھے اور ایک بار پھر ایک نئے دیوانگی آمیز جوش کے ساتھ اچھلنے لگتے تھے۔ یہاں سے وہاں تک وحشت و دیوانگی کا ایک نفرت انگیز کھیل جاری تھا۔

یکایک سازوں سے ابلنے والی ایک آخری دردناک چیخ کے ساتھ موسیقی بند ہو گئی اور پورا مجمع نڈھال اور ہانپتا ہوا زمین پر گر پڑا۔ اس کے ساتھ ہی مہیب شیطانی بکرے نے اپنے خوفناک کھروں کو آپس میں رگڑ کر اس خوفناک رقص کی داد دینے کے لئے ایک ایسی آواز نکالی جس کو سن کر ایک آسیبی قہقہے کا گمان ہوتا تھا۔

اقبال جنگ عجلت سے اٹھ گیا۔

"خدا ہماری مدد کرے!"

وہ بولا "اب ہمیں کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑے گا اسد!...... جیسے ہی یہ خنزیر صفت انسان کچھ دیر دم لے کر ٹھیک ہو جائیں گے۔ خوف و دہشت کا ایک اور ڈرامہ شروع ہو جائے گا یعنی نئے لوگوں کو اس شیطانی مذہب میں شامل کرنے کی رسم ادا کی جائے گی اور اس کے بعد ایک ایسا شرمناک، ذلیل اور گندہ کھیل کھیلا جائے گا جس کا تصور بھی تم ابھی نہیں کر سکتے۔ مختصر یوں سمجھ لو کہ اس کھیل میں وہ تمام سیاہ کاریاں نظر آئیں گی جو انسانی دماغ ایجاد کر سکتا ہے۔ اب ہم مزید انتظار نہیں کر سکتے۔ اگر ایک بار سلیمان کو باقاعدہ طور پر اس شیطانی مذہب میں داخل کر لیا گیا تو پھر ہم کسی طرح بھی اس کو اس دوامی اور حقیقی جہنم سے نہ بچا سکیں گے جو اس کے لئے موجودہ زندگی اور عقبیٰ دونوں میں ہی تیار ہو جائے گا......"

"میرا خیال ہے کہ اب جب کہ یہ لوگ اس بری طرح نڈھال اور بے خبر نظر آتے ہیں شاید ہماری تدبیر کامیاب ہو جائے۔" اسد نے کہا۔

"ہاں...... اس وقت وہ کافی گئے گزرے معلوم ہوتے ہیں۔" اقبال جنگ نے اپنے ساتھی کی ہمت کو تازہ کرنے کے لئے کہا کیونکہ یقیناً اب اگلی خطرناک کوشش کے لئے ایک تازہ جرأت وہمت کی ضرورت تھی۔

"تو کیا...... کیا...... واقعی...... اب قسمت آزمائی کا وقت آ گیا ہے؟" اسد نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

حقیقت یہ ہے کہ اقبال جنگ کی طرح اسد کے دل پر بھی ایک دہشت تھی۔ یہ سوچ کر کہ اپنی پناہ گاہ کی اس تاریکی کو چھوڑ کر جب وہ اس شیطانی نیلی روشنی کے حلقے میں حملہ کے لئے جھپٹیں گے تو نہ جانے ان کا کیا انجام ہو گا۔

اپنے خوفزدہ اعصاب میں سکون واستقلال پیدا کرنے کی غرض سے اس نے زبردستی ہنسنے کی کوشش کی اور کہا "اب جب کہ یہ حضرات اپنے جامہ سے باہر ہو چکے ہیں ہمارا مقابلہ کچھ زیادہ سخت نہ ہو گا۔ ایسے

جلسے میں کوئی بھی اچھا سورما ثابت نہیں ہوتا۔"

"میں اس مجمع سے اس قدر خائف ہوں جتنا اس خوفناک چیز سے جو چٹانوں کے تخت پر بیٹھی ہوئی ہے۔" اقبال جنگ نے بوجھل آواز میں کہا "ہم نے اپنی حفاظت کے لئے جن چیزوں کو استعمال کیا ہے ممکن ہے کہ اس قدر طاقتور ثابت نہ ہوں کہ اس شیطانی بجرے سے خارج ہونے والے تباہ کن اثرات سے ہمیں بچا سکیں۔"

"لیکن ہمیں خدا پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔" اسد بولا "کیا یہ کافی نہ ہوگا؟"

اقبال جنگ کے جسم میں کپکپی دوڑ گئی۔ وہ مفلوج کن سردی جس کی برفانی لہریں نشیبی وادی میں سے ابھر کر اوپر تک آ رہی تھیں اقبال جنگ کی تمام طاقت اور ہمت کو سلب کرتی محسوس ہوتی تھیں۔

"بے شک یہ کافی ہوگا۔" وہ بڑبڑایا بشرطیکہ ہم دونوں بالکل معصوم و پارسا ہوں۔" ان الفاظ کو سن کر اسد کا دل مایوسی سے بیٹھ گیا۔

اس کو یاد نہیں تھا کہ اس نے کوئی ایسا پوشیدہ خوفناک جرم کیا ہو جس کے لئے وہ خود کو مورد الزام قرار دے سکے لیکن یہ ظاہر تھا کہ اس نے اور اقبال جنگ نے انقلابی سرگرمیوں کے دوران کئی انسانوں کی زندگیاں ختم کی تھیں اور اگرچہ اس وقت کے حالات کے مدنظر ان کا یہ فعل جائز معلوم ہوتا تھا مگر حیات بعد الموت کے دروازے پر کھڑا ہونے والا کون شخص ہے جو یہ کہہ سکے کہ زندگی میں جن کاموں کو اس نے جائز سمجھا تھا وہ واقعی جائز تھے اور یہ کہ اب وہ دوسری دنیا میں داخل ہوتے وقت قطعی معصوم اور گناہ سے یکسر مبرا تھا؟

بہر حال اپنے دل و دماغ کی پوری قوتوں کے ساتھ اب وہ جدوجہد کر رہا تھا کہ اپنی فطری وطبعی جرأت وہمت کو دوبارہ حاصل کر سکے۔ نشیبی وادی میں ابلیس پرست اب کافی ستا چکے تھے اور ایک بار پھر بجرے کے چاروں طرف ایک بڑے حلقہ کی شکل میں جمع ہو رہے تھے۔ وقت کے تیز رفتار لمحات اڑتے جا رہے تھے اور ان کے ساتھ ہی سلیمان کو نجات دلانے کا موقع ختم ہوتا جا رہا تھا لیکن اس کے یہ دونوں دوست سمٹے ہوئے چھپے ہوئے اور دم بخود کھڑے تھے۔ ان کے دماغ وادی میں سے ابلنے والی ناقابل برداشت بدبو سے شل ہو رہے تھے اور ان کے جسم ایک مہیب اور خوفناک زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے۔ شیطانی بجرے کے سامنے کھلی ہوئی جگہ میں اب تین انسان نمودار ہوئے بائیں طرف خونخوار جانور کی شکل والا اور بلی کے خوفناک چہرہ والا شخص تھا جو شیطان کے پجاریوں کا پیشوائے اعظم معلوم ہوتا تھا...... اور دائیں طرف طومان تھا جس کے جھکے ہوئے شانوں پر چمگادڑوں جیسے پر پھڑپھڑا رہے تھے۔ ان دونوں کے درمیان بالکل برہنہ ہانپتا کانپتا اور تقریباً بدحواس اور نڈھال سلیمان تھا جس کو وہ سہارا دیئے ہوئے تھے۔

"اگر اب نہیں تو پھر کبھی نہیں؟" اسد نے کہا۔

"نہیں...... میں ایسا نہیں کر سکتا۔" اقبال جنگ اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپائے ہوئے اور زمین پر گرے ہوئے کراہ کر بولا "میں خوفزدہ ہوں...... اسد؟...... خدا مجھے معاف کرے!...... میں خوف سے بزدل ہوں!"

☆......☆......☆

نمبر "اوے 1217" والی نیلی کار چاند نگر گاؤں کے باہر ایک بہت بڑے کھلیان کی پشت سے زرینہ کار کے سامنے لگے ہوئے شیشہ ونڈ اسکرین پر منہ کے بل گر پڑی خوش قسمتی کی بات تھی ...جنگ کی...... کار میں ناقابل شکست شیشے لگے ہوئے تھے۔ اسی لئے نیلی کار کا سامنے والا صحیح سالم رہا لیکن زرینہ کے سر پر اتنی زور کی چوٹ لگی تھی کہ کچھ دیر کے لئے وہ نصف بے ہوش ہو گئی۔ کار کو موڑنے والا پہیہ بھی اسٹیرنگ یعنی اس کے پیٹ پر اتنے زور سے لگا کہ درد سے وہ دہری ہو گئی۔

چند ... انگیز لمحات تک وہ بدحواس رہی اور منہ کھول کر سانس لینے کی کوشش کرتی رہی اس کے بعد اس کو احساس ہوا کہ ایک تباہ کن چوٹ سے وہ بال بال ہی بچی ہے اور اب کسی وقت بھی پولیس اس پر ...ہی والی ہے۔ اس کا دماغ تیزی سے چکرا رہا تھا اور اس کا سانس تکلیف دہ جھٹکوں سے چل رہا ...پھر بھی اس نے کار کا دروازہ کھولا اور لڑکھڑاتی ہوئی باہر گھاس پر آ گئی۔

گرفتاری سے بچنے کے لئے ایک آخری اور یقیناً مایوس کوشش کرتے ہوئے وہ لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ مگر حتی الامکان تیزی سے جھاڑیوں کو پار کرتی ہوئی چل پڑی اور جیسے ہی اس ٹیلے پر پولیس کی ...کی روشنی نمودار ہوئی جس نے زرینہ کی کار کی دیوانگی آمیز رفتار کو سست کر دیا تھا وہ یکایک مڑی اور ...ایک کھائی میں گرا دیا یہ کھائی حادثہ کے مقام سے کوئی تیس گز کے فاصلے پر تھی اور جھاڑیوں کی ایک نیچی قطار سے چھپی ہوئی تھی۔

وہ اس مقام پر صرف اتنی دیر کے لئے ٹھہری کہ سانس درست کر سکے۔ اس کے بعد اس نے کھائی کے اندر ہی اندر رینگنا شروع کیا۔ وہ برابر آگے بڑھتی گئی یہاں تک کہ کھائی کا راستہ ایک کھلے ہوئے میدان میں پہنچ کر ختم ہو گیا۔ زرینہ ٹھہر گئی اور احتیاط کے ساتھ جھاڑیوں کی قطار کے اوپر سے جھانک کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کا تعاقب کرنے والے ابھی تک کار کا معائنہ کرنے میں مصروف تھے لہٰذا اس نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور کھائی سے نکل کر دوڑ پڑی۔ رات کی تاریکی پر اس کو بھروسہ تھا کہ ان لوگوں کی نظروں سے اس کو چھپا لے گی۔

ایک میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ بے دم ہو کر زمین پر گر پڑی۔ وہ بری طرح ہانپ رہی تھی اور اس کا دل اس کی پسلیوں کو ایک ہتھوڑے کی طرح کوٹ رہا تھا۔ جب اس کی حالت کسی قدر بہتر ہوئی تو اس نے مڑ کر پیچھے کی طرف نظر ڈالی۔ اس نے دیکھا کہ گاؤں اور پولیس کے لوگ اب اس کی نظر سے ...گم ہو چکے تھے کیونکہ درمیان میں کئی ٹیلے حائل ہو گئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب وہ...... کم از کم ...تھا...... پولیس کی گرفت سے بچ گئی ہے اور وہ یہ سوچنے کی کوشش کرنے لگی ہے کہ اب اس کے لئے ...طریقہ کار کیا تھا۔

...نقشے کا جو تھوڑا بہت خاکہ اس کے حافظہ میں محفوظ رہ گیا تھا اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ چیل گڑھ ...شدہ وہ مکان جہاں ابلیس پرست اپنا عظیم جشن منانے سے پیشتر جمع ہو رہے تھے یہاں سے کم از کم بارہ میل کے فاصلے پر تھا۔ اول تو یہ معلوم کرنا ہی مشکل تھا کہ وہ مکان یہاں سے ٹھیک کون سی

سمت میں واقع ہے لیکن اگر کسی طرح یقینی طور پر یہ معلوم بھی ہو جائے تب بھی زرینہ کے لئے یہ طویل فاصلہ پیدل طے کرنا ناممکن تھا۔ پھر اس حقیقت کو محسوس کرتے ہوئے کہ پولیس اس کی تلاش میں ہوئی ہے زرینہ کی عقل کبھی اس بات کی اجازت نہیں دے سکتی تھی کہ وہ کسی نہ کسی طرح اصلی شاہراہ دوبارہ تلاش کرے اور وہاں سے گزرنے والی کار کو روک کر منزل مقصود پر پہنچنے کے لئے لوگوں سے درخواست کرے۔ اس امر کے باوجود کہ جشن کے پوشیدہ مقام تک پہنچنے کے لئے اس نے مردوں میں فرار ہونے کی ایک نہایت پرجوش دیوانہ وار کوشش کی تھی اور اب پولیس کی گرفت سے بچ جانے پر اس کے دل میں خوشی کا ایک ہیجان سا برپا تھا لیکن بایں ہمہ اس کو یہ محسوس کر کے حیرت تھی کہ نہ جانے کیوں اب اس کے جذبات میں ایک عجیب رد عمل شروع ہو گیا تھا اور جشن میں شریک ہونے کے لئے اس کے دل میں وہ خوفناک امنگ اور جوش موجود نہ تھا جو کہ اب تک ایک آندھی بن کر اس کو ایک تنکے کی طرح اڑائے لایا تھا۔

اسد کے خلاف اس کا غصہ ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔ اس نے کار کے معاملہ میں اسد کو دھوکا دیا تھا اور اسد نے اس کے جواب میں پولیس کو اس کے پیچھے لگا دیا تھا۔ زرینہ کو اب محسوس ہو رہا تھا کہ اسد کی اس کارروائی کی وجہ صرف ایک ہی ہو سکتی تھی...... اور وہ یہ کہ اسد اس کو طومان کے پاس جانے سے روکنے کے لئے بے تاب تھا۔ اس احساس کے بعد ہی زرینہ کے تصور میں اسد کا پریشان و مغموم چہرہ ابھر آیا اور تاریکی میں وہ خود ہی خود یہ سوچ کر مسکرانے لگی کہ اسد اس کے لئے کس قدر بے چین و پریشان تھا اور گزشتہ روز اس نے دریا کے کنارے اس کو کس قدر بہلانے اور سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ جشن میں شرکت کے ارادے سے باز آ جائے۔ اس وقت یقیناً زرینہ کو یہی محسوس ہوتا تھا کہ اگر وہ غیر انسانی اور فوق الفطرت قوتیں حاصل کرنا چاہتی ہے تو اس جشن میں شریک ہونا ایک بالکل ضروری اور منطقی اقدام ہے اور اس لئے اس نے اسد کے دلائل اور ہمدردیوں کی پروا نہ کی تھی۔ وہ سوچنے لگی کہ کیا ایسا کرنا مناسب تھا؟

یہ پہلا موقع تھا جب زرینہ کو سنجیدگی و حیرت کے ساتھ یہ سوچنے کی ضرورت محسوس ہوئی کہ واقعی اسد صحیح راستہ پر تھا! رہ رہ کر وہ اپنے دماغ پر اس سوال کی نیش زنی محسوس کرنے لگی کہ کیا واقعی گزشتہ چند مہینوں کے دوران جو اس نے مادام عرفی کے ساتھ گزارے تھے اس کا دماغ غیر مرئی پراسرار طاقتوں کو حاصل کرنے کے خبط میں مالیخولیا کی حد تک ماؤف ہو چکا تھا اور ہر قسم کے معقول فطری خیالات کی اہلیت و صلاحیت کھو چکا تھا!...... اسے اپنے ان ساتھیوں کا خیال آیا جو زندگی کے پراسرار راستہ پر جا رہے تھے جس پر وہ خود چل رہی تھی اور جن کو دیکھنے اور سمجھنے کا موقع اس کو گزشتہ ماہ میں بہت کافی مل چکا تھا۔ ان میں سے بیشتر لوگ اس راستہ پر اس سے بہت آگے بڑھ چکے تھے۔ ان میں چہرہ والا ہونٹ کٹا شخص...... ایک ہاتھ والا اینگلو انڈین...... تبتی باشندہ...... اور وہ سکھ...... ان میں کوئی بھی شخص ایک عام فطری انسان نہ تھا اور اگرچہ یہ لوگ ظاہری طور پر دولت مند لوگوں کی سی زندگی بسر کر رہے تھے لیکن دراصل وہ خود اپنی بنائی ہوئی ایک عجیب اور شیطانی دنیا میں پوشیدہ طور پر تھے۔ وہ خود اپنی ذات پر اور ایک دوسرے پر نازاں تھے کہ ان پراسرار طاقتوں کی بناء پر جو کہ ان کو

حاصل ہیں، وہ دنیا کے عام مردوں اور عورتوں سے بلند تر حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ انتہائی ممکن حد تک خود پرست اور سنگدل بھی تھے۔

آج کا دن جو اس نے دیہاتی علاقے کے تازہ سبزہ زاروں اور دریا کے کنارے سہانی دھوپ میں اسد جیسے پرخلوص فطرت، مسرور طبیعت اور دلکش و توانا نوجوان کے ساتھ گزارا تھا اپنے اندر کچھ ایسے اثرات رکھتا ہے کہ اپنے متذکرہ بالا پراسرار ساتھیوں کے متعلق زرینہ کی رائے تبدیل ہو گئی تھی۔ اپنے دل میں ان لوگوں کی طرف سے اب وہ ایک شدید منافرت کا جذبہ محسوس کر رہی تھی اور اس کو یہ سوچ کر حیرت ہوئی تھی کہ اپنی موت کی پیشن گوئی اور پراسرار طاقتوں کو حاصل کرنے کی خواہش نے اس کو اس قدر از خود رفتہ بنا دیا تھا کہ ان ابلیس پرستوں کے بے رحمانہ طرز زندگی کی طرف سے وہ اس قدر طویل عرصے تک بالکل اندھی بن کر رہ گئی تھی۔

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور اپنے سبز لباس کی شکنوں کو درست کرتے ہوئے حتی الامکان خود کو صاف ستھرا بنانے کی کوشش کرنے لگی لیکن کار کے حادثے میں وہ اپنا بیگ کھو چکی تھی اس لئے اس کے پاس نہ تو کوئی پیسہ تھا اور نہ کوئی کنگھا جس سے وہ اپنے بالوں کو سنوار سکتی۔ بہر حال اب جب کہ اس کو جشن گاہ تک پہنچنے سے روکنے میں اسد کامیاب ہو چکا تھا وہ یقیناً پولیس کے لوگوں کو واپس بلا چکا ہو گا۔ یہ محسوس کرتے ہوئے زرینہ نے تیز قدموں کے ساتھ چاند نگر کی مخالف سمت میں اس طرف کو روانہ ہو گئی جس طرف اس کو یقین تھا کہ سالبائی سے دوریالا کو جانے کی اصلی شاہراہ واقع تھی اس کو امید تھی کہ رات بھر کے لئے کوئی عارضی پناہ گاہ تلاش کر لے گی اور پھر صبح کو اپنے شہر کی طرف واپس روانہ ہو جائے گی۔

ابھی دو سو گز کا فاصلہ بھی طے نہ کرنے پائی تھی کہ اس کے راستے میں خاردار آہنی تاروں کا ایک اونچا جنگلہ حائل ہو گیا جو کسی فوجی قیام کے گرد احاطہ کے طور پر بنا ہوا تھا۔ اس لئے زرینہ بائیں طرف مڑ گئی اور جنگلہ کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ مزید دو سو گز کے بعد یہ جنگلہ ختم ہو گیا لیکن ایک بار پھر اس کو ایک اور جنگلہ ملا اور اس کے اوپر کی طرف ایک ریلوے لائن کا اونچا اور ڈھلوان پشتہ نظر آیا۔ اس نے کچھ پس و پیش سا کیا۔ وہ چاند نگر کی طرف واپس مڑنا نہ چاہتی تھی اور سوچ رہی تھی کہ ایسی حالت میں بہترین طریقۂ کار کیا ہونا چاہئے۔ یکایک اس کو محسوس ہوا کہ اس کے قریب ہی تاریکی سمٹ کر ایک خمیدہ پشت سیاہ شکل میں تبدیل ہو گئی ہے۔ بے اختیار چونک کر وہ پیچھے ہٹ گئی لیکن یہ دیکھ کر فوراً ہی سنبھل گئی کہ ظاہر ہونے والی سیاہ شکل محض ایک جھکی ہوئی کمر والی بوڑھی عورت تھی۔

"شاید تم راستہ بھول گئی ہو۔ پیاری بیٹی؟" بوڑھی عورت نے مینڈک کی سی آواز نکالی۔

"ہاں" زرینہ نے تسلیم کیا "کیا مجھے آپ بتا سکتی ہیں کہ میں دوریالا سڑک پر کیسے پہنچ سکوں گی؟"

"میرے ساتھ چلی آؤ بیٹی ۔ میں خود اسی طرف جا رہی ہوں۔" بوڑھی عورت نے کچھ ایسی ٹرٹراتی آواز میں کہا جو کہ ایک پراسرار طریقے پر زرینہ کو نامعلوم طور پر مانوس محسوس ہوتی تھی۔

"شکریہ!" اس نے کہا اور بوڑھی عورت کے ساتھ اس پگڈنڈی پر چل دی جو ریلوے لائن کے پشتہ کے متوازی مغرب کی طرف جاتی تھی لیکن وہ برابر اپنے حافظے کو ٹٹول کر یہ یاد کرنے کی کوشش کر رہی

تھی کہ یہ گلوگیر آواز اس نے پہلے کہاں سنی ہے۔

”مجھے اپنا ہاتھ دو بیٹی !......... میری بوڑھی ٹانگوں کے لئے یہ راستہ کافی خراب ہے۔“ بوڑھی عورت نے کہا اور زرینہ نے خوشی سے اپنا بازو سہارے کے لئے پیش کر دیا۔

اور پھر...... جیسے ہی بوڑھی عورت نے اپنا سوکھا ہوا ہاتھ اس کے بازو پر رکھا یکایک ایک بہت پرانی یاد زرینہ کے دماغ پر سیلاب کی طرح چھا گئی۔

اس یاد کا تعلق ان ایام سے تھا جب زرینہ ایک چھوٹی سی لڑکی کے روپ میں کوہ قاف کے پہاڑی علاقے میں رہتی تھی اور طفلانہ خلوص و محبت کے ساتھ اس نے ایک ایسی خانہ بدوش بوڑھی عورت سے دوستی سی قائم کر لی تھی جو کہ میلے کے موقع پر یا کسی بڑے تہوار کے موقع پر خانہ بدوش قبیلے کے ساتھ گاؤں میں آیا کرتی تھی۔ یہی وہ بوڑھی عورت تھی جس سے زرینہ کو پہلے پہل روحانیت کی عجیب و غریب طاقتوں کا حال معلوم ہوا تھا۔ وہ اکثر پہاڑی ٹیلے کی بلندی سے اتر کر جہاں اس کا مکان تھا گاؤں کے باہر خانہ بدوشوں کے پڑاؤ میں جایا کرتی تھی تا کہ اپنی حیرت زدہ نظروں سے اس بوڑھی عورت مورا کو دیکھے جو کہ نہ جانے کتنی تعجب خیز باتیں جانتی تھی اور پانی سے بھرے ہوئے گلاس میں اپنی نظریں جما کر یا پرانے میلے کچیلے تاش کے پتوں کا مطالعہ کر کے انسانوں کے ماضی اور مستقبل کی باتیں بتا دیا کرتی تھی۔

زرینہ اب تک اپنے تصور میں اس عجیب و غریب تاش کے میلے اور چٹکے ہوئے پتوں کو بخوبی دیکھ سکتی تھی۔ واقعی یہ ایک بالکل انوکھا تاش تھا اور اس کے پتوں پر دلکش تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ اس تاش میں 22 پتے تھے اور ان کے متعلق بعض لوگوں کا یہ خیال تھا کہ یہ تاش کے پتے نہیں بلکہ اس ”کتاب طاحوت“ کے صفحات کی نقل ہیں۔ ”کتاب طاحوت“ ایک ایسی قدیم ترین کتاب مانی جاتی تھی جس میں تمام دنیا کی مکمل عقل و دانش بھری تھی اور جو کہ آٹھ سروں والے ناگ دیوتا نے انسان کو عطا کی تھی۔ دنیا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک تاش کے ان پتوں کو ہزاروں سال سے ایک زبردست خزانہ کی طرح عزیز سمجھا جاتا رہا ہے اور ان کی نقلیں تیار ہوتی رہی تھیں اور اب بھی یورپ کی جدید ترین حکومت گاہوں سے لے کر شنگھائی کے قدیم چائے خانوں تک جہاں کہیں بھی لوگ مستقبل کے اسرار معلوم کرنے کے لئے خاموش و ویران اوقات میں خفیہ طور پر جمع ہوتے تھے وہاں اس قدیم تاش کے پتوں کو اور ان کے معنی سمجھنے والے ماہرین کو ایک عظیم قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

آج رات جب کہ زرینہ اجنبی بوڑھی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف ایک نیم لاشعوری حالت میں چلی جا رہی تھی اس کو بے اختیار تاش کے وہ پتے یاد آ رہے تھے جو اس نے اپنے بچپن میں خانہ بدوش عورت مورا کے پاس دیکھے تھے۔ صرف یہی نہیں بلکہ وہ ان تاش کے پتوں کی صحیح ترتیب اور ان پر بنی ہوئی تصویروں کا مفہوم بھی اپنے تصور میں صاف صاف محسوس کر رہی تھی جو کہ حسب ذیل تھی۔

نمبر 1...... شعبدہ گر اور اس کی میز...... اس تصویر کا مفہوم تھا ذہنی صداقت۔

نمبر 2...... کاہنہ اعظم...... یعنی عقل و دانش۔

نمبر 3...... مہارانی...... رات اور تاریکی۔

نمبر 4...... مہاراجہ...... مدد اور حفاظت۔

نمبر 5...... مذہبی پیشوا...... دوبارہ ملاقات اور صحبت۔

نمبر 6...... عشاق...... یعنی شادی۔

نمبر 7...... رتھ...... فتح اور تاناشاہی۔

نمبر 8...... انصاف کی تصویر جس میں پرندوں جیسے پروں والی ہستی اپنے ہاتھوں میں تلوار اور ترازو اٹھائے ہوئے تھی...... اس تصویر کا مطلب تھا قانون!

نمبر 9...... ایک سنیاسی اپنے ہاتھ میں چراغ لئے ہوئے...... یہ تصویر فلاح و بہبودی کی طرف اشارہ کرتی تھی۔

نمبر 10...... تقدیر کا پہیہ جس کے گرد ایک بلی اور ایک شیطان کی تصویر بنی ہوئی تھی...... اس کا مفہوم تھا کہ کامیابی اور دولت۔

نمبر 11...... ”طاقت“ کی وہ تصویر جس میں ایک عورت کو ایک شیر کے جبڑے زبردستی کھولتے ہوئے دکھایا گیا تھا...... اس کا مطلب تھا اقتدار اور سرداری۔

نمبر 12...... پھانسی دیا ہوا شخص...... اس تصویر میں ایک ایسا شخص دکھایا گیا ہے جس کی داہنی ٹانگ ایک شہتیر میں بندھی ہوئی ہے اور وہ سیم و زر سے بھرے ہوئے دو تھیلے پکڑے ہوئے الٹا لٹک رہا ہے...... یہ تصویر محتاط اور کفایت شعار ہونے کے لئے خبردار کرتی تھی۔

نمبر 13...... موت کی تصویر جس کے ہاتھ میں ایک ہنسیا ہے...... اس کا مطلب تھا بربادی و تباہی۔

نمبر 14...... احتیاط و پرہیز کی تصویر جس میں ایک عورت ایک برتن سے دوسرے برتن میں کوئی رقیق چیز انڈیل رہی ہے...... اس تصویر کا مفہوم تھا اعتدال۔

نمبر 15...... شیطان...... چمگادڑوں جیسے بازو، بکرے جیسا چہرہ اور پیٹ میں سے ایک انسانی سر جھانکتا ہوا...... اس تصویر کا مطلب تھا طاقت اور اندھاپن۔

نمبر 16...... برق زدہ مینار...... جس پر سے لوگ نیچے گر رہے ہیں...... یہ تصویر بدحالی، غربت اور افلاس اور قید و بند کی طرف اشارہ کرتی تھی۔

نمبر 17...... ستارہ...... یہ تصویر دلچسپی کی کمی اور بے نیازی کو ظاہر کرتی تھی۔

نمبر 18...... چاند...... اس کا مطلب تھا قوت گویائی اور دیوانگی۔

نمبر 19...... سورج...... روشنی اور علم۔

نمبر 20...... عدالت کا فیصلہ...... یہ تصویر قوت ارادی کی طرف اشارہ کرتی تھی۔

نمبر 21...... دنیا...... اس تصویر میں ایک برہنہ عورت پیش کی گئی تھی جس کے نیچے ایک بکری اور ایک بیل نظر آتا تھا...... اس کا مفہوم تھا سفر اور جائیداد اور املاک۔

اور اس سے آخر میں تاش کا وہ پتہ تھا جس پر کوئی نمبر نہیں تھا اس پر ایک احمق اور ایک مسخرے کی

تصویر تھی......اس کا مطلب تھا دماغی اختلال، بدمستی اور فضول خرچی۔

بوڑھی مورا ایک بہت ہی مستند اور مہربان استاد ثابت ہوئی تھی اور چھوٹی لڑکی زرینہ بھی ایک پُرشوق طالب علم تھی۔ اگرچہ مورا نے کبھی پراسرار باتیں بتانے میں بخل سے کام نہیں لیا تھا تو چھوٹی زرینہ نے بھی ہمیشہ بڑے شوق و دلچسپی کا مظاہرہ کیا تھا۔ زرینہ کے اس شوق و ذوق کی وجہ غالباً یہی تھی کہ اس کے بچپن کا زمانہ پہاڑی کے اوپر ایک ایسے محل نما مکان میں بسر ہوا تھا جو ایک الگ تھلگ اور ویران مقام پر واقع تھا اور وہ ایک خوفناک حد تک تنہا زندگی بسر کرتی تھی کیونکہ خاندانی روایات کے مدنظر اس کو یہ اجازت دے دی گئی تھی کہ دیہاتیوں کے بچوں کو اپنے کھیل کا ساتھی بنا سکے۔ اگر خود زرینہ کے برابر سماجی رتبہ رکھنے والے بچے کہیں موجود تھے تو وہ اتنی دور تھے کہ زرینہ کے اور ان کے درمیان میلوں تک خوفناک اور ناقابل عبور پہاڑی گھاٹیاں حائل تھیں۔ اس اداس اور بے کیف تنہائی میں بوڑھی خانہ بدوش مورا کی پراسرار باتیں جاننے کا شوق اگر زرینہ کے دل میں برابر بڑھتا ہی جاتا تھا تو کیا تعجب تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اپنی مناسب عمر سے بہت پہلے ہی اس نے زندگی کے تمام راز اس خانہ بدوش عورت سے سیکھ لئے تھے جو اپنی گلوگیر آواز میں زرینہ کو عشق و محبت کے پرستاروں اور عشق و محبت سنایا کرتی تھی۔ جو بڑے مزے لے کر ایسی دواؤں کا تذکرہ کیا کرتی تھی جن کی مدد سے شکی اور مشکوک شوہروں پر نیند طاری ہو جاتی تھی اور جس کو ایسی بہت سی طلسمی جڑی بوٹیاں معلوم تھیں جو انتہائی سرد جذبات رکھنے والے کے دل میں بھی اس عورت کے لئے محبت کی آگ بھڑکا سکتی ہیں جو اس کے پیار کی پیاسی ہو۔

"مورا؟" یکایک زرینہ نے سرگوشی میں کہا "تم...... تم مورا ہی ہو نا؟"

"ہاں میری بچی! ہاں میں مورا ہی ہوں۔" کبڑی بوڑھی نے کہا "بوڑھی مورا آج رات اپنی پیاری بچی کو ٹھیک راستہ پر لگانے کے لئے بڑی دور سے آئی ہے۔"

"لیکن تم...... یہاں...... ہندوستان میں کیسے آئیں؟"

"اس کی فکر نہ کرو۔ میری بچی! اس الجھن میں اپنے دماغ کو پریشان نہ کرو۔ بوڑھی مورا نے ہی تمہیں اس راہ پر شروع میں ڈالا تھا اور آج رات اسی کو بھیجا گیا ہے کہ تمہارے قدموں کو صحیح راستہ بتائے۔"

دہشت کے ایک اچانک احساس نے زرینہ کے قدموں کو ایک ساعت کے لئے روک دیا لیکن فوراً ہی بوڑھی کبڑی عورت کے ہاتھ نے جو اس کے شانے پر رکھا ہوا تھا اس کو ایک نرم طاقت سے آگے دھکیل دیا۔

"لیکن میں جانا نہیں چاہتی۔ نہیں...... میں نہیں چاہتی کہ...... کہ جشن......"

"یہ کیا حماقت ہے؟......" بوڑھی عورت ہنسی "یہ تو وہی راستہ ہے جس پر تم زندگی بھر چلتی رہی ہو اور جو بوڑھی مورا نے تمہیں اس وقت بتایا تھا جب تم ایک چھوٹی سی بچی تھیں۔ آج کی رات وہ رات ہے جس کو بوڑھی مورا نہ جانے کتنے برسوں سے اپنے خوابوں میں دیکھتی رہی ہے۔ وہ رات جب تمام رازوں کے دروازے تم پر کھول دیئے جائیں گے اور تمہیں وہ قوتیں عطا کی جائیں گی جو شاذونادر ہی کسی کو حاصل ہوتی ہیں۔ کس قدر خوش قسمت ہو تم کہ اتنی کمسنی میں ہی تمہیں یہ موقع نصیب ہو رہا ہے۔

بوڑھی عورت کے نرم و شیریں الفاظ کو سن کر زرینہ کے دل میں ایک نیا احساس رینگنے لگا۔ میدان کو پار کرتے وقت وہ اسد کے دلکش چہرے اور اس کی صحت بخش تازگی اور مسرور و پر خلوص شخصیت کا تصور کرتی رہی تھی لیکن اب زرینہ کو کسی چیز نے پیچھے کھینچ کر ایک دوسری دنیا میں دھکیل دیا۔ وہ دنیا جس کا تصور اتنے دنوں تک اس کے خیالات میں چھایا رہا تھا۔ وہ دنیا جس میں بہت تھوڑے سے چنے ہوئے لوگ ہی بظاہر ناممکن کو ممکن بنا سکتے تھے۔ دوسروں کو اپنی قوت ارادی سے جھکا سکتے تھے۔ ان کو عروج کی بلندیوں پر پہنچا سکتے تھے یا زوال کی گہرائیوں میں غرق کر سکتے تھے اور ہر کام پر ان کی راہ میں ناقابل فہم رکاوٹیں پیدا کر سکتے تھے یا ایک شاندار کامیابی کے لئے ان کا راستہ ہموار کر سکتے تھے۔ ایسی زبردست اور بے پناہ قوتوں کو حاصل کرنا یقیناً ایک ایسی نعمت تھی جو دولت سے زیادہ قیمتی اور شہرت سے زیادہ قابل رشک تھی۔ یہ تو وہ بلند ترین اور انتہائی معراج تھی کہ دنیا کے کسی مرد یا عورت کو اس سے آگے ترقی کرنے کا امکان ہی نہیں ہو سکتا! اور اس معراج کو اپنی موت سے پیشتر حاصل کرنے کا تمام پرانا شوق و ذوق ایک بار پھر زرینہ کے دل میں واپس آگیا اور اس کا سارا زاویۂ نظر بدل گیا۔ وہ سوچنے لگی۔ اسد! محض ایک دلچسپ مگر نادان بچہ ہے۔ اقبال جنگ دخل در معقولات کرنے والا ایک احمق ہے جو ان چیزوں میں چھپے ہوئے خطرے کو محسوس نہیں کرتا جن میں دخل اندازی کی کوشش کر رہا ہے۔ طومان ایک قوت و علم کا شہزادہ ہے۔ مجھے تو اس کا ناقابل بیان حد تک ممنون ہونا چاہئے کہ اس نے مجھے اس اعزاز کے قابل سمجھا جو کہ مجھے اب حاصل ہونے والا ہے۔"

"منزل دور نہیں میری بچی!" بوڑھی عورت بولی "اتنی دور نہیں جتنا تم نے سمجھ لیا ہے۔ جشن اعظم دراصل چیل گڑھ والے اس مکان میں نہیں منایا جائے گا۔ وہ مکان تو صرف اس لئے چنا گیا تھا کہ سب لوگ وہاں جمع ہو جائیں اصلی جشن تو ان پہاڑی ٹیلوں کے درمیان یہاں سے صرف چند میل کے فاصلے پر منایا جائے گا۔ میرے ساتھ چلی آؤ اور یقیناً تم کو وہ علم اور وہ طاقت مل جائے گی جس کی تمہیں تلاش ہے۔"

زرینہ کو اپنے دماغ پر ایک خود فراموشی کا پردہ سا گرتا محسوس ہو رہا تھا۔ ذہنی اور جسمانی مستی و نشہ کا ایک احساس سیلاب کی طرح اس کے وجود میں دوڑ رہا تھا۔ اس کو محسوس ہوا کہ آنکھیں بند ہوتی جا رہی ہیں۔ ایک غنودگی میں ڈوبتی جا رہی ہے۔ اس حالت میں وہ بڑبڑائی جیسے خواب میں بول رہی ہو۔

"ہاں۔ علم اور طاقت۔ جلدی کرو مورا! جلدی۔ ورنہ ہمیں دیر ہو جائے گی۔"

اس کا تمام پس و پیش اب اس طرح غائب ہو گیا تھا جیسے سلیٹ کو صاف کر دیا گیا ہے اور اگرچہ اب وہ دونوں بھدی اور موٹی گھاس پر چل رہی تھیں لیکن زرینہ کو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا ایک صاف ہموار راستہ پر جا رہی ہے۔ اس کے پورے دماغ پر اب پھر یہی واحد خیال چھا گیا تھا کہ جشن اعظم میں ٹھیک وقت پر پہنچ جائے۔

"تمہارے ان الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بولنے والی میری سندری زرینہ ہی ہے۔" بوڑھی عورت نے ایک شیریں آواز میں کہا۔ "لیکن خوف مت کرو زرینہ؟ رات ابھی کمسن ہی ہے اور ہم جشن

میں اس وقت سے پہلے ہی پہنچ جائیں گے جب کہ ہمارا آقا اپنے پرستاروں کے سامنے رونما ہونے والا ہے۔"

زرینہ اس طرح چل رہی تھی جیسے بمشکل ہی اپنے شوق وذوق کو دبانے میں کامیاب ہو رہی ہے۔ اس کا خوبصورت سیاہ بالوں والا سر پیچھے کی طرف تنا ہوا تھا اس کی آنکھیں ایک مہیب حد تک پھیل گئی تھیں اور اس کے منہ کے گوشوں کے اعصاب رہ رہ کر سکڑ رہے تھے۔ بوڑھی عورت کی پراسرار تقریر ایک زرو چشمے کی طرح جاری تھی۔

انہوں نے سڑک کو پار کیا لیکن زرینہ کو مورا کی موجودگی کے سوائے اور کسی بات کا بمشکل ہی کوئی احساس تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کے قدم خود بخود ہی اٹھ رہے ہیں۔ ایک طویل اور تھکا دینے والے دن کے باوجود ہر قدم پر ایک نئی طاقت اس کو اپنے جسم میں سنسناتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔

اس نے جب ایک ٹیلے پر چڑھنا شروع کیا تو یکایک اس کو محسوس ہوا کہ کوئی سیاہ اور نرم بالوں والی چیز اس کی ٹانگوں سے مس ہو رہی ہے اس نے نیچے نظر ڈالی تو دیکھا کہ وہ چیز ایک چمکتی ہوئی آنکھوں والی سیاہ بڑی بلی تھی۔

خوف سے وہ چونک پڑی لیکن بوڑھی عورت اندھیرے میں ہنستے ہوئے بولی "ڈرو نہیں۔ یہ اور کچھ نہیں۔ صرف میری پیاری بلی شیرنگ ہے تم بچپن میں اکثر اس کے ساتھ کھیل چکی ہو۔ تمہیں دیکھ کر اب یہ خوش ہو رہی ہے۔"

زرینہ نے ایک ساعت کے لئے رک کر بلی کی نرم بالوں والی کمر کو سہلایا تو وہ محبت سے میاؤں میاؤں کرنے لگی۔

اس کے بعد وہ دونوں تیزی سے آگے بڑھ گئیں۔

ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گھنٹے کے بعد گھنٹے گزر رہے ہیں اور ان کا سفر سبز پوش پہاڑی ٹیلوں پر جاری ہے۔ کبھی وہ پہاڑیوں کے ڈھلوان پہلوؤں پر چڑھتی تھیں اور کبھی پھر ان سنسان وادیوں میں اتر جاتی تھیں جہاں نہ درخت نظر آتے تھے نہ جھونپڑیاں اور نہ کھیت۔ لیکن وہ پورے استقلال کے ساتھ اس خفیہ مقام کی طرف بڑھتی جا رہی تھیں جہاں اس وقت ابلیس پرست جمع ہو چکے تھے۔

آخر کار مورا جو زرینہ کے بائیں طرف چل رہی تھی یکایک رک گئی اور اپنے سوکھے ہڈیوں والے ہاتھ سے اس کا بازو پکڑ لیا۔

"اپنی آنکھیں بند کر لو پیاری زرینہ۔" اس نے ایک تیز سرگوشی میں کہا "اپنی آنکھیں بند کر لو۔ یہاں کچھ ایسی چیزیں ہیں جن کو دیکھنا تمہارے لئے اچھا نہیں۔ میں تمہاری رہنمائی کروں گی۔"

زرینہ نے اضطراری طور پر ایک مشین کی طرح ان الفاظ پر عمل کیا اور اگرچہ اب وہ اس ناہموار خراب زمین کو نہیں دیکھ سکتی تھی جس پر وہ دونوں چل رہی تھیں لیکن پھر بھی نہ تو اس کو کوئی ٹھوکر لگ رہی تھی اور نہ اس کے قدم لڑکھڑاتے تھے۔ اس کے برعکس وہ اسی آسانی سے چل رہی تھی جیسے کسی صاف ہموار سڑک پر تیزی سے جا رہی ہو۔

یکایک ایک عجیب احساس نے اس کو چونکا دیا۔

اس کو محسوس ہوا کہ بوڑھی عورت کے ساتھ اب وہ تنہا نہ تھی بلکہ اس کے داہنے ہاتھ کی طرف ان کے ساتھ ساتھ اب کوئی تیسرا شخص بھی چل رہا تھا۔ اسی وقت اس کو ایک ہلکی آواز سنائی دی۔ ایک چاندی اور گھنٹی کی طرح شیریں آواز!

"زرینہ! میری پیاری بیٹی..... میری طرف دیکھ! میں التجا کرتی ہوں...!"

زرینہ کو محسوس ہوا جیسے یہ ایک ایسی آواز تھی جس سے اس کو بڑی محبت رہ چکی ہے۔ اس آواز کو سن کر اس کے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اس کے حواس پر لٹکا ہوا پردہ ایک منٹ کے لئے اوپر اٹھ گیا اور اس نے پھر آنکھیں کھول دیں۔

اپنی داہنی طرف سے اس نے اپنی ماں کی شکل دیکھی۔ بے شک یہ اس کی ماں ہی تھی۔

اس وقت وہ ایک سفید لباس میں ملبوس تھی۔ یہ لباس وہی تھا جو زرینہ نے اپنی ماں کو آخری بار پہنے ہوئے دیکھا تھا۔ اس کو خوب یاد تھا کہ اس کی ماں ایک دعوت میں گئی تھی اور وہاں ایک اچانک قلبی دورہ کی وجہ سے مر گئی تھی۔ اس وقت یہی سفید لباس اس کے جسم پر تھا! زرینہ نے دیکھا کہ اس کی ماں کی گردن میں موتیوں کی ایک موٹی لڑی پڑی ہوئی تھی اور اس کے سر پر ہیروں کے ستاروں کا بنا ہوا ایک نصف حلقہ جگمگا رہا تھا تاریکی میں اس کا جسم ایک عجیب غیر فطری روشنی میں چمک رہا تھا اور تراشے ہوئے بلور کی طرح صاف اور شفاف محسوس ہوتا تھا۔

"میری عزیز بچی" آواز نے پھر کہنا شروع کیا "یہ میری حماقت تھی کہ میں نے تمہاری "باطنی نگاہ" اور روحانی شوق کی ہمت بڑھائی۔ تمہارے اس شوق نے تمہیں ایک ہیبت ناک تباہی کے خطرے میں ڈال دیا ہے۔ لیکن ابھی کافی وقت باقی ہے اور تم سے التجا کرتی ہوں کہ فوراً پیچھے ہٹ جاؤ۔"

بوڑھی مورا کا ہاتھ زرینہ کے شانے پر رکھا ہوا اس کو برابر آگے بڑھنے پر مجبور کر رہا تھا لیکن اس کے باوجود یہ پہلا موقع تھا کہ زرینہ کے قدم لمبی گھاس میں لڑکھڑا گئے اور ایک جھٹکے کے ذریعے اپنے بازو کو مورا کی گرفت سے آزاد کرتے رہے وہ بے حس و حرکت کھڑی رہی۔ باطنی روشنی کی ایک چمک بجلی کی لہر کی طرح اس کے معطل دماغ کی تاریکی کو چیرتی چلی گئی اور اس کی سمجھ میں آگیا کہ بوڑھی مورا کوئی زندہ ہستی نہ تھی بلکہ ایک شیطانی روح تھی جو کہ اس کو شیطانی جشن کی طرف لے جانے کے لئے بھیجی گئی تھی اور اس آخری وقت میں اس کی ماں ایک نیکی کا فرشتہ بن کر دوسری دنیا سے نازل ہوئی تھی تا کہ ایک بار پھر اس کو پاکیزہ و مقدس چیزوں کی پناہ میں واپس لے جا سکے۔

اس کے بائیں طرف مورا برابر بڑبڑا رہی تھی اور ایک خوفناک شدت و قوت کے ساتھ اس کو آگے قدم بڑھانے پر مجبور کر رہی تھی۔ "پراسرار طاقت"...... "زندگی کی معراج"...... "دنیا کی تمام چیزوں پر قبضہ و اقتدار"...... یہ الفاظ بار بار مورا کی طوفانی تقریر میں آ رہے تھے شاید یہ اسی تقریر کا اثر تھا کہ زرینہ چند قدم آگے بڑھ گئی لیکن اسی وقت اس کی ماں کی التجا کرتی ہوئی آواز ایک بار پھر اس کے کانوں میں صاف سنائی دی۔

"زرینہ!...... میری پیاری بچی! تمہارے سامنے نمودار ہونے کی اجازت مجھے صرف اس لئے ہے کہ تم ایک زبردست خطرے میں ہو لیکن میں بہت تھوڑی دیر ٹھہر سکتی ہوں۔ مجھے پہلے ہی واپس بلایا جا چکا ہے۔ میں اس محبت کا واسطہ دے کر جو کبھی ہم دونوں میں موجود تھی تم سے کہتی ہوں کہ آگے نہ جاؤ۔ تمہاری زندگی میں ایک بہتر و اعلیٰ تر اثر و قوت بھی موجود ہے۔ ابھی وقت ہے اس پر بھروسہ کر لو اور پاکیزہ قوتوں کی رہنمائی پر عمل کرو ورنہ تمہیں گھسیٹ کر دوزخ کی گہرائیوں میں پھینک دیا جائے گا اور ہم دونوں پھر کبھی بھی ایک دوسرے سے نہ مل سکیں گے۔"

یکا یک آواز تبدیل ہو گئی اس میں سختی و تحکم پیدا ہو گیا۔ "واپس چلی جا۔ مورا۔ واپس! اس دنیا جہاں سے تو آئی ہے۔ میں تجھے حکم دیتی ہوں اس خدا کے نام پر جو تمام زمینوں اور آسمانوں کا مالک ہے۔

اچانک آواز ایک درد انگیز کراہ کی شکل میں تبدیل ہو کر خاموش ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پاکیزہ روح کو زبردستی واپس بلا لیا گیا تھا اور مورا کی شیطانی روح کو وہ جو حکم دینا چاہتی تھی وہ نامکمل رہ گیا تھا۔

زرینہ کے منہ سے ایک وحشیانہ چیخ نکلی اور اپنے ہاتھ آگے پھیلائے ہوئے وہ بے اختیار اس طرف جھپٹ پڑی جس جگہ اس کی ماں دھوئیں جیسی سفید شکل میں اس طرح نمودار ہوئی تھی جیسے پانی سمٹ کر ایک نورانی وجود میں تبدیل ہو گئی ہو۔ لیکن اب وہاں کچھ بھی موجود نہ تھا۔ ایک سیکنڈ قبل جہاں اس کی ماں کی روح نظر آ رہی تھی اب وہاں صرف ہلکی ہوا لمبی گھاس کو لہرا رہی تھی۔

ایک شدید تھکاوٹ کے احساس نے زرینہ کے شانوں کو جھکا دیا۔ وہ ایک بار بوڑھی مورا اور اپنے طرف مڑی لیکن وہ دونوں بھی غائب ہو چکی تھیں!

زرینہ دوزانو ہو گئی اور دعا کرنے لگی۔ ابتدا میں اس کی دعا میں جوش و اضطراب بھرا ہوا محسوس ہوتا تھا لیکن رفتہ رفتہ اس کی شدت کم ہوتی گئی یہاں تک کہ اس کی زبان الفاظ میں الجھ کر لڑکھڑانے لگی آخر کار وہ خاموش ہو گئی تقریباً غیر شعوری حالت میں وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ رات کی ہوا نرمی کے ساتھ اس کے بالوں سے کھیل رہی تھی۔ اس وقت اس نے محسوس کیا وہ ایک پہاڑی کی چوٹی پر کھڑی ہوئی ہے اور نیچے اس کی نظر کے سامنے ایک وادی پھیلی ہوئی ہے۔

یکا یک ایک نئے بے پناہ خوف نے اس کے دل کو اپنی گرفت میں جکڑ لیا کیونکہ اس نے اپنے نیچے وادی میں دیکھا کہ نیلی روشنی والی شمعوں کے حلقے کے قریب ابلیس پرستوں کا ہجوم اپنی شیطانی رسم کی ادائیگی کے لئے جمع تھا۔ یہ منظر دیکھ کر زرینہ سمجھ گئی کہ شیطانی قوتوں نے پراسرار طور پر اس کے قدموں کی رہنمائی کر کے اس مقام پر پہنچا دیا تھا جہاں شیطانی جشن ہونے والا تھا تاکہ وہ چاروناچار اس میں شرکت کرے۔

کچھ دیر تک وہ اسی طرح کھڑی رہی۔ اس کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا اور دہشت و تشویش کی لہریں جلد جلد اس کے جسم میں دوڑ رہی تھیں۔ وہ سر سے پاؤں تک کانپ رہی تھی اس کے دل کا بے اختیار تقاضا تھا کہ یہاں سے واپس بھاگ جائے اور رات کی گہری اور محفوظ تاریکیوں میں خود کو چھپا لے لیکن اس کو محسوس

ہوا کہ کوشش کے باوجود اس خوفناک شیطانی شکل کی طرف سے اپنی نظریں نہیں ہٹا سکتی جو چٹانی تخت پر بیٹھی ہوئی تھی اور جس کے سامنے ابلیس پرست اپنا نذرانۂ عقیدت پیش کر رہے تھے۔ زرینہ کو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی پراسرار طاقت نے اس کے قدموں کو زمین پر مضبوطی سے جما دیا تھا اور اگرچہ اس کے کانوں میں اس کی ماں کی تنبیہہ کے آخری الفاظ اب تک گونج رہے تھے لیکن وہ کسی طرح بھی اپنی جمی ہوئی نظر اس شیطانی عمل کی طرف سے نہ ہٹا سکی جس کے چاروں طرف پہاڑی سے تقریباً سو گز نیچے خوفناک جشن کی تقریب ادا کی جا رہی تھی۔

یکا یک زرینہ کو محسوس ہوا کہ اس کے لئے وقت کا وجود ہی ختم ہو گیا ہے۔ ایک غیر ارضی سردی کا احساس نیچے وادی سے ابل کر رینگتا ہوا اس کی طرف آ رہا تھا اور اس کے قدموں کے چاروں طرف اس طرح غیر مرئی حلقوں کی شکل میں گردش کر رہا تھا کہ جیسے کسی گرم سمندر پر نہانے والے کے جسم پر اچانک پانی کی ایک سرد موج آ کر ٹکرانے لگے۔ سردی کا احساس رینگتا ہوا زرینہ کے سینہ تک پہنچ گیا۔ اس کے اعضاء مفلوج ہو گئے اور اس کے دماغ کی صلاحیتوں پر مردنی طاری ہونے لگی۔ یہاں تک کہ درد کی اذیت کے عالم میں اس کا دل چاہا کہ زور سے چلا پڑے۔ لیکن اس کے لبوں سے آواز نہ نکل سکی۔ پتھر کے مجسمے کی طرح وہ خاموش کھڑی ہوئی نفرت و کراہت کے ساتھ ابلیس پرستوں کی خوفناک ضیافت کا نظارہ دیکھتی رہی لیکن جب اس نے سیاہ پوش شکلوں کو شراب کی بوتلیں اپنے حلق میں انڈیلتے ہوئے دیکھا تو یکا یک زرینہ کو یہ خوفناک زبردست خواہش محسوس ہوئی کہ وہ بھی شراب پی سکتی۔

اگرچہ اس کے اعضاء برف کی طرح سرد تھے لیکن اس کا منہ شدید گرمی سے خشک معلوم ہوتا تھا اور اس کا حلق ایک شدید جلن کی وجہ سے متورم ہو گیا تھا۔ وہ بیتاب تھی کہ دوڑتی ہوئی پہاڑ کے ڈھال سے اتر جائے اور ان میں سے ایک بوتل چھین کر اپنی خوفناک پیاس کو بجھا لے۔ لیکن اس خواہش کے باوجود وہ اپنی جگہ سے نہ ہل سکی۔ اس کا اعلیٰ شعور اس کو روکے ہوئے تھا اس کی ماں کی شکل اس کی مادی نگاہوں سے غائب ہو چکی تھی لیکن اس کے ذہن پر ابھی تک صاف صاف اس کی تصویر روشن تھی۔

دنیا کی مختلف مقدس عبادت گاہوں سے چرائے ہوئے تبرکات کی بے حرمتی دیکھ کر زرینہ کے سارے جسم پر شدید کپکپی طاری ہو گئی۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کرنے کی کوشش کی لیکن بیکار۔ اس کی آنکھیں اسی طرح کھلی ہوئی اس خوفناک و حیرت انگیز منظر کو دیکھنے پر مجبور تھیں اور ان میں سے آنسوؤں کی دھاریں ابل کر اس کے رخساروں پر بہہ رہی تھیں۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی کوشش کی لیکن اس کے ہاتھوں نے جو کہ خوفناک سردی کے اثر سے مفلوج و معطل ہو کر رہ گئے تھے اس کے دماغ کے حکم کو ماننے سے انکار کر دیا اور اس کے پہلوؤں میں اسی طرح بیکار و بے جان طریقے پر لٹکے رہے۔ یہی نہیں بلکہ اس کی متورم زبان نے بولنے سے جواب دیدیا اور اس کا دماغ بھی یکدم اس طرح خالی ہو گیا کہ دعاؤں کا ایک لفظ بھی اس کو یاد نہ آ سکا۔ ایک اچانک اور ہولناک وضاحت کے ساتھ زرینہ کو یہ محسوس ہو گیا کہ شیطانی جشن پر ایک نظر ڈالنا ہی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کو مردہ کرنے کے لئے کافی تھا اور اب تک اس کو اس شیطانی جشن میں شرکت کرنے کی خواہش رہی تھی وہ ایک کھلے ہوئے پاگل پن کا نتیجہ

تھی اور یہ پاگل پن ایک تباہ کن چھوت کی بیماری کی طرح اس کو ان لوگوں کی محبت سے لگ گئی تھی جو ابلیس پرست ہونے کی وجہ سے ایک غیر فطری مخلوق بن گئے تھے اور ایک وحشت ناک دیوانگی کا شکار ہو چکے تھے۔

اس نے بار بار جدوجہد کی کہ دوزانو ہو کر دعا مانگے اور خود کو اپنی موجودہ خوفناک بے بسی سے آزاد کر لے لیکن بیکار۔ اس کو محسوس ہوتا تھا کہ ایک غیر مرئی شیطانی طاقت نے اس کو جکڑ لیا ہے وہ ایک ساعت کے لئے بھی اپنی نظر روشنی کے اس چھوٹے حلقے سے نہ ہٹا سکی جو کہ پراسرار وادی کی تاریکی کے درمیان بڑی وضاحت کے ساتھ نمایاں نظر آ رہا تھا۔

اس نے ابلیس پرستوں کو اپنی قبائیں اتارتے ہوئے دیکھا اور ایک بار پھر کانپ گئی۔ اپنے شیطانی رقص کی نفرت انگیز عریانی میں ان کو ایک دوسرے پر لڑھکتے ہوئے دیکھ کر زرینہ کی روح پر دردناک کی لرزش طاری ہو گئی۔ ایک سمت اس کو بوڑھی مادام عرفی پر نظر پڑی جو اپنے خوفناک کولہوں ہولناک موٹاپے کو لئے ہوئے ایک شیطانی قوت کے زیر اثر جوانی کی اس شدت و جوش کے ساتھ ناچ رہی تھی جیسے وہ ایک نوعمر لڑکی ہے جو کہ ابھی ابھی سن بلوغ کو پہنچی ہے! دوسری طرف کالا کلوٹا سکھ بھی موجود تھا۔ انتہائی خوفناک رقص میں بدمست! ایک گوشے میں بنگالی عورت بھی ناچ رہی تھی دبلی پتلی۔ اور وہ اینگلو انڈین بھی کچھ دور نہ تھا۔ وہ اپنے کٹے ہوئے سوکھے ہاتھ کو ہوا میں لہراتا ہوا اپنے برمی دوست کے قریب ہی ناچ رہا تھا جس کی توند ایک چینی دیوتا کی طرح آگے کو نکلی ہوئی تھی۔

"یہ لوگ پاگل ہیں...... پاگل......" زرینہ نے بے اختیار ان الفاظ کو اپنے دماغ میں گونجتا ہوا محسوس کیا۔ وہ اپنی جگہ کھڑی ہوئی ادھر ادھر ہچکولے کھا رہی تھی۔ آنسو شدت سے اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔ اس کے ہاتھ خودبخود اینٹھ رہے تھے اور برفانی ہوا میں اس کے دانت بج رہے تھے۔

بے ربط سازوں کی ایک بلند چیخ کے ساتھ رقص بند ہو گیا اور اب ابلیس پرستوں کا یہ غول بیابانی شیطانی تخت کے سامنے ایک ڈھیر کی صورت میں زمین پر گر پڑا۔ واپس جانے کی ایک اور کوشش کرتے ہوئے بھی زرینہ کے دل میں یہ جاننے کی خواہش پیدا ہوئی کہ اب اس کے بعد کیا ہونے والا ہے۔ اسی وقت اس نے دیکھا کہ ہجوم میں سے سلیمان کو نکال کر باہر لایا گیا اور وہ فوراً ہی سمجھ گئی کہ اب سلیمان کو خود شیطانی مذہب میں داخل کرنے کی رسم ادا کی جانے والی ہے۔ اس احساس کے ساتھ ہی زرینہ کو ایک نئے خطرے کا بھی احساس ہوا۔ اس نے دیکھا کہ اس کے ارادہ کے بغیر ہی اس کے قدموں نے حرکت کرنا شروع کر دی تھی۔

ایک ناقابل بیان دہشت کے عالم میں اس کو محسوس ہوا کہ وہ بالکل بے اختیار ایک کٹھ پتلی کی طرح ایک کے بعد دوسرا قدم اٹھاتی ہوئی آہستہ آہستہ پہاڑی سے نیچے اتر رہی تھی۔ اس نے چلانا چاہا لیکن اس کی آواز مردہ ہو کر رہ گئی۔ اس نے خود کو پیچھے کی طرف گرا دینا چاہا لیکن اس کا جسم پتھر کی طرح سخت ہو گیا اور ایک پراسرار بے پناہ طاقت اس کے قدموں کو آگے ہی بڑھاتے لے چلی۔ اس کا ہر قدم خود بخود زمین سے چند انچ اوپر اٹھ جاتا تھا اور خود بخود آگے بڑھ جاتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اپنے ارادے کی ہر

ت کے ساتھ شیطانی قوت کا مقابلہ کرنے کے باوجود زرینہ نے دیکھا کہ اس کو آہستہ آہستہ مگر یقینی طور پر پہاڑی سے نیچے کھینچ کر لایا جا رہا تھا تاکہ وہ بھی اسی کی طرح شیطانی مذہب میں داخل ہونے کی رسم پوری کر سکے۔

آہستہ وغیر ارضی موسیقی بند ہو گئی۔ وادی میں ایک مکمل سکوت طاری تھا۔ آخر کار زرینہ ان ذلیل و وحشی ابلیس پرستوں سے دس گز کے فاصلے پر پہنچ گئی کہ شیطانی بکرا تخت کے چاروں طرف کچھ بڑبڑاتے ہوئے منڈلا رہا تھا ایک شدید ترین خوف کے عالم میں ایک کراہ اس کے منہ سے نکلی۔ اس نے دیکھا کہ اگرچہ وہ ابھی تک تاریکی میں چھپی ہوئی تھی لیکن پھر بھی خوفناک سینگوں والے شیطانی بکرے کی نگاہوں نے اس کو تلاش کر لیا تھا اور اس کی آتشیں آنکھیں زرینہ کی طرف جمی ہوئی تھیں۔

زرینہ کو یقین ہو گیا کہ نجات کا اب کوئی راستہ نہیں۔ اس کی ماں نے اور اسد نے اس کو خبردار کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اس وقت جب کہ وقت نکل چکا تھا۔ وہ جن پراسرار طاقتوں کی مالک بننا چاہتی تھی اب وہی طاقتیں اس کو اپنے قبضے میں جکڑے ہوئی تھیں اور ہمیشہ کے لئے اپنا غلام بنا لینا چاہتی تھیں۔ اپنے جسم اور روح کی تمام لرزشوں کے باوجود اب اس کو اس شیطانی رسم کی ادائیگی کرنے کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس رسم کی ادائیگی کا نتیجہ ایک مکمل تباہی ہو گا اور روح کو ہمیشہ کے لئے دوزخ کی عمیق ترین گہرائیوں میں پھینک دیا جائے گا۔ زرینہ کے پاس حکم کی تعمیل کے علاوہ اور کوئی راستہ باقی نہ تھا۔

اپنے پختہ کار دوست اقبال جنگ کو بے قابو، بدحواس اور نڈھال دیکھ کر اسد کی قوت برداشت نے بھی جواب دے دیا۔ خود اس کی پیشانی پر بھی وحشت و خوف کا سرد پسینہ پھوٹ آیا تھا لیکن پھر بھی وہ ابھی تک اپنے خوف سے جنگ کرنے کی کوشش کئے جا رہا تھا اقبال جنگ اس کا دوست ہی نہیں بلکہ اس کا رہنما بھی تھا جس نے اب تک بعض بدترین اور خطرناک ترین ناگہانی حالات میں اس کی رہنمائی کی تھی اور جس کی ہمت و دانش پر اس نے متعدد بار بھروسہ کیا تھا لہٰذا اس وقت اقبال جنگ کو بے قابو و بے بس ہوتے دیکھ کر اسد کے ہاتھ پاؤں پھول جانا ایک فطرتی بات تھی لیکن چند لمحات کے بعد ہی اسد خود کو سنبھالنے میں کامیاب ہو گیا۔ اپنے بوڑھے دوست کی بدحالی کو دیکھ کر اسد کے دل پر ایک اور رد عمل شروع ہوا اور اس کے دل میں ایک نئی ذمہ داری کا احساس ابھرنے لگا۔ اس نے محسوس کیا کہ موجودہ حالات میں اقبال جنگ کو سنبھالنا اس کا فرض ہے۔ اس کی دیانت دارانہ اور فیاض فطرت نے اس کو یہ محسوس کرنے پر مجبور کیا کہ موجودہ حالات میں اگر اقبال جنگ کی ہمت اس کے مقابلے میں کمزور ثابت ہو رہی ہے تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اقبال جنگ کو اس کے مقابلے میں ان خطرات کی نوعیت کا کہیں زیادہ علم ہے جو کہ اس وقت ان کے سامنے موجود ہیں۔ اسد نے دل میں اعتراف کیا کہ اگر وہ موجودہ حالات کو اتنا ہی مکمل طور پر سمجھ سکتا جتنا کہ اقبال جنگ سمجھ رہا ہے تو وہ بھی اقبال جنگ کی طرح بے قابو ہو جاتا یا شاید اس کی حالت اور بھی بدتر ہو جاتی۔ لہٰذا موجودہ صورتحال بالکل ایسی ہی تھی جیسے کسی جنگ میں بوڑھا اور تجربہ کار سپہ سالار زخمی ہو کر معذور ہو چکا ہو۔ ایسی حالت میں اسد نے اپنا فرض محسوس کیا کہ جنگ کی کمان اپنے

ہاتھ میں سنبھال لے اور معذور سپہ سالار کی خالی جگہ کو بھر دے۔

"نہیں۔ ہم اس شیطانی کھیل کو جاری رہنے کی اجازت نہیں دے سکتے!" اس نے جھک کر اقبال جنگ کے کانپتے ہوئے شانوں کے گرد اپنا بازو حائل کرتے ہوئے یکایک ایک نئی ہمت واستقلال سے کہا۔ "آپ اسی جگہ ٹھہریں! میں مقابلے کے لئے آگے جاتا ہوں۔"

"نہیں...... نہیں...... اسد!" نواب اقبال نے اس کا کوٹ پکڑ لیا۔ "وہ تمہیں دیکھتے ہی مار ڈالیں گے۔"

"مار ڈالیں گے؟ کیا میں چیونٹی ہوں؟" اسد تلخی سے ہنسا۔ "بہر حال میری موت بھی مفید ہی ہو گی۔ آپ ان کے خلاف جرم قتل عائد کر سکیں گے اور اس جرم کو پولیس آسانی سے سمجھ سکے گی۔ ان کے خلاف کارروائی بھی تیار ہو جائے گی۔ میری تسکین کے لئے یہ تصور کافی ہے کہ اگر یہ شیطان مجھے ہلاک کر دیں گے تو آپ ان کو پھانسی پر لٹکا سکیں گے۔"

"ٹھہرو! میں تمہیں تنہا نہیں جانے دوں گا۔" نواب لڑکھڑاتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ "کیا تم یہ بھول گئے؟ موت ہی وہ چیز ہے جس سے میں دنیا میں سب سے کم ڈرتا ہوں؟ اس شیطانی بکرے کی آنکھوں سے نکلنے والی صرف ایک نظر تمہیں ایک دم پاگل بنا سکتی ہے۔ اس صورت میں پولیس کے سامنے پیش کرنے کے لئے کیا چیز باقی رہے گی؟ ملک کے پاگل خانوں میں دیوانوں کی نصف تعداد ایسی ہو سکتی ہے جو کسی مرض یا خرابی کی وجہ سے پاگل ہیں لیکن باقی نصف تعداد کی دیوانگی کی اصل وجہ شیطانی اثرات ہیں۔ ان لوگوں نے ایسی وحشت ناک چیزوں کو دیکھنے کی کوشش کی جو ان کے دیکھنے کے لئے نہ تھیں اور اسی وجہ سے ان کے دماغوں پر شیطانی اثرات کا قبضہ ہو گیا۔ کیا تم اس بھیانک خطرے کو محسوس نہیں کرتے؟"

"مجھے یہ خطرہ مول لینا ہی پڑے گا۔" اسد نے مرنے مارنے کا عزم کرتے ہوئے کہا۔ اس نے گردن میں گلابی تسبیح میں لٹکا ہوا طلائی چاند اوپر اٹھایا اور بولا "یہ خدا کی پاک قوتوں کا ایک نشان ہے۔ میری حفاظت کرے گا کیونکہ میرا پختہ عقیدہ ہے کہ اس نشان میں ایسی قوتیں موجود ہیں۔"

"اچھا تو خیر...... لیکن سنو! ہم لوگوں پر پاگل پن سے بھی زیادہ ایک اور نہایت پریشان کن خوفناک مصیبت نازل ہو سکتی ہے۔ یہ ہماری موجودہ زندگی تو کوئی چیز نہیں...... میں دوسری زندگی کے متعلق سوچ رہا ہوں...... موت کے بعد کی زندگی! شیطانی اثرات وہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔ اوہ!...... معبود!...... کاش! کسی طرح صبح ہو جاتی یا ہمارے پاس کوئی ایسی روشنی ہوتی جو ہم ان ظلمت کے پرستاروں پر ڈال سکتے!!"

اسد ایک قدم آگے بڑھا "اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ ہمارا سامنا کس چیز سے ہو گا تو ہم ایک موٹر کار پر ایک بڑی سرچ لائٹ اپنے ساتھ لے آتے۔ روشنی میں اگر وہی طاقت ہے جو آپ بتلاتے ہیں تو یہ سرچ لائٹ اس شیطانی غول کا دماغ درست کر دیتی!...... لیکن اب ان خیالات میں پڑنے سے فائدہ نہیں۔ ہمیں فوراً آگے بڑھنا چاہئے۔"

"نہیں...... ٹھہرو!" اقبال جنگ ایک نئے جوش سے بولا "ایک ترکیب سمجھ میں آئی ہے...... آؤ جلد!"

یہ کہتے ہوئے مڑا اور جھک کر تیزی سے دوڑتا ہوا پہاڑی کے اوپر چڑھنے لگا۔

اسد نے اس کی تقلید کی اور جب اقبال جنگ چوٹی پر پہنچا تو اسد بھی اس کے پاس آ گیا تھا۔

"کون سی تدبیر ہے وہ؟" اسد نے پوچھا۔ گھنٹوں کے بعد پہلی مرتبہ وہ اپنی فطری آواز میں بولا تھا۔

"موٹر کار!" اقبال جنگ نے ہانپتے ہوئے کہا اور اونچی سخت گھاس میں افتاں خیزاں وہ اس مقام پر جا پہنچا جہاں ان لوگوں نے اپنی ہسپانو گاڑی چھوڑ دی تھی "کسی طرح کا بھی حملہ ان لوگوں پر کرنا ایک ہولناک خطرہ ہے لیکن پھر بھی ہم جو حملہ کرنے جا رہے ہیں اس میں کچھ نہ کچھ کامیابی کا امکان ضرور ہے۔"

اسد نے گاڑی کا دروازہ کھولا۔ اقبال جنگ اچک کر اندر پہنچا اور انجن اسٹارٹ کر دیا۔ گاڑی نہایت اعلیٰ قسم کی تھی جب وہ تاریکی میں اونچی نیچی زمین پر جھٹکے کھاتی ہوئی پہاڑی کے پہلو کی طرف بڑھی تو اس کے انجن میں سے بہت ہی نرم اور دھیمی آواز نکل رہی تھی۔

"تم گاڑی کے پائیدان پر کھڑے ہو جاؤ...... اسد!" اقبال جنگ نے عجلت سے کہا...... ایک بار پھر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اس کے وجود میں فولادی ارادہ کی پرانی طاقت پھر ابھر آئی تھی...... "کامیابی کا چانس اتنا کم ہے کہ اسے دیوانگی ہی کہا جا سکتا ہے کیونکہ نوّے فیصدی یہی خطرہ ہے کہ پہاڑی کی دوسری طرف ہماری گاڑی پھنس کر رہ جائے گی لیکن کچھ بھی ہو یہ کھیل کھیلنا ہی پڑے گا۔ میں ڈھال پر گاڑی کا انجن بند کر کے گاڑی کو دوڑاؤں گا۔ جیسے ہی بعد میں انجن اسٹارٹ کروں تم فوراً گاڑی کے تیز لیمپ روشن کر دینا اور پھر یاد رکھو جیسے ہی ہم نزدیک سے گزریں تمہیں چاہئے کہ اپنا ہاتھی دانت والا بڑا چاند سیدھا اس خوفناک شے پر کھینچ مارو جو تخت پر نظر آتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی کوشش کرو اور سلیمان کی گردن پکڑ لو۔"

"بالکل ٹھیک!" اسد اچانک ہنس پڑا۔ کیونکہ اب جب کہ وہ عملی میدان میں بڑھ رہے تھے اس کا تمام اعصابی تناؤ دور ہو گیا تھا۔

چوٹی پر آ کر اقبال جنگ نے گاڑی کا انجن بند کر دیا۔ ڈھال پر گاڑی خاموشی سے بڑھنے لگی اور ہر قدم پر اس کی رفتار تیز ہونے لگی۔ چند ہی سیکنڈ میں یہ لوگ قریب ترین ابلیس پرستوں کے سر پر جا پہنچے۔ اقبال جنگ نے انجن اسٹارٹ کیا پورے زور سے...... اور اسد نے گاڑی کے طاقتور لیمپ روشن کر دیئے۔

بادلوں کی خوفناک گرج کی طرح وادی کی خاموشی میں ایک زلزلہ خیز ہنگامہ برپا ہو گیا جیسے کوئی دیو پیکر ہوائی جہاز ابر پوش آسمان میں سے پوری قوت کے ساتھ اس شیطانی غول پر غوطہ لگا رہا ہو!...... اسی لمحہ پورا منظر اور منظر کی تمام تر ہولناکیاں ایک چکاچوند پیدا کرنے والی روشنی کے سیلاب میں چمک اٹھیں جو کہ دہشت ناک رفتار سے اس غول شیطانی کی طرف بڑھتا آ رہا تھا۔ طاقتور گاڑی کودتی ہوئی آگے بڑھی۔

شعاعوں کے طوفان نے وادی میں جمع ہونے والے ابلیس پرستوں کے عریاں جسموں کو نظر سوز تماشے میں تبدیل کر دیا۔ اقبال جنگ نے خدا کی برتر قوتوں پر مکمل ایمان رکھتے ہوئے اور اپنی حفاظت کی

دعا کرتے ہوئے گاڑی کو سیدھا اس سمت بڑھا دیا جہاں شیطانی تخت پر وہ شیطانی بکرا موجود تھا۔

ان اندھا کر دینے والی روشنیوں کی پہلی چمک پر جو کہ پوری قوت سے ابلیس پرستوں پر نازل ہوئی تھی غول کے تمام آدمی چیختے چلاتے خود کو کسی آڑ میں چھپانے کے لئے ادھر ادھر دوڑ پڑے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا خوفناک خوابوں کی دنیا سے کوئی ہولناک دیو ایک حقیقت بن کر نکل آیا ہے اور اپنی بڑی بڑی بھیانک آنکھیں چمکاتا ہوا اردگرد کی تاریکی میں سے یکایک ان لوگوں پر جھپٹ پڑا ہے...... اس خوفناک روشنی کے اس حملے کا اثر بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے غیظ آلود ہجوم پر یکایک آگ بجھانے والے انجن کا پائپ کھول دیا جائے!

ان کی دیوانگی آمیز رنگ رلیاں ایک دم مر گئیں۔ شراب سے پیدا ہونے والا جھوٹا احساس مسرت، نشہ پیدا کرنے والی جڑی بوٹیوں کے دھوئیں کے اثرات اور ان نشہ آور روغنیات کی مستی جو انہوں نے اپنے جسموں پر ملے تھے۔ یہ تمام چیزیں غائب ہو گئیں۔ ان کو ایسا محسوس ہوا جیسے نشہ کی نیند میں کوئی بھیانک خواب دیکھ کر اچانک ان کی آنکھ کھل گئی ہے اور اب وہ پہلی بار خود کو عریاں اور معذور و مجبور محسوس کر رہے ہیں۔

کچھ دیر تک ان میں سے بعض لوگ یہ سمجھتے رہے کہ ان کی زندگی کا اختتام آ پہنچا ہے اور ظلمت کی شیطانی طاقت نے ان کی روحوں کو اپنے قبضے میں کر کے اپنے شیطانی مقاصد کے لئے کسی دوسری دنیا کی طرف بھیج دیا ہے۔ دوسرے لوگ جو شیطانی مذہب کے اسرار اور باریکیوں سے کچھ زیادہ واقف اور شیطانی عقائد سے کچھ زیادہ متاثر نہ تھے۔ اپنے خوفناک دیوتا ابلیس کو ہی یکسر بھول گئے۔ جس کے تصور میں وہ اس لئے حاضر ہوئے تھے کہ ان کی ریاضت و پرستش کے صلہ میں کچھ شیطانی قوتیں ان کو عطا کر دی جائیں۔ ایک بار پھر وہ اپنی فطری حالت پر واپس آ گئے ہیں اور یہ سمجھ کر کہ جو تیز خیرہ کن روشنیاں ان کو نظر آ رہی ہیں وہ پولیس کی آمد کا ثبوت ہیں ان کو اپنی بدنامی و بے عزتی کا خوف بدحواس کرنے لگا۔

اور اس طرح جب یہ مکروہ صورت برہنہ انسان دہشت سے چلاتے ہوئے ادھر ادھر منتشر ہو رہے تھے۔ طاقتور موٹر کار اونچی نیچی زمین پر اچکتی پھاندتی سیدھی شیطانی بکرے کی سمت جھپٹ رہی تھی۔ جب کار کی روشنی خوفناک بکرے پر پڑی تو اسد کو ایک ساعت کے لئے ایسا محسوس ہوا کہ وہ آتشیں شعاعیں جو بکرے کی شیطانی آنکھوں سے نکل رہی تھیں کار کی روشنی پر غالب آ جائیں گی۔ گاڑی کے لیمپ جھلملائے اور دھندلے پڑ گئے۔ اقبال جنگ گاڑی کی اسٹیرنگ سے لپٹا ہوا تھا اور اپنی روح کی پوری طاقت کے ساتھ اپنے روحانی جسم کی پیشانی پر ایک چمکتے ہوئے چاند کا تصور کر رہا تھا اور اس کے ساتھ ہی پوری عقیدت و عاجزی کے ساتھ خدا کے حضور میں التجا کر رہا تھا۔

"اے قادر مطلق!...... مجھے یقین ہے کہ جو تیری پناہ میں آ گیا۔ اس کو کوئی طاقت نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ تو ہی ہماری آخری امید اور آخری پناہ ہے۔"

جس وقت اسد نے کار کے لیمپ روشن کئے تھے اس کے بعد اب تک صرف چند سیکنڈ ہی گزرے تھے اور گاڑی ایک زندہ چیز کی طرح اس مقام پر حملہ کرتی ہوئی آ گھسی تھی جہاں یہ شیطانی رسم ادا کی

جا رہی تھی۔ اسد گاڑی کے ڈھانچہ سے لپٹا ہوا تھا اور اقبال جنگ کی طرح اپنی پیشانی پر چمکتے ہوئے چاند کا تصور کئے ہوئے تھا۔ اسی عالم میں وہ گاڑی کے پائیدان پر آگے جھکا اور اپنی پوری طاقت کے ساتھ ہاتھی دانت کا بڑا چاند اس دیو پیکر بکرے کے خوفناک چہرے پر کھینچ مارا۔

بکرے کے تخت سے بچنے کے لئے اقبال جنگ نے گاڑی کو تیزی سے گھمایا۔ اس کے ساتھ ہی وہ گاڑی سے سلیمان کو بھی بچانا چاہتا تھا جو کہ باقی تمام ابلیس پرستوں کے برعکس اب تک کھڑا ہوا تھا۔ اس کی حالت ایسی تھی جیسے اس کو ذرا سا بھی احساس نہ ہو کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔

شیطانی قربان گاہ پر رکھی ہوئی سیاہ شمعوں کے نیلے شعلے اس طرح ایک دم بجھ گئے جیسے کسی غیبی طاقت نے ان کو بجھا دیا ہو۔ کار کی روشنیاں پھر پوری تیزی سے چمکنے لگیں۔ اس روشنی میں ہاتھی دانت کا چاند ایک ٹوٹے ہوئے ستارہ کی طرح چمکدار لکیر بناتا ہوا، ہوا میں تیرتا ہوا شیطانی بکرے کی طرف بڑھا اور اس کے خوفناک چہرے کے درمیان سے پار ہوتا ہوا نکل گیا۔ اچانک وادی میں بکرے کی خوفناک چیخ گونجی اور چاروں طرف کئی کئی میل تک خاموشی کو توڑتی ہوئی چلی گئی۔ جلتے ہوئے گوشت کی بدبو جس میں ڈھلک کی شمعوں کی سانس روک دینے والی بو بھی شامل تھی نا معلوم ہوا میں ایک زہریلی گیس کی طرح پھیل گئی۔ لیکن ان چیزوں پر غور کرنے یا ان کا تجزیہ کرنے کا یہ وقت نہ تھا۔ اس خوفناک دلدوز چیخ کے بعد شیطانی تخت پر کھڑا ہوا شیطانی بکرا غائب ہو گیا...... اس لمحہ میں اسد نے سلیمان کی گردن پکڑ لی اور بچے کی طرح اس کو اٹھا کر کار کے پائیدان پر گھسیٹ گیا۔ طاقتور کار گرجتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی۔

ہچکولے کھاتی ہوئی اچکتی اور پھاندتی ہوئی گاڑی وادی کو طے کر کے پہاڑی پر چڑھنے لگی۔ ٹھیک چوٹی پر پہنچنے سے کچھ قبل یکایک اس کے پہیے اس طرح رکنے لگے جیسے کوئی غیبی طاقت اس کو پیچھے سے گھسیٹ کر وادی میں واپس کھینچ لانا چاہتی ہے لیکن اقبال جنگ نے انجن کی پوری قوت صرف کر دی اور گاڑی ایک جھٹکا کھا کر پہاڑی کے اوپر ہموار زمین پر آ گئی۔

اسی اثناء میں اسد نے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول ڈالا تھا اور سلیمان کو اندر گھسیٹ لیا تھا جہاں وہ ایک ڈھیر کی طرح گاڑی کے فرش پر لڑھک گیا تھا۔

اگرچہ اقبال جنگ نے سختی کے ساتھ اسد کو منع کر دیا تھا لیکن اسد نے پھر بھی جبلی طور پر بے اختیار نظر گاڑی کے عقبی شیشے میں سے نیچے وادی کی طرف ڈالی جہاں کچھ دیر قبل انہوں نے خوفناک واردات کا مشاہدہ کیا تھا۔ لیکن اب وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ ساری وادی تاریک، خاموش اور بظاہر بالکل سنسان و ویران پڑی ہوئی تھی۔

اب ان کی گاڑی ایک بہتر رفتار سے جا رہی تھی پھر بھی اقبال جنگ تیز رفتار پر چلنے سے احتیاط کر رہا تھا کیونکہ راستہ محفوظ نہ تھا اور یہ خوف طاری تھا کہ گاڑی اچانک کسی گڑھے میں نہ گر پڑے یا کسی موڑ پر کسی غیر متوقع چیز سے ٹکر نہ جائے۔

کوئی ایک میل تک وہ شمال مشرق کی سمت چلتے رہے۔ اقبال جنگ مسلسل طور پر دعا کے وہ الفاظ

دہراتا جا رہا تھا جو اس نے وادی میں حملہ کرتے وقت ادا کیے تھے۔

"اے قادر مطلق! مجھے یقین ہے کہ جو تیری پناہ گاہ میں آ گیا اس کو کوئی طاقت نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ تو ہی ہماری آخری امید اور آخری پناہ ہے......"

خوش قسمتی سے جلد ہی اس کو زاویہ قائمہ بناتا ہوا ایک راستہ مل گیا چنانچہ وہ اس راستہ پر مڑ کر جنوب مغرب کی طرف تیز رفتاری سے روانہ ہو گیا۔

گاڑی تیزی کے ساتھ آگے بڑھی اور اس طرح اڑتی ہوئی معلوم ہونے لگی جیسے آسمان و زمین کے تمام شیطان اس کے تعاقب میں چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ لہراتی ہوئی .... ہچکولے کھاتی ہوئی اور گھاس سے ڈھکے ہوئے راستے پر اچھلتی ہوئی گاڑی نے 10 میل کا فاصلہ 5 منٹ میں طے کر لیا یہاں تک کہ وہ بیابانہ کی بڑی سڑک پر پہنچ گئے۔

اس وقت بھی اقبال جنگ نے گاڑی کی رفتار کو کم کرنا پسند نہ کیا بلکہ سیدھا شہر کی طرف رخ کرتے ہوئے اور تیزی سے گاڑی کو اڑاتا ہوا اور ایک موڑ سے دوسرے موڑ تک گاڑی کو لہراتا ہوا جا رہا تھا۔ وہ ہر خطرے سے بے نیاز معلوم ہوتا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ سب سے بڑا خطرہ اس وقت اس کے پیچھے کی سمت ہے جس سے وہ فرار ہو رہا ہے۔

وہ کئی دیہات میں سے آندھی کی طرح گزرتے ہوئے چاند نگر پہنچے یہی وہ مقام تھا جہاں چند گھنٹے پیشتر زرینہ نے نیلی کار ٹکرائی تھی اور اس وقت بھی یہ نیلی گاڑی ٹھیک سڑک کے پاس ایک کھائی میں پڑی ہوئی تھی لیکن یہ لوگ اس وقت اس ٹوٹی ہوئی گاڑی کو نہ دیکھ سکتے تھے۔ تیز رفتار گاڑی اور آگے بڑھی اور وسیع میدانی علاقہ کا پورا چکر کاٹنے کے بعد اندور کے مقام پر جا پہنچی یہاں آخر کار قصبہ کے دروازہ پر اقبال جنگ نے گاڑی کو روک دیا اور اپنی نشست پر مڑ کر اسد کی طرف نظر ڈالی۔

"کیا حال ہے اس کا؟" اس نے سلیمان کے متعلق پوچھا۔

"میرے خیال میں بالکل بیہوش ہے......... بالکل برف کی طرح ٹھنڈا جب سے میں نے اس کو گاڑی میں ڈالا ہے اس نے آنکھ تک نہیں جھپکائی...... خدا کی پناہ......! کس قدر خوفناک تھا یہ ڈرامہ!"

"خوفناک نہیں......... کوئی اور بڑا لفظ کہو!" اقبال جنگ بولا...... یہ پہلا موقع تھا کہ وہ اپنی عمر سے زیادہ بوڑھا نظر آتا تھا......... اس کے زرد چہرے پر جھریاں سی پڑ گئی تھیں اور اس کی چمکتی ہوئی تیز آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے نظر آتے تھے۔ نمایاں تھکاوٹ کے عالم میں وہ ذرا سی دیر کو اسٹیئرنگ پر جھکا تو اس کے شانے بوجھ سے خمیدہ معلوم ہوتے تھے جیسے اس کی کمر کبڑی ہو گئی ہو......... لیکن فوراً ہی اس نے اپنے جسم کو ایک جھٹکے کے ساتھ پھر سیدھا کر لیا اور اپنے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک بوتل نکالی اور اسد کی طرف بڑھا دی۔

"لو......... یہ اس کو پلا دو......... زیادہ سے زیادہ جتنی وہ پی سکے......... اس کو ہوش میں لانے کے لئے اکسیر ثابت ہو گی۔"

اسد اس سمت مڑا جہاں گاڑی کی پچھلی نشست پر اس نے سلیمان کو کمبلوں میں لپیٹ کر لٹا دیا تھا۔

نے زبردستی سلیمان کا منہ کھولا اور پرانی برانڈی کی کافی مقدار اس کے حلق میں انڈیل دی۔

یکایک سلیمان کا سانس رک گیا۔ سانس لینے کیلئے اس نے پوری طرح منہ کھول دیا اور اپنے سر کو جھٹکا دیا۔ اس کی آنکھیں کپکپا کر کھل گئیں اور اس نے اسد کی طرف دیکھا لیکن اس کی نظر خالی خالی تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی کو بھی نہیں پہچان رہا ہے اس کے بعد اس کے پپوٹے پھر بند ہو گئے اور اس کا سر پیچھے کی طرف نشست پر لڑھک گیا۔

"خدا کا شکر ہے یہ زندہ ہے!" اسد بڑبڑایا۔ "جب آپ بالکل دیوانوں کی طرح گاڑی چلا رہے تھے تو میں اس خوف سے مردہ ہوا جا رہا تھا کہ بے چارہ سلیمان ہمیشہ کیلئے اپنے حواس کھو چکا ہے اور موت نے اس کو ہم سے چھین لیا ہے۔ لیکن اب ہمیں جلد از جلد گھر پہنچنا چاہئے یا جتنی جلد ممکن ہو کسی قریبی ڈاکٹر کے پاس اس کو لے جانا چاہئے۔"

"نہیں...... میں ایسا نہیں کر سکتا"۔ اقبال جنگ کی آنکھوں میں ایک شدید تشویش و خوف کی جھلک کوند گئی۔ "یہ شیطانی غول اب تک یقیناً اپنے حواس درست کر چکا ہو گا اور گمان غالب ہے کہ اس وقت وہ لوگ چیل گڑھ والے مکان میں واپس آ گئے ہوں گے...... تمہیں بالکل یقین رکھنا چاہئے کہ وہ لوگ ہمارے خلاف کوئی فوری منصوبہ تیار کر رہے ہوں گے"۔

"کیا آپ کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ طومان آپ کے فلیٹ کو جانتا ہے اس لئے وہ پہلے کی طرح اس بار پھر سلیمان کو واپس حاصل کرنے کیلئے اپنی تمام توجہ اس فلیٹ پر مرکوز کرے گا؟"

"نہیں...... معاملہ اس سے بھی بدتر ہو سکتا ہے...... مجھے شبہ ہے کہ وہ لوگ ہمیں اپنے فلیٹ تک پہنچنے ہی نہ دیں گے"۔

"توبہ کیجئے!" اسد نے برہمی سے کہا "بھلا وہ لوگ ہمیں کس طرح روک سکتے ہیں؟"

"وہ دنیا کی تمام پست چیزوں کو ہمارے خلاف استعمال کر سکتے ہیں...... چمگادڑ، سانپ، چوہے، لومڑیاں، الو، بلیاں اور بعض خاص قسم کے کتے جیسے ولف ہاؤنڈ اور ایلشین...... اگر ان میں سے کوئی چیز ہماری گاڑی کے پہیوں کے نیچے جھپٹ پڑے خصوصاً اس وقت جبکہ ہم تیز رفتار سے چل رہے ہوں تو گاڑی کے الٹ جانے کا پورا امکان ہے۔ اس کے علاوہ یہ شیطانی غول ایک خاص حد تک عناصر کی فطری طاقتوں پر قابو حاصل کر سکتا ہے اور اس طرح یہ لوگ ہمارے پورے راستے میں ایک گہرا کہرہ پیدا کر سکتے ہیں جو ہمیں چاروں طرف سے گھیر لے گا اور ہر قدم پر ہمیں اس خطرہ کا سامنا کرنا پڑے گا کہ سڑک پر آنے والی کوئی اور گاڑی ہماری روشنی کو نہ دیکھ سکے اور پوری قوت کے ساتھ ہماری گاڑی سے آ کر ٹکرا جائے۔ اگر وہ لوگ ہمیں نقصان پہنچانے کیلئے اپنی تمام شیطانی قوتوں کو مجتمع کر لیں تو یہ بات بالکل یقینی ہے کہ اس سے پیشتر کہ ہم گھر تک پہنچنے کیلئے باقی 70 میل کا فاصلہ طے کریں۔ وہ ہماری گاڑی کو کسی نہ کسی خوفناک حادثہ کا شکار بنا سکتے ہیں۔ یہ بات نہ بھولو کہ ابھی شیطانی جشن کی مخصوص رات ختم نہیں ہوئی اور آج کی رات جتنی بھی شیطانی قوتیں دنیا میں آزادانہ گھومتی ہیں ان سب کو ہمارے خلاف استعمال کیا جا سکتا ہے جب تک صبح صادق طلوع نہیں ہوتی ہم تینوں میں سے

ہر ایک شخص کے سامنے دنیا کا بدترین خطرہ موجود رہے گا۔"

"بہر حال ہم لوگ یہاں نہیں ٹھہر سکتے۔" اسد نے احتجاج کیا۔

"مجھے معلوم ہے.......... ہمیں جلد ہی کوئی ایسی پناہ گاہ تلاش کر لینی چاہئے جہاں ہم سلیمان کو پو تک حفاظت سے رکھ سکیں۔

"کوئی مسجد مناسب ہو گی۔"

"ہاں......! بشرطیکہ ہمیں کوئی ایسی مسجد مل جائے جو محفوظ بھی ہو اور کھلی ہوئی بھی ہو۔ عام طور مسجدیں اتنی رات گئے مقفل ہی ہوں گی۔"

اس نواح میں اردگرد ایسے کسی شخص کا مجھے علم ہوتا تو میں ضرور کوشش کرتا لیکن دشواری یہ ہے کہ ایک اجنبی آدمی کس طرح ہماری کہانی پر یقین کرلے گا.......... ؟ وہ تو یہی سمجھے گا کہ یا تو لوگ پاگل ہیں یا اس کے گھر میں یا مسجد میں چوری کرنا چاہتے ہیں.......... لیکن ٹھہرو.......... ایک بڑی اچھی تدبیر میرے ذہن میں آئی ہے.......... ہم سلیمان کو ایک ایسی خانقاہ میں لے جائیں گے ملک میں اپنی قسم کی سب سے بڑی عمارت ہے اور ہمیشہ کھلی رہتی ہے.........."

ایک نمایاں سکون کے انداز میں اقبال جنگ نے گاڑی کو اسٹارٹ کیا اور اس کو واپس موڑنے لگا۔

"کیا آپ واپس جانا چاہتے ہیں؟" اسد نے پریشانی سے پوچھا۔

"محض تین میل پیچھے چلنا ہے.......... بڑے چوراہے تک.......... اس کے بعد احمد پور کی طرف بڑھ جائیں گے۔"

"لیکن یہ بھی تو واپس لوٹنا ہی ہوا۔"

"بے شک.......... لیکن میں سلیمان کو آستانہ کے مقام پر لے جانا چاہتا ہوں اگر ہم وہاں تک پہنچ سکے تو ہم محفوظ ہو جائیں گے حالانکہ آستانہ چیل گڑھ سے بارہ میل سے زیادہ دور نہیں ہے۔"

ایک بار پھر ان کی گاڑی گھاس سے ڈھکے ہوئے بنجر ڈھلوان راستوں پر جھٹکے کھاتی ہوئی اور تاریکی کے سینے کو اپنی تیز روشنی سے چیرتی ہوئی روانہ ہو گئی۔

بیس منٹ بعد یہ لوگ پھر احمد پور کی پیچیدہ لہراتی ہوئی سڑکوں سے گزرے۔ یہ قصبہ اس وقت بالکل خاموش اور سنسان تھا۔ اس کے باشندے اپنی بند کھڑکیوں اور دروازوں کے پیچھے نیند میں غافل تھے اور ان کو خواب میں بھی اس خوفناک جنگ کا کوئی احساس نہ تھا جو کہ ان سے اس قدر نزدیک تاریکی اور روشنی کی قوتوں کے درمیان لڑی جارہی تھی۔ اس قدر نزدیک ہوتے ہوئے بھی یہ پراسرار جنگ عہد حاضر کے مادی انسانوں کی زندگی سے کس قدر دور تھی!

قصبہ کے باہر ایک میل کے فاصلہ پر ان کی گاڑی کچھ اونچائی پر چڑھتی ہوئی تاروں کے اس جنگلے میں پہنچ گئی جو آستانہ نام کی تاریخی یادگار کے چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔ اقبال جنگ نے گاڑی کو سڑک کے پاس اس مقام پر روک دیا جو کہ کاروں کے ٹھہرنے کے لئے مخصوص تھی اور اس وقت بالکل سنسان تھی۔ گاڑی کو انہوں نے اسی جگہ چھوڑ دیا۔ اسد نے سلیمان کو اٹھا لیا جو کہ اب اقبال جنگ کے

کوٹ اور کمبلوں میں لپٹا ہوا تھا۔ سلیمان کو اٹھاتے ہوئے وہ تاروں کے جنگلے کو پار کر کے آگے بڑھا اور اقبال جنگ وہ سوٹ کیس اٹھائے ہوئے پیچھے چلا جس کے اندر وہ اپنی حفاظت کا سامان رکھے ہوئے تھے۔

گھاس اور جھاڑیوں میں لڑکھڑاتے ہوئے وہ آگے بڑھے تو قدیم خانقاہ کی مہیب و عظیم عمارت آسمان تک اپنا سر اٹھائے ہوئے ان کے سامنے نظر آئی۔ درحقیقت یہ قدیم تاریخی عمارت صدیوں سے تقریباً ان تمام قوموں کی عبادت گاہ رہ چکی تھی جو وقتاً فوقتاً ہندوستان میں وارد ہوئیں۔

سب سے پہلے پتھر کے بڑے بڑے ستونوں کا بیرونی حلقہ تھا جن پر کہیں کہیں اب بھی محرابوں کے شکستہ کنگورے لٹک رہے تھے۔ یہ لوگ اس حلقہ سے گزر گئے تو اقبال جنگ نے آگے بڑھ کر راستہ بنانا شروع کیا۔ گری ہوئی دیواروں کے بڑے بڑے ڈھیروں کے درمیان سے گزر کر وہ اس مقام پر پہنچا جہاں دو زبردست ستونوں کے قریب اور مرکزی محراب کے شکستہ آثار کے نیچے قدیم ترین عبادت گاہ کے نشانات اب تک نمایاں تھے۔

نواب اقبال جنگ کے اشارے پر اسد نے اسی مقام پر سلیمان کو لٹا دیا جو کہ ابھی تک بیہوش تھا۔ اس کے بعد اس نے نظر اٹھا کر اقبال جنگ کی طرف شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھا اور کہا.......... "مجھے معلوم ہے کہ آپ جو کچھ کر رہے ہیں وہ بہت سمجھ بوجھ کر کر رہے ہیں لیکن میں تو یہی سنتا آیا ہوں کہ صدیوں پیشتر اس عمارت کو سب سے پہلے جس قدیم قوم نے بنایا تھا وہ کافی وحشی اور توہم پرست تھے۔ کیا اسی مقام پر وہ لوگ دوشیزاؤں کو قربان نہیں کرتے تھے اور تمام قسم کی کافرانہ رسوم ادا نہیں کرتے تھے؟ میرے خیال میں تو یہ مقام خدا پرستوں کے مقابلہ میں شیطان پرستوں کے لئے کہیں زیادہ مقدس ہونا چاہئے۔"

"پریشانی کی ضرورت نہیں.......... اسد!" اقبال جنگ اندھیرے میں مسکرایا۔ "یہ درست ہے کہ جس قوم کا تم نے تذکرہ کیا ہے وہ لوگ یہاں قربانیاں کرتے تھے لیکن وہ سورج کی پرستش کرتے تھے چنانچہ سورج جب پہاڑی کی چوٹی پر طلوع ہوتا ہے تو اس کی کرنیں محرابوں کے درمیان سے گزر کر سب سے پہلے اسی مقام پر پڑتی ہیں بہر حال حقیقت یہ ہے کہ یہ مقام مشرق کے سب سے مقدس مقامات میں سے ایک ہے کیونکہ ہزاروں لاکھوں انسانوں نے جو طویل مدت ہوئی موت کی آغوش میں سو رہے ہیں اس مقام پر اپنے اپنے اعتقادات کے مطابق عبادت و ریاضت کی ہے اور نیکی کی "روشن قوتوں" کے سامنے دعائیں کی ہیں کہ ان شیطانی چیزوں سے ان کی حفاظت کریں جو تاریکی میں گھومتی پھرتی ہیں.......... ان تمام عبادت گزار انسانوں کی روحوں کے ارتعاشات اس وقت بھی ہمارے چاروں طرف موجود ہیں اور ہمارے لئے حفاظت و سلامتی کا ایک ایسا حصار قائم کئے ہوئے ہیں جس کے اندر ہم صبح کی آمد تک اطمینان سے وقت گزار سکتے ہیں۔"

نرم و محتاط ہاتھوں سے ان دونوں نے سلیمان کا معائنہ کچھ اور زیادہ غور سے کرنا شروع کیا۔ اس کا جسم ابھی تک خوفناک حد تک سرد تھا لیکن انہوں نے دیکھا کہ سوائے اس مقام کے جہاں اسد نے اس

کو گردن کے قریب سختی سے پکڑا تھا اس کے جسم پر اور کسی جسمانی صدمہ کا نشان موجود نہ تھا۔

"اب آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟" اسد نے اقبال کو سوٹ کیس کھولتے ہوئے دیکھ کر کہا۔

"مناسب و مقررہ طریقہ پر اس کا روحانی علاج کرنا چاہتا ہوں تاکہ اگر اس کے جسم پر کسی شیطانی روح کا اثر ہو گیا ہو تو اسے دور کیا جاسکے۔"

"آپ کی باتوں سے قدیم زمانہ وسطی کی بو آتی ہے جبکہ مذہبی لوگ دعائیں یا منتر پڑھ کر آسیب وغیرہ کو بھگایا کرتے تھے۔"

"یہ کام تو اب بھی ہوتا ہے دوست۔"

"تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ موجودہ زمانے میں بھی اس طرح کے مریض واقعی پائے جاتے ہیں؟"

"کیوں نہیں.......... مشرق کو چھوڑو میں روشن خیال مغرب کی مثال بتاتا ہوں۔ کیا تم نے فرانس کی مشہور عورت ہیلن پوریر کا واقعہ کسی جگہ نہیں پڑھا جس کی موت 1914ء میں واقع ہوئی تھی؟ اس پر اس قدر خوفناک شیطانی روح کا اثر ہو گیا تھا کہ فرانس کے انتہائی بڑے بڑے مذہبی پیشواؤں کو طلب کرنا پڑا اور تب کہیں جا کر خدا کی رحمت سے اس عورت کو اس شیطانی روح سے آزاد کرایا جاسکا جو اس پر قبضہ جمائے ہوئے تھی۔"

"میرا تو یہ خیال تھا کہ دنیا کا کوئی معقول مذہب جادو اور جادوگری جیسی لغویات کو نہیں مانتا۔"

"اس کے معنی ہیں کہ تم بالکل ناواقف ہو میرے دوست..........! مجھے دنیا کے تمام مذاہب کے متعلق تو معلوم نہیں لیکن جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے ہر بڑے مذہب نے جادو کی حقیقت کو تسلیم کیا ہے اور شیطانی قوت کو کسی نہ کسی شکل میں مانا ہے۔ ایسا نہ ہوتا تو مذہبی رہنماؤں نے وہ احکام کیوں جاری کئے ہوتے جن میں جادو سیکھنا اور سکھانا اور اس کو استعمال کرنا برا کہا گیا ہے اور سختی سے اس کی ممانعت کی گئی ہے۔ خود موجودہ زمانے میں بھی ہر بڑے مذہب کے پیشواؤں نے ان روحانی عملیات کو ناجائز قرار دیا ہے جو کہ جدید تعلیم یافتہ اور مغرب زدہ لوگ بطور تفریح کرتے ہیں اور اس شغل کو "جدید روحانیت" کا نام دیتے ہیں مذہبی بزرگوں اور عالموں کا خیال ہے کہ یہ "جدید روحانیت" دراصل اسی قدیم جادوگری کی ایک نئی شکل ہے اور اس کے ذریعہ شیطانی کارندے کمزور، بیوقوف اور زود اعتقاد لوگوں کو اپنے جال میں پھانس لیتے ہیں اور ان کو سیدھے جہنم کے راستے پر لے جاتے ہیں۔"

"میں اس خیال کی تائید نہیں کر سکتا۔" اسد نے کہا۔ "میرے علم میں متعدد ایسے لوگ ہیں جو "جدید روحانیات" کے ماہر ہیں اور انتہائی نیک و پارسا انسان ہیں۔"

"شاید تمہارا خیال درست ہو۔" اقبال جنگ نے سلیمان کے نرم اور بے جان جسم کو ذرا آرام دہ پوزیشن میں درست کرتے ہوئے جواب دیا۔ "وہ لوگ اپنی رائے کے مختار ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر انسان کے خیالات نیک ہوں تو اس کی زندگی بھی نیک ہونی چاہئے جن لوگوں کا تم نے تذکرہ کیا ہے وہ ضرور اعلیٰ خیالات اور اعلیٰ اصول کے مالک ہوں گے ان کے یہ اعلیٰ اصول ہی ان کی حفاظت کرتے ہیں اور ایک دیوار کی طرح روحانی دنیا کے شیطانی خطرات سے ان کو بچاتے ہیں لیکن کمزور دماغ کے لوگوں

کے لئے اس طرح کے روحانی عملیات انتہائی تباہ کن خطرات رکھتے ہیں۔ کچھ ہی عرصہ قبل گیارہ انسانوں کے ایک بنگالی خاندان پر جو آفت آئی تھی اس پر ہی غور کرو یہ لوگ "جدید روحانیت" کے ماتحت کی گئی ایک روحانی حاضرات کے بعد سب کے سب پاگل ہو گئے۔ اس واقعہ کی پوری تفصیل اخبارات میں بھی شائع ہوئی تھی اس طرح کی متعدد مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جن سے شیطانی اثرات کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ سچ پوچھو تو اس "جدید روحانیات" میں کوئی چیز ایسی نہیں جو کہ قدیم زمانے کی جادوگری اور شیطانی عملیات میں موجود نہ ہو۔"

"لیکن آپ کوئی ایسے مذہبی پیشوا یا خدا رسیدہ بزرگ نہیں کہ روحانی طاقت سے کام لے کر کسی شیطانی روح کو سلیمان کے جسم سے خارج کر سکیں۔"

"کوئی پرواہ نہیں.......... عزیزم" اقبال جنگ مسکرا دیا۔ "انسان کسی بھی عقیدہ و مذہب کا ہو اور کتنا ہی گناہ گار ہو دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کو خدا کی مدد طلب کرنے سے روک سکے میں ایک مسلمان کی حیثیت سے خدائے واحد کا پرستار ہوں اور اگرچہ مجھے تسلیم ہے کہ میں ایک اچھا پرستار نہیں مگر پھر بھی مجھے پکا یقین ہے کہ خدا کی رحمت کاملہ سے مجھے وہ قوت عطا کی جائے گی جس کے ذریعہ میں اپنے دوست سلیمان کی مدد کر سکوں۔"

وہ ایک ساعت کیلئے خاموش ہو گیا اور پھر بولا۔ ".......... تم بھی خدا کے سامنے دو زانو ہو جاؤ اور خاموشی کے ساتھ صمیم قلب سے دعا کرو کیونکہ اگر دل میں خلوص و نیاز ہے تو تمام دعائیں کارگر ہوں گی۔ خواہ وہ دعائیں کسی مقدس کتاب سے اخذ کی گئی ہوں یا خود انسان کے اپنے ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں ادا کی جائیں۔ دل کی تڑپ اور من کی لگن ہی اصلی چیز ہے لیکن اگر سلیمان اچھل پڑے تو اس کو پکڑنے اور سنبھالنے کیلئے تیار رہو کیونکہ اگر اس پر شیطان کا تسلط ہے تو وہ دیوانہ وار جنگ کرے گا۔"

اقبال جنگ نے "طلسمی پانی" کی بوتل اٹھائی اور چند قطرے سلیمان کی پیشانی پر چھڑک دیئے قطرے ایک لمحہ تک اپنی جگہ ٹھہرے رہے اور اس کے بعد آہستہ آہستہ اس کے زرد شکن آلود رخساروں پر بہتے ہوئے چلے گئے.......... لیکن وہ اب بھی ایک لاش کی طرح بے حس و حرکت ہی رہا۔

"خدا کا احسان بے کراں!" اقبال جنگ بولا۔

"کیا مطلب؟" اسد نے عجلت سے کہا۔

"سلیمان پر کسی شیطانی روح کا اثر نہیں ہے یعنی وہ واقعی کسی شیطان کے قبضہ میں نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو "طلسمی پانی" کے قطروں نے اس کے جسم پر جلتے ہوئے گرم تیل کا کام کیا ہوتا اور اس کے اثر سے شیطانی روح ایک جہنمی بلی کی طرح چلا پڑتی۔"

"تو پھر اب کیا کیا جائے۔"

"اگرچہ کوئی شیطانی روح اس کے جسم میں داخل نہیں ہوئی ہے لیکن پھر بھی اس میں شیطانی اثرات کی بو آتی ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ پاک کرنے والا عمل اس پر کیا جائے تاکہ اس کے ارد گرد کا ماحول اور فضا ناپاک اثرات سے صاف کی جاسکے اور اس کے ساتھ ہی ہمیں وہ تمام ممکن تدابیر اختیار

کرنی ضروری ہیں جن سے سلیمان کو طومان کے اثرات سے محفوظ رکھا جاسکتا ہے اس کے بعد ہم یہ دیکھیں گے کہ اس گہری بیہوشی میں کچھ کمی کی علامات پیدا ہوتی ہیں یا نہیں۔"

اقبال جنگ نے دودھ جیسے سفید رنگ کی ایک چھڑی نکالی جس پر کچھ عبارت کندہ تھی اور اس کے بعد وہ عجیب و غریب اور پیچیدہ رسوم کی ادائیگی میں لگ گیا......... اس نے چھڑی کو سلیمان کے اعضاء پر آہستہ آہستہ سر سے پاؤں کی طرف پھیرنا شروع کیا اور اس کے بعد وہ اور اسد اپنے بیہوش دوست کے قریب دوزانو ہو گئے اور خلوص قلب سے دعا میں مشغول ہو گئے۔

کچھ دیر کے بعد سلیمان کے تمام جسم پر "طلسمی پانی" چھڑکا گیا......... شمال، جنوب، مشرق اور مغرب کی سمت کچھ پڑھ کر دم کیا گیا سلیمان کی ہتھیلیوں اور تلوؤں پر پانی چھڑکا گیا۔ آصافی گھاس اس کی کلائیوں اور ٹخنوں پر باندھی گئی ایک حلقہ جس میں چاند کا نشان نمایاں تھا اس کے داہنے ہاتھ میں رکھ دیا گیا اور پارہ کی ایک شیشی اس کے ہونٹوں کے درمیان رکھی گئی لہسن کے پھولوں کا ایک ہار اس کی گردن میں ڈال دیا گیا اور "طلسمی پانی" سے ایک چاند کی شکل اس کی پیشانی پر بنائی گئی ان میں سے ہر ایک عمل کرنے سے پیشتر اقبال جنگ اور اسد پوری یکسوئی کے ساتھ خدا سے دعا کرتے تھے کہ وہ فرشتوں کے ذریعہ ان کی مدد فرمائے۔

آخر کار ایک گھنٹہ بعد تمام رسوم کی ادائیگی قدیم دستور و قانون کے مطابق پوری ہو گئی اور اقبال جنگ نے ایک بار پھر سلیمان کا معائنہ کیا اب اس کا جسم زیادہ گرم تھا اور اس کے چہرے پر اذیت و دہشت کے بدنما خطوط دھندلے ہوتے جا رہے تھے۔ وہ اپنی گہری بیہوشی کی حالت سے نجات پا چکا تھا اور اب ایک فطری نیند کی حالت میں اس کا سانس باقاعدہ طور پر آ جا رہا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ خدا کی رحمت سے ہم اپنے دوست کو بچانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔"

نواب نے کہا۔ "اب وہ تقریباً فطری عام حالت میں نظر آتا ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ ہم اس کو جگانے کی کوشش نہ کریں بلکہ خود اس کے بیدار ہونے کا انتظار کریں......... اب میں کچھ اور نہیں کر سکتا اس لئے تھوڑی دیر کیلئے ہم لوگوں کو آرام کر لینا چاہئے۔"

اسد نے کسلمند انداز میں اپنی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اقبال جنگ اس کے قریب لیٹ گیا تھا۔

"آرام کی تو واقعی بڑی ضرورت ہے۔" اسد نے کہا "لیکن اس مقدس مقام کی بے حرمتی تو نہیں ہو گی اگر میں......... میں ذرا سی سگریٹ پی کر اپنے اعصاب کو سکون دے لوں؟"

"نہیں......... اس میں بے حرمتی کی کوئی بات نہیں۔" اقبال جنگ نے اپنے مشہور سگار نکالے۔

"لو یہ سگار پیو......... ! نیکی یا بدی کا ماحول جس چیز سے پیدا ہوتا ہے وہ دراصل انسان کے خیالات ہوتے ہیں......... ظاہر داری کے افعال نہیں......... !"

اقبال جنگ اٹھ بیٹھا اور تھوڑی دیر تک دونوں دوست خاموش بیٹھے رہے اندھیرے میں ان کے سگار کے آتشیں سرے دھندلے دھندلے چمک رہے تھے۔ اسی وقت مشرقی آسمان پر پھیل جانے والی ایک زردی مائل سفیدی نے ان لوگوں کی نگاہوں کے سامنے اس قدیم عمارت کا نقشہ پیش کرنا شروع

کر دیا اور ان کو بڑے بڑے پتھروں کے دھندلے خاکے محسوس ہونے لگے جو ان کے ح مجھے پھر مختلف زاویوں سے جھکے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

"کس قدر عجیب مقام ہے یہ!" اسد دھیرے سے بولا۔ "آپ کے خیال میں یہ کس ہم تینوں نے اوپر ے معنی ہو گا؟"

"تقریباً چار ہزار سال پرانا۔"

"اوہو......... ؟اس قدر قدیم؟"

"ہاں......... لیکن اہرام مصر کے مقابلہ میں اس خانقاہ کو نوجوان ہی کہنا چاہئے اور فن تعمیر اور سائنسی نفاستوں کے لحاظ سے بھی ان کے مقابلے میں یہ عمارت ایک بھدے کھلونے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔"

"لیکن پھر بھی یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہمارے ملک کی یہ قدیم ترین قومیں اس سے کہیں زیادہ ہوشیار تھیں جتنا کہ ہم ان کو سمجھتے ہیں یہ ان کے کمال کا ثبوت ہے کہ پتھروں کی اتنی بڑی بڑی عمارتیں بنا ڈالیں۔ شاید ہمارے موجودہ انجینئر اپنی تمام قابلیت صرف کرنے میں بھی ایسی چیزیں نہ پیش کر سکیں......... دیکھئے نا ان پتھروں میں سے بعض تو سیکڑوں ٹن وزن کے ہیں۔"

اقبال جنگ نے اثبات میں سر ہلایا اور بولا......... "بے شک ان مہیب پتھروں کو ہلانے جلانے کیلئے ہزاروں انسانوں نے چمڑے کے موٹے رسوں اور بڑے بڑے لیوروں کو استعمال کیا ہو گا لیکن اس سے بھی زیادہ کمال کی بات یہ ہے کہ ان غیر ملکی پتھروں کو ایک ایسے مقام سے یہاں تک لایا گیا تھا جو کہ تقریباً دو سو میل کے فاصلہ پر ہے۔"

"غیر ملکی پتھروں سے آپ کا کیا مطلب ہے؟"

"وہ پتھر جن کے ذریعہ اندرونی حلقہ اور چاند کی شکل کا اندرونی دائرہ بنایا گیا ہے غیر ملکی پتھر کہلاتے ہیں کیونکہ ان کو ایک طویل فاصلہ سے لایا گیا تھا......... شاید بلوچستان اور راجستھان کے کسی مقام سے۔"

"چاند!" اسد نے حیرت سے کہا۔ "میرا تو خیال تھا کہ محض ایک حلقہ ہے۔" "کھنڈروں میں اب یہ چیز مشکل سے ہی نظر آتی ہے لیکن یہ واقعہ ہے کہ یہ قدیم عبادت گاہیں بڑی بڑی محرابوں کے ایک بیرونی حلقہ پر مشتمل تھی اور اس کے بعد کچھ اندرونی حلقے بنائے گئے تھے اس کے اندر پانچ بڑی بڑی محرابیں تھیں جن میں سے دو محرابیں اب بھی تم دیکھ سکتے ہو۔ یہ محرابیں ایک چاند کی شکل میں بنائی گئی تھیں......... اس کے بعد چھوٹے پتھروں کا ایک اور چاند تھا۔"

"اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ قدیم لوگ بھی چاند کی علامت کو مانتے تھے۔"

"بے شک......... جیسا کہ میں بتا چکا ہوں یہ ایک بہت طاقتور علامت مانی جاتی ہے اور یہ نورانی قوتوں کی نمائندگی کرتی ہے اس لئے میں دوسری چیزوں کے مقابلہ میں اس علامت کو زیادہ مفید سمجھتا ہوں۔"

کچھ دیر کے لئے وہ پھر خاموش ہو گئے اسی اثناء میں ان کے قریب سلیمان نے حرکت کی اور وہ

کرنی ضروری ہیں کھڑے ہوگئے سلیمان نے آہستہ آہستہ کروٹ بدلی اور خالی خالی نگاہوں سے اپنے ارد گرد
دیکھیں گے کہ کار اس نے اپنے دوستوں کو پہچان لیا اور ایک گھٹی گھٹی آواز میں دریافت کیا کہ وہ کہاں ہے۔
اقبال جنگ دینے کے بجائے اقبال جنگ نے اس کو اپنے اور اسد کے درمیان کھینچ کر دوزانوں کر دیا
بعد وہ عجیب الی کیلئے خدا کا شکر کرنا شروع کیا۔
اعضاء پر جو کچھ میں کہوں تم بھی کہتے جاؤ۔" اس نے سلیمان سے کہا اور اس کے بعد اس نے حسب ذیل
دو۔ دعا مانگنی شروع کی۔

"اے پروردگار............! اپنی رحمت کاملہ کے صدقے میں مجھ پر رحم فرما............ اپنی بیکراں
رحمتوں کے تناسب سے میرے بے شمار گناہوں کو معاف فرما، میرے باطن کی آلودگیوں کو دور کر دے
اور میرے گناہوں سے مجھے پاک وصاف فرما کیونکہ میں تیرے حضور میں اپنے گناہوں کا اعتراف
کرتا ہوں۔"

اقبال جنگ آہستہ آہستہ اس پرُخلوص دعا کے حسین الفاظ ادا کرتا گیا اور سلیمان اور اسد لفظ بہ لفظ
دہراتے گئے۔ اس کے بعد تینوں دوست کھڑے ہوگئے اور آخر کار اپنی فطری آواز میں گفتگو کرنے لگے۔

جو کچھ واقعات اب تک ظہور پذیر ہوئے تھے اقبال جنگ نے ان کی تفصیل بیان کرنی شروع کی اور
سلیمان جو مقدس عبادت گاہ کے پتھر پر بیٹھا ہوا تھا ایک بچے کی طرح روتا رہا کیونکہ اب جبکہ اس کا دماغ
تمام اثرات سے صاف ہو چکا تھا وہ آخر کار یہ محسوس کرتا جا رہا تھا کہ اس کے دوستوں نے اس کو کس
قدر خوفناک اور تباہ کن خطرے سے نجات دلائی ہے۔

اس کو وہ ضیافت یاد آئی جو اس نے اپنے گھر پر دی تھی اور اس کو یاد آیا کہ گرین اسٹریٹ کے مکان
میں اقبال جنگ نے اس پر ہپناٹزم کا عمل کیا تھا۔ اس کے بعد کے واقعات کا اسے کوئی ہوش نہ تھا آخری
بات جو اس کو یاد تھی وہ یہ تھی کہ شیطانی جشن کے موقع پر موجود تھا جو کہ اسی رات منایا گیا تھا لیکن اس
جشن کی صرف مبہم اور دھندلی تصویریں اس کے ذہن میں تھیں جیسے وہ بذات خود اس جشن میں
شریک نہ ہوا ہو بلکہ اس نے کچھ فاصلے سے اس کا تماشا دیکھا ہو۔ اس کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے جشن
جاری ہے اور وہ دور کھڑا دیکھ رہا ہے۔ اسی عالم میں ایک انتہائی دہشت کے ساتھ وہ دیکھتا ہے کہ ایک
شخص جو خود اسی سے مشابہ ہے ان نفرت انگیز شیطانی رسوم میں شامل ہو رہا ہے لیکن وہ خود دماغی طور
پر اس طرح جکڑا ہوا اور بے بس ہے کہ نہ تو مداخلت کر سکتا ہے اور نہ اس شخص کو جو حیرتناک حد تک
اس سے مشابہ ہے ابلیس پرستوں کی کافرانہ اور مکروہ رسوم میں شرکت کرنے سے روک سکتا ہے۔
اب مشرقی آسمان میں صبح صادق نمودار ہو رہی تھیں اقبال جنگ نے شفقت کے ساتھ اپنا بازو اس کے
شانوں پر رکھا اور بولا............ "ان باتوں کا اپنے دل پر اثر نہ لو میرے دوست............ کم از کم فی الحال
تمہیں نجات مل گئی ہے اور خدا کا شکر ہے کہ تمہارا دماغی توازن ابھی تک درست ہے جب ہم تمہیں
یہاں لائے تو ہمیں ہرگز امید نہ تھی کہ تم پاگل ہونے سے بچ جاؤ گے۔
"میں جانتا ہوں کہ یہ میری خوش قسمتی ہے۔" اس نے کہا "لیکن کیا میں واقعی آزاد ہوں............

بیٹھ جائے............؟ مجھے تو خوف ہے کہ طومان پوری کوشش کرے گا اور کسی نہ کسی طرح مجھے پھر
قبضہ میں کرلے گا۔"
"اب جبکہ ہم پھر ایک ساتھ ہیں تمہیں پریشانی کی ضرورت نہیں۔" اسد مسکرایا۔ "اگر ہم تینوں
اس دہشت ناک خطرے کے خلاف جنگ نہیں کر سکتے اور ان پر فتح نہیں پا سکتے تو اس کے معنی
یہ ہوا کہ ہم مرد نہیں بلکہ مٹی کے کھلونے ہیں۔"
"ٹھیک ہے۔" سلیمان نے کسی قدر شک وشبہ کے ساتھ کہا۔ "لیکن مصیبت یہ ہے کہ میری
پیدائش ایک ایسے وقت ہوئی تھی جبکہ آسمانوں میں چند خاص ستارے ایک جگہ جمع ہوگئے تھے طومان
نے جادو کا جو خاص عمل کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے اس کیلئے ایسے ہی آدمی کی ضرورت ہے کہ ان ستاروں
کے اجتماع کے وقت پیدا ہوا ہو اس لحاظ سے طومان کے مقصد کیلئے میں ایک کنجی کی حیثیت رکھتا
ہوں۔"
"ستاروں کے اجتماع سے تمہارا مطلب زحل اور مریخ کا ایک برج میں جمع ہونا ہے۔" اقبال نے
کہا۔
"ہاں............ بالکل یہی۔" سلیمان نے جواب دیا۔ "طومان اپنا عمل میرے بغیر پورا نہیں کر سکتا
یہی وجہ ہے کہ میں خوفزدہ ہوں اور سمجھتا ہوں کہ طومان مجھے زبردستی اپنی طرف کھینچ لے جانے کیلئے
اپنے جادو کی تمام طاقت استعمال کرے گا۔"
"تو کیا یہ خطرہ ابھی تک ختم نہیں ہوا؟ یقیناً یہ کام تو دو رات قبل کیا جانا چاہئے تھا لیکن اس وقت ہم
نے اس کو روک دیا۔"
"نہیں............" سلیمان نے کہا۔ "اس میں شک نہیں کہ اس کام کا سب سے زیادہ مناسب وقت
وہی تھا لیکن واقعہ یہ ہے کہ جب تک یہ دونوں سیارے ایک برج میں موجود ہیں اس وقت تک جادو کا یہ
عمل کسی بھی رات کو پورا کیا جا سکتا ہے۔"
"اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم لوگ تمہیں طومان کے پنجوں سے جس قدر زیادہ مدت تک دور رکھ
سکیں گے اس کو اپنا عمل پورا کرنے کا موقع اتنا ہی کم ہوتا جائے گا کیونکہ دونوں سیارے رفتہ رفتہ ایک
دوسرے سے دور ہوتے جائیں گے اسد نے کہا۔
اقبال جنگ نے ایک ٹھنڈی سانس لی صبح کی ابتدائی روشنی میں اس کا چہرہ زرد اور تھکا ہوا نظر آ رہا تھا۔
"اس کے معنی ایک اور بھی ہیں۔" اس نے دھیمی آواز میں کہا۔ "اور وہ یہ کہ آج شام جب تاریکی پھر
نمودار ہوگی تو طومان اپنی پوری قوت استعمال کرے گا اور ہمیں آنے والی رات میں ایک زبردست جنگ
کرنی ہوگی۔"

اب جبکہ سورج اونچائی پر چمک رہا تھا اسد کی خوش طبعی اور زندہ دلی پھر واپس آ گئی تھی اس نے
مسکراتے لہجے میں کہا............ "آج کا پورا دن ابھی باقی ہے دوستو............! رات کی بابت پریشان ہونے
کی ضرورت نہیں فی الحال تو ہمیں جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ ایک بہترین قسم کا گرم

گرم ناشتہ!"

اقبال جنگ مسکرا پڑا۔

"مجھے تمہاری رائے سے بھرپور اتفاق ہے۔" وہ بولا۔ "کچھ بھی ہو ہم یہاں زیادہ دیر تک نہیں ٹھہر سکتے ناشتہ کے دوران ہی ہم اس امر پر غور کریں گے کہ سلیمان کیلئے محفوظ ترین مقام کونسا ہو سکتا ہے۔"

"فی الحال ہم ان حضرت کو کہیں بھی نہیں لے جا سکتے۔" اسد مسکرایا۔ "ذرا ان کا حلیہ تو ملاحظہ کیجئے.......... یہ آپ کا لمبا چوڑا کوٹ اور یہ کمبل.......... سالگرہ کی یہ پوشاک کس قدر شاندار ہے!"

سلیمان اپنے مخصوص انداز میں منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنس پڑا۔

"تھیٹر کا مسخرہ بن کر رہ گیا ہوں میں۔" وہ بولا۔ "سردی بھی کافی ہے.......... خدا کیلئے کہیں سے میرے لئے ایک سوٹ مہیا کر دو۔"

"اسد تم کار لے کر جاؤ۔" اقبال جنگ نے کہا۔ "سیدھے احمد پور کے بازار پہنچو، تیار شدہ لباس کی سب سے پہلے دکان جو تمہیں نظر آئے وہاں سے سلیمان کیلئے کپڑے خرید لاؤ.......... روپیہ ہے تمہارے پاس؟"

"بہت کافی.......... اگر یہ ڈرامہ شروع نہ ہو جاتا تو گزشتہ روز میرا ارادہ ریس کورس جانے کا تھا اس لئے میں نے بینک سے تقریباً آٹھ نو ہزار روپیہ نکال لیا تھا۔"

"بالکل ٹھیک۔" اقبال جنگ نے کہا۔ "جب تک تم نہ آؤ گے ہم دونوں یہاں سے کہیں نہ جائیں گے۔"

اسد گھاس میں سے گزرتا ہوا کار کی طرف چل دیا جو کہ اب دن کی روشنی میں صاف نظر آ رہی تھی.......... اقبال جنگ نے سلیمان کی طرف رخ کیا اور بولا.......... "اب جبکہ اسد جا چکا ہے تو ایک بات بتاؤ.......... تم اس شیطانی کھیل میں آخر کس طرح پھنس گئے تھے؟"

سلیمان مسکرایا۔

"اب آپ جاننا ہی چاہتے ہیں تو سنیئے۔" اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "شاید یہ عجیب بات معلوم ہو گی لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس شیطانی کھیل میں میرے پھنسنے کی ذمہ داری کسی قدر آپ پر بھی ہے۔"

"مجھ پر......!" نواب نے حیرت سے کہا۔ "کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"میں آپ پر ذرا سا بھی الزام لگانا نہیں چاہتا لیکن کیا آپ کو وہ طویل گفتگو یاد ہے جو ہم دونوں کے درمیان گزشتہ عید کے دن نشاط پارک میں ہوئی تھی.......... ؟ اس گفتگو کی ابتدا ئے کے بعد آپ نے کہ قدیم زمانے کے کیمیاگر معمولی دھاتوں سے سونا بناتے تھے۔"

اقبال جنگ نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ہاں.......... مجھے یاد ہے۔" وہ بولا۔ "تم نے میرے بیان پر شک و شبہ کیا تھا کہ ایسا نہیں ہو سکتا میں نے سائنس داں ہلوی سش کی مثال پیش کی تھی جو کہ قدیم کیمیاگروں کے دعوؤں کا بڑا مخالف تھا لیکن ایک بار دسمبر 1666ء میں جب ایک کیمیاگر اس سے ملاقات کیلئے آیا اور اس کو ایک سفوف دکھایا تو سائنس داں مذکور نے تھوڑا سا سفوف کیمیاگر کی آنکھ بچا کر اپنی انگلی کے ناخن کے نیچے چھپا لیا تھا اور بعد میں اس سفوف کی مدد سے اس نے سیسہ کی تھوڑی سی مقدار کو سونے میں تبدیل کرنے میں کامیابی حاصل کی لیکن تم نے میرے بیان کا یقین نہیں کیا تھا حالانکہ میں نے تمہیں یقین دلایا تھا کہ اس تجربے کی تصدیق اسپینوزا جیسے مشہور فلسفی و عالم نے بھی اس زمانے میں کی تھی۔"

"جی ہاں.......... بالکل درست۔" سلیمان نے کہا۔ "اس میں شک نہیں کہ مجھے یقین نہ تھا کہ لیکن مجھے دلچسپی پیدا ہو گئی تھی اس لئے میں نے بڑی محنت و کاوش کے ساتھ آپ کی باتوں کے متعلق فی الامکان تحقیق کی میرے دل پر اس چیز نے بڑا اثر کیا تھا کہ اسپینوزا نے اس تجربے کی تصدیق کی ہے کیونکہ وہ ایک عقلمند اور غیر جانبدار انسان تھا۔"

"ہلوی سش بھی اسی نوعیت کا انسان تھا۔"

"مجھے معلوم ہے.......... بہر حال میں نے اس واقعہ کے متعلق تحقیق کی تو مجھے یہ انکشاف ہوا کہ ہالینڈ کی سرکاری ٹکسال کے اعلیٰ مبصر پادیلیس نے سونے کے چند مشہور کاریگروں اور سناروں کی مدد سے اس مصنوعی سونے کا سات مرتبہ تجزیہ کیا اور ان سب لوگوں نے متفقہ طور پر یہ اعلان کیا کہ یہ خالص سونا تھا۔ بے شک اس بات کا امکان تھا کہ ہلوی سش نے عام ذرائع سے سونے کا ایک ٹکڑا حاصل کر کے ان لوگوں کو دھوکا دیا ہو لیکن یہ بات مشکل سے ہی قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ اس نے دانستہ طور پر فریب کاری سے کام لیا ہو کیونکہ ایسا کرنے سے اس کو کوئی خاص فائدہ نہ تھا کیمیاگری کے سلسلے میں وہ ہمیشہ سے اپنی مخالفت اور عدم یقین کا اعلان کرتا آیا تھا اور پھر وہ مزید سونا بھی نہ بنا سکا کیونکہ اس کے پاس سفوف باقی نہ تھا.......... اس لئے اس بات کا کوئی جواز نہ تھا کہ وہ محض اس تجربہ کی بناء پر کوئی جعلی کمپنی قائم کرتا وہ اس تجربے سے ایک سائنسی شہرت و اعجاز بھی حاصل کرنے کی توقع نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس نے صاف صاف اس بات کا اعتراف کر لیا تھا کہ اس نے یہ سفوف اس اجنبی کے پاس سے چرایا تھا.......... اس کے بعد میں نے بیری گورڈ ڈی پیا اور وان ہلمانٹ کے تجربات کا مطالعہ شروع کیا۔"

"ان تجربات کے متعلق تم نے کیا رائے قائم کی؟" اقبال جنگ نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ان کے مطالعہ سے میرا شک و شبہ بہت کچھ دور ہو گیا وان ہلمانٹ اپنے زمانے کا سب سے بڑا کیمیا دان تھا اور ہلوی سش کی طرح وہ ہمیشہ یہی کہتا رہا تھا کہ معمولی دھاتوں کو سونے میں تبدیل کرنے کا نظریہ محض ایک لغویت ہے لیکن اس کو بھی جب ایک اجنبی نے وہی پراسرار سفوف تھوڑی سی دے دیا اور اس کی مدد سے اس نے یہ تجربہ کامیابی کے ساتھ پورا کیا تو اس کی رائے بدل گئی.......... وان ہلمانٹ کا بھی اس سلسلہ میں کوئی ذاتی مقصد ایسا نہ تھا جس کی بناء پر وہ فریب دینے کی کوشش کرتا۔"

"اس طرح کی اور بہت سی مثالیں موجود ہیں۔" اقبال جنگ نے کہا۔ "ریمنڈ للی نے انگلستان کے بادشاہ ایڈورڈ سوئم کیلئے سونا بنایا تھا اور جارج ریپلے نے اپنے جنگی سورماؤں کو تقریباً 15 لاکھ روپے مالیت کا کیمیاوی سونا تقسیم کیا تھا سیکستی کے شہنشاہ آغطس نے اپنی موت کے بعد ایک کروڑ لاکھ سونے کے سکے اور آویگنان کے پوپ جان دواز دہم نے دو کروڑ 50 لاکھ سکے چھوڑے تھے.......... یہ رقمیں اس زمانے کے لحاظ سے یقیناً حیرتناک حد تک عظیم ہیں۔ نام کے لحاظ سے شہنشاہ اور پوپ ہونے کے باوجود یہ دونوں شخص درحقیقت غریب تھے اور ان کی آمدنی کم تھی لیکن دونوں کیمیاگر تھے اور ان کی موت کے وقت ان کی الماریوں میں جو زبردست خزانہ پایا گیا اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ وہ کیمیاوی سونا بنا سکتے تھے۔

سلیمان نے اثبات میں سر ہلایا۔

"بالکل درست..........!" وہ بولا "اب اگر اسپینوزا اور وان ہلمانٹ جیسے انسانوں کی حلفیہ گواہی/ شہادت کو مسترد کر دیا جائے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ان لوگوں کے دعوؤں پر یقین کیا جائے جو کہتے ہیں وہ ستاروں تک کا فاصلہ ناپ سکتے ہیں یا گزشتہ صدی کے ان سائنس دانوں کی بات پر ایمان لایا جائے جنہوں نے برقی قوت کے کرشمے دکھائے یا موجودہ سائنس دانوں کا اعتبار کیا جائے جو چاند ستاروں تک جانے کی سوچ رہے ہیں؟"

"بے شک" اقبال جنگ نے کہا۔ "بات یہ ہے کہ عوام کا دماغ کبھی بھی سائنسی حقائق کو قبول نہیں کرتا جب تک ان کا آزادانہ تجربہ کر کے نہ دکھلایا جائے اور ان کو عوام کے استعمال و مفاد کے تابع بنا دیا جائے ہر ایک شخص اس اعجاز کو قبول کر لیتا ہے کہ گندھک کو آگ میں تبدیل کیا جا سکتا ہے کیونکہ لوگ اس کرشمہ کو دن میں متعدد بار اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور ہم سب اپنی جیب میں دیا سلائی کی ڈبیہ لئے رہتے ہیں اور سلائی رگڑ کر یہ کرشمہ خود ہی دکھا سکتے ہیں لیکن اگر اس راز کو چند مخصوص سائنس دان محض اپنی حد تک محدود ایک سربستہ راز ہی رکھتے تو آج بھی عوام اس چیز کو ناممکن سمجھتے .... یہی مثال کیمیاگروں پر صادق آتی ہے۔ کیمیاگر دنیا سے الگ تھلگ رہتا ہے اور اس سے بے نیاز ہوتا ہے۔

اپنے عظیم کام میں کامیاب ہونے کیلئے اس لئے ضروری ہے کہ وہ ایک قطعی پاک وصاف اور بے لوث انسان ہو اور ظاہر ہے کہ ایسے انسانوں کیلئے سونا اور مٹی برابر ہوتے ہیں۔ بیشتر حالتوں میں ہوتا ہے کہ کیمیاگر صرف اس قدر سونا بناتا ہے جو اس کی بے حد معمولی ضروریات کیلئے کافی ہو سکے لیکن وہ راز دوسروں کو بتانے سے پرہیز کرتا ہے لیکن لازمی طور پر اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ ایک دھوکے باز ہے یا جھوٹا ہے۔ آج کل یہ نظریہ عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ تمام اقسام کے مادے ایک ہی طرح کے ایٹمی ذرات اور برق پاروں سے مل کرتے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ مختلف مادوں میں ان کا تناسب اور مقدار مختلف ہوتی ہے۔ جدید سائنسی طریقے سے دودھ کو پتھر کی طرح سخت بنایا جا سکتا ہے اور اس سے عورتوں کے لباس کا کپڑا تیار کیا جاتا ہے لکڑی اور انسانی گوشت گل سڑ کے تقریباً ایک ہی

مٹی میں تبدیل ہو جاتے ہیں.......... لوہا، زنگ میں بدل جاتا ہے اور کئی طرح کے پتھر ایسے ہیں جن کی جسامت وقت کے ساتھ ساتھ جانداروں کی طرح بڑھتی جاتی ہے مختلف مادوں سے ملا کر ہیرے تک بنائے جا سکتے ہیں۔"

"یقیناً" سلیمان نے دلچسپی سے کہا۔ گفتگو میں وہ اس قدر محو تھا کہ اپنے ماحول سے بے خبر معلوم ہوتا تھا۔ "پھر جہاں تک دھاتوں کا تعلق ہے یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ تمام دھاتیں گندھک اور پارہ سے مل کر بنتی ہیں اور نمک کے ذریعے ان کو ٹھوس بنایا جا سکتا ہے۔ اس طرح تمام دھاتیں ان تین اجزاء گندھک، پارہ اور نمک پر مشتمل ہوتی ہیں۔ دھاتیں ایک دوسرے سے محض اس لئے مختلف ہوتی ہیں کہ ان میں ان تین بنیادی اجزاء کی مقدار و تناسب مختلف ہوتا ہے جس طرح مختلف قسم کے پھل فطرت کی نباتاتی قوت کا نتیجہ ہوتے ہیں اسی طرح دھاتیں فطرت کی معدنی قوت کا پھل ہوتے ہیں۔ معمولی قسم کی دھاتیں گویا کچے پھل ہیں کیونکہ گندھک اور پارہ کو اتنا وقت نہ مل سکا کہ مناسب مقدار و تناسب میں ایک دوسرے کے ساتھ گھل مل سکیں اور وہ وقت سے پہلے ہی ٹھوس بن گئیں۔ اس طرح کم قیمت اور معمولی دھاتیں فطرت کے خام پھل ہیں۔ کیمیاگر کا طلسمی سفوف جس کو سفوف پارس کہا جاتا ہے ایک ایسی طاقت رکھتا ہے جو فطرت کے ابتدائی عمل کو آگے بڑھاتی ہے اور ان خام دھاتوں کو پکا کر سونا بنا دیتی ہے۔"

"بالکل یہی بات ہے لیکن کیا تمہارے کہنے کا یہ مطلب ہے کہ تم خود تجربات کرتے رہے ہو؟"

"جی نہیں۔" سلیمان نے نفی میں سر ہلایا۔

"مجھے جلد ہی یہ احساس ہو گیا کہ ایسا کرنے کے لئے محنت و مشقت کی ایک پوری زندگی درکار ہوگی اور شاید اس کے بعد بھی ناکامی ہی ملے۔ اس قسم کی محنت و مشقت میری فطرت ہی کے خلاف ہے۔ اس کے علاوہ دھاتوں کی تبدیلی کا مسئلہ اپنے اعلیٰ تر مفہوم کے لحاظ سے وہی ہے جس کو دوسرے لفظوں میں مادہ کو روشنی میں تبدیلی کا اعلیٰ ترین راز کہہ سکتے ہیں۔ دھاتیں ارضیات کے انقلابات کے ذریعے حاصل ہوتی ہیں تو انسان زندگی و موت کے انقلابات کے ذریعے۔ لیکن جس طرح کیمیاگر کا پراسرار سفوف اس عمل کو تیز کر دیتا ہے اور سیسہ کو سونے میں تبدیل کر دیتا ہے اسی طرح روحانیات کا "باطنی مسلک" انسان کی روح کو پاک وصاف کر کے جلد از جلد روشنی میں بدل دیتا ہے۔"

"تو کیا تمہارا مقصد ایسی ہی روحانی بلندی حاصل کرنا تھا؟"

"ہاں...... کسی حد تک......آپ جانتے ہیں کہ کس طرح ایک مسئلہ سے دوسرا مسئلہ پیدا ہوتا چلا جاتا ہے۔ مجھے اپنی تحقیق و مطالعۂ سے جلد ہی معلوم ہو گیا کہ یہ سارا معاملہ روحانی ترقی کے باطنی طریقوں سے تعلق رکھتا ہے لہٰذا میں نے "باطنی مسلک" کا مطالعہ شروع کر دیا۔"

اقبال جنگ نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اور مجھے یقین ہے یہ مطالعہ تمہیں بڑا دلچسپ معلوم ہوا ہوگا۔" اس نے کہا۔

"جی ہاں۔ شروع میں مجھے کچھ دقت محسوس ہوئی لیکن جب میں کچھ لٹریچر پڑھ چکا تو میری آنکھیں

کھلنی شروع ہوگئیں۔"

"دوسرے الفاظ میں تمہارا مطلب یہ ہے کہ ان بیشتر لوگوں کی طرح جنہوں نے وسیع مطالعہ اور زندگی کا وسیع تجربہ حاصل کیا ہے تم نے بھی یہ محسوس کرنا اور ماننا شروع کر دیا کہ ہمارے سائنس داں محض ایک سمت میں ترقی کر رہے ہیں اور ہم ان بہت سی چیزوں کا علم بالکل کھو چکے ہیں جن سے قدیم زمانے کے عقل مند لوگ بہت اچھی طرح واقف تھے۔"

"بالکل درست" سلیمان پھر مسکرایا "میں ان معاملات میں ہمیشہ سے ہی ایک پکا منکر رہا ہوں لیکن جیسے ہی میری نظر سطح سے پار ہو کر نیچے گہرائی میں پہنچنے لگی مجھے ثبوت و شہادت کی ایک ایسی دنیا نظر آئی کہ میرا زاویہ نظر بدل گیا اور مجھے اس معاملہ میں ذرا سا بھی شک و شبہ باقی نہیں رہ سکا کہ دنیا میں عجیب و غریب پوشیدہ و غیبی قوتیں موجود ہیں اور اگر کسی شخص کو اس کا طریقہ معلوم ہو تو وہ ان پراسرار قوتوں کو اپنے قابو میں کر کے استعمال کر سکتا ہے۔"

"بے شک۔" اقبال جنگ نے تائید کی۔ "بے شمار لوگ ان مسائل میں اب بھی دلچسپی رکھتے ہیں جو روحانی ترقی کے باطنی طریقوں کو استعمال کر کے اپنی بہبودی اور عام لوگوں کی فلاح کا سبب بنتے ہیں لیکن ان معاملات میں یہ طومان کہاں سے آگیا؟"

یہ نام سن کر سلیمان خفیف طور پر کانپ گیا اور کمبل کو اپنے شانوں پر اور اچھی طرح لپیٹ لیا۔

"اس سے میری ملاقات کراچی میں ہوئی تھی۔" اس نے کہا "اور یہ ملاقات ایک سندھی بیوپاری کے مکان پر ہوئی تھی جس کے ساتھ میں نے کبھی کبھار کچھ کاروبار بھی کیا تھا۔"

"اس کا نام قاسم تھا نا؟" اقبال جنگ یکایک بولا "وہی جس کے کٹے ہوئے کان کی شکل بگڑی ہوئی ہے۔ گزشتہ رات مجھے محسوس ہوا تھا کہ اس طرح کا مسخ شدہ کان والا شخص میں نے پہلے کہیں دیکھا ہے لیکن کوشش کے باوجود مجھے یاد نہ آسکا کہ کہاں دیکھا ہے؟"

سلیمان نے عجلت سے سر ہلا کر تائید کی۔

"جی ہاں۔ اس کا نام قاسم ہی ہے۔" ہاں تو اسی کے مکان پر طومان سے میری ملاقات ہوئی۔ معلوم نہیں کس طرح اور کیوں میری ملاقات ہوئی۔ معلوم نہیں کس طرح اور کیوں ہماری گفتگو روحانی عملیات کی طرف مڑ گئی اور چونکہ اس زمانے میں مجھ پر اسی چیز کی دھن سوار تھی اس لئے قدرتی طور پر مجھے اس گفتگو میں دلچسپی محسوس ہوئی۔ طومان نے کہا کہ اس موضوع پر اس کے پاس بہت سی کتابیں موجود ہیں اور یہ تجویز پیش کی کہ میں اس مکان پر آؤں جہاں وہ قیام پذیر ہے اور ان کتابوں کا مطالعہ کر لوں۔ یہ قدرتی بات تھی کہ میں نے اس کی تجویز پر عمل کیا۔ اس کے بعد اس نے مجھے بتایا کہ اگلی رات وہ ایک جادو کا تجربہ کر رہا ہے اور مجھ سے پوچھا کہ کیا میں اس موقع پر موجود رہنا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے! تو اس طرح یہ مصیبت کی داستان شروع ہوئی۔"

"جی ہاں۔ یہ تجربہ ایک بالکل بے ضرر قسم کی چیز تھا۔ اس نے چاروں عناصر آگ، ہوا، پانی اور مٹی سے کچھ نا معلوم قسم کی رسوم ادا کیں اور اس کے بعد اس نے مجھے ایک آئینہ میں دیکھنے کو کہا جو اس

وقت وہاں موجود تھا۔ یہ شاہی زمانے کا ایک قدیم آئینہ معلوم ہوتا تھا جس کی پشت پر کچھ دھبے سے پڑ گئے تھے اس سے قطع نظر وہ ہر طرح سے بالکل معمولی قسم کا آئینہ معلوم ہوتا تھا۔ میں اس آئینے میں دیکھ رہا تھا کہ یکایک اس میں ایک کہرے کا بادل سا چھا گیا۔ جب یہ کہرہ دور ہوا تو میں نے دیکھا کہ آئینے میں میرا عکس نظر نہ آتا تھا بلکہ اس کی جگہ اخبار کا ایک صفحہ میرے پیش نظر تھا۔ یہ اخبار ٹائمز کا وہ صفحہ تھا جو کاروباری اور اقتصادی امور کے لئے وقف ہوتا ہے اس پر کراچی شیئر مارکیٹ کے تمام بھاؤ درج تھے بظاہر یہ بات کوئی خاص چیز نظر نہیں آتی لیکن حیرت تو یہ تھی کہ اخبار پر جو تاریخ پڑی تھی وہ تین دن آگے کی تھی۔ گویا تین دن بعد جو اخبار شائع ہونے والا تھا وہ اس وقت میرے سامنے تھا؟"

اقبال جنگ اپنے دبلے پتلے چہرے کو اپنی لمبی انگلیوں سے سہلانے لگا۔

"میں نے اسی طرح کا ایک تماشا ایک بار قاہرہ میں دیکھا تھا۔" اس نے سنجیدگی سے کہا "لیکن اس موقع پر آئینے میں جو چیزیں نظر آئی ہیں وہ نئے انگریز کمانڈر انچیف کا نام تھا جس کا تقرر محکمہ جنگ نے لندن میں اسی سہ پہر کو کیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ تم نے بازار کے کچھ بھاؤ ضرور نوٹ کر لئے ہوں گے۔"

"جی ہاں...... بھاؤ کی فہرست میری نظر کے سامنے دس سیکنڈ سے زیادہ نہیں رہ سکی اور اس کے بعد آئینہ میں پھر بادل سا چھا گیا اور پھر آئینہ اپنی اصلی حالت پر آگیا لیکن مجھے اتنی مہلت ضرور مل گئی تھی کہ میں نے ان چیزوں کے بھاؤ یاد کر لئے جن سے مجھے دلچسپی تھی اور جب بعد میں میں نے ان کا مقابلہ کیا تو وہ بالکل صحیح ثابت ہوئے۔"

اس کے بعد کیا ہوا؟"

"طومان نے یہ پیشکش کی وہ مجھے یہ علم سکھا دے گا۔" اس نے بتایا کہ ہر انسان کے ساتھ ایک خصوصی مقدس محافظ فرشتہ رہتا ہے۔ سب سے پہلے اسی محافظ فرشتہ سے واقفیت پیدا کرنا اور اس سے گفتگو کرنے کا طریقہ سیکھنا پڑے گا۔ اس کے بعد آئینہ میں دیکھنے کی یہ پراسرار طاقت مجھے حاصل ہو جائے گی۔"

"میرے بھولے بھالے دوست سلیمان!" اقبال جنگ نے افسوس سے منہ بنا کر کہا۔ "شیطانی مسلک کے ماننے والے ایسے ہی وعدے کر کے لوگوں کو ابلیس کے جال میں پھنساتے ہیں۔ ان کی فریب کاری کا شکار ہونے والے تم پہلے آدمی نہیں ہو! اگر تم نے روحانیات کا اور گہرا مطالعہ کیا ہوتا تو تمہیں معلوم ہو جاتا کہ پراسرار قوتیں حاصل کرنے سے پیشتر ہر مبتدی کے لئے ضروری ہے کہ مدتوں تک مطالعہ اور عمل کے بعد روحانی ترقی کے چھ درجے عبور کرے۔ پہلا درجہ محض ایک امیدوار کا ہے جب اس کی جانچ ہوتی ہے کہ وہ روحانی ترقی کی اہلیت رکھتا ہے یا نہیں؟ دوسرا درجہ وہ ہے جب ایک پرندے کے بچوں کی طرح اس کے روحانی پر و بال نکلنے شروع ہوتے ہیں۔ تیسرا درجہ جوش و شوق کا ہے۔ چوتھے درجے میں اس کو عمل کے میدان میں قدم رکھنا ہوتا ہے۔ پانچواں درجہ وہ ہے جب اپنے تجربے و عمل سے اس میں روحانی فراست پیدا ہوتی ہے اور چھٹا درجہ وہ ہے جب وہ تکمیل حاصل کرتا ہے۔ ان چھ درجوں کو عبور کرنے کے بعد ہی وہ اس قابل ہوتا ہے کہ کائنات کے حدود کو پار کرنے کی جرأت کر سکے

اور صاحب کمال بن سکے۔ اس کے علاوہ اپنے محافظ مقدس فرشتے سے واقفیت حاصل کرنے اور ہونے کے لئے کوئی مقررہ قاعدے نہیں ہیں۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جو ہر ایک انسان کو خود ہی سوچنی ہے اور دوسرا کوئی شخص اس کی مدد نہیں کر سکتا۔ جس طرح ہر انسان کے ساتھ اس کا ایک مقدس فرشتہ کھڑا رہتا ہے اسی طرح ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان بھی رہتا ہے جو اس کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ طومان نے تمہارے شیطان کو تمہارا فرشتہ بنا کر پیش کرنے کی ناپاک جرأت کی اور یہ یقیناً تمہارا محافظ فرشتہ معذور و مجبور یہ دیکھ کر آنسو بہاتا رہا کہ تم پورے ارادے کے ساتھ اس ہولناک خطرے کی طرف بڑھتے جا رہے ہو۔ اس نے تمہیں روکنے کی کوشش بھی کی مگر تم نے اس کی بات نہ مانی۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ یہی بات تھی حالانکہ اس وقت مجھے اس کا احساس نہ تھا" سلیمان بولا "بہرحال کچھ دنوں بعد مجھے ہندوستان واپس آنا پڑا۔ طومان نے وعدہ کیا تھا کہ وہ بھی ہندوستان آئے گا۔ میں اس کی باتوں سے اس قدر متاثر ہو چکا تھا کہ میں نے اس سے درخواست کی کہ جیسے ہی وہ یہاں آئے مجھے فوراً مطلع کرے۔ تقریباً پندرہ دن بعد وہ آن پہنچا اور فوراً ہی اس نے مجھے ٹیلیفون پر مشورہ دیا کہ اس وقت جو میرے پاس بہت کافی تجارتی سامان کا اسٹاک تھا وہ سب فروخت کر ڈالوں۔ میں بازار کی حالت سے بالکل مطمئن تھا لیکن مجھے آئینے میں جو کچھ نظر آیا تھا اس تجربے کے مد نظر میں نے طومان کا مشورہ قبول کر لیا اور اسٹاک الگ کر دیا۔ آپ یقین کریں کہ اس سے مجھے کافی فائدہ ہوا اور میں بہت بڑے نقصان سے بچ گیا کیونکہ بازار کی حالت تقریباً فوراً بعد ہی یکدم بگڑ گئی۔"

"شاید اس کے بعد ہی تم نے طومان سے کہا ہوگا کہ وہ تمہارے ساتھ رہنے لگے؟" اقبال جنگ نے کہا۔

"ہاں...... میں نے تجویز پیش کی وہ جب تک یہاں ہے میرے پاس ہی قیام کرے کیونکہ ہوٹل میں اس کے پاس کوئی ایسی موزوں جگہ نہ تھی جہاں وہ اپنے عملیات کی مشق کر سکے۔ اس نے میری تجویز مان لیا اور پہاڑ گنج میں میرے پاس آ گیا۔ اس زمانے سے ہم دونوں ہر رات کو کافی دیر تک رصد گاہ میں بیٹھ کر وقت گزارنے لگے یہی وجہ تھی کہ ان دنوں میری ملاقات آپ سے بہت کم ہو سکی۔ لیکن طومان میری اس صحبت کے نتائج بہت غیر معمولی ثابت ہوئے۔ انتہائی حیرت انگیز۔"

اس نے تمہیں کچھ اور معلومات بہم پہنچائی ہوں گی تجارتی اور اقتصادی امور کے متعلق؟"

"بے شک...... لیکن اس معاملے میں اس نے حد کر دی!...... ابھی حال میں ہی جو کچھ بہت بڑی بڑی کمپنیوں کا دیوالیہ نکل گیا تھا اس کے متعلق طومان نے مجھے پہلے ہی خبردار کر دیا تھا اور ان کمپنیوں کی اندرونی خراب حالت کے متعلق سب کچھ بتلا دیا تھا جو بعد میں ایک زبردست بدنام کن انکشاف کی صورت میں دنیا کے سامنے آیا۔ آپ جانتے ہیں کہ میں کوئی غریب آدمی نہیں ہوں لیکن اگر مجھے اس معاملے کی طرف سے پہلے ہی خبردار نہ کر دیا جاتا تو میں تقریباً تباہ ہو گیا تھا۔ میں نے طوفان آنے سے پیشتر ہی ان کمپنیوں میں اپنا ایک ایک حصہ فروخت کر ڈالا اور ایک زبردست منافع کمایا۔"

"میرا خیال ہے کہ اس وقت تک تم نے سیاہ جادو کی مشق شروع کر دی ہوگی؟"

سلیمان کی سیاہ آنکھیں اقبال جنگ کی نظروں سے گریز کر کے جھک گئیں۔

"جی ہاں...... تھوڑی سی مشق شروع کر دی تھی۔" وہ بولا "ایک رات طومان نے مجھے عیسائی مذہب کی ایک دعا پڑھنے کو کہا جس میں بہت کچھ تبدیلیاں کر کے اس نے اس کو بالکل مسخ کر دیا تھا۔ مجھے اس کا پڑھنا کچھ اچھا معلوم نہ ہوا اور میں نے پس و پیش کیا۔ طومان نے اصرار کیا اور مجھ سے کہا کہ چونکہ میں عیسائی نہیں ہوں اس لئے ایسا کرنے میں کوئی نقصان نہیں۔"

"پھر بھی یہ ایک شیطانی فعل تھا۔" نواب بولا۔

"شاید" سلیمان نے اعتراف کیا لیکن طومان چرب زبانی میں شیطان سے کم نہیں اور اس کی رائے یہ ہے کہ سیاہ جادو نام کی کوئی چیز دنیا میں ہے ہی نہیں۔ جادو نام ہے فوق الفطرت قوتوں کو اپنے ارادے کے تابع کرنے کا۔ اس میں سیاہ و سفید جادو کا کوئی سوال ہی نہیں۔ بس یہی اس کا سارا نظریہ ہے۔"

"اس شخص کے بارے میں مجھے تفصیل سے بتاؤ۔"

"میرے خیال میں اس کی عمر تقریباً 50 سال ہے اس کا سر بالوں سے تقریباً آزاد ہے اس کی آنکھیں عجب قسم کے نیلے رنگ کی ہیں اور اس کی توند شاید دنیا میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔"

"یہ تو میں بھی جانتا ہوں۔" اقبال جنگ نے کہا "میں اس کو دیکھ چکا ہوں لیکن میرا مقصد اس کی شخصیت سے ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں بھول گیا تھا۔" سلیمان نے معذرت کی۔ "آپ جانتے ہی ہیں کہ ہفتوں سے مجھے یہ معلوم نہیں کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ میری حالت تقریباً ایسی ہے جیسے یہ پوری مدت میں نے خواب دیکھنے میں بسر کی ہے۔ بہرحال طومان کے متعلق یہ ہے کہ وہ کردار کی ایک غیر معمولی طاقت رکھتا ہے اور جب چاہتا ہے تو لوگوں کے لئے خود کو انتہائی دلکش بنا دیتا ہے۔ فطری طور پر وہ ایک ہوشیار انسان ہے۔ حیرت ناک حد تک ہوشیار؟ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ دنیا کی کسی ایسی کتاب کا نام نہیں لے سکتے جس کا اس نے مطالعہ نہ کیا ہو یہ بھی ایک غیر معمولی بات ہے کہ عورتیں اس سے بے حد متاثر ہو جاتی ہیں۔ مجھے تقریباً نصف درجن ایسی عورتوں کا حال معلوم ہے جو طومان پر دیوانی ہیں۔"

"اس کی تاریخ حیات کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟"

"اس سلسلے میں مجھے کچھ زیادہ معلوم نہیں۔ سنا ہے کہ اس کا بچپن کا نام دارا ہے اور وہ نسل کے لحاظ سے پارسی ہے لیکن اس کی ماں بنگالی ہے۔ اس کو مذہبی پیشوا بننے کے لئے تعلیم دی گئی تھی اور اس نے یہ ڈگری حاصل بھی کر لی تھی لیکن یہ دیکھ کر مذہبی پیشوا کی زندگی اس کی فطرت کے مطابق نہیں اس نے یہ راستہ ترک کر دیا۔"

اقبال جنگ نے تائید میں سر ہلایا۔

"میرا بھی ایسا ہی خیال تھا۔" وہ بولا "شیطانی جشن میں اس نے مختلف مذہبوں کی مقدس رسوم کا جو مذاق اڑایا تھا وہ صرف ایسا ہی شخص کر سکتا ہے جو مذہبیات سے پوری واقفیت رکھتا ہو اور چونکہ وہ اب

شیطانی مذہب کا اعلیٰ پیشوا ہے اس لئے یہ ظاہر ہے کہ وہ کسی زمانے میں اپنے حقیقی مذہب کا رہنما رہ
سے اس نے بغاوت کر دی۔ لیکن اس کے علاوہ تم اور کیا بتا سکتے ہو؟ اس کے متعلق تمہاری معمو
معمولی معلومات بھی اس جنگ میں ہماری مدد کر سکتی ہیں کیونکہ تمہیں یاد رکھنا چاہئے سلیمان کہ
ابھی تک محض ایک عارضی حفاظت حاصل ہوئی ہے۔ یہ جنگ ایک بار پھر شروع ہو گی جب کہ وہ
واپس حاصل کرنے کے لئے اپنی طاقت استعمال کرے گا۔"

سلیمان نے پتھروں پر پہلو بدلا اور پھر فکر آمیز لہجہ میں بولا "سینے پرونے کا کام اور کشیدہ کاری
حسین کر سکتا ہے اور اپنے چھوٹے نرم ہاتھوں کو انتہائی حد تک صاف رکھنے کا اس کو دیوانہ وار خبط
ایک ساتھی کی حیثیت سے وہ بہت ہی دلچسپ اور مسرور کن انسان ہے لیکن عیب یہ ہے کہ وہ ہمیش
عطریات میں خود کو ڈبوئے رکھتا ہے اور مٹھائیوں کے معاملے میں ایک بچے کی طرح لالچی ہے جب
گنج میں میرے ساتھ رہتا تھا تو ہفتہ میں دو بار مٹھائیوں اور پھلوں کے بہت بڑے بڑے پار
غیر ممالک تک سے اس کو موصول ہوا کرتے تھے۔ عام طور پر اس کی مزاجی کیفیت پر سکون اور مط
رہتی تھی اور اس کا طور طریقہ بہت ہی دلکش تھا لیکن کبھی کبھی اس پر بد مزاجی کے دورے پڑتے۔
عام طور پر مہینے میں ایک بار ایسا دورہ پڑتا تھا لیکن 24 گھنٹے تک غصہ سے جوش کھاتے رہنے کے بعد
حالت اعتدال پر آ جاتی تھی۔ مجھے معلوم نہیں کہ ان موقعوں پر وہ کہاں جایا کرتا تھا لیکن ایک
علی الصباح اچانک میری اس سے مڈبھیڑ ہو گئی جب کہ وہ کچھ ہی دیر پہلے اپنی آوارہ گردی سے واپس آیا
اس وقت اس کی حالت بہت ہی ابتر تھی۔ وہ بے حد غلیظ اور گندا تھا۔ چہرے پر دو دن کی داڑھی
ہوئی تھی۔ اس کے کپڑے سب پھٹے ہوئے تھے اور ان میں سے شراب کی بو آ رہی تھی۔ ایسا معلوم
تھا کہ اس پوری مدت میں وہ سویا ہی نہیں بلکہ شہر کے بدترین حصوں میں ہر طرح کی سیاہ کاری اور ع
میں ڈوبا رہا۔"

سلیمان ایک ساعت کے لئے خاموش ہو گیا اور پھر بولا "وہ ہپناٹزم کا ایک غیر معمولی اعلیٰ ماہر
چنانچہ وہ مختلف عورتوں کو جو پابندی کے ساتھ اس سے ملنے آتی تھیں ہپناٹزم کے ذریعے بے ہو
کے متواتر یہ معلوم کرتا رہتا تھا کہ کراچی، قاہرہ، لندن، نیویارک اور بہت سے دوسرے مقامات پر ک
ہو رہا ہے۔ ان عورتوں میں زرینہ نام کی ایک لڑکی بھی شامل تھی جس کو ایک مکمل طور پر حسین ت
کہنا چاہئے۔ آپ نے اس کو میرے مکان پر پارٹی میں دیکھا ہو گا۔ طوماں نے دیکھا کہ ہپناٹزم کے عمل
لئے اس لڑکی سے بہتر کوئی معمول اس کو نہیں ملا۔ وہ زرینہ کو تقریباً ایک ٹیلیفون کی طرح است
کر سکتا ہے اور جو کچھ بھی وہ معلوم کرنا چاہے بڑی آسانی سے اس لڑکی کے ذریعے معلوم کر سکتا ہے
دوسری عورتیں اتنا اچھا معمول ثابت نہیں ہوتیں۔ ان پر عمل کر کے معلومات حاصل کرنے میں
رکاوٹیں اور تاخیر واقع ہوتی رہتی ہے۔"

"طوماں نے تم پر بھی ہپناٹزم کا عمل کیا ہو گا؟"

"ہاں۔ تجارتی و اقتصادی معلومات حاصل کرنے کیلئے۔"

"میرا ابھی یہی خیال تھا۔" اقبال جنگ نے کہا "اور ایک بار جب تم نے طوماں کو اپنی خوشی سے عمل
کرنے کی اجازت دی تو جلد ہی وہ تمہاری آزاد ذہنیت کو مکمل طور پر فنا کرنے میں کامیاب ہو گیا اور
تمہارے ہر ایک خیال پر اس کی حکومت قائم رہی۔ یہی وجہ ہے کہ جو کچھ ہوتا رہا ہے اس کو محسوس
کرنے سے تم قاصر رہے۔ تمہاری حالت بالکل ایسی ہی رہی جیسے اس نے اس پوری مدت میں تمہیں کسی
نشیلی جڑی بوٹی سے بے بس و معذور بنائے رکھا ہو۔"

"بے شک" سلیمان نے مایوسی کے ساتھ اعتراف کیا "اس تصور سے ہی میں خود کو بیمار محسوس
کرنے لگتا ہوں لیکن میرا خیال ہے کہ وہ شروع سے ہی مجھے اس شیطانی رسم کے لئے رفتہ رفتہ تیار کرتا رہا
تھی جو کہ مریخ اور زحل کے اجتماع کے وقت دو رات قبل وہ ادا کرنا چاہتا تھا اور ......" سلیمان یکایک
خاموش ہو گیا کیونکہ اسے دو بڑے ستونوں کے درمیان اسد آتا ہوا نظر آیا تھا۔

اس عالم میں کہ ہنسی سے اس کی باچھیں ایک کان سے دوسرے کان تک پھٹی پڑی تھیں اس نے
ملاحظہ کے لئے اپنا لایا ہوا سامان دکھانا شروع کیا۔ سفید فلالین کا ایک نیکر۔ ایک خاکی قمیص۔ گھٹنوں تک
آنے والے سیاہ و سفید چیک ڈیزائن کے لمبے موزے۔ شوخ سرخ رنگ کی ٹائی۔ اونچے واٹر پروف جوتے
اور نارنجی اور ارغوانی رنگ کی ایک کرکٹ کیپ۔

"ان کے علاوہ اور کچھ نہیں مل سکا۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا "لباس کی تو تمام دکانیں بند تھیں
اس لئے میں مجبوراً ایک کھیل کود کا سامان اور وردی بیچنے والے کی دکان میں گھس پڑا۔"

اقبال جنگ نے قہقہے لگانے شروع کئے اور سلیمان لباس کے اس عجیب و غریب سامان کو الٹنے پلٹنے
لگا۔

"کیوں مذاق کر رہے ہو اسد؟" سلیمان نے ایک شرمیلی مسکراہٹ سے کہا "میں اس لباس میں گھر
واپس نہیں جا سکتا۔"

"ہم گھر واپس نہیں جا رہے ہیں۔" اقبال جنگ نے کہا "ہمارا ارادہ تو ہریام پور جانے کا ہے۔"

"کیا...... مریم کے پاس؟" اسد نے چونک کر پوچھا "یہ خیال کیسے آپ کے دماغ میں آیا؟"

"تمہارے جانے کے بعد سلیمان نے جو کچھ مجھے بتایا ہے اس کے مد نظر میں نے یہی فیصلہ کیا ہے۔"

سلیمان نے احتجاج کرتے ہوئے اپنا سر نفی میں ہلایا۔

"مجھے یہ تجویز پسند نہیں۔ بالکل نہیں۔" وہ بولا "اگر میری وجہ سے ان لوگوں کے گھر میں کوئی
مصیبت آئی تو میں عمر بھر خود کو معاف نہیں کروں گا۔"

"تمہیں وہی کرنا پڑے گا جو میں کہتا ہوں۔ میرے دوست!" اقبال جنگ نے فیصلہ کن لہجے میں کہا
"جہاں تک مجھے معلوم ہے جمشید اور مریم ان لوگوں میں شامل ہیں جن کو دنیا کے سب سے زیادہ صحت
مند دماغ کا مالک کہا جا سکتا ہے۔ ان کے مکان کی ہوش مندانہ اور مسرور کن فضا تمہارے لئے بہترین
قوت ثابت ہو گی اور مجھے یقین ہے کہ وہاں ہم سب کا گرم جوشی سے خیر مقدم کیا جائے گا۔ اگر ہم
مکمل حفاظتی تدابیر اختیار کریں گے تو ان لوگوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا اور ان کے صحت مندانہ فکر

صحیح رکھنے والے دماغوں سے ہم کو جو مدد ملے گی اس کی بدولت ہم کو وہ مزید طاقت حاصل ہو سکے گی جس کی ہم کو ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ دنیا میں شاید جمشید اور مریم ہی ایسے لوگ ہیں جن کے سامنے اپنی داستان بیان کر دیں گے تو وہ ہم کو پاگل نہ سمجھیں گے۔ اچھا اب جلدی کرو اور یہ لباس پہن کر اولمپک کھیلوں کے ہیرو بن جاؤ۔“

مجبور ہو کر سلیمان کپڑے اٹھا کر پتھروں کے پیچھے غائب ہو گیا۔

”آپ کا خیال صحیح ہے۔“ اسد نے اقبال جنگ سے کہا ”بہر حال مقامی ہوٹل میں کچھ بھنے ہوئے گوشت اور انڈوں کی تیاری کا آرڈر دے آیا ہوں میرا تو بھوک سے برا حال ہے۔“

”انڈے اور پھل تو ٹھیک ہیں“ نواب نے کہا ”لیکن ہم میں سے کوئی بھی گوشت نہیں کھائے گا۔ بہت ضروری ہے کہ فی الحال ہم گوشت سے پرہیز کریں۔ اگر ہمیں اپنی روحانی قوت قائم رکھنی ہے تو ہمارے جسم کو کم از کم نصف فاقہ کرنا ہوگا۔“

”ارے بھئی سلیمان“ اس نے منہ بنا کر کراہتے ہوئے کہا ”بندہ خدا یہ تمہیں کیا سوجھی تھی ”طلسمی عجوبے“ کے چکر میں پھنس گئے اور اپنے دوستوں کو اس مصیبت میں پھنسایا؟ جب میں روس میں سیاسی سرگرمیوں کی بنا پر آفت میں پھنس گیا تھا اور تم مجھے نجات دلانے کے لئے آئے تھے تو اس وقت اس طرح کی نادر شاہی پابندی نہیں لگائی گئی تھی کہ موقع ملنے پر بھی اچھا کھانا نہ کھاؤ۔“

”اچھا یاد دلایا تم نے۔“ اقبال جنگ نے سلیمان سے خطاب کیا جو کہ پتھروں کے پیچھے اپنے عجیب نامانوس لباس کو پہننے کی پوری جدوجہد کر رہا تھا۔ ”یہ طلسمی عجوبہ کیا چیز ہے؟“ اسد نے کل رات اس کا تذکرہ کیا تھا؟“

”طلسمی عجوبہ ہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے طومان مجھے پھر اپنے قبضے میں لینے کی ہر ممکن کوشش کرے گا“ سلیمان کی آواز آئی ”دنیا میں کسی نامعلوم مقام پر یہ طلسمی عجوبہ دفن ہے اور بائیں بازو کے مسلک یا سفلی علوم کے ماہر اس عجوبہ کو صدیوں سے تلاش کرتے آئے ہیں۔ یہ عجوبہ جس شخص کے پاس ہوتا ہے اس کو تقریباً لامحدود قوتیں عطا کر دیتا ہے اور طومان نے پتہ چلایا ہے کہ جس وقت زحل اور مریخ ستارے ایک ہی برج میں جمع ہوں اس وقت اگر کچھ مخصوص عملیات کئے جائیں اور یہ عملیات ایک ایسے شخص کی مدد سے کئے جائیں جس کی پیدائش زحل اور مریخ کے یکجا ہونے کی ساعت میں ہی واقع ہوئی ہو تو یہ راز آشکارا ہو جائے گا کہ طلسمی عجوبہ کہاں پوشیدہ ہے۔ ایسے لوگ دنیا میں زیادہ ہیں جن کی پیدائش زحل و مریخ کی یکجائی کے زمانے میں ہوئی ہو لیکن یہ میری شامت اعمال ہے کہ میں ایسے ہی انسانوں سے ایک ہوں۔ اگر طومان کو ایسے اور لوگ مل بھی جائیں تو ہو سکتا ہے کہ مختلف دیگر وجوہات کی بنا پر موزوں ثابت نہ ہوں۔“

”بالکل ٹھیک! لیکن یہ طلسمی عجوبہ کیا ہے؟“

”حقیقت یہ ہے کہ مجھے معلوم نہیں۔ میرا خیال نہیں کہ میرا دماغ گزشتہ دو ماہ کے دوران ٹھیک طور پر کام کرتا رہا ہے۔ اپنے کاروبار میں بھی میرا دماغ صرف اسی طریقے پر عمل کرتا رہا ہے جو کہ خود

تذکرہ کرتا تھا۔ بہر حال مجھے اتنا معلوم ہے کہ اس طلسمی عجوبے کا اصطلاحی نام طلسم سامری ہے۔“

”کیا“ اقبال جنگ اچک کر کھڑا ہو گیا۔

اس وقت سلیمان پتھروں کے پیچھے سے ظاہر ہوا۔ وہ اپنے ناموزوں لباس میں مضحکہ خیز طریقے پر نظر آ رہا تھا۔ اس کی لمبی ٹانگیں چھوٹے نیکر کے نیچے بھدی طور پر لٹک رہی تھیں اور سر پر کرکٹ کیپ عجیب انداز میں ترچھی رکھی ہوئی تھی۔

ہنسی کے مارے اسد کی آنکھوں میں آنسو آ گئے لیکن اقبال جنگ کے سنجیدہ چہرے کو دیکھ کر وہ جلد ہی اپنی ہنسی کو بھول گیا۔

”طلسم سامری“ اقبال جنگ خود ہی خود بڑبڑایا۔

”ہاں“ یہ طلسمی عجوبہ شاید چار اسپ سواروں سے کچھ تعلق رکھتا ہے۔ لیکن خدارا یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے؟“ سلیمان کا چہرہ اقبال جنگ کی دہشت زدہ آنکھوں کو دیکھ کر زرد پڑ گیا۔

”بے شک۔ چار اسپ سوار۔“ اقبال جنگ بولا ”شہنشاہ ابلیس کے چار خوفناک شہسوار...... یعنی جنگ۔ وبا۔ قحط اور موت۔ ہم سب کو معلوم ہے کہ دنیا کے مدبروں اور حکمرانوں کے دماغوں کو ماؤف کرنے کے لئے گزشتہ زمانے میں جب دوبارہ ان خوفناک سواروں کو آزاد چھوڑ دیا گیا تھا تو اس کا انجام کس قدر تباہ کن ثابت ہوا تھا۔“

”شاید آپ کا اشارہ گزشتہ دو عالمگیر جنگوں کی طرف ہے؟“ اسد نے کہا۔

”یقیناً اور پوشیدہ علوم کا ہر ایک ماہر جانتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک جنگ کی ابتدا محض اس لئے ہوئی کیونکہ ہر بار کوئی خوفناک ابلیس پرست ایسا تھا جس نے ان چار سواروں کو آزاد کرنے کے لئے مخصوص طریقہ بھیانک معلوم کر لیا تھا۔“

”عجیب بات کہہ رہے ہیں آپ۔“ اسد نے ہمت کر کے کہا ”میرا تو خیال تھا کہ اگرچہ ان جنگوں کی ذمہ داری کچھ نہ کچھ دوسری قوموں پر بھی عائد ہوتی ہے لیکن جنگ کی اصلی وجہ ہر بار یہی تھی کہ جرمن لوگ طاقت کے نشے میں اپنا دماغی توازن کھو بیٹھے تھے۔“

”تم بالکل بے وقوف ہو!“ اقبال جنگ یکایک تیزی سے بولا ”تم محض سطحی باتوں کو دیکھ رہے ہو مثال کے طور پر پہلی عالمگیر جنگ کو ہی دیکھو۔ یہ جنگ جرمنی نے شروع نہیں کی تھی۔ جنگ کا شعلہ روس نے بھڑکایا تھا۔ یہ روس ہی تھا جس نے سامراجیوں کے مقام پر واقع ہونے والے قتل کی شہہ دی تھی۔ یہ روس ہی تھا جس نے آسٹریا کے مطالبات کو مسترد کرنے کے لئے سربیا کی پشت پناہی کی تھی۔ یہ روس ہی تھا جس نے سب سے پہلے عام بھرتی شروع کی تھی اور یہ روس ہی تھا جس نے جرمنی پر حملہ کیا تھا۔ درحقیقت اس میں روس کی بھی کوئی غلطی نہیں تھی۔ روس کو ان غلط کاریوں میں ڈالنے والا واحد شخص راہب راسپوٹین تھا۔ ان سب اقدامات کے پیچھے راسپوٹین کی شیطانی ذہنیت کام کر رہی تھی وہ شیطان کا پجاری اور گزشتہ کئی صدیوں کا سب سے بڑا جادوگر تھا۔ یہی وہ شخص تھا جس نے ان خفیہ دروازوں کو معلوم کر لیا تھا جس کے ذریعے متذکرہ چار شیطان شہسواروں کو آزاد چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ دنیا میں آگ

اور خون کے دریا بہا سکیں اور مجھے معلوم ہے کہ طلسم سامری بھی ایک ایسی ہی چیز ہے جس کے ذریعے ان خوفناک شہسواروں کو آزاد چھوڑا جاسکتا ہے۔ ہر قسم کی تباہی و بربادی کے لئے دنیا آج کل بالکل تیار ہے اور اگر یہ شیطانی اسپ سوار آزاد چھوڑ دیئے گئے تو اس بار دنیا کے وجود کا مکمل خاتمہ یقینی ہے لہٰذا اب ہمارے سامنے جو مسئلہ ہے وہ محض سلیمان کو محفوظ رکھنے کا ذاتی مسئلہ نہیں۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ طومان کو ہلاک کر ڈالیں۔ اس سے پہلے کہ وہ طلسمی عجوبے کو حاصل کرے صرف اسی طرح ہم اس کو اس شیطانی منصوبے سے روک سکتے ہیں کہ ساری دنیا کو پھر ایک بار جنگ میں دھکیل دے۔"

جمشید نے دوسری بار ٹیلیگرام کو پڑھا۔

"کھانا مت کھاؤ۔ یہ بے حد اہم بات ہے سلیمان بیمار ہے میں اور اسد اس کو لے کر آج سہ پہر تمہارے پاس آرہے ہیں۔ مریم کو بھی کچھ نہ کھانا چاہئے۔ ننھی زہرہ کو پیار۔ اقبال جنگ۔"

اس نے اپنی کشادہ پیشانی سے بالوں کو ہٹانے کے لئے سر پر ہاتھ پھیرا اور ایک حیرت زدہ تبسم کے ساتھ ٹیلیگرام اپنی بیوی کی طرف بڑھا دیا۔

"یہ نواب نے بھیجا ہے۔" وہ بولا "معلوم ہوتا ہے سٹھیا گیا ہے یا پھر نہ جانے کیا بات ہو۔"

"واقعی نا جانے کیا ہو گیا ہے اس کو۔" مریم نے تار پڑھ کر کہا "بڑی عجیب بات ہے لیکن اگر وہ قطب مینار کے اوپر اپنے سر کے بل کھڑا ہو جائے اور ساری دنیا مجھ سے کہے کہ وہ پاگل ہو گیا ہے تب بھی میں یہی کہوں گی کہ بوڑھا نواب قطعی ہوش مند ہے۔"

"عورتوں کی ہوش مندی کا معیار ہی اندھا ہوتا ہے۔" جمشید نے منہ بنا کر احتجاج کیا "بھلا یہ بھی کوئی بات ہے کہ کھانا مت کھاؤ۔ اس میں ہوش مندی کہاں سے آگھسی خصوصاً ایسے وقت کہ ابھی تم کہہ رہی تھیں کہ آج صبح ہی بڑی بڑھیا مچھلی آئی ہے میرا پیٹ تو خواب دیکھ رہا تھا۔"

"بڑے ہی پیٹو ہو تم!" مریم نے ایک حسین قہقہہ لگایا اور اس کے گلے میں اپنا ایک بازو حمائل کرتے ہوئے بولی کھانا کھانا کھانا۔ بس یہی ہے تمہاری زندگی کا مقصد۔"

"بالکل غلط!" جمشید نے مریم کے بالوں کو اپنی ناک سے سہلاتے ہوئے کہا "میری زندگی کا پہلا مقصد ہے تم سے محبت کرنا۔ محبت کرنا۔ محبت کرنا اور تم جانتی ہو کہ ڈارلنگ محبت کے لئے پیٹ بھرا ضروری ہے بھوکا آدمی تو محبت کی ریڑھ مار کر رکھ دیتا ہے!"

"جھوٹوں کے بادشاہ ہو تم" اس نے جمشید کو پیچھے دھکیل دیا "سارے مرد ہی ایسے ہوتے ہیں؟ خیر مذاق چھوڑو۔ اس غیر معمولی ٹیلیگرام کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہے اور بیچارہ سلیمان بیمار بھی ہے۔ آخر اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟"

"خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ مجھے تو اس کا مطلب یہی معلوم ہوتا ہے کہ نیک و راست باز بیوی مہمانوں کے واسطے کمروں کی تیاری کے حکم دینا شروع کر دے اور مصیبت زدہ حقیر شوہر سر پر ٹوکری اٹھائے ہوئے باغوں اور کھیتوں میں آنے والوں کے لئے پھل اور ترکاریاں جمع کرتا ہوا پھرے!"

جمشید ایک لمحہ کے لئے رکا۔ اس نے مریم کو ایک حسین ایرانی بلی کی طرح اپنی مناسب ٹانگیں موڑ

بیٹھے ہوئے دیکھا اور اس کے لبوں پر ایک شرارت آمیز تبسم منڈلانے لگا۔ اس کے بعد اس نے بڑا شریرانہ انداز بنا کر کہا "مریم! میرا خیال ہے کہ آج رات ہمیں اپنے مہمانوں کو تھوڑے سے کشمیری ضرور پیش کرنا چاہئیں۔"

"دیکھو جمشید! یہ مذاق ٹھیک نہیں" وہ اچک کر کھڑے ہوتے ہوئے بولی "تم جانتے ہو کہ یہ میرے مرغوب پھل ہیں اور درخت پر بہت تھوڑے سے باقی رہ گئے ہیں۔"

"بہت بہتر!" جمشید مسکرایا "مگر یہ بتایئے محترمہ کہ اب پیٹو کون ہوا؟ میں یا آپ؟"

"جایئے ہم آپ سے نہیں بولتے۔" مریم نے منہ بنا کر کہا۔

جمشید نے اپنی محبوب کی یہ ادا دیکھی اور اس کا دل زور سے دھڑک اٹھا۔ مریم کی بڑی بڑی ساحر آنکھیں ہلکے گلابی شرمیلے رخساروں اور دل کی شکل کے دلنواز چہرے کو دیکھ کر لاکھوں بار وہ بے خود ہو چکا تھا لیکن پھر بھی اس وقت اس کو ایسا معلوم ہوا جیسے سرور کی ایک تیز موج میں بہے جا رہا ہو۔ محبت کے ایک ناگہانی جوش کے ساتھ اس نے مریم کو اپنی طرف کھینچا اور اس کو اپنے بازوؤں پر اٹھا لیا جیسے وہ ایک چھوٹی سی خوبصورت بچی ہو!"

"جمشید! چھوڑو مجھے! یہ کیا پاگل پن ہے۔" مریم نے بے اختیار احتجاج کیا۔

"ہرگز نہیں۔ اس وقت تک نہیں جب تک تم مجھے پیار نہ کرو۔"

"اچھا چلو یوں ہی سہی۔"

اس نے مریم کو زمین پر کھڑا کر دیا اور اگرچہ وہ ایک دراز قد انسان نہ تھا لیکن مریم کا قد و قامت اس سے اتنا کم تھا کہ جمشید کی گردن میں بانہیں ڈالنے کے لئے اس کو اپنے پنجوں کے بل کھڑا ہونا پڑا۔

"اب تو خوش!" مریم نے اپنے شوہر کے ہونٹوں کو اپنے نازک لبوں پر محسوس کرنے کے بعد کہا "اب چلتے ہو اور باغ اور کھیت کا گشت لگا ڈالو لیکن دیکھو سیب کے درخت کو نہ چھونا۔ یہ ہمارے باغ کی ایک خاص چیز ہے اور مہمانوں کو بھی خواہ مخواہ نہ دینی چاہئے۔ یہ بات دوسری ہے کہ سلیمان بیمار ہے اور اس کو ضرورت پڑ جائے۔"

"جو حکم سرکار!" جمشید بولا "لیکن ایک بات صاف صاف سن لو۔ اگر ہمیں کھانا کھانے کی اجازت نہیں ملے گی تو میں سب سے پہلے کشمیری سیبوں پر ہلہ بول دوں گا۔ معلوم نہیں اقبال جنگ کے دماغ میں کیا سنک پیدا ہو گئی ہے۔"

"سنک ہو یا نہ ہو مگر یقین رکھو یہ کوئی خاص بات ضرور ہے۔ بوڑھا نواب کبھی کوئی بات خواہ مخواہ نہیں کرتا اگر دنیا میں کسی انسان کو چالاک بوڑھی لومڑی کہا جاسکتا ہے تو وہ نواب ہی ہے۔"

"بے شک۔ چالاکی میں وہ لومڑیوں کے کان کاٹتا ہے۔" جمشید نے تسلیم کیا "لیکن اب تو تقریباً کھانے کا وقت ہو گیا ہے اور میں بہت بھوکا ہوں۔ یقیناً ہمیں اس مہمل ٹیلیگرام کے الفاظ کو اتنی سنجیدہ اہمیت نہ دینا چاہئے۔"

"جمشید!" مریم نے فیصلہ کن سختی سے کہا اور صوفہ پر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی "میں واقعی سنجیدگی سے

کہتی ہوں کہ جیساوہ کہتا ہے ہمیں وہی کرنا چاہئے اور ہاں خوب یاد آیا۔ میں آج صبح ہی بیروں کے درخت دیکھنے گئی تھی۔"

"اوہو۔ کیا واقعی؟" جمشید بولا "تب تو تم نے ضرور کچھ بیر چنے ہوں گے۔ یہ دیکھنے کے لئے وہ پک رہے ہیں یا نہیں؟"

"ہاں...... صرف تین" مریم نے جواب دیا "بڑے مزے میں پک رہے ہیں۔ اگر ہم کھانا کھانے کے بجائے تھوڑا سا مکھن اور بالائی کھالیں اور پھر بیر چننے کے لئے چلیں تو کیسا رہے گا؟"

"بہت عمدہ" جمشید بولا "لیکن یہاں ہمارے ہندوستان میں ایک بہت پرانا رواج ہے اور یہ رواج اس وقت منایا جاتا ہے جب گھر کی ملکہ پہلی بار باغ کے پھل چننے کے لئے شوہر کے ساتھ جاتی ہے۔"

"تمہارے ہندوستان میں تو ہزاروں رواج ہیں لیکن یہ سب رواج انجام کار پیار پر ختم ہوتے ہیں۔"

"تو کیا تم محض اس وجہ سے ان رواجوں کو ناپسند کرتی ہو؟"

"نہیں" مریم نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا "دراصل میں تو اسی وجہ سے خوش ہوں کہ ایک ہندوستانی بیوی بن گئی ہوں۔"

وہ دونوں اس کمرے سے باہر نکلے جو کہ مریم کی خصوصی نشست گاہ تھی مریم تو اپنا لباس تبدیل کرنے چلی گئی اور جمشید نے ملازموں کو حکم دیا کہ کھانا ملتوی کیا جائے۔ اس کے بعد یہ دونوں اپنے بہت وسیع دارالمطالعہ سے گزر کر باغ کی طرف چل دیئے۔

یہ مکان ایک بہت بڑی اور بہت قدیم عمارت تھی جس کے کچھ حصے تیرھویں صدی سے تعلق رکھتے تھے اور دارالمطالعہ جو کہ عمارت کے سب سے پرانے حصوں میں شامل تھا زمین کی سطح سے اس قدر نیچے تھا کہ اس کی بڑی بڑی کھڑکیوں سے چند سیڑھیاں اوپر چڑھ کر اس لمبے چبوترے پر پہنچتے تھے جو کہ مکان کے پورے جنوبی پہلو پر پھیلا ہوا تھا۔

ایک سفید پتھر کا جنگلہ جس پر جگہ جگہ مختلف بیلیں چڑھی ہوئی تھیں اس چبوترے کو باغ سے الگ کرتا تھا۔ اس کے بعد دو سیڑھیاں اتر کر ایک وسیع اور نرم مخملی گھاس کا میدان تھا۔ عمارت کے شرقی سرے کی طرف جہاں باورچی خانہ وغیرہ واقع تھا لان پر ایک بہت قدیم بلند اور گھنا درخت استادہ تھا جس کی دور تک پھیلی ہوئی شاخیں اپنے نیچے پودوں کے لئے بنائے ہوئے شیشے کے مکانات کی چھتوں کو اور چہار دیواری سے گھرے ہوئے باغ کو چھپائے ہوئے تھیں جہاں مختلف قسم کے پھلوں کے درخت تھے۔

لان کے آخر میں اونچی جھاڑیوں کا احاطہ پھیلا ہوا تھا جس کے دوسری طرف گلاب کے پودوں کا چمن اور تیرنے کا تالاب تھا۔ داہنی سمت چوڑی روش تھی جو کہ لان کو ایک اور چمن سے الگ کرتی تھی۔ اس چمن کا نام گلشن بہزاد رکھا گیا تھا کیونکہ بہار کے زمانے میں اس کا حسن و جمال مشہور مصور بہزاد کی تصویروں کی طرح دلکش محسوس ہوتا تھا۔ سیب اور دیگر نفیس پھلوں کے چھوٹے درخت جن کی اونچائی چھ فٹ سے زیادہ نہ تھی اور جو ایک دوسرے سے دس گز کے فاصلے پر استادہ تھے سفید اور گلابی پھولوں سے لدے ہوئے نظر آتے تھے اور ان کے درمیان انواع و اقسام کے پھولوں کی کیاریاں پھیلی ہوئی تھیں۔

یہ چمن اس وقت بہار پر تھا اور پھولوں کے شوخ رنگ تازہ گھاس کے نازک اور ہلکے سبز رنگ سے مل کر ناقابل بیان حد تک دلکش محسوس ہوتے تھے۔ تقریباً دو سو گز لمبے اس خوبصورت سبزہ زار پر جہاں ہزاروں کے جھرمٹ کی طرح حسین پھولوں کے کنج پھیلے ہوئے تھے اپنے محبت کرنے والے شوہر جمشید کے پہلو بہ پہلو ٹہلنا مریم کا ایک محبوب مشغلہ تھا اور ایک ایسی مسرت کا سرچشمہ تھا جس کو مریم اس دنیا میں فردوس کی مسرت سے کم نہ سمجھتی تھی کبھی کبھی تو وہ اپنے دل میں اس خیال سے ڈر جاتی تھی کہ یہ مسرت اس قدر عظیم ہے تو اصولاً دنیا میں اس کو زیادہ دنوں تک قائم نہ رہنا چاہئے۔ بایں ہمہ وہ ہر روز اس چہل قدمی میں زیادہ سے زیادہ وقت صرف کرتی تھی اور دور اس حصہ تک نکل جاتی تھی جس کو اس نے صرف اپنے واسطے وقف کر رکھا تھا اور جس میں کسی مالی کو بھی ہاتھ لگانے کی اجازت نہ تھی۔ چمن کے اس مخصوص حصے کے آخر میں ایک خوبصورت حوض تھا جہاں کنول کے پھول پھیلے ہوئے نظر آتے تھے۔

جیسے ہی وہ دونوں ٹہلتے ہوئے چبوترے پر آئے "امی۔ امی!" کی آوازوں سے فضا گونج رہی تھی اور ننھی زہرہ جو کہ اپنی ماں مریم کی ہو بہو تصویر معلوم ہوتی تھی حسین لباس پہنے ہوئے گھاس پر دوڑتی ہوئی ان کی طرف آئی۔ اس کے ماں باپ چبوترے کی سیڑھیوں سے اتر کر اس کی طرف بڑھے اور جیسے ہی وہ ایک چھوٹے سے رنگین بگولے کی طرح اڑتی ہوئی ان کے پاس پہنچی جمشید نے اس کو اپنے بازوؤں میں شانے سے اوپر اٹھالیا۔

"کیوں کیا بات ہے چاند؟" اس نے زہرہ کو اس کے پیار کے نام سے خطاب کیا جو کہ خود اس کی ایجاد تھا "کیا تم نے اپنی سائیکل پھر کہیں ٹکرا دی ہے یا نرگس نے پھر ستایا ہے تمہیں۔"

"نہیں! نہیں" بچی نے چلا کر کہا۔ اس کی بڑی بڑی خوبصورت آنکھیں پریشانی کے باعث پوری طرح کھلی ہوئی تھیں۔ "جونا...... کو چوٹ لگی ہے۔"

"اوہو! بے چارہ جونا" جمشید نے اس کو زمین پر کھڑا کر دیا۔ "ہم اس کو دیکھیں گے۔"

"بہت بڑی چوٹ لگی ہے" زہرہ بے اختیار اپنی ماں کا دامن کھینچتے ہوئے بولی "جادو کی تلوار سے کٹ گیا۔"

"بہت برا ہوا۔" مریم نے زہرہ کے بالوں میں اپنی انگلیاں لہراتے ہوئے کہا۔ وہ جانتی تھی کہ "جادو کی تلوار" سے زہرہ کا مطلب مالی کی ہنسیا سے تھا کیونکہ جمشید ہمیشہ سے اس بات پر مصر رہتا تھا کہ اس کے خوبصورت اور قدیم لان کو گھاس کاٹنے والی مشین سے خراب نہ کیا جائے جو کہ پرانا اور بہتر طریقہ ہے۔

"جونا کہاں ہے چاند؟"

"نرگس نے باندھ دیا ہے اس کو...... اور میں نے بھی بڑا کام کیا۔ پھر وہ باورچی گھر چلا گیا۔ خون بہہ رہا

"اور تم کو خون سے ڈر نہیں لگا؟" جمشید نے دلچسپی سے پوچھا۔

زہرہ نے لچھے دار بالوں والا سر زور سے ہلایا۔

"نہیں" وہ بولی "امی کہتی ہیں تر ہرہ کسی سے ڈرنا بری بات ہے پھر میں خون سے کیوں ڈروں؟"

"شاباش" جمشید نے جواب دیا "ڈرنا بے وقوفوں کا کام ہے۔ ہم تم اور تمہاری امی بے وقوف تھوڑے ہیں۔"

اسی وقت زہرہ کی نرس وہاں آگئی۔ اس نے گفتگو کا آخری حصہ سن لیا تھا۔

"کوئی خاص بات نہیں بیگم صاحبہ!" اس نے مریم کو یقین دلایا "جونا اپنی ہنسیا تیز کر رہا تھا اتفاق سے اس کی انگلی کٹ گئی۔"

"واہ...... یہ تو بوت بری بات ہے" زہرہ نے چلا کر احتجاج کیا۔

"کیوں؟" اس کے باپ نے پوچھا۔

"جونا بہت گریب ہے بچارہ!" زہرہ نے کچھ دیر سوچ کر کہا "وہ کام کرے گا نہیں تو بچے کھائیں گے کہاں سے؟" پر وہ کیسے کام کرے گا اب؟...... یہ تو بری بات ہے نا؟"

ہمدردی کے اس فطری اظہار پر جمشید اور مریم نے آپس میں مسکراتی ہوئی نگاہوں کا تبادلہ کیا "ہاں بھئی یہ واقعی بہت بری بات ہے" جمشید نے سنجیدگی سے منہ بنا کر زہرہ کی تائید کی لیکن اب ہم کریں کیا؟

"ہم سب لوگ اس کو کچھ دیں۔" زہرہ نے فوراً کہا۔

"بالکل ٹھیک...... اچھا بھئی میں اس کو ایک روپیہ دوں گا" جمشید بولا "اور تم کیا دو گی بیٹی؟"

"میں بھی ایک روپیہ دوں گی۔" زہرہ فیاضانہ ادا سے بولی۔

"لیکن تمہارے پاس روپیہ ہے بھی یا نہیں؟" اس کی ماں نے پوچھا۔

"اوہ...... ارے ہاں میرے پاس کہاں ہے! نہیں میں ایک...... ایک پیسہ دوں گی۔"

"شاباش! بڑی شاندار بیٹی ہو تم۔" مریم نے کہا "اور میں ایک آنہ دوں گی اس طرح ایک روپیہ ایک آنہ اور ایک پیسہ ہو گیا۔"

"اور تم، تم کیا دو گی؟" زہرہ نے اپنی نرس کی طرف مڑ کر کہا۔

"پورے تین پیسے!" نرس نے مسکرا کر کہا۔

"لو بھئی پورے اٹھارہ آنے ہو گئے۔" جمشید ہنسا "جونا تو بڑا مالدار ہو جائے گا۔ ہے نا؟ اچھا بیٹی اب تم دوڑ جاؤ۔ کھانا کھالو!" جمشید اور مریم جنگلے کے نیچے ٹہلتے ہوئے چلے اور شیشے کے بنے ہوئے گرم خانوں کے پاس پہنچ گئے ان کا مخصوص خدمت گار محمود بھی تازہ بالائی اور مکھن لے کر آ گیا اور تقریباً نصف گھنٹے تک وہ بالائی مکھن اور تازہ بیروں کا لطف اٹھاتے رہے۔

ابھی ان کو بمشکل فراغت ملی تھی کہ اچانک محمود یہ خبر لے کر واپس آیا کہ مہمان آ گئے ہیں۔ ان کو تعجب ہوا کیونکہ ابھی مشکل سے ہی دو بجے کا وقت تھا وہ تیز قدموں سے گھر کی طرف واپس چل دیئے۔

"لیجئے وہ ادھر ہی آ رہے ہیں۔" مریم نے تینوں مہمانوں کو چبوترے پر آتے ہوئے دیکھ کر خوشی سے کہا "لیکن ذرا سلیمان کو تو دیکھئے۔ کیا یہ لوگ واقعی پاگل ہو گئے ہیں؟"

واقعی جمشید اور مریم کو جتنا بھی تعجب ہوتا کم تھا سلیمان کے غیر موزوں لباس نے اس کو مضحکہ خیز حد تک دلچسپ بنا دیا تھا۔ جلد جلد ایک دوسرے کو سلام اور مزاج پرسی کی رسم ادا ہوئی اس کے بعد سب لوگ ڈرائنگ روم میں چلے گئے۔

"نواب بھائی" مریم نے مسکراتے ہوئے کہا "آخر یہ تماشا کیا ہے؟ جب سے آپ کا یہ ٹیلیگرام ملا ہے ہم یہ جاننے کے لئے بالکل مرے جا رہے ہیں کہ آخر اس کا مطلب کیا ہے؟ کیا ہمارے نوکروں نے ہمیں کھانے میں زہر دینے کی سازش کی ہے یا کوئی اور بات ہے؟"

"جی ہاں۔ بالکل ایک اور بات ہے۔" اقبال جنگ مسکرایا "گھبرائیے نہیں شہزادی صاحبہ! ہم آپ لوگوں کو سنانے کے لئے بہت ہی عجیب کہانی لائے ہیں اور میں واقعی چاہتا تھا بڑی بیتابی و سنجیدگی سے چاہتا تھا کہ چاہے کچھ ہی کیوں نہ ہو آج آپ لوگ کھانا نہ کھائیں۔"

جمشید نے اپنا ہاتھ برقی گھنٹی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "کھانا نہیں تو پینے پلانے کی کچھ اور چیز سہی۔"

اقبال جنگ نے ہاتھ اٹھا کر روکتے ہوئے کہا "ہرگز نہیں۔ فی الحال ہم کو کسی طرح بھی کوئی ایسی چیز استعمال نہ کرنی چاہئے جس میں ہلکے سے ہلکا بھی مکروہ مسرور کا امکان ہو۔"

"خدا کی پناہ!" جمشید بولا "کیا آپ پاگل ہو گئے ہیں؟"

"بات تو کچھ ایسی ہی ہے۔" اقبال جنگ مسکرایا۔

"ہم مصیبت میں ہیں۔ شدید مصیبت میں۔" سلیمان ایک پھیکی مسکراہٹ سے بولا "معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے۔" جمشید نے ہنس کر کہا لیکن اس کی ہنسی میں کچھ کشیدگی تھی۔ اپنے دوستوں کی عجیب حالت۔ فضا کی کشیدگی کی فضا جو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ لوگ اپنے ساتھ لائے ہیں اور وہ غیر فطری سا انداز گفتگو جو اس وقت یہ لوگ اختیار کئے ہوئے تھے۔ ان سب چیزوں کو محسوس کر کے جمشید کافی گڑبڑا گیا۔

اس نے اسد کی طرف نظر ڈالی۔ اسد جو عموماً ہنس مکھ نظر آتا تھا اس وقت دروازے کے قریب ایک بے رنگے اداس مجسمے کی طرح خاموش کھڑا ہوا تھا۔

جمشید اچانک پھر نواب اقبال جنگ کی طرف مڑا اور پوچھا "یہ آخر سلیمان اس مضحکہ خیز لباس میں کیا کر رہا ہے؟ اگر اس طرح کے لباس کا یہ موسم ہوتا تو میں یہی سمجھ لیتا کہ وہ کسی فینسی ڈریس کے مقابلے میں بے وقوفی کا انعام پانے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"میں تمہارے استعجاب کو اچھی طرح محسوس کر رہا ہوں۔" نواب نے سکون سے جواب دیا "لیکن حقیقت یہ ہے کہ سلیمان پر جادو کا بہت خراب اثر ہو گیا ہے۔"

"یہ تو ظاہر ہے کہ کچھ نہ کچھ ضرور ہوا ہے۔" جمشید نے کہا "لیکن بہتر یہی ہے کہ آپ ہمیں الو بنانے کی کوشش ختم کر دیں اور صاف صاف بتائیں کہ اس تمام لغویت کا مقصد کیا ہے؟"

"یہ لغویت نہیں میرے دوست۔" اقبال جنگ نے جواب دیا "گمراہ کن مشورہ سے متاثر ہو کر چ
ماہ قبل سلیمان نے جادو کے شغل میں دخل دینا شروع کر دیا تھا اور یہ صرف خدا کی رحمت کا نتیجہ ہے
میں اور اسد اس قابل ہوئے کہ عین نازک ترین موقع پر اس کام میں دخل دیں اور شیطانی اثرات
روک تھام کرنے کی کوشش کر سکیں۔"

جمشید نے پوری متانت کے ساتھ اقبال جنگ سے آنکھیں چار کیں اور بولا "دیکھئے میرے دل م
آپ کی اتنی زیادہ عزت و محبت ہے کہ دانستہ طور پر آپ کے ساتھ سخت کلامی کی جرأت نہیں کر سکتا لیکن
کیا اب یہ مذاق حد سے کافی نہیں نکل چکا ہے؟ بیسویں صدی میں جادو وغیرہ کی باتیں کرنا محض ایک
لغویت ہے۔"

"اچھا۔ جادو نہ سہی۔ اس کو ایک فطری پوشیدہ سائنس کہہ سکتے ہو۔" اقبال جنگ نے آتشدان پر کس
قدر جھکتے ہوئے کہا "جادو نام ہے صرف ایک سائنس کا جو یہ بتاتی ہے کہ انسان اپنے ارادہ کی قوت سے
کسی طرح کوئی تبدیلی پیدا کر سکتا ہے یا فطرت کے قوانین کو کس طرح حرکت میں لا سکتا ہے" مریم نے
اضافہ کیا جو یقیناً سب کے لئے باعث حیرت ہو" یقیناً اقبال جنگ نے ایک ساعت بعد تائید کی "اور ا
طرح کے جادو کا عمل خود جمشید بھی کر چکا ہے۔" "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں" جمشید چلا پڑا۔

اقبال جنگ مسکرایا۔

"میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں عزیزم۔" وہ بولا "ابھی گزشتہ موسم میں جب یہاں تمہارے علاقے م
پانی کی بے حد قلت ہو گئی تھی تو کیا تم نے بمبئی سے پانی تلاش کرنے والا ایک ماہر نہیں بلایا تھا؟
نے خود مجھے بتایا تھا کہ اس کی دوشاخہ چھڑی کو جب تم نے اپنے ہاتھ میں لے لیا تو اچانک تم کو معلوم
کہ باغ کی زمین کے نیچے پوشیدہ پانی کے چشمے کو تم خود ہی اس ماہر کی مدد کے بغیر معلوم کر سکتے ہو۔"

"بے شک" جمشید بولا "میں نے جو کچھ کہا تھا وہ ایک حقیقت تھی واقعہ یہ ہے کہ کئی اور ملحقہ علاقو
میں بھی میں نے ایسے مقامات معلوم کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے جہاں لوگ کنوئیں کھود سکتے ہیں لیکن
وہ چھڑی تو ایک سائنسی آلہ ہے جس کا تعلق بجلی کی قوت سے ہوتا ہے۔ اس کو جادو نہیں کہہ سکتے۔"

"بجلی کی طاقت کے بجائے اگر تم نے ارتعاشات کا لفظ استعمال کیا ہوتا تو زیادہ صحیح ہوتا۔" اقبال جنگ
نے کہا "ہمارے جسم کے اندر ایک پراسرار طاقت ہے جو زمین کے نیچے چھپے ہوئے پانی کے ارتعاشات
قبول کر لیتی ہے اور وہ اس کا نتیجہ ہوتا ہے کہ جب ہم ایک پوشیدہ پانی کے چشمے کے اوپر چلتے ہیں تو بجلی
حساس آلہ ہمارے ہاتھوں میں اچکنے اور گھومنے لگتا ہے۔ بلاشک و شبہ یہ ایک ادنیٰ قسم کا جادو کا کرشمہ ہے

"حضرت موسیٰ نے ریگستان میں ایک پتھر پر چھڑی مار کر جو پانی کا چشمہ بہا دیا تھا اس کو بھی اسی طر
کی ایک مثال کہا جا سکتا ہے۔" سلیمان نے کہا۔

"اس بحث کو چھوڑو۔ وہ طاقت کچھ اور طاقت تھی۔" اقبال جنگ نے کہا۔ "ہاں یہ ممکن ہے جاہل
اس کو ایسا ہی سمجھتے ہیں۔"

"مریم بہت سنجیدہ دلچسپی سے اقبال جنگ کی صورت کو تک رہی تھی۔"

بہر حال ہر شخص جانتا ہے کہ جادو نام کی ایک چیز دنیا میں موجود ہے" وہ بولی "اس زمانے میں جب
میں شنند کے ایک گاؤں میں جنگل کے کنارے رہتی تھی میں نے بہت سی عجیب چیزیں دیکھی تھیں۔
وہاں پر ایک بوڑھی عورت تھی جو گاؤں کے باہر ایک جھونپڑی میں بالکل تنہا رہتی تھی کسان لوگ اس
کے خوف سے ہر وقت کانپتے رہتے تھے۔ لیکن ادنیٰ قسم کے جادو سے آپ کا کیا مطلب ہے؟"

"جادو دو قسم کے ہوتے ہیں۔" اقبال جنگ نے اس کو بتایا "ادنیٰ قسم کا جادو وہ ہوتا ہے جس کے تحت
آپ کچھ خاص قسم کا عمل کرتے ہیں اور آپ کو یقین ہوتا ہے کہ اس عمل سے ایک خاص نتیجہ تقریباً
یقینی طور پر پیدا ہوگا لیکن آپ کو یہ علم نہیں ہوتا کہ ایسا نتیجہ کیوں پیدا ہوتا ہے اگر آپ فرش پر چاک
سے ایک لکیر بنا دیں اور ایک معمولی مرغی کو لے کر اس کی چونچ کو کچھ دیر تک اس لکیر پر جھکا کر رکھے
رہیں اور بعدہٗ اس کو چھوڑ دیں تو آپ دیکھیں گے مرغی فرش پر اپنا سر جھکائے اسی طرح بے حس و
حرکت رہے گی۔ قیاس یہ کیا جاتا ہے کہ مرغی ایک بے وقوف جانور ہے اس کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ
اسے لکیر سے باندھ دیا گیا ہے اور اس لئے فرار ہونے کی کوشش کرنا بے سود ہے۔ لیکن اصلیت کیا ہے
اس کو کوئی بھی یقینی طور پر نہیں جانتا۔ ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ ایسا ہی ہوتا ہے یہ ایک بہت اچھی
مثال ہے معمولی جادو کے عمل کی۔ گزشتہ زمانے کے معمولی جادوگروں اور جادوگرنیوں کی اکثریت اس
زمانے میں بالکل ناواقف تھی کہ ان کا جادو کیوں کام کرتا ہے انہوں نے اپنے پیشرو جادوگروں سے
صرف اتنا سیکھ لیا تھا کہ اگر وہ فلاں فلاں عمل کریں گے تو فلاں خاص نتیجہ تقریباً یقینی طور پر پیدا ہوگا۔"

اسد نے اوپر نظر اٹھائی اور پہلی بار بولا "میں تو یہی کہوں گا کہ یہ لوگ پکے جعلساز تھے اور عام لوگوں کو
مذہبی لحاظ سے جھاڑ پھونک، تعویذ گنڈوں وغیرہ پر جو اعتقاد ہوتا ہے اس سے فائدہ اٹھانے میں یہ لوگ
ماہر تھے۔"

"بے شک" اقبال جنگ ہلکے سے مسکرایا۔ "لیکن یہ لوگ اس قدر چالاک تھے کہ اپنے گاہک کو
سیدھے صاف لفظوں میں ہرگز یہ نہ بتاتے تھے کہ اگر اپنے مقصد کے حصول میں وہ اپنی کوششوں کو
استقلال سے مرکوز رکھے تو کامیاب ہو جائے گا۔ اس کے بجائے وہ پرانے قاعدوں پر عمل کرتے تھے
جن کے تحت وہ مجبور ہوتا تھا کہ اپنی قوت ارادی کو طاقتور بنائے اگر ایک نوجوان کو کسی لڑکی سے محبت
ہے اور اس کو یہ بتایا جاتا ہے کہ وہ اپنی محبوبہ کو پانے میں کامیاب ہوگا بشرطیکہ وہ ایک مہینے تک ہر رات کو
بارہ بج کر سات منٹ پر اپنے بستر سے اٹھے۔ مقامی قبرستان میں کسی نئی قبر پر سے نصف درجن پھول جمع
کرے اور ان پھولوں کو اس مقام پر رکھ دے جہاں سے وہ لڑکی اگلے دن گزرتی ہو تو قیاس یہی کہتا ہے کہ
اس نوجوان کو اپنی خواہش و کوشش میں سستی پیدا کرنے کا موقع نہ مل سکے گا۔ وہ اس استقلال کے ساتھ
اپنے مقصد کے حصول میں لگا رہے گا اور ہم سب جانتے ہیں کہ استقلال ایک ایسی طاقت ہے جو حیرتناک
معجزے دکھا سکتی ہے۔"

"ٹھیک ہے" جمشید نے کسی قدر شک و شبہ سے کہا "لیکن کیا آپ ہمیں یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ اس
سنسنی خیز لباس میں آوارہ گردی کر کے سلیمان بھی کسی حسینہ کی چشم کرم حاصل کرنا چاہتا ہے۔"

"نہیں۔ ایک اور اعلیٰ قسم کا جادو بھی ہوتا ہے جس کو اس فن کے وہی ماہر و عالم کر سکتے ہیں جو علا
علموں کی طرح تعلیم و تربیت کے بہت طویل نصاب پورے کرتے ہیں۔ اس تعلیم و تربیت کے بعد
نہ صرف یہ علم حاصل ہو جاتا ہے اور بظاہر نا قابل تشریح نتائج پیدا ہو سکتے ہیں بلکہ وہ یہ بھی جانتے ہیں
ایسے نتائج کیوں پیدا ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ انتہائی طاقتور اور خطرناک ہوتے ہیں اور ہمارا دوست بد
ایسے ہی ایک شخص کے ہاتھوں میں پھنس گیا ہے۔"

جمشید نے اثبات میں سر ہلایا اور آخر کار اس کو یہ محسوس ہونے لگا کہ اقبال جنگ جو کچھ کہہ رہا
سنجیدگی سے کہہ رہا ہے۔

"یہ تو بے حد غیر معمولی معاملہ معلوم ہوتا ہے۔" وہ بولا "میرے خیال میں بہتر یہ ہے کہ آ
شروع سے پوری داستان ہمیں سنائیں۔"

"بالکل ٹھیک۔ آیئے اب بیٹھ جائیں۔ جو کچھ میں کہنے والا ہوں اگر اس میں سے کسی بات پر تمہیں شک
شبہ ہو تو اسد ان حقائق کی ضمانت دے گا اور اس بات کی شہادت پیش کرے گا کہ میں پاگل نہیں ہوں۔"

"یقیناً!" اسد نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ تائید کی۔

اس کے بعد اقبال جنگ نے جمشید اور مریم کو وہ تمام واقعات سنائے جو کہ گزشتہ 48 گھنٹوں
دوران ظہور میں آئے تھے اور پوری سنجیدگی سے دریافت کیا کہ کیا وہ دونوں زن و شوہر اس بات پر تیار
کہ خود کو خطرے میں ڈال کر سلیمان کو اسد کو خود اس کو اپنے مکان میں پناہ دیں اور خوشی سے وہاں قی
کرنے کی اجازت عطا کریں۔

"یقیناً" مریم نے فوراً کہا "ہمیں خواب میں بھی یہ نہ سوچنا چاہئے کہ آپ لوگ یہاں سے چلے جائیں
آپ بلا شک و شبہ یہاں قیام کریں جب تک آپ پسند کریں اور جب تک آپ کو یہ پورا یقین نہ ہو جائے
سلیمان خطرے سے بالکل باہر ہو چکا ہے۔"

جمشید کو اگرچہ ابھی تک شک و شبہ تھا لیکن وہ اپنے دوستوں کا وفادار تھا خواہ بظاہر وہ کتنی ہی بڑی حماقت
کیوں نہ کر رہے ہوں۔ لہٰذا اس نے بھی اپنے سر کی جنبش سے مریم کی تائید کی اور اس کے بازوؤں میں
بازو حمائل کرتے ہوئے بولا۔ "یقیناً آپ لوگ اسی جگہ قیام کریں گے اور" اس نے پوری سنجیدگی سے
نہایت فیاضانہ لہجے میں کہا "آپ ہمیں بتائیں کہ ہم کس طرح زیادہ سے زیادہ آپ کی مدد کر سکتے ہیں۔"

"یہ تمہاری بے مثال محبت کا ثبوت ہے۔" سلیمان نے مسکراتے ہوئے مگر سنجیدگی سے کہا "لیکن
میں خود کو زندگی بھر معاف نہ کروں گا اگر تم لوگوں کو کوئی نقصان پہنچ گیا۔"

"اب اس کو بار بار دہرانا بے سود ہے۔" اسد نے کہا "ہم نے یہاں آتے وقت کار میں اس مسئلہ پر کافی
بحث کر لی ہے اور ہمارے محترم و تجربہ کار دوست اقبال جنگ نے ہمیں بار بار یقین دلایا ہے کہ اگر ہم
معقول حفاظتی تدابیر اختیار کر لیں گے تو جمشید اور مریم کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔"

"میں اب بھی یہی کہتا ہوں۔" نواب بولا اور پھر جمشید اور مریم سے مخاطب ہو کر کہا "اس معاملہ میں
تم لوگوں کی مدد واقعی بیش قیمت ثابت ہو گی۔ تم دیکھتے ہو کہ اتنی طویل مدت تک طومان کے زیر اثر رہنے

کے بعد سلیمان کی قدرتی قوت مدافعت عملی طور پر صفر کے برابر ہو چکی ہے اور گزشتہ رات کے
ناک تجربے نے اسد کو اور مجھے بھی کافی کمزور اور بیدم کر دیا ہے۔ ہم کو قوت حیات کے ایک ایک ذرہ
کی ضرورت ہے جس کے ذریعے ہم سلیمان کی حفاظت کر سکیں۔ اس میدان جنگ میں تم لوگ تازہ دم
شریک ہو رہے ہو۔ اس سے لڑائی کا پلہ ہماری طرف جھک جانا چاہئے۔ اگر تم لوگ ہمیں اپنے گھر سے
نکال دیتے تو ہم کیا کرتے اس کا میرے ذہن میں کوئی جواب نہیں کیونکہ مجھے دنیا میں اور کوئی شخص ایسا
نظر نہیں آتا جو ہماری باتیں سن کر ہمیں پاگل نہ سمجھتا۔"

"جمشید ہنس پڑا۔"

"میرے محترم دوست" وہ بولا "آپ ایسا تصور بھی کیسے کر سکے؟ اگر آپ ایک قاتل بھی ہوتے تب
بھی اس مکان میں آپ کو خوش آمدید ہی کہا جاتا۔"

"کوئی تعجب کی بات نہیں کہ مجھے جلد ہی قاتل بننا پڑے۔" اقبال جنگ نے سنجیدگی سے کہا "اس
وقت مجھے جو ذاتی خطرہ لاحق ہے وہ ان دہشت ناک مصیبتوں کے مقابلے میں ہیچ ہے جو دنیا پر نازل ہو سکتی
ہیں اگر طیکہ طومان طلسمی عجوبہ کو پانے میں کامیاب ہو جائے۔ لیکن چھوڑو اس تذکرہ کو۔ میں تمہیں اس
الجھن میں ڈالنا نہیں چاہتا۔"

"میں اس جشن کے متعلق سوچ رہا تھا جو آپ نے دیکھا ہے۔" جمشید نے ایک ساعت کے بعد کہا
"آپ یہ نہ خیال کریں کہ اس جشن کا جو حال آپ نے بیان کیا ہے مجھے اس پر شک و شبہ ہے لیکن کیا یہ
ذاتی حیثیت سے ممکن نہیں کہ تاریکی میں آپ کی آنکھوں نے آپ کو دھوکا دیا ہو؟ میرا اشارہ اس جشن
کے شیطانی پہلو کی طرف ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ سولہویں اور سترھویں صدی میں ملک بھر میں بعض
موقعوں پر جشن منائے جاتے تھے لیکن یہ بات اب عام طور پر تسلیم کر لی گئی ہے کہ یہ جشن محض ایک
نہ ہوتے تھے۔ رنگ رلیاں اور جنسی بدمستیاں کسی قدر آزادی کے ساتھ منانے کا۔ دیہاتی لوگوں کے
پاس ایسے ذرائع نہ تھے کہ شہر میں آ کر وہاں کی دلچسپیوں سے لطف لے سکیں۔ مذہبی حیثیت سے معمولی
تفریحات کو چھوڑ کر تمام تفریحات کو منع کیا جاتا تھا۔ اس لئے فرقوں کے بداطوار لوگ کبھی کبھی چھپ
کر کسی سنسان مقام پر جمع ہو جاتے تھے تاکہ اپنے گھٹے ہوئے جذبات کو تھوڑی سی ہوا دے سکیں۔ کیا آپ
کو یقین ہے کہ آپ نے جو کچھ تماشا دیکھا ہے وہ اسی طرح کی پرانی مکروہ رسم کا اعادہ نہ تھا جس کو بدچلن
دیہات مندوں کی ایک جماعت نے منایا ہو؟"

"ہرگز نہیں۔" اسد نے ایک اچانک کپکپی کے ساتھ کہا "میں زندگی میں کبھی اس سے پہلے اتنا
دہشت زدہ نہیں ہوا تھا اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ یہ واقعی ایک اصلی شیطانی جشن تھا۔"

"اچھا نواب صاحب اب آپ یہ بتائیں کہ آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟" مریم نے اقبال جنگ
سے پوچھا۔

اقبال جنگ آہستہ آہستہ اپنی کرسی پر سیدھا ہو کر بیٹھنے لگا جس پر وہ آرام سے نیم دراز ہو گیا تھا۔
"مجھے فوری طور پر عادل آباد جانا پڑے گا۔" اس نے کہا "وہاں ایک بوڑھے خدا پرست بزرگ سکونت

رکھتے ہیں جو مجھے جانتے ہیں میں کوشش کروں گا کہ ان سے ایک سحر و جادو سے حفاظت کا تعویذ حاصل کر سکوں۔ اگر یہ تعویذ مل گیا تو آج رات حفاظت کے لئے یہ ہمارے واسطے ایک بہترین ضمانت ہوگی اس دوران آپ سب لوگوں کو میری واپسی تک سلیمان کی دیکھ بھال کرنی ہوگی۔" سلیمان کی طرف شفقت سے مسکرایا اور بولا "مجھے معاف کرنا میرے دوست کہ فی الحال میں تم سے ایک بچے کی طرح برتاؤ کر رہا ہوں لیکن میں چاہتا ہوں کہ جب تک میں واپس نہ آؤں یہ لوگ تمہیں اپنی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیں۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" سلیمان نے خوش طبعی سے کہا "لیکن کیا آپ کو یقین ہے کہ اب مجھ پر کوئی نقصان دہ اثر باقی نہیں رہا؟"

"بالکل...... پاک و صاف کرنے والے عملیات نے جو میں نے تم پر گزشتہ رات کئے ہیں تمام شیطانی اثرات کو دور کر دیا ہے ہمارا کام اب یہ ہے کہ تمہیں ان اثرات سے آزاد رکھیں اور جتنا جلد ممکن ہو طاغوت کی حرکات و سکنات کا پتہ لگائیں۔"

"تب تو میں چاہتا ہوں کہ کچھ دیر آرام کر لوں۔" سلیمان نے جمشید کی طرف دیکھا اور دروازہ تک اقبال جنگ کے ساتھ گیا "ناشتہ کے بعد احمد پور کے ہوٹل میں جو تھوڑی سی نیند ہم نے لی تھی وہ میری حالت درست کرنے کے لئے کافی نہ تھی اور بعد میں شاید آپ مجھے کچھ معقول کپڑے بھی نہ دے سکیں گے۔"

"کیوں نہیں۔" جمشید مسکرایا "ذرا ہم نواب صاحب کو رخصت کر دیں۔ اس کے بعد میں اوپر کی منزل میں تمہارے واسطے راحت کا انتظام مہیا کر دوں گا۔"

سب لوگ ہال میں آ گئے اور موٹی موٹی کیلوں سے جڑے ہوئے نیچے دروازے کے پاس جمع ہو کر اقبال جنگ کو رخصت کرنے لگے۔ اس نے وعدہ کیا کہ اندھیرا ہونے سے پہلے واپس آ جائے گا اور اس کے بعد وہ کار میں روانہ ہو گیا۔

"جمشید نے سلیمان کا بازو سنبھال لیا اور وسیع زینے پر چڑھتا ہوا اسے اوپر لے چلا۔ مریم نے اسد کی طرف رخ کیا اور بولی۔

"اس معاملے کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟"

مریم کی آواز سنجیدہ تھی اور اس کی گہری سیاہ آنکھوں میں آنے والی مصیبت کا خدشہ چھپا ہوا تھا۔ اسد جس نے اپنے قد و قامت کی اونچائی سے مریم کے اٹھے ہوئے چہرے پر نظر ڈالی اور بولا "ہم نے ایک جن کے دروازے سے اپنا سر ٹکرایا ہے اور میں پریشانی سے بدحواس ہوں۔ اقبال جنگ نے تمہیں پوری کہانی نہیں سنائی۔ اس کہانی میں ایک لڑکی بھی ہے جس پر میں...... میں...... ایک دم دیوانہ ہوں۔"

"اسد!" مریم نے اپنا چھوٹا سا مضبوط ہاتھ اس کے بازو پر رکھ دیا "یہ تم نے کیا غضب کیا؟ اوہ میرے کمرے میں آؤ اور مجھے سب کچھ بتاؤ۔"

وہ مریم کے پیچھے پیچھے اس کی نشست گاہ میں داخل ہوا اور تقریباً نصف گھنٹے تک اپنی حیرت

اس کے ہمدرد کانوں میں انڈیلتا رہا۔ اس نے بیان کیا کہ کس طرح اس نے مختلف ملکوں میں اور مختلف موقعوں پر زرینہ کی جھلک تین بار دیکھی تھی اور کس طرح پھر اچانک سلیمان کی ضیافت کے موقع پر زرینہ سے غیر متوقع ملاقات حاصل ہوئی تھی۔ اس کے بعد اس نے اقبال جنگ کے مقابلے میں تفصیل کے ساتھ وہ شیطانی تماشا بیان کیا جو کل رات جشن میں دیکھا تھا اور آخر میں اپنے قیاسیات کا اظہار کرنے جا رہا تھا کہ زرینہ کا کیا حشر ہوا ہو گا لیکن اسی وقت جمشید کے خصوصی خدمت گار محمود نے دروازہ کھولا اور بولا۔

"حضور عالی! ٹیلیفون پر آپ کو کوئی بلا رہا ہے۔"

"مجھے!" اسد کھڑا ہو گیا اور مریم سے معذرت چاہتے ہوئے عجلت سے باہر نکل گیا۔ اسے حیرت تھی کہ ٹیلیفون پر کون تھا۔ جیسے ہی اس نے ریسیور کو کان سے لگایا ایک دل کش جانی پہچانی آواز اسے سنائی دی "اسد کیا تم ہی بول رہے ہو؟ کتنی خوشی ہے مجھے کہ میں نے تمہیں پا لیا۔ میں فوراً تم سے ملنا چاہتی ہوں بہت جلد۔ ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہ ہونا چاہئے۔"

"زرینہ!" اسد نے حیرت و مسرت سے کہا "تمہیں کیسے معلوم ہو گیا کہ میں یہاں ہوں؟"

"اوہ!" اس کی فکر نہ کرو۔ تم ملو گے تو میں سب کچھ بتا دوں گی۔ جلدی کرو۔ خدا کے لئے جلدی!"

"لیکن تم کہاں ہو؟"

"گاؤں کی سرائے میں۔ بس تم سے ایک میل کے فاصلے پر؟ فوراً چلے آؤ۔ بہت ضروری کام ہے۔"

ایک ساعت کے لئے اسد نے پس و پیش کیا لیکن صرف ایک ہی ساعت کے لئے! اس نے تیزی سے سوچا۔ سلیمان یہاں جمشید اور مریم کی نگرانی میں محفوظ رہے گا۔ زرینہ کی آواز میں فوری ضرورت اور ایک خوف کا ہیجان تھا۔ اسد نے گزشتہ شام جب زرینہ کی کار کے حادثے کا حال سنا تھا تو اس وقت سے زرینہ کی عافیت کی طرف سے ایک گہری پریشانی اس کے دل کو کھائے جا رہی تھی۔ اسے اب تک یہ بھی اچھی طرح اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ زرینہ سے محبت کرتا ہے۔ دیوانہ وار محبت!

"بہت بہتر" اس نے قدرے کانپتی ہوئی آواز میں جواب دیا "میں ابھی آتا ہوں۔"

اس نے ہال کو دوڑتے ہوئے پار کیا اور ہانپتے ہوئے سارا قصہ مریم سے بیان کر ڈالا۔

"بے شک تمہیں جانا چاہئے۔" مریم نے سکون سے کہا "لیکن دیکھو تمہیں رات سے پہلے واپس آ جانا ضروری ہے اسد۔"

"ٹھیک ہے" اس نے عجلت سے جواب دیا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی ساری زندہ دلی اور قوت اچانک واپس آ گئی تھی۔ مسکراتا ہوا وہ تیزی سے کمرے سے نکل گیا۔ جلدی سے اپنی ہیٹ پہنی اور مکان سے نکل کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا سبزہ زاروں کے کنارے کنارے گزرتا ہوا چھوٹے راستے سے گاؤں کی سمت روانہ ہو گیا۔

سب کی نگاہ بچا کر ایک چھوٹے قد کا انسان ٹھیک اس وقت مکان کی پکی روش پر نمودار ہوا جب کہ اسد چہار دیواری کے اس پار غائب ہو چکا تھا۔ چند لمحات کے بعد یہ نووارد گھر کے خدمت گار محمود سے

گفتگو کر رہا تھا۔ خدمت گار کو معلوم تھا کہ اس کا آقا بالائی منزل میں اپنے دوست سلیمان کے پاس بیٹھا تھا اور سلیمان آرام کر رہا تھا اور آقا نے حکم دے دیا تھا کہ کوئی بھی اوپر کی منزل میں نہ آئے۔ اس ملاقاتی کو ہال میں چھوڑ کر محمود نے مریم کی نشست گاہ کا رخ کیا۔

"آپ سے کوئی صاحب ملاقات کرنا چاہتے ہیں بیگم صاحبہ" اس نے کہا "ان کا نام مسٹر طومان ہے"

ایک ساعت کے لئے مریم نے پس و پیش کیا۔ اس کی حیرت زدہ آنکھیں خدمت گار پر جمی ہوئی تھیں۔ گزشتہ ایک گھنٹے میں اس نے اس عجیب و خوفناک ملاقات کے متعلق بہت کچھ سنا تھا لیکن ایک لمحہ کے لئے بھی یہ وہم و گمان اس کو نہ ہوا تھا کہ اس شخص کا سامنا اس کو اتنی جلدی کرنا پڑے گا۔

اس کے دل کا پہلا تقاضا یہی ہوا کہ بالائی منزل سے جمشید کو بلا لیا جائے لیکن بہت سے چھوٹے قد کے لوگوں کی طرح اس کا دماغ غیر معمولی طور پر تیز تھا۔ اسد اور اقبال جنگ دونوں غائب تھے اور اگر جمشید کو یہاں بلا لیا گیا تو سلیمان بالائی منزل میں تنہا رہ جائے گا۔ یہی وہ بات تھی جس کے متعلق اقبال جنگ نے بے حد سختی سے تاکید کی تھی۔ سلیمان کو کسی صورت میں بھی تنہا نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔ یہ ٹھیک ہے کہ سب سے بڑا دشمن طومان اس وقت مریم اور جمشید کی نگاہوں کے سامنے ہی موجود رہتا اور اس لئے اس سے سلیمان کو کوئی خطرہ نہ ہوتا لیکن طومان یقیناً بہت سے ساتھی بھی رکھتا تھا۔ اسی وقت یہ خیال مریم کے ذہن پر کوند گیا کہ شاید یہ لڑکی زرینہ بھی طومان کی ساتھی ہی تھی اور اس نے جان بوجھ کر اسد کو اس مکان سے ہٹا کر سرائے میں بلا لیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ طومان کے دوسرے ساتھی اس انتظار میں بیٹھے ہوئے ہوں کہ جب طومان ان زن و شوہر سے باتیں کر رہا ہو اس وقت چھپ کر مکان میں داخل ہو جائیں اور سلیمان کو اڑا لے جائیں۔ تقریباً ایک لمحہ میں ہی مریم نے یہ سب کچھ سوچ کر ایک پختہ فیصلہ کر لیا تھا۔ جمشید کو کسی حال میں بھی سلیمان سے الگ نہ ہونا چاہئے لہٰذا مجبوراً اس کو طومان کے ساتھ تنہا ہی ملاقات کرنی ہو گی۔

"اس کو اندر لے آؤ۔" مریم نے خدمت گار سے کہا "لیکن دیکھو...... اگر میں گھنٹی بجاؤں تو تمہیں آنا ہو گا...... فوراً...... سمجھے؟"

"سمجھ گیا...... بیگم صاحبہ۔"

حمید سکون کے ساتھ واپس چلا گیا۔ مریم ایک آرام کرسی پر بیٹھ گئی اس طرح کہ اس کی پشت روشنی کی طرف تھی اور وہ ہاتھ بڑھا کر آسانی سے گھنٹی کا بٹن دبا سکتی تھی۔

طومان اندر داخل ہوا اور مریم نے گہری نظر سے اس کا جائزہ لیا۔ وہ ایک سفید ٹوئیڈ کا سوٹ پہنے ہوئے تھا اور اس کی گردن میں سیاہ رنگ کی ٹائی تھی۔ اس کا سر جو کافی بڑا بالوں سے آزاد اور چمکدار تھا مریم کو ایک انڈے کی طرح محسوس ہوا اور اس کے سخت کالر کے اوپر اس کی بھاری ٹھوڑی تہہ در تہہ لٹکی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔

"امید ہے آپ مجھے معاف فرمائیں گی مسز جمشید!" اس نے ایک ایسی آواز میں کہنا شروع کیا جو دھیمی تھی اور موسیقی سے لبریز۔ "یہ میری بدتمیزی ہے کہ بغیر بلائے ملنے چلا آیا لیکن شاید آپ نے میرا نام سنا ہو گا۔"

مریم نے سر کے ہلکے سے اشارے سے اقرار کیا اور ہاتھ کے اشارے سے اس کو وہ آرام کرسی پیش کی جو آتش دان کے بالمقابل تھی۔ لیکن مصافحہ کے لئے طومان نے جو اپنا ہاتھ تقریباً نصف پھیلایا تھا اس کو مریم نے نظر انداز کر دیا۔ اگرچہ مریم کو پُراسرار پوشیدہ علوم کے متعلق کچھ بھی معلوم نہ تھا لیکن انقلاب روس کے بعد جب تقریباً جلاوطنی کے عالم میں وہ تاشقند کے گاؤں میں رہتی تھی تو وہاں اس نے دیہاتیوں کی توہم پرستی کی بدولت اتنی بات ضرور جان لی تھی کہ جتنی دیر تک طومان اس کے گھر میں موجود ہے اس کو نہ تو چھونا چاہئے اور نہ کچھ کھانے پینے کی چیز پیش کرنا چاہئے۔

سہ پہر کے سورج کی روشنی طومان کے گلابی موٹے چہرے پر پوری طرح پڑ رہی تھی۔ وہ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا...... "شکریہ...... میرا یہ خیال ٹھیک ہی نکلا کہ آپ نے میرا نام سنا ہو گا۔ مجھے معلوم نہیں کہ آپ کے سامنے حقائق کو ٹھیک طریقے سے پیش کیا گیا ہے یا نہیں لیکن یہ واقعہ ہے کہ سلیمان میرا بہت ہی عزیز دوست ہے اور اس کی حالیہ علالت کے دوران اس کی دیکھ بھال اور تیمارداری میں ہی کرتا رہا ہوں۔"

"خوب!" مریم نے محتاط طریقہ پر جواب دیا "شاید یہ بات اس طرح مجھے نہیں بتائی گئی تھی...... بہرحال آپ کی تشریف آوری کا مقصد کیا ہے؟"

"میں سمجھتا ہوں کہ سلیمان اب آپ کے پاس مقیم ہے۔"

"ہاں" مریم نے مختصر جواب دیا کیونکہ اس نے محسوس کیا کہ انکار کرنا حماقت ہو گی "اور اس کا قیام ابھی کچھ دن رہے گا۔"

طومان مسکرایا...... اور قدرے حیرت کے ساتھ مریم نے اپنے دماغ میں یہ خیال ابھرتا ہوا محسوس کیا کہ یہ شخص درحقیقت کافی دلکش انسان ہے۔ اس کی ہلکے رنگ کی آنکھوں میں ایک طاقتور ذہانت جھلکتی تھی یہی نہیں بلکہ مریم کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ ان آنکھوں میں ایک انتہائی دوستانہ خلوص و بے تکلفی کا انداز نمایاں تھا جس کو دیکھ کر مریم کو تقریباً ایسا محسوس ہوا جیسے یہ شخص کسی پر تکلف مقصد کے لئے اس کے ساتھ مل کر کوئی منصوبہ تیار کرنے والا ہے۔ اس کی آواز بھی ساعت کو بہت حیرت ناک طور پر خوشگوار اور مسرور آفریں محسوس ہوتی تھی۔ وہ اردو زبان بہت ہی صحیح بول رہا تھا لیکن بعض الفاظ کا تلفظ اور استعمال یہ بتاتا تھا کہ وہ پارسی نژاد ہے۔

"دیہاتی علاقے کی ہوا بے شک سلیمان کے لئے بہت مفید ہو گی اور مجھے یقین ہے کہ آپ کی میزبانی سے زیادہ اس کے لئے کوئی چیز دلکش نہیں ہو سکتی" طومان نے کہا "لیکن بدقسمتی سے کچھ معاملات ایسے ہیں جن کے متعلق فطری طور پر آپ کو کوئی علم نہیں مگر جن کی بناء پر یہ بالکل ضروری ہے کہ میں آج رات اس کو ساتھ لے کر بمبئی واپس چلا جاؤں۔"

"مجھے افسوس ہے ایسا ناممکن ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" طومان نے ایک ساعت کے لئے سوچ کر کہا "مجھے اندیشہ تھا کہ آپ ابتداً میں ایسا ہی

رویہ اختیار کریں گی کیونکہ میرا قیاس ہے کہ ہمارا دوست اقبال جنگ آپ کے شوہر اور آپ کے دماغ پر نہ جانے کیا کیا خرافات بھرتا رہا ہے۔ میں اس وقت اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا اور نہ یہ بتانا مناسب سمجھتا ہوں کہ اس نے ایسا کیوں کیا لیکن میں اتنی درخواست ضرور کروں گا مسز جمشید کہ آپ مجھ پر اعتماد کریں اور میرے ان الفاظ پر یقین کریں کہ اگر آپ مجھے سلیمان کو اپنی کار میں لے جانے کی اجازت نہ دیں گی تو سلیمان سخت خطرے میں پڑ جائے گا۔“

”جب تک وہ میرے مکان میں موجود ہے اس کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا۔“ مریم نے مضبوطی سے کہا۔

”محترم خاتون!“ طومان نے ایک ہلکی اور حسرت آلود سرد آہ کے ساتھ کہا ”مجھے معلوم ہے کہ آپ جیسی کسی ہستی سے یہ بات سمجھنے کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ اگر سلیمان اسی جگہ مقیم رہا تو اس غریب پر آفت آسکتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ کچھ دنوں سے اس کی دماغی حالت قابل اطمینان نہیں رہی ہے۔ صرف میں ہی اس کو اس افسوسناک مرض سے صحت یاب کر سکتا ہوں...... اوہو!...... چاکلیٹ!......“ وہ اچانک اور بے اختیار پکار اٹھا کیونکہ اسی وقت اس کی نظر ایک قریبی میز پر رکھے ہوئے ایک بڑے ڈبے پر جا پڑی تھی۔ ”آپ یقیناً مجھے انتہائی بدتمیز سمجھیں گی لیکن کیا میں...... کیا مجھے اجازت ہے؟...... مجھے چاکلیٹ سے عشق ہے!“

”بے حد افسوس ہے مجھے“ مریم نے نہایت سکون سے کہا ”یہ ڈبا خالی ہے...... ہاں تو آپ سلیمان کے متعلق کیا کہہ رہے تھے؟“

طومان نے اپنا پھیلا ہوا ہاتھ سمیٹ لیا۔ اس کو یہ ہمت نہ ہوئی کہ ڈبے کو کھول کر مریم کے بیان کو چیلنج کرے۔ ادھر مریم یہ دیکھ کر بمشکل ہی اپنی مسکراہٹ کو چھپا سکی کہ طومان نے رنج و غم سے ایسا مضحکہ خیز منہ بنا لیا تھا جیسے کوئی لالچی بچہ مٹھائی سے مایوس ہو کر رونے کی کوشش کر رہا ہو!

”خالی ہے!“ اس نے مایوسی سے کہا ”افسوس میری بدقسمتی!...... تو پھر لایئے میں اس ڈبے کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دوں۔“

اس سے قبل کہ مریم اسے روک سکتی اس نے ہاتھ بڑھا کر ڈبا اٹھا لیا اور اس کے وزن کو محسوس کر کے فوراً ہی سمجھ لیا کہ وہ جھوٹ بول رہی تھی۔

”نہیں نہیں...... ٹھہریئے!“ مریم نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور طومان کی موٹی انگلیوں میں سے اسے گھسیٹ لیا۔

”میں نے یہ ڈبا اپنی بچی کو دیا تھا گولیاں رکھنے کے لئے...... اس کو پھینکنا نہیں چاہئے۔“ مریم نے ڈبے کو اپنے پاس رکھا تو اس میں سے سرسراہٹ کی سی آواز آئی...... لہٰذا وہ عجلت سے بولی ...... ”بچی کو شوق ہے کہ کاغذ کی جن چھوٹی چھوٹی پیالیوں میں چاکلیٹ رکھی ہوتی ہے...... وہ ان میں ہر ایک میں ایک گولی رکھتی ہے اور پھر ان کو قطاروں میں لگاتی ہے اگر وہ گڑبڑ ہو گئیں تو اس کو بہت رنج ہوگا......“

بہت خوبصورت جھوٹ سے طومان نے دھوکا نہیں کھایا...... وہ فوراً سمجھ گیا کہ مریم اس کو چاکلیٹ نہیں دے رہی ہے اور اچھی طرح محسوس کر لیا کہ یہ دلکش نوجوان عورت جس کا قدوقامت ایک بچی سے زیادہ نہیں...... ایک حریف کی حیثیت سے اس سے کہیں زیادہ ہوشیار ثابت ہوگی جتنی کہ اس نے توقع کی تھی...... بہرحال اپنی گفتگو میں اب تک اس نے جتنی کامیابی حاصل کی تھی اس سے وہ بہت مطمئن تھا کیونکہ وہ محسوس کر رہا تھا کہ کھلی ہوئی مخالفت کا جو رویہ مریم نے شروع میں اختیار کیا تھا وہ دھیرے دھیرے ایک محتاط دلچسپی میں تبدیل ہو چکا تھا...... ضروری تھا کہ وہ تھوڑی سی گفتگو اور کرے تاکہ اس کی آنکھیں اور اس کی آواز باقی کام پورا کر سکیں۔ ایک ساعت کے لئے انہوں نے ایک دوسرے کی طرف خاموشی سے دیکھا اور اس کے بعد طومان نے ایک نئے پہلو سے حملہ شروع کیا۔

”مسز جمشید!...... یہ مجھ پر بالکل واضح ہو گیا ہے کہ آپ کو مجھ پر اعتماد نہیں۔ آپ کے دوست آپ کو جو کچھ بتا چکے ہیں اس کے بعد آپ کو ایسا ہونا بھی چاہئے اور مجھے آپ کے عدم اعتماد پر کوئی حیرت نہیں ہے۔ لیکن آپ کی ذہانت کو دیکھ کر مجھے ایسا سوچنے کی ہمت ہو رہی ہے کہ میں اپنا مقصد شاید زیادہ اچھی طرح حاصل کر سکوں گا...... اگر میں گول مول باتیں بنانے کے بجائے اپنا سارا معاملہ صاف صاف آپ کے سامنے پیش کر دوں۔“

”آپ جو کچھ بھی کریں اس سے کوئی فرق پیدا نہ ہوگا۔“...... مریم نے پرسکون انداز میں کہا۔

مریم کے ان الفاظ کو اس نے نظرانداز کر دیا جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہ ہو اور اپنی نرم و شیریں آواز میں کہا...... ”میں آپ کے ساتھ اسی عنوان پر بحث کرنا چاہتا ہوں کہ جادو کے فن سے شغل کرنا کہاں تک غلط ہے۔ میں اپنے بیان کو صرف اس حد تک محدود رکھوں گا کہ میں اس فن کا تھوڑا بہت تجربہ کار عامل ہوں اور سلیمان جس نے گزشتہ چند ماہ کے دوران ان معاملات سے کافی دلچسپی کا اظہار کیا ہے فطری طور پر ایسی صلاحیتوں کا مالک معلوم ہوتا ہے کہ کسی دن وہ بہت عظیم قوتیں حاصل کر لے گا۔ اقبال جنگ صاحب نے غالباً آپ کو یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ طومان ایک خوفناک شیطان ہے لیکن میں اپنے اوپر ظلم کروں گا اگر میں یہ احتجاج نہ کروں کہ میرے متعلق ایسا نظریہ بالکل غلط ہے۔ جادو ایک ایسی چیز ہے جو بذات خود نہ اچھی ہے اور نہ بری...... یہ صرف ایک سائنس ہے جو یہ بتاتی ہے کہ انسان اپنی قوت ارادی سے کام لے کر کس طرح کوئی انقلاب یا تبدیلی پیدا کر سکتا ہے یہ علم و فن جو کسی قدر بدنام ہو گیا ہے تو اس بدنامی کا سبب بھی آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے اگر ہم اس حقیقت کو سامنے رکھیں کہ مذہبی اداروں کی عائد کردہ پابندیوں کی وجہ سے صدیوں تک لوگ اس علم و فن کو پوشیدہ طور پر استعمال کرتے رہے۔ کوئی بھی کام جو پوشیدہ طور پر کیا جاتا ہے قدرتی طور پر ایک پُراسرار شہرت حاصل کر لیتا ہے اور چونکہ وہ منظر عام پر نہیں آسکتا اس لئے لوگ اس کو برا سمجھ کر بدگمان ہو جاتے ہیں۔ بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ان اسرار کو سمجھتے ہیں اور میں بمشکل ہی یہ توقع کر سکتا ہوں کہ آپ کو اس عظیم سائنس کے متعلق کچھ زیادہ معلوم ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ آپ کو وہ مبہم سے تصورات حاصل ہو سکتے ہیں جو سرسری مطالعے سے پیدا ہوئے ہوں...... لیکن میں سوچتا ہوں کہ آپ نے کم از کم اتنا تو ضرور ہی سنا ہوگا کہ جو لوگ

اس خفیہ علم و فن کے واقعی اصلی و حقیقی ماہر ہوتے ہیں وہ ایسی قوتوں کے مالک ہوتے ہیں کہ اپنی کوشش اور ارادہ کے ذریعے چند خاص پُر اسرار چیزوں کو وجود میں لا سکتے ہیں اور یہ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کو اس سائنس کے منکر نہ تو سمجھ سکتے ہیں اور نہ ان کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں۔"

وہ ذرا سی دیر رکا اور پھر بولا...... "جس طرح بجلی کا ایک تربیت یافتہ کاریگر بجلی کی ایک طاقتور بیٹری کو کسی خطرے کے بغیر ٹھیک کر لیتا ہے لیکن ایک بچہ جو بے وقوفی کے ساتھ اس بیٹری سے کھیلنے لگے ایک زبردست برقی جھٹکا کھاتا ہے جو اس کی موت کا سبب بھی بن سکتا ہے ٹھیک اسی طرح جن پر اسرار چیزوں کا میں نے تذکرہ کیا ہے وہ مکمل طور پر بے ضرر ثابت ہوتی ہیں بشرطیکہ وہ ایک تربیت یافتہ اور تجربہ کار عامل کے قابو میں ہوں۔ یہ مثال اس کام پر پوری طرح صادق آتی ہے جس کی تکمیل کے لئے میں اور سلیمان مصروف ہیں۔ ہم نے ایک خاص پر اسرار چیز پیدا کی ہے بالکل اسی طرح جیسے بجلی کے ماہرین کوئی بجلی کی مشین تیار کر لیں۔ اس پر اسرار چیز سے ہنر مندی اور سلامتی کے ساتھ کام لینے کے لئے ہم دونوں کی متفقہ کوششوں کی ضرورت ہے۔ اگر میں اس چیز سے کام لینے کے لئے تنہا رہ جاؤں گا تو ہم دونوں نے مل کر جو قوتیں پیدا کی ہیں وہ بلاشک و شبہ قابو سے باہر ہو جائیں گی اور مجھے اور سلیمان دونوں کو بہت ہی خوفناک و خطرناک نقصان پہنچا دیں گی...... کیا میں اپنی پوزیشن آپ کے سامنے واضح کرنے میں کامیاب ہوا؟"

"ہاں" مریم نے نرم آواز میں کہا۔ اپنی صفائی میں یہ طویل تقریر کرتے وقت طومان نظر جما کر مریم کی سمت دیکھ رہا تھا اور مریم اس کی پر سکون و شائستہ آواز کو سن کر یہ محسوس کرتی جا رہی تھی کہ اپنی تقریر میں وہ جو کچھ پیش کر رہا ہے وہ ایسی صاف اور سیدھی باتیں ہیں جو بدیہی طور پر حقائق معلوم ہوتی ہیں۔ اس طرح اس نے طومان کی شخصیت کی طرف سے اپنا ردعمل تبدیل ہوتا ہوا محسوس کیا۔ اچانک ہی مریم کو یہ بات مہمل و لغو معلوم ہونے لگی کہ یہ شائستہ و دلکش شریف انسان جو صاف ستھرے سفید سوٹ میں ملبوس اطمینان سے باتیں کر رہا ہے کسی انسان کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے...... اس کو اس طرح بولتے ہوئے سن کر مریم کی نظر میں اس کے چہرے میں خوشگوار تبدیلیاں پیدا ہوتی محسوس ہو رہی تھیں اور اب اس کی صورت کسی مذہبی بزرگ کی طرح پر نور اور پر سکون معلوم ہوتی تھی۔

"مجھے یہ سن کر مسرت ہے کہ میں اپنی پوزیشن آپ کے سامنے صاف کر سکا ہوں۔" طومان نے اپنی ہموار اور نرم آواز میں اپنی تقریر کو جاری رکھا "مجھے بالکل یقین تھا کہ اگر آپ مجھے چند لمحات عطا فرمائیں تو میں اس غلط فہمی کو دور کر سکوں گا جو آپ کے بوڑھے دوست نواب اقبال جنگ اور دلکش نوجوان اسد نے پیدا کر دی ہے۔ پھر حقیقت یہ ہے کہ میں ان دونوں کو بھی الزام نہیں دیتا کیونکہ وہ خود تاریکی میں تھے اور محض ایک قیاسی بے بنیاد خطرہ سے سلیمان کو بچانے کے لئے حد سے زیادہ بے تاب تھے۔ اگر مجھے ذاتی طور پر ان کے سامنے مکمل تصریح کرنے کا موقع مل جاتا تو مجھے بالکل یقین ہے کہ میں ان کو بہت کچھ پریشانی سے بچا لیتا لیکن افسوس یہ ہے کہ ان سے میری ملاقات صرف ایک بار چند لمحات کے لئے سلیمان کے مکان پر ہو سکی...... یہ ایک چھوٹا مگر بڑا دلکش مکان ہے اور سلیمان نے اپنی محبت و مہربانی سے مجھے

دی ہے کہ جب میں ہندوستان میں آؤں تو اسی جگہ قیام کروں۔ اگر آپ اگلے چند ہفتوں کے کبھی تشریف لائیں تو میں امید کرتا ہوں کہ آپ وہاں آکر ہم سے ملنے کی زحمت گوارا کریں گی۔ مجھے یقین ہے کہ سلیمان آپ کی تشریف آوری سے بہت مسرور ہوگا اور مجھے بھی انتہائی خوشی ہوگی اگر آپ عطریات کا وہ ذخیرہ ملاحظہ فرمائیں گی جو میں سفر میں بھی ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ مختلف عطروں کو ملا کر نئے عطر بنانے میں مجھے اچھی خاصی مہارت حاصل ہے اور بہت سی دوست خواتین مجھ سے اپنے واسطے ایک خصوصی عطر تیار کرواتی رہتی ہیں۔ یہ بڑا نازک مگر دلچسپ بھی...... کیونکہ ہر ایک عورت کو وہی عطر استعمال کرنا چاہئے جو اس کی شخصیت اور اس کے جسمانی وجود سے مناسبت رکھتا ہو۔ آپ ایک نمایاں انفرادیت کی مالک ہیں مسز جمشید...... اور مجھے مسرت ہوگی اگر آپ کسی وقت مجھے یہ دیکھنے کی اجازت دیں کہ میں اس طریقے کا کوئی امتیازی عطر آپ کے لئے تیار کر سکتا ہوں یا نہیں۔"

"یہ بات تو بڑی دلچسپ معلوم ہوتی ہے۔" مریم نے کہا۔

اس کی آواز دھیمی تھی اور طومان کی آنکھیں ابھی تک اس کی آنکھوں سے لڑ رہی تھیں۔ مریم واقعی یہ محسوس کر رہی تھی کہ اپنے بڑے جسمانی حجم کے باوجود طومان ایک انتہائی دلکش انسان ہے اور یہ حماقت کی بات تھی کہ جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو وہ اس سے کسی قدر خوفزدہ ہو گئی تھی۔ کھڑکی پر کھڑے ہوئے ایک درخت کی شاخوں اور پتوں میں سے چھن کر سورج کی روشنی کپکپاتی ہوئی آرہی تھی اور شاخوں کی حرکت سے طومان کے چہرے پر دھوپ چھاؤں کا منظر نظر آتا تھا۔ مریم کو محسوس ہوا کہ شاید اسی وجہ سے اس کو اب یہ محسوس ہو رہا تھا کہ طومان کی جمی ہوئی اور نہ جھپکنے والی آنکھیں اس وقت سے کہیں زیادہ بڑی ہو گئی تھیں جب کہ پہلی بار اس نے ان آنکھوں کو دیکھا تھا۔

"نواب صاحب کب تک واپس آئیں گے؟" طومان نے نرمی سے پوچھا "بدقسمتی سے آج یہ میری ملاقات بہت مختصر ہوئی کیونکہ میرے پاس بہت کم وقت ہے لیکن میری تمنا تھی کہ جانے سے پہلے اقبال جنگ صاحب سے بھی اس معاملے پر گفتگو کر لیتا۔"

"مجھے ٹھیک وقت معلوم نہیں۔" مریم نے اپنی زبان سے خود بخود الفاظ پھسلتے ہوئے محسوس کئے "میرا خیال ہے کہ وہ چھ بجے سے پہلے نہ آسکیں گے۔"

"اور ہمارا دوست اسد...... نوجوان دیو؟" طومان نے پوچھا۔

"مجھے کوئی اندازہ نہیں...... وہ گاؤں گیا ہے؟"

"بہت افسوس ہے...... لیکن مسٹر جمشید تو گھر میں ہی ہوں گے۔ سلیمان کی خاطر مدارات کیلئے؟"

"ہاں...... وہ دونوں اوپر بالائی منزل پر ہیں۔"

"بہت ٹھیک...... بہتر یہی ہے کہ جس طرح میں نے آپ کے سامنے بیان کیا ہے اسی طرح آپ کے شوہر کے سامنے بھی یہ مسئلہ پیش کروں کہ آج رات سلیمان کا میرے ساتھ جانا کس قدر اہم ہے...... معاف فرمائیے کیا یہ ممکن ہے کہ پہلے میں ایک گلاس پانی پی لوں...... گاؤں سے یہاں تک پیدل

آنے میں کافی زوردار پیاس لگ آئی ہے۔"

"یقیناً" مریم ایک مشین کی طرح اپنی ٹانگوں پر کھڑی ہوگئی اور گھنٹی کا بٹن دبا دیا۔

"لیکن بہتر تو یہ ہوتا کہ آپ ایک پیالی چائے اور کچھ بسکٹ پسند کرتے......"

یہ الفاظ کہتے وقت مریم اس پراسرار قوت سے پوری طرح مسحور ہو چکی تھی جو طومان کی شخصیت میں سے نکل کر چاروں طرف پھیل رہی تھی۔ "آپ بے حد مہربان ہیں...... شکریہ" طومان نے کہا "میں سمجھتا ہوں کہ بس ایک گلاس پانی اور ایک بسکٹ کافی ہوگا۔"

محمود ملازم دروازہ میں کھڑا تھا۔ مریم نے اس کو یہ معمولی چیزیں لانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد وہ گئی اور طومان کی گفتگو کا سلسلہ نرمی و شیرینی کے ساتھ پھر چل نکلا۔ ہر گزرنے والے لمحہ کے ساتھ مریم کے کان طومان کی دھیمی اور مترنم آواز سے اور زیادہ ہم آہنگ ہو جاتے تھے۔

خدمت گار پانی اور ایک ٹرے میں کچھ بسکٹ لے کر حاضر ہوا اور ان کو طومان کے قریب میز پر دیا لیکن فی الحال طومان نے ان چیزوں کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ اس کے بجائے اس نے پھر مریم کی طرف دیکھا اور کہا...... "مجھے امید ہے آپ میرے اس سوال کو معاف فرمائیں گی۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ حال ہی میں کچھ بیمار رہ چکی ہیں؟...... آپ ایسی نظر آتی ہیں جیسے آپ کی صحت خوفناک حد تک کمزور ہو اور آپ بہت ہی زیادہ تھکی ہوئی ہوں۔"

"نہیں۔" مریم نے آہستہ سے کہا "میں بیمار نہیں رہی ہوں۔"

لیکن اسی لمحہ اس کو محسوس ہوا کہ وہ جس جگہ بیٹھی ہوئی ہے اس جگہ اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ جارہے ہیں اس کے پپوٹے اس کی آنکھوں پر ایک بھاری بوجھ بن کر لٹک گئے ہیں۔ کسی ناقابل تشریح سبب سے اس کو ایک گہری اور شدید خواہش محسوس ہو رہی تھی کہ آنکھوں کو پوری طرح بند کر لے اور سو جائے۔

طومان اس کو غور سے دیکھ رہا تھا اور اس کے ہونٹوں پر ایک خفیف مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ اس کو اچھی طرح معلوم تھا کہ مریم اب پوری طرح اس کے قابو میں ہے۔ بس ایک منٹ اور...... اور پھر گہری نیند میں ڈوب جائے گی۔ اس کے بعد یہ کوئی مشکل بات نہ ہوگی کہ اس کو اٹھا کر دوسرے کمرے میں لے جایا جائے اور وہاں چھوڑ دیا جائے...... تب خدمت گار کو بلانے کے لئے گھنٹی بجائی جائے۔ خدمت گار سے کہا جائے کہ اپنے آقا کو بلا لائے...... اور جب جمشید آجائے تو اس سے کہا جائے کہ مریم اس کو تلاش کرنے کے لئے باغ میں گئی ہے...... اور پھر وہی دلکش و سحر آفریں گفتگو شروع کی جائے جس کے بے پناہ اثرات سے کام لینا طومان کو خوب آتا تھا اور جو ان لوگوں کو بھی انجام کار ہتھیار ڈال دینے پر مجبور کر دیتی تھی جو کہ ابتداً میں کھلم کھلا طومان کے مخالف نظر آئے تھے...... بس پھر کیا تھا!...... گھر کا مالک بھی ایک گہری پر سکون نیند میں ڈوب جائے گا...... وہ صرف اپنی قوت ارادی کے ذریعے سلیمان کو بلا لے گا اور وہ دونوں ایک ساتھ یہاں سے روانہ ہو جائیں گے!

مریم کی آنکھیں پھڑ پھڑائیں اور بند ہوگئیں۔ لیکن اپنے سر کو جھٹکا دے کر اس نے پھر آنکھیں

"میں بہت شرمندہ ہوں۔" اس نے غنودگی کے عالم میں کہا "لیکن میں تھکی ہوئی ہوں...... بے حد تھکی ہوئی...... ہاں تو آپ کیا بات کہہ رہے تھے؟"

مریم نے دیکھا کہ اب طومان کی آنکھیں خوفناک حد تک پھیل گئی تھیں اور اپنی طاقتور خواب آلود نظروں سے اس کو دبائے ڈالتی تھیں......

"ہم اب کوئی بات نہیں کریں گے" وہ بولا "تم سو جاؤ گی اور ماہ رواں کی 7 تاریخ کی سہ پہر کے وقت تین بجے تم پہاڑ گنج میں سلیمان کے مکان پر مجھ سے ملنے کے لئے آؤ گی۔"

مریم کی بوجھل پلکیں پھر اس کے حسین گول رخساروں پر جھک گئیں...... لیکن اچانک اگلے ہی لمحہ پھر اس کی آنکھیں ایک دم کھل گئیں...... کیونکہ دروازہ یکایک چوپٹ کھل گیا تھا اور ننھی زہرہ دوڑتی ہوئی کمرے میں آرہی تھی۔

"بیٹی...... کیا بات ہے؟" مریم جدوجہد کر کے جاگ اٹھی۔

طومان کے چہرے پر مایوسی اور غصے کی لہریں پھیل گئیں۔ معصوم بچی کی اچانک آمد سے نازک ارتعاشات کا سلسلہ ٹوٹ گیا تھا۔

"امی...... امی!" زہرہ نے ہانپتے ہوئے کہا۔ "پاپا نے مجھے بھیجا ہے آپ کو بلانے...... ہم باغ میں گڑیوں کا کھیل کھیل رہے تھے اور سلیمان چچا کہتے ہیں ہم ہاتھی ہیں...... گھوڑا نہیں...... پاپا کہتے ہیں آپ آئیں اور......"

"اچھا تو یہ ہے آپ کی ننھی بیٹی...... کتنی پیاری بچی ہے!" طومان نے خوش طبعی سے کہا اور زہرہ کی طرف ہاتھ بڑھا کر بولا "آؤ ادھر آؤ میری......"

لیکن مریم نے اس کے جملے کو پورا نہ ہونے دیا۔ ایک سیلاب کی طرح اچانک ایک احساس اس کے دماغ میں پھیل گیا اس نے خود کو کتنے بڑے خطرے میں پھنسا لیا تھا۔

"اس کو مت ہاتھ لگاؤ۔" وہ چلائی اور بچی کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے شعلہ بار آنکھوں کے ساتھ بولی "خبردار! ایسی جرأت نہ کرنا۔"

"کیا بات ہے مسز جمشید؟" طومان نے ایک نرم احتجاج کرتے ہوئے کہا "یقیناً آپ ایسا نہیں سوچ سکتیں کہ میں بچی کو کوئی نقصان پہنچانا چاہتا ہوں؟ میرا تو یہ خیال تھا کہ ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھنے لگے تھے۔"

"ذلیل درندے!" مریم نے گھنٹی کا بٹن دباتے ہوئے غصے میں کہا "تو نے مجھے ہپناٹزم سے بے قابو کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"یہ کیا لغویت ہے محترمہ!" طومان خوش طبعی سے مسکرایا "آپ کچھ تھکی ہوئی تھیں لیکن مجھے ڈر ہے کہ شاید میں نے کچھ ایسی چیزوں کے متعلق ایک لمبی تقریر شروع کر دی جن سے آپ جیسی نو عمر اور نوجوان خاتون کو کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی ہے اور آپ میری بکواس سے اکتا گئیں۔ یقیناً یہ میری حماقت

تھی۔ کوئی تعجب نہیں کہ آپ اکتا کر تقریباً سو گئیں؟"

محمود خدمت گار اندر داخل ہوا۔ مریم نے فوراً حیرت زدہ ملازم کے بازوؤں میں زہرہ کو تقریباً پھینک دیا اور لمبا سانس لے کر بولی...... "اپنے آقا کو فوراً بلا کر لاؤ...... وہ باغ میں ہیں...... جلدی کرو...... فوراً......"

زہرہ کو لے کر خدمت گار عجلت کے ساتھ باہر نکل گیا اور طومان مڑ کر مریم کی طرف مخاطب ہوا ...... اس کی نگاہیں برف کی طرح سرد اور فولاد کی طرح سخت ہو گئی تھیں۔

"یہ بالکل ضروری ہے کہ اس مکان سے روانہ ہونے سے قبل میں سلیمان سے کم از کم ملاقات ہی کر سکوں۔" وہ بولا۔

"نہیں...... ہرگز نہیں" مریم غصہ سے برس پڑی "بہتر یہی ہے کہ میرے شوہر کے آنے سے قبل تم یہاں سے نکل جاؤ...... کیا بہرے ہو گئے ہو؟ سنتے نہیں؟"

اسی وقت اس کو احساس ہوا کہ وہ پھر طومان کی آنکھوں کی طرف دیکھ رہی تھی...... اس نے جلدی سے اپنا منہ موڑ لیا تاکہ اس کی آنکھوں کو نہ دیکھ سکے لیکن رخ موڑتے وقت اچانک اس نے دیکھا کہ طومان جھک کر میز پر سے گلاس اٹھانا چاہتا تھا۔

اس وقت یہ سوچ کر وہ آگ بگولا ہو گئی کہ طومان نے کس طرح اس کو دھوکا دے کر پانی کا گلاس منگوایا تھا اور یہ تہیہ کر کے پانی اس کو نہ پینے دے گی وہ چیل کی طرح آگے جھپٹی اور اس سے قبل طومان اس کو روک سکے اس نے چھوٹی سی میز کو زور سے زمین پر الٹ دیا چینی کی پلیٹ فرش سے ٹکرائی اور درجنوں ٹکڑوں میں بکھر گئی بسکٹ منتشر ہو گئے، گلاس ٹوٹ گیا اور پانی فرش پر بہنے لگا۔

طومان ایک غیظ آلود غراہٹ کے ساتھ بگولے کی طرح گھوما...... اس چھوٹی سی عورت نے آخرکار اس کو ناکام بنا دیا تھا۔ اس شرمناک احساس شکست نے اس کے چہرے سے انسانی مہربانی و شرافت کو مٹا کر دہشت ناک شیطانی قہر و غضب میں تبدیل کر دیا اس کی آنکھیں چونکہ اب اس کی فطرت کی تمامتر گندگی اور کیچڑ سے لت پت محسوس ہوتی تھیں کچھ اس طرح گھور کر مریم کو دیکھ رہی تھیں جیسے اس کا تمام لباس اتار کر اس کی کھال نوچ لینا چاہتی ہوں اور اپنی شیطانی زبان میں ہزاروں ناقابل بیان گالیاں برسا رہی ہوں لیکن مریم الٹی ہوئی میز کی دوسری طرف اس کے سامنے ڈٹی ہوئی تھی۔

یکایک دہشت کی ایک تازہ شدت محسوس کر کے مریم پیچھے ہٹنے لگی اور طومان کی نفرت انگیز آنکھوں سے اپنا چہرہ چھپانے کے لئے دونوں ہاتھ اوپر اٹھانے شروع کئے۔

اسی وقت دروازے میں سے ایک تیز آواز نے پوچھا...... "ایں!...... یہ کیا تماشا ہے؟"

"جمشید!" مریم نے سہم کر کہا "جمشید!...... یہ طومان ہے!...... یہ سوچ کر تمہیں سلیمان کے پاس رہنا بہتر ہے میں نے اس شخص سے ملاقات کی لیکن اس نے مجھ پر ہپناٹزم کا عمل کرنا چاہا...... اس کو باہر نکال دو؟...... اٹھا کر پھینک دو!"

اپنی بیوی کی آنکھوں میں دہشت کی جھلک دیکھ کر جمشید کے چہرے کے اعصاب تن گئے اور اس کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے جمشید نے ایک تیز قدم طومان کی طرف بڑھایا۔

تمہاری عمر مجھ سے دگنی نہ ہوتی اور تم خود میرے مکان میں نہ ہوتے تو میں تمہارے چہرے کا ...... اس نے وحشیانہ غصہ میں کہا "لیکن مجھے ایسا ہی کرنا پڑے گا اگر تم فوراً یہاں سے نو دو گیارہ نہ ......"

یقین تیزی کے ساتھ طومان نے اپنے غصہ پر قابو حاصل کر لیا ایک بار پھر اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی اس کی صورت پر خوف و ہراس کا کوئی نشان نہ تھا۔

شرافت اور ...... مجھے خوف ہے کہ آپ کی بیگم کا مزاج کچھ گڑبڑ ہے" اس نے نرمی سے کہا "دیکھئے نا موسم کس قدر ...... لیکن ہم جب آپس میں باتیں کر رہے تھے تو وہ تقریباً نیند میں ڈوب گئیں۔ آپ کے دوستوں ...... متعلق دنیا بھر کی عجیب و غریب باتیں سن کر وہ ڈر کے مارے یہ سوچنے لگیں کہ میں نے ان ...... ٹزم کا عمل کرنے کی کوشش کی ہے میں تو بیگم صاحبہ کی ایک منٹ کی بھی زحمت کو ایک جرم سمجھتا ...... اور دل سے معافی چاہتا ہوں۔"

"مجھے آپ کے ایک لفظ کا بھی یقین نہیں۔" جمشید نے جواب دیا "براہ کرم آپ مکان سے چلے جائیں۔"

"آپ بہت ہی نامناسب رویہ اختیار کر رہے ہیں مسٹر جمشید!...... میں آج یہاں سلیمان کو واپس لے ...... کے لئے آیا تھا۔"

"اس کا جواب یہ ہے کہ آپ اس کو نہیں لے جا سکتے۔"

"جناب عالی!" طومان نے احتجاج کیا "براہ کرم ایک منٹ کے لئے سکون سے میری بات سن لیجئے کہ میں آپ کی بیگم سے عرض کر چکا ہوں آپ لوگوں کے سامنے تمام صورتحال کو انتہائی غلط طور پر ...... کیا گیا ہے اور اگر محترمہ کو اچانک کچھ بے بنیاد باتوں کا وہم ہونا شروع نہ ہو جاتا تو اس وقت ہم ...... تحال پر نہایت سکون اور دوستی کی فضا میں تبادلہ خیال کرتے ہوتے واقعہ تو یہ ہے کہ میں نے خود ان ...... عرض کیا تھا کہ آپ کو بھی بلا لیا جائے۔ یقین نہ ہو تو ان سے دریافت کر لیجئے۔"

"یہ ایک چال تھی۔" مریم نے غصہ میں چلا کر کہا۔ اس کی آنکھوں کی طرف مت دیکھو جمشید!...... اس کو باہر نکال دو۔"

"کہہ رہے ہیں آپ!" جمشید کی آواز میں ایک دھمکی کی جھنکار تھی اور اس کا چہرہ سرخ تھا۔ "بہتر یہی کہ آپ چلے جائیں...... اس سے قبل کہ میں غصہ سے بے قابو ہو جاؤں۔"

"بڑے افسوس کی بات ہے میرے نوجوان دوست کہ آپ اس قدر ضدی واقع ہوئے ہیں۔" طومان ...... نرمی سے کہا "سلیمان کو یہاں اپنے مکان پر روک کر آپ لوگ اس کے لئے اور خود اپنے لئے ...... زبردست خطرہ مول لے رہے ہیں بہر حال اگر آپ کو معقول باتیں ناگوار ہیں اور آپ اس کو ...... ساتھ بھیجنے سے انکار کرتے ہیں تو مجھے اس کے ساتھ صرف پانچ منٹ تو کم از کم باتیں کرنے ......"

"ایک سیکنڈ بھی نہیں۔" جمشید نے دروازہ کا راستہ چھوڑ دیا اور طومان کو اشارہ کیا کہ چلا جائے۔

"بہت اچھا!...... اگر آپ کا یہی آخری فیصلہ ہے تو یہی سہی۔" طومان نے تن کر کہا۔

وہاں اس کو کھڑے ہوئے دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ قوت اور قامت دونوں میں بڑھ گیا ہے ایک خوفناک طاقت اس کے جسم میں کپکپی بن کر دوڑنے لگی اور خود جمشید اور مریم کو یہ پراسرار خوف ناک قوت اس کے جسم سے پھوٹ کر فضا میں پھیلتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔

اور پھر جس طرح کسی منجمد جھیل پر برفانی بادلوں سے موت کی طرح سرد پانی کے قطرے ٹپکتے ہیں اسی طرح طومان کے مندرجہ ذیل الفاظ دھیمی اور صاف آواز میں جمشید اور مریم کی سماعت پر گرتے ہوئے محسوس ہوئے......

"اگر یہی بات ہے تو آج رات کو میں قاصد کو تمہارے گھر بھیجوں گا اور وہ سلیمان کو تمہارے پاس لے جائے گا...... مردہ!"

"دور ہو یہاں سے!" جمشید نے دانت پیستے ہوئے کہا...... شیطان کہیں کا!......"

مزید ایک بھی لفظ کہے بغیر طومان ان سے رخصت ہو گیا مریم نے خدا کا شکر ادا کیا اور دونوں ایک دوسرے کے بازو حمائل کئے ہوئے طومان کے پیچھے پیچھے کھلے ہوئے دروازے تک گئے۔

اس نے ایک بار بھی مڑ کر نہ دیکھا اور ایک بالکل عام انسان کی طرح بھاری قدموں سے چلتا ہوا اس روش پر بڑھ گیا جس پر اس وقت دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔

یکایک جمشید کو محسوس ہوا کہ مریم کا نازک جسم اس کے پہلو میں کانپ رہا ہے اور خوف کی ایک ہلکی سی چیخ کے ساتھ اس نے جمشید کے شانے پر اپنا سر رکھ دیا۔

"اوہ!...... جمشید!" وہ سہمی ہوئی آواز میں بولی مجھے اس شخص سے ڈر لگتا ہے...... بے حد ڈر...... کیوں کیا تم نے کچھ دیکھا؟"

"دیکھا؟...... کیا؟" وہ پریشانی سے بولا "کیا مطلب ہے تمہارا...... ڈارلنگ؟"

"اف!......" مریم نے سسکی لیتے ہوئے کہا "دیکھو!...... وہ...... وہ دھوپ میں جا رہا ہے لیکن...... لیکن اس کی پرچھائیں کہیں بھی نظر نہیں آتی!!"

جمشید کا مکان جس علاقے میں واقع تھا وہ ہریام پور کہلاتا تھا۔ اس کے بعد والے چھوٹے سے قصبہ نما بڑے سے گاؤں میں جو ہوٹل یا سرائے تھی اس کی عمارت اتنی ہی پرانی تھی جتنی کہ خود جمشید کے مکان کی عمارت...... کسی زمانے میں یہ ایک اہم اصطبل تھا لیکن انیسویں صدی میں جب لارڈ ڈلہوزی کے زمانے میں ہندوستانی شاہراہوں کا نظام تبدیل ہوا اور ریلوے ٹرینوں نے بیل گاڑیوں اور گھوڑا گاڑیوں کی جگہ لینی شروع کی تو یہ اصطبل ایک سرائے میں تبدیل ہو گیا اور اس زمانے سے برابر مختصر مقامی آبادی کی ضرورتوں کو پورا کرتا رہا اس کی عمارت میں متعدد بار اضافہ اور ترمیم کی گئی۔ پھر ایک دور ایسا آیا کہ بڑے لمبے عرصے تک یہ عمارت ایک کسمپرسی کے عالم میں کھنڈر بنتی چلی گئی کیونکہ اس سرائے کی آمدنی اس کی مرمت کے لئے ناکافی تھی۔ چنانچہ چند سال پہلے تک جب کہ ایک قریبی دولت مند جاگیردار کا خصوصی خدمت گار رحمت خان اپنی پیرانہ سالی کے باعث ملازمت سے ریٹائر ہوا یہ سرائے اسی خستہ حالت میں پڑی رہی تھی۔

رحمت خان کو اس کی ملازمت سے صرف اس لئے سبکدوش کیا گیا تھا کیونکہ گٹھیا کا پرانا مریض ہونے کے باعث وہ اپنے بوڑھے آقا کے ساتھ سفر نہیں کر سکتا تھا لیکن چونکہ رحمت خان کو اپنی طویل ملازمت کے دوران اس بات کا بہت کافی تجربہ حاصل ہو چکا تھا کہ بڑے بڑے لوگوں کے خاندانوں میں امور خانہ داری کا بہترین انتظام کس طرح کیا جاتا ہے اور لوگوں کو کن اوقات میں کس طرح کی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے اس کے دماغ کے ایک گوشے میں ہمیشہ سے ہی یہ ارادہ پوشیدہ رہا تھا کہ ریٹائر ہونے کے بعد وہ ایک ہوٹل یا سرائے قائم کرے گا۔

جب رحمت خان کے ریٹائرڈ ہونے کا مسئلہ درپیش تھا اور اس نے اپنے بڑھاپے کی زندگی کی یہ تمنا ظاہر کی کہ وہ کسی سرائے یا ہوٹل کا مالک بننا چاہتا ہے تو اس کا آقا انتہائی فیاضی سے کام لے کر اس بات پر تیار ہو گیا کہ پرانی سرائے کو خرید کو ازسرنو زندہ کیا جائے لیکن اس نے اس شک و شبہ کا بھی اظہار کیا کہ رحمت خان اس سرائے کو منافع پر نہ چلا سکے گا۔ اس نے کہا کہ کسی بھی کاروبار کی کامیابی کے لئے سرمایہ ضروری ہے اور اپنی معصومانہ لاعلمی میں اس خیال کا اظہار کیا کہ رحمت خان اپنی طویل ملازمت کے باوجود کافی سرمایہ پس انداز نہ کر سکا ہو گا۔

لیکن اس سلسلے میں جاگیردار بالکل غلطی پر تھا۔ اس میں شک نہیں کہ رحمت خان نے اس خیال کا اظہار کیا کہ رحمت خان اپنی طویل ملازمت کے باوجود کافی سرمایہ پس انداز نہ کر سکا ہو گا لیکن اس کی روپیہ بچانے کی قابلیت معمولی نہ تھی۔ اس نے کئی نسلوں تک معمولی چوروں سے اپنے آقا کی حفاظت ضرور کی تھی لیکن بذات خود ان بڑی بڑی رقموں پر ہاتھ صاف کرنے سے نہیں چوکا تھا جن کو روایتی طور پر وہ اپنا حق سمجھتا تھا اور چونکہ وہ اپنے ساتھی ملازمین کے بہکانے سے گھوڑ دوڑ وغیرہ کی لت میں پڑا تھا اس لئے اس نے اپنا سرمایہ ایسی املاک میں لگایا تھا کہ اس کے آقا کو معلوم ہو جاتا تو تعجب سے چونک پڑتا۔

لہٰذا رحمت خان نے بڑی عاجزی سے اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ وہ یقیناً سرائے کا کام کامیابی سے چلائے گا بشرطیکہ اس کا آقا اتنی مہربانی کرے کہ اپنے جن دوستوں کو یا دوستوں کے ملازموں کو شکار وغیرہ کے موسم میں وہ اپنے مکان میں نہ ٹھہرا سکے۔ ان کو سرائے میں قیام کرنے کے لئے بھیج دیا کرے۔ جب یہ معاملہ تسلی بخش طور پر طے ہو گیا تو رحمت خان نے خود کو "مسٹر رحمت" میں تبدیل کر کے اپنی سرائے کا نام تخت طاؤس قرار دیا حالانکہ وہ خود بھی یہ نہ بتا سکتا تھا کہ ایک سرائے کو کیوں کر تخت کہا جا سکتا ہے!

بہت جلد ہی پرانی سرائے پھر ترقی کرنے لگی یہ ترقی بہت خاموش اور سست رفتار تھی کیونکہ یہ سرائے کوئی موٹر کاروں پر یا ریلوے ٹرینوں پر سفر کرنے والوں کا ہوٹل نہ تھا۔ پھر بھی اس میں شک نہیں کہ ان منتخب چند لوگوں کے درمیان جو کہ خوبصورت مناظر کے ماحول میں ہفتے کے آخری دن کی چھٹی پرسکون طریقے پر منانا چاہتے تھے اس سرائے کا نام کافی مشہور ہو گیا اور مہمانوں کے لئے مسٹر رحمت کی قابل تعریف توجہ نیز باورچی خانہ میں ان کی بیوی کے کمالات اس قدر نفع بخش ثابت ہوئے کہ مسٹر رحمت کی صبح کو ان کی آمدنی کا میزان ان کے دل کی دھڑکنوں کو تیز کر دیتا تھا۔

اس کے علاوہ رحمت خان نے سرائے کی دلکشی اور جاذبیت بڑھانے کے لئے شہروں کی تمام تیار شدہ

نفیس غذاؤں اور مشروبات کا بھی اہتمام کیا تھا۔ جاگیر دار کی ملازمت میں رہنے کی وجہ سے شہر کی بڑی دکانوں سے اس کا تعلق رہ چکا تھا اور وہاں سے اس کو یہ تمام سامان بہت کفایت پر مل جاتا سرائے میں وہ اس سامان کو کافی منافع پر فروخت کرتا تھا۔ قرب و جوار کے دیہات کے دولت صاحب حیثیت تھے یا تعلیم یافتہ تھے یا سرکاری عہدیدار تھے اکثر تخت و طاؤس میں آتے تھے اور خان کے ساتھ ان کے ایک قسم کے دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے تھے۔

مختصر یہ کہ یہ سرائے وہ تمام آرام و راحت مہیا کر سکتی تھی جس کا مطالبہ کوئی معقول انسان کر اور اس طرح اس سرائے کی حیثیت عام سرایوں سے کچھ مختلف اور بلند تھی۔ ہریام پور میں پہلے بھی آنے کی وجہ سے اسد اس سرائے سے اچھی طرح واقف تھا۔ جمشید کے مکان سے یہاں تک تیز رفتاری سے آیا تھا اس لئے اس کا سانس کسی قدر پھولا ہوا تھا۔ وہ سیدھا قدم اٹھاتا ہوا نشست گاہ میں داخل ہوا جو بہت آرام دہ طور پر آراستہ تھی۔ اس کی چھت اس قدر نیچی تھی کہ اس پرانے موٹے شہتیر اسد کے سر کے قریب آتے تھے۔

زرینہ وہاں تنہا موجود تھی۔ اس کو دیکھتے ہی وہ ایک دم اچک کر اپنی کرسی سے کھڑی ہو گئی اور ہوئی اس کے قریب آ گئی۔ اس نے اسد کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں اتنی قوت سے پکڑ لئے کہ بھی شخص زرینہ جیسی لڑکی کی نازک انگلیوں میں اتنی طاقت کی توقع نہ کر سکتا تھا۔

وہ زرد اور جھکی ہوئی تھی۔ اگرچہ اس نے خود کو صاف ستھرا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی پھر بھی اس وقت اس کے سبز لباس پر دھبے اور کیچڑ کے داغ نظر آتے تھے اس کی آنکھیں اعصابی کشیدگی اور نیند کی محرومی کے باعث بجھی بجھی سی نظر آتی تھیں اور غیر فطری حد تک بڑی معلوم ہوتی تھی۔ کے ہاتھوں کو پکڑتے وقت وہ ہلکے ہلکے کانپ رہی تھی۔

"اوہ!...... خدا کا شکر ہے کہ تم آ گئے!" وہ بولی۔

"لیکن تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں ہریام پور میں موجود ہوں؟" اسد نے عجلت سے پوچھا۔

"اسد!" وہ پھر اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی اور تھکے ہوئے انداز میں اپنا ہاتھ آنکھوں پر پھیرنے "گزشتہ رات کے متعلق میں حد سے زیادہ شرمندہ ہوں۔ میرا خیال ہے کہ یہ میری دیوانگی تھی کہ میں نے تمہاری کار چرائی اور جشن میں پہنچنے کی کوشش کی۔ لیکن میری گاڑی ٹکرا کر ٹوٹ گئی جس کے متعلق تم نے بھی سنا ہو گا۔ باقی 5 میل کا فاصلہ میں نے پیدل ہی طے کیا۔"

"خدا کی پناہ!...... تو کیا تم وہاں گئی تھیں؟"

زرینہ نے اثبات میں سر ہلایا اور چاند نگر سے شیطانی جشن تک کے سفر کا خوفناک افسانہ سنایا۔ جب اپنی کہانی کے اس حصے پر پہنچی جب کہ اس نے اپنے ارادہ کے خلاف وجود کو شیطانی وادی کی طرف اختیار کھنچتا ہوا محسوس کیا تھا تو اس کی آنکھوں میں پھر وہی دہشت ناک خوف جھلک اٹھا جو اس نے کل رات محسوس کیا تھا۔

"میں اپنے قابو میں نہ تھی" وہ بولی "میں نے اپنی پوری قوت کے ساتھ خود کو روکنے کی کوشش کی لیکن میرے قدم میری مرضی کے خلاف خود بخود حرکت کر رہے تھے۔ اس کے بعد مجھے ایسا خیال

پھٹ گیا ہے اور خدا کے قہر و غضب نے اچانک یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ ان گستاخ ابلیس پرستوں کو کر دیا جائے۔ وادی میں بادلوں کی گرج کی طرح ایک شور پیدا ہوا اور کسی خوفناک خواب میں نظر لے دیو کی طرح دو مہیب عفریت نما آنکھیں تاریکی میں سے میری طرف جست لگاتی ہوئی بڑھتی میرا خیال ہے کہ میں وہشت سے چلا پڑی اور کود کر ایک طرف ہٹ گئی۔ مجھے یاد آتا ہے کہ میں گرتی تھی اور پھر کھڑی ہو جاتی تھی۔ جس طاقت نے میرے قدموں کو جکڑ رکھا تھا وہ اچانک ڈھیلی اور میں انتہائی سراسیمگی میں پہاڑی کے اوپر دوڑتی ہوئی چڑھ گئی۔ جب میں چوٹی پر پہنچی تو کسی چیز ٹھوکر کھا کر گر پڑی اور اس کے بعد یقیناً میں بے ہوش گئی۔" اسد مسکرایا۔

"وہ دیو نہیں بلکہ صرف ہماری کار تھی۔" اس نے کہا "لیکن تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں کہاں

"یہ کچھ زیادہ مشکل نہ تھا" وہ بولی "جب مجھے ہوش آیا تو میں گھاس پر پڑی ہوئی تھی اور ماحول پر اتنی خاموشی چھائی ہوئی تھی جیسے چاروں طرف میلوں تک کوئی بھی زندہ شے موجود نہ ہو۔ میں نے چلنا شروع کر دیا حالانکہ مجھے ذرا سا بھی احساس نہ تھا کہ میں کہاں جا رہی ہوں۔ میرے دماغ میں صرف یہی خیال چھایا ہوا تھا اور وہ یہ کہ اس ہولناک وادی سے کہیں دور بھاگ جاؤں۔ آخر کار میری قوت نے جواب دے دیا اور میں گر پڑی۔ یقیناً میں حد سے زیادہ بیدم ہو چکی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ میں ایک کھائی میں گر کر بھی وہاں نیند میں ڈوب گئی۔"

ایک ساعت رک کر وہ پھر بولی "جب میں بیدار ہوئی تو صبح ہو چکی تھی اور میں نے دیکھا کہ اس وقت میرے بالکل قریب ہی ایک بڑی سڑک موجود تھی۔ میں لڑکھڑاتی ہوئی اس سڑک پر چل پڑی حالانکہ مجھے معلوم نہ تھا کہ میں کہاں پہنچوں گی۔ کچھ دیر بعد مجھے مکانات اور ایک معروف سڑک نظر آئی اور مجھے معلوم ہوا کہ میں دوریالا میں داخل ہو گئی تھی۔ میں قصبہ کے مرکزی حصے میں پہنچی اور ایک ہوٹل میں جانے کو تھی کہ مجھے احساس ہوا کہ میرے پاس کچھ بھی رقم نہ تھی۔ لیکن میرے پاس ایک بروچ موجود تھا اس لئے میں ایک صراف کی دکان پر گئی اور بروچ کو فروخت کر دیا یا دوسرے الفاظ میں یوں کہوں کہ بروچ کو رہن کے طور پر رکھ کر صراف مجھے تین سو روپے دینے پر تیار ہو گیا کیونکہ میں اس جڑاؤ بروچ کو فروخت کرنا نہیں چاہتی تھی اور اس کی قیمت ڈیڑھ ہزار سے کم نہ ہو گی۔ بوڑھا صراف بڑا شریف آدمی تھا وہ بروچ کو بطور ضمانت رکھنے پر تیار ہو گیا اور مجھ سے کہا کہ میں گھر پہنچ کر روپیہ بھیج دوں۔ یہ رقم حاصل کر کے میں ہوٹل پہنچی۔ ایک کمرہ کرایہ پر لیا اور معاملات پر غور کرنے کی کوشش کرنے لگی۔"

اس نے رک رک کر ایک گہرا سانس لیا اور پھر بولی "گزشتہ دن اس وقت سے جب کہ تم کہکشاں سے مجھے اپنی کار میں لے کر چلے تھے عجیب و غریب واقعات اتنے زیادہ رونما ہو چکے تھے کہ شروع میں میرا دماغ ان گتھیوں کو ذرا بھی نہ سلجھا سکا۔ لیکن ایک بات ایسی ضرور تھی جو بالکل صاف محسوس ہوتی تھی۔ وہ یہ کہ میرا پورا نظریہ تبدیل ہو چکا تھا۔ اس تبدیلی کی وجہ تم تھے یا میری والدہ۔ یہ نہیں کہہ سکتی۔ میری سمجھ میں بالکل نہیں آتا کہ مادام عرفی کی باتیں سننا میں نے کیونکر گوارا کر لیا اور ان کاموں کے کرنے پر کیسے آمادہ کر لیا جو کہ میں کر چکی ہوں؟ لیکن اب مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ

میں نے خود کو ایک انتہائی ہولناک خطرے میں ڈال دیا تھا اور اب میری یہی کوشش ہونی چاہئے کہ کسی نہ کسی طرح طومان سے نجات حاصل کروں۔ سب لوگ مجھے پاگل سمجھیں گے اور شاید میں واقعی پاگل ہوں کہ اس طرح تمہارے پاس آئی ہوں کیونکہ ابھی تک میں بمشکل ہی تمہیں جانتی ہوں اور ہم دونوں تقریباً اجنبی ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ پوری کہانی شروع سے آخر تک ہی ایک دیوانے کا خواب معلوم ہوتی ہے۔ میں خود کو دنیا میں خوفناک حد تک تنہا پاتی ہوں اسد اور زمین و آسمان کے درمیان ایک تم ہی تو وہ شخص ہو جس کی طرف میرے قدم اٹھ سکتے ہیں۔"

وہ بیدم سی ہو کر کرسی پر نیم دراز ہو گئی جیسے اسد کو اپنے احساسات سے متاثر کرنے کی کوشش میں اس کی ساری قوت ختم ہو چکی ہو۔ اسد آگے کو جھکا اور اس کا ایک ہاتھ اپنے طاقتور چوڑے ہاتھ میں لے کر نرمی سے دبا دیا۔

"گھبراؤ نہیں۔ میری روح!" وہ بے اختیار اپنے دل کی گہرائیوں سے بولا "تم نے جو کچھ کیا مناسب اور ٹھیک ہی کیا ہے۔ اب تمہیں کسی پریشانی کی ضرورت نہیں۔ تم یہاں میرے پاس سلامتی سے پہنچ گئی ہو تو اب کوئی بھی شخص تمہارا بال تک بیکا نہیں کر سکتا۔ لیکن تم یہاں تک کیسے پہنچ گئیں؟"

"میرا واحد سہارا یہی تھا کہ تمہاری حفاظت میں خود کو دے دوں" وہ بولی "اس لئے کسی نہ کسی طرح تمہیں تلاش کرنا میرے لئے ضروری تھا۔ یہ کام کچھ زیادہ مشکل بھی نہ تھا۔ غیب کی باتیں معلوم کرنے کے جتنے بھی نظام رائج ہیں وہ سب اسی ایک اصول پر کام کرتے ہیں کہ انسان چند مخصوص طریقوں پر عمل کر کے اپنی ظاہری نگاہ کو تاریک بنالے تاکہ اس کی باطنی نگاہ صاف ہو جائے اور غیب کی باتیں اس پر منکشف ہو جائیں۔ اس عمل کے لئے لوگ مختلف چیزیں استعمال کرتے ہیں مثلاً چائے کی پتیاں، آئینے، پگھلا ہوا موم، شراب، تاش کے پتے، پانی، جانوروں کی آنتیں یا آنکھیں، پرندے، ریت وغیرہ وغیرہ۔"

وہ ایک ساعت کے لئے رکی اور پھر بولی۔ "جب میں اس ہوٹل کے کمرے میں پہنچی تو مجھے بہت شدت سے نیند محسوس ہو رہی تھی لیکن میں جانتی تھی کہ مجھے نیند سے دور ہی رہنا ضروری ہے۔ اس لئے میں نے ہوٹل کے دفتر سے کچھ کاغذ اور پنسل حاصل کی اور تمہیں تلاش کرنا شروع کر دیا۔"

"کیسے؟" اسد نے حیرت سے کہا۔

"میں نے کاغذ اپنے سامنے رکھ کر اور پنسل ہاتھ میں لے کر خود اپنے اوپر ایک بے خودی و استغراق کی حالت طاری کر لی بعدہ جب ہوش میں آ کر میں نے کاغذ پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ اس پر خود میرے ہاتھ کی تحریر کردہ اتنی معلومات درج تھیں کہ اس کی مدد سے تمہیں تلاش کر سکتی تھی۔"

اس حیرت ناک تشریح کو اسد نے بالکل سکون سے قبول کر لیا۔ اگر چند روز پہلے وہ اس طرح کی بات کسی سے سنتا تو اس کو مہمل بکواس تصور کرتا مگر اس وقت تو اسے یہ بھی محسوس نہ ہوا کہ یہ کوئی عجیب بات تھی۔ ایک عورت جو اس کا پتہ معلوم کرنا چاہتی ہے خود کو ایک بے خودی استغراق کی کیفیت میں غرق کر دیتی ہے اور "خودکار تحریر" کے ذریعے سب کچھ معلوم کر لیتی ہے آج اس نظریہ میں اسد کے لئے کوئی غیر معمولی بات محسوس نہ ہوتی تھی۔

اس نے اس بڑی کلاک پر نظر ڈالی جو کمرے کے ایک گوشے میں ٹک ٹک کر رہی تھی۔ نصف گھنٹہ پر گزر گیا تھا اور اسد اب سلیمان کو چھوڑ کر چلے آنے پر خود کو مجرم محسوس کر رہا تھا۔ اس کا دل کہہ رہا تھا اگر کوئی نقصان اس کے دوست کو پہنچ گیا تو وہ زندگی بھر خود کو معاف نہ کر سکے گا۔ اب جب کہ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ زرینہ محفوظ ہے اس کو فوراً جمشید کے مکان واپس چلا جانا چاہئے تھا۔ اس طرح سوچتے ہوئے وہ اچانک بولا۔

"مجھے بڑا افسوس ہے زرینہ!...... میں یہاں اب زیادہ نہیں ٹھہر سکتا۔

"اوہ!.....اسد" زرینہ نے لجاجت سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا" خدا کے لئے مجھے اپنے ساتھ لئے بغیر مت جاؤ۔ اگر تم نے مجھے تنہا چھوڑ دیا تو طومان یقیناً مجھے اپنے پنجوں میں پھانس لے گا۔"

کچھ دیر کے لئے اسد ایک تکلیف دہ پس و پیش میں پھنس گیا اور موجودہ معمہ سے ذہنی کشمکش کرنے لگا۔ اگر زرینہ سچ کہہ رہی تھی تو اس صورت میں وہ اس کو یہاں چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا کیونکہ شیطانی قوت رکھنے والا خوفناک طومان یقیناً اس کو گھسیٹ کر واپس بلائے گا۔ لیکن سوال تو یہ تھا کہ کیا واقعی وہ سچ کہہ رہی تھی؟..... اب تک وہ طومان کی ایک کٹھ پتلی بنی رہی تھی۔ وہ اپنے نظریہ کی جس تبدیلی کا ذکر کر رہی تھی وہ کہاں تک ایک حقیقت تھی؟ کیا طومان نے جان بوجھ کر اس کو اس جگہ بھیجا تھا تاکہ اسد سلیمان کو چھوڑ کر وہاں چلا آئے؟

اس کو یہ خیال ہوا کہ وہ زرینہ کو بھی ساتھ لے کر جمشید کے گھر واپس چلا جائے تو کیا برا ہے کیونکہ اگر وہ سچ کہہ رہی تھی تو اس وقت اس کی بھی وہی حیثیت تھی جو کہ سلیمان کی تھی۔ ایسی صورت میں یہ لوگ سلیمان اور زرینہ دونوں کو ایک ساتھ رکھ سکتے تھے اور سب مل کر خوفناک جادوگر طومان کے خلاف اپنی تمام قوت استعمال کر سکتے تھے۔

لیکن اس خیال کو اسد نے تقریباً فوراً ہی اپنے ذہن سے نکال دیا۔ ایسا کرنے کے معنی تو یہ تھے کہ یہ لوگ وہی کھیل شروع کر دیں جو کہ طومان چاہتا تھا۔ اگر زرینہ شعوری یا غیر شعوری طور پر طومان کے زیر اثر کام کر رہی تھی تو یہ خدا کو ہی علم ہے کہ وہ کتنی خوفناک قوتیں اپنے آقا کی مدد کے لئے استعمال کر سکتی تھی اور جمشید کے مکان میں رہ کر نہ جانے کیا کیا گل کھلا سکتی تھی؟ ایسی حالت میں اگر وہ زرینہ کو ساتھ لے گیا تو یہ حرکت بالکل ایسی ہی ہو گی جیسے وہ ایک محاصرہ کئے ہوئے قلعہ میں دشمن کی فوج کے کسی آدمی کو داخل کرے۔

"اگر میں تمہیں یہاں چھوڑ جاؤں تو طومان کی طرف سے تم کو کس طرح کا خوف ہے؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں۔ تم مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔ ہرگز نہیں۔" زرینہ نے التجا کی "صرف میری ہی خاطر نہیں بلکہ سلیمان کی خاطر بھی مجھے یہاں چھوڑ کر جانا تم گوارا نہیں کر سکتے۔ طومان کو ہزاروں ذرائع حاصل ہیں یہ جاننے کے لئے سلیمان کہاں ہے اور میں کہاں ہوں وہ کسی بھی وقت یہاں وارد ہو سکتا ہے۔ تم سے کوئی بات چھپانا بیکار ہے اسد! میں پوری طرح جانتی ہوں کہ طومان کے اثرات کا مقابلہ کرنا میرے لئے ناممکن

ہے اور وہ مجھے ضرور اپنا آلہ کار بنا لے گا چاہے میں کتنی ہی اس کی مخالفت کا ارادہ کیوں نہ کروں۔ نہ جا
کتنی بار وہ مجھے بتا چکا ہے کہ آج تک اسے کوئی عورت ایسی نہیں ملی جو اس کے عملیات کے لئے مجھ
زیادہ کامیاب و موزوں معمول ثابت ہو سکے اس لئے تمہیں یقین کر لینا چاہئے کہ اب وہ اسی طرف آ
ہو گا۔"

"لیکن جب وہ یہاں آئے گا تو تمہارے خیال میں وہ کیا کرے گا؟"

"وہ مجھے گہری نیند میں غرق کر دے گا اور میرے ذریعے سے سلیمان کو یہاں بلائے گا۔ اگر سلیمان
آیا تو وہ میرے ذریعے سے ہی سلیمان کی طرف اپنا جادو پھینکے گا۔" "کوئی پروا نہیں" اسد بولا "اقبال جنگ
ایک ہوشیار اور تجربہ کار انسان ہے۔ وہ طومان کے جادو کو کسی اور سمت موڑ دے گا۔"

"اوہ! تم بالکل نہیں سمجھتے" وہ سسکیوں کے درمیان بولی "اگر جادو چلایا جاتا ہے تو اس کا کسی نشانہ
پہنچنا ضروری ہے۔ اگر جادو کے خلاف کوئی اتنا ہی طاقتور اثر کام کر رہا ہے اور اگر یہ جادو اپنے مقررہ نشا
پر نہیں پہنچ سکتا تو ایسی حالت میں اس کے ارتعاشات الٹے پلٹ جاتے ہیں اور خود بھیجنے والے کو
نقصان پہنچا دیتے ہیں۔" "تب تو اور بھی اچھا ہے" اسد نے اس کے ہاتھ تھام کر تسلی دینے کی کوشش
"اگر جادو کی یہی عادت ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ طومان سے انتقام لینے کا کوئی اور طریقہ نہیں ہو سکتا۔"

"نہیں...... نہیں! طومان کو اتنا بے وقوف مت سمجھو۔ ایسا کام وہ کبھی خود نہیں کرتا۔ کم از کم میں۔
اس کو ایسی غلطی کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا کیونکہ اگر وہ ناکام ہو جائے تو اس کو اس کی سزا بھگتنی
پڑے گی اور اس کا جادو اسی کو پلٹ کر ایک سانپ کی طرح ڈس لے گا اس کے بجائے وہ دوسرے لوگو
سے کام لیتا ہے۔ ان پر ہپناٹزم کا عمل کرتا ہے اور ان کو مجبور کرتا ہے کہ اس کے جادو کو یہ لوگ مقر
نشانہ کی طرف روانہ کریں۔ ایسا ہی وہ میرے ساتھ بھی کرے گا۔ اگر وہ کامیاب ہوتا ہے تو تم سلیمان کی
حفاظت نہ کر سکو گے اور اگر وہ ناکام ہوتا ہے تو اس ناکامی کی قیمت مجھے ادا کرنی پڑے گی۔ یہی وجہ ہے کہ
تمہیں میرے پاس ٹھہرنا چاہئے اور طومان کو یہ موقع نہ دینا چاہئے کہ وہ مجھے اپنا آلہ کار بنا سکے۔"

"خدا کی پناہ! یہ تو واقعی ایک معمہ ہے!" اسد بولا۔

اس کا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا۔ اگر زرینہ حقیقت بیان کر رہی تھی تو وہ واقعی خطرہ میں تھی لیکن
اگر ایسا نہ تھا تو تب بھی اقبال جنگ کی واپسی تک سلیمان کی دیکھ بھال کرنے کے لئے کم از کم جمشید او
مریم موجود ہی تھے۔

اسد کی فطرت میں عورتوں کی حمایت کا جو رومانی جذبہ موجود تھا اور گزشتہ ایک رات میں ہی اس کے
دل میں زرینہ کی جو محبت گھر کر چکی تھی وہ سب ابل کر ایک سیلاب بن گئی اور اسے یہ سمجھنے پر مجبور کر دیا
کہ زرینہ کی دیانت پر اس کو بھروسہ کرنا چاہئے اور اس کی حفاظت کے لئے اسی جگہ ٹھہرنا چاہئے خواہ اس
کا انجام کچھ ہی کیوں نہ ہو۔

"اچھا...... میں یہیں ٹھہروں گا۔" اس نے ایک منٹ بعد کہا۔

"خدا کا شکر ہے!" زرینہ نے سرد آہ کے ساتھ کہا "ہزار ہزار شکر ہے۔"

"لیکن ایک بات بتاؤ۔" وہ بولا "یہ کیا وجہ ہے کہ تم ہی اس شخص کے عملیات کے لئے اتنی اچھی
[...]یل ہو؟ اس کے حلقہ میں دوسری عورتیں بھی تو ہیں مثلاً مادام عرفی! کیا ان کے ذریعے وہ اپنا جادو کا
[...] نہیں کر سکتا؟"

[...]نسوؤں سے بھیگی ہوئی آنکھوں سے زرینہ نے اسد کی طرف دیکھا اور نفی میں اپنا سر ہلایا۔

"طومان کے عملیات ان عورتوں کے ذریعے اتنی آسانی سے کام نہیں کر سکتے" وہ بولی "تم دیکھتے ہو کہ
[...]ے اور طومان کے درمیان ایک غیر معمولی رشتہ ہے۔ میرا نمبر 20 ہے اور طومان کا بھی یہی نمبر ہے۔"

[...]لجھن سے اسد کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔

"میں بالکل نہیں سمجھا کہ تمہارا کیا مطلب ہے؟" اس نے قدرے حیرت و تشویش سے کہا۔

"میرا مطلب ان نمبروں سے یا اعداد سے ہے جن کا تعلق علم نجوم سے ہے۔" زرینہ نے سکون
[...]ے جواب دیا "لاؤ ذرا سا کاغذ کا ٹکڑا دو میں تمہیں سمجھا دوں۔"

اسد نے ایک قریبی میز سے کچھ کاغذ اٹھا کر پیش کئے اور اپنی جیب میں سے پنسل نکالی۔ زرینہ نے
[...]ف تہجی کے اعداد کی ایک فہرست جلدی سے بنا ڈالی جس میں ہر ایک حرف کے سامنے وہ عدد لکھا تھا
[...]ا اس حرف کی قیمت مانا جاتا ہے یہ قیمت وہ تھی جو کہ علم نجوم کے حساب سے مقرر کی گئی ہے
[...]ت حسب ذیل تھی۔

ا	= 1	ز	= 7	ع	= 1
ب	= 2	ر	= 2	غ	= 3
پ	= 8	ڑ	= 2	ف	= 8
ت	= 4	ز	= 7	ق	= 1
ث	= 4	ژ	= 5	ک	= 2
ٹ	= 3	س	= 3	گ	= 3
ج	= 1	ش	= 3	ل	= 3
ح	= 5	ص	= 3	م	= 4
خ	= 2	ض	= 7	ں	= 5
د	= 4	ط	= 4	و	= 6
ڈ	= 4	ظ	= 7	ہ	= 5
ی	= 1				

"[...] دیکھئے!" زرینہ بولی "کسی شخص کے نام میں جو حروف ہوتے ہیں اگر ان کی جگہ ان کے مقررہ

عدد رکھ دیئے جائیں اور اس کے بعد ان عددوں کو جمع کر لیا جائے تو اس طرح وہ عدد مل جائے گا جو کہ اس شخص کا خاص "روحانی عدد" ہے۔ یہ روحانی عدد اس ستارے کی طرف اشارہ کرتا ہے جو کہ تمام روحانی معاملات میں اس شخص پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔ لیکن روحانی عدد معلوم کرنے کے لئے وہ نام لینا چاہئے جس نام سے اس شخص کو عام طور پر زیادہ لوگ جانتے ہوں خواہ وہ کوئی لاڈ پیار کا نام ہی کیوں نہ ہو۔ اچھا اب تک کا تماشا ملاحظہ کیجئے۔

یہ کہہ کر زرینہ نے حسب ذیل ناموں کی عددی قیمت نکالی۔

ط =	4	ز =	7
و =	6	ر =	2
م =	4	ی =	1
ا =	1	ن =	5
ن =	5	ہ =	5
میزان =	20	میزان =	20

"دیکھا تم نے؟" زرینہ بولی "میں اور طومان روحانی ارتعاشات کے لحاظ سے کس قدر یکساں اور ہم آہنگ ہیں۔ طومان کے نام کے حروف کی عددی قیمت 20 ہے اور میرے نام کے حروف کی عددی قیمت بھی 20 ہی ہے۔ اسی لئے میں نے کہا تھا کہ طومان کا نمبر 20 ہے اور میرا بھی یہی نمبر ہے۔ اب ایک بات اور دیکھو۔ 20 میں دو ہندسے ہیں یعنی 2 اور صفر۔ 2 اور صفر کو جوڑنے سے حاصل جمع 2 ہوتا ہے لیکن علم نجوم کے حساب سے دو کا عدد چاند کی طرف اشارہ کرتا ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ میں اور طومان دو انسان ہیں جو چاند کے زیر اثر پیدا ہوئے ہیں اور تمام روحانی معاملات میں چاند ہی ہم دونوں کا ستارہ ہے۔ اسی طرح وہ تمام لوگ جن کے ناموں کی عددی قیمت ایسی ہوتی ہے کہ ان کے ہندسوں کو جوڑنے سے حاصل جمع 2 ہوتا ہے اپنی پیدائش کے لحاظ سے زیر اثر مانے جائیں گے۔ فرض کرو کہ کسی شخص کے نام کے حروف کی عددی قیمت 11 ہے دوسرے کسی شخص کی 29 ہے تیسرے کی 38 ہے چوتھے کی 47 ہے گیارہ کے دونوں ہندسوں کو جوڑو 1+1=2 اسی طرح 29 کے دونوں ہندسوں کو جمع کرو۔

9+2=11 اور 1+1=2-38 میں 8+3=11 اور 1+1=2-47 میں 7+4=11 اور 1+1=2

اسی طرح 38,29,11 اور 47 کے دو ہندسوں کو آپس میں جوڑنے سے 2 کا عدد حاصل ہوتا ہے اس کے معنی یہ ہوئے کہ ان چاروں شخصوں کے نام کا آخری میزان 2 ہے۔ یہ وہی میزان ہے جو میرے اور طومان کے ناموں کا ہے لہٰذا یہ چاروں شخص میرے اور طومان کی طرح چاند کے زیر اثر ہیں اور ہم دونوں سے ایک روحانی رشتہ رکھتے ہیں۔ طومان اگر چاہے تو اپنے جادو کے عملیات کے لئے ان چاروں شخصوں کا

انتخاب کر سکتا ہے کیونکہ وہ سب اس کام کے لئے موزوں ہیں لیکن طومان کے مقصد کے لئے ان چاروں شخصوں کے مقابلے میں سب سے زیادہ موزوں میں ہی ثابت ہوں گی کیونکہ میرے اندر دو خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ اول یہ کہ ان چاروں اشخاص کی طرح میرا آخری نمبر 2 ہے اور بالکل یہی دونوں خصوصیات طومان کے نام میں موجود ہیں۔ باقی چاروں شخص اس لحاظ سے طومان سے مناسبت ضرور رکھتے ہیں کہ ان کے ناموں کا آخری میزان 2 آتا ہے لیکن ان کے ابتدائی مرکب عدد 20 نہیں بلکہ 38,29,11 اور 47 ہیں۔ وہ صرف ایک بات میں طومان سے مشابہت رکھتے ہیں اور میں دونوں باتوں میں...... میرا اور طومان کا منفرد نمبر بھی ایک ہی ہے اور مرکب نمبر بھی...... یہی وجہ ہے کہ طومان کے عملیات کے لئے اور اس کا آلہ کار بننے کے لئے دوسروں کے مقابلے میں بے حد موزوں ثابت ہوئی ہوں۔"

"لیکن فطری لحاظ سے تم اس سے بالکل مختلف ہو۔" اسد نے کہا۔

"بے شک۔" زرینہ نے جواب دیا "ہر ایک انسان کے دو عدد ہوتے ہیں۔ ایک روحانی عدد اور دوسرا مادی عدد۔ روحانی عدد وہ ہوتا ہے جس کا تذکرہ میں نے ابھی کیا ہے لیکن مادی عدد اس کی تاریخ پیدائش سے ظاہر ہوتا ہے۔ روحانی عدد جس ستارہ کو ظاہر کرتا ہے مادی عدد عام طور پر اس کے علاوہ کسی اور ستارہ کی طرف اشارہ کرتا ہے اور روحانی عدد کے اثرات کو بڑی حد تک کم کر دیتا ہے یا تبدیل کر دیتا ہے۔ اتفاق سے میری تاریخ پیدائش 2 مئی ہے یعنی یہاں بھی 2 کا عدد موجود ہے۔

میں تقریباً خالص چاند کی مخلوق ہوں، چاند کے زیر اثر پیدا ہونے والے لوگ انتہائی شدید قوت تخیل کے مالک ہوتے ہیں۔ فنون سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ فطرت کے لحاظ سے روحانی اور نرم ہوتے ہیں اور جسمانی لحاظ سے زیادہ مضبوط نہیں ہوتے۔ عام طور پر وہ ضرورت سے زیادہ حساس ہوتے ہیں۔ خود اعتمادی کی ان میں کمی ہوتی ہے غیر مستقل مزاج بھی ہوتے ہیں اور مسلسل طور پر اپنے ارادوں کو تبدیل کرنے کا رجحان ان میں پایا جاتا ہے لیکن ان میں سے بیشتر میں کوئی نہ کوئی ایسی خصوصیت موجود ہوتی ہے جو ان کی کمزوریوں کا توازن درست کر دیتی ہے۔ طومان کو اپنی تمام تخیلی اور روحانی خصوصیات چاند سے ہی ملی ہیں لیکن اس کی تاریخ پیدائش 24/ اپریل ہے اور 24/ کے دونوں ہندسوں یعنی 4/ اور 2/ کا جوڑ 6/ ہوتا ہے۔ 6/ ستارہ زہرہ کا نمبر ہے اس لئے طومان پر اس ستارہ کا بہت زبردست اثر ہے۔ زہرہ ستارے کے زیر اثر پیدا ہونے والے لوگ انتہائی مقناطیسی شخصیت کے مالک ہوتے ہیں۔ وہ دوسروں کو آسانی سے اپنی طرف کھینچ سکتے ہیں اور ان کے ماتحت ان سے محبت اور ان کی پرستش کرتے ہیں لیکن اکثر و بیشتر ایسے لوگ ضدی اور اپنی بات پر جمنے والے ہوتے ہیں۔ زہرہ کا یہی اثر ہے جو طومان کی فطرت میں چاند کی کمزوری کو دور کر دیتا ہے اور اس کو اپنے منصوبوں کو پورا کرنے کے لئے زبردست استقلال عطا کرتا ہے۔"

"میں کون سے ستارہ کے تحت آتا ہوں؟" اسد نے ایک اچانک دلچسپی سے پوچھا۔ "میرا پورا نام ظہیر اسد ہے لیکن مجھے ظہیر بھی کہتے ہیں اور اسد بھی۔"

زرینہ نے پھر کاغذ اٹھایا اور عجلت کے ساتھ اس کے نام کی عددی قیمت معلوم کی۔

ط	=	7		
ہ	=	5		
ی	=	1		
ر	=	2		
	=		=	15
ا	=	1		
س	=	3		
د	=	4		
			=	8
		میزان	=	23
		اور	=	5=2+3

زرینہ نے ایک دم اسد کی طرف نظر اٹھائی اور بولی.........."بے شک.......... یہ کوئی غیر متوقع بات نہیں 5 کا عدد ایک مبارک عدد ہے۔ یہ خوش قسمتی اور طلسمی قوت کو ظاہر کرتا ہے اور مشتری ستارہ سے تعلق رکھتا ہے ایسے لوگ بہت سی قابلیتوں کے مالک ہوتے ہیں اور ان کی فطرت سیماب سے ملتی جلتی ہے یعنی وہ تیزی سے سوچتے اور تیزی سے فیصلہ کرسکتے ہیں۔ فعل و عمل میں جذباتی ہوتے ہیں اور سخت محنت کے کام سے نفرت رکھتے ہیں وہ ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ آسانی سے دوستی کرلیتے ہیں ان کے اندر کردار کی ایک ایسی لچک ہوتی ہے کہ کسی بھی ناکامی کے بعد فوراً ہی خود کو سنبھال لیتے ہیں اگرچہ میں تمہارے متعلق زیادہ نہیں جانتی لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ سب کچھ بالکل صحیح ہے۔ تم ایک پیدائشی قیاس آزما ہو اور قسمت آزما ہو اور ہر طرح کا خطرہ تمہارے لئے دلکشی رکھتا ہے۔"

"یہ بات تو یقیناً ٹھیک ہے۔" اسد نے مسکرا کر تسلیم کیا۔

"لیکن میرا قیاس ہے کہ تمہارے اندر سورج کا بھی کافی اثر ہونا چاہئے کیونکہ تم ایک طاقتور انفرادیت رکھتے ہو اور اپنے خیال و رائے میں بہت زیادہ پکے اور قطعی واقع ہوئے ہو.......... تمہاری تاریخ پیدائش کیا ہے؟"

"19/ اگست۔"

زرینہ بے اختیار مسکرائی۔

"بالکل ٹھیک!" وہ بولی۔ "19 کا مطلب ہے 9 + 1.......... اس کا مجموعہ برابر ہوا دس کے اور دس میں 1+صفر=1.......... یعنی تمہارا مادی نمبر 1 ہے.......... اور 1/ سورج کا نمبر ہے لہٰذا میرا یہ خیال درست ثابت ہوا کہ تمہارے اندر سورج کا اثر پایا جاتا ہے۔ تمہاری فطرت؟

بی پہلو ہے جو کہ میرے خیال میں مجھے تمہاری طرف اس قدر زیادہ کھینچ رہا ہے میں چاند کے زیر اثر ہوں اور تم سورج کے.......... اور سورج اور چاند کے زیر اثر پیدا ہونے والے لوگ ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ بہت زیادہ رہتے سہتے ہیں۔"

"ان اثرات کے بارے میں تو مجھے کچھ معلوم نہیں۔" اسد نے کہا "لیکن یہ ظاہر ہے کہ میں تمہارے ساتھ رہنے سہنے کی خوش قسمتی حاصل نہیں کرسکا ہوں۔"

زرینہ نے عجلت سے اپنی آنکھیں اسد کی آنکھوں کی طرف سے ہٹالیں جیسے وہ خوفزدہ ہوگئی ہو۔ محض خاموشی کو ختم کرنے کیلئے اسد بولا.........."سلیمان کا کونسا نمبر ہے؟"

"جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں وہ ستارہ زحل کے زیر اثر پیدا ہوا ہے اس لئے یہ تقریباً یقینی بات ہے کہ اس کا نمبر 8 ہونا چاہئے جو کہ زحل کا نمبر ہے۔" زرینہ نے جواب دیا اور کاغذ پر سلیمان کا نام لکھ کر اس کی عدد قیمت نکالنے لگی۔

س	=	3
ل	=	3
ی	=	1
م	=	4
ا	=	1
ن	=	5
میزان	=	17
اور 1+7	=	18

"واقعی.......... یہی تو بڑی عجیب بات ہے۔" اسد نے بے اختیار کہا جبکہ اس نے دیکھا کہ سلیمان کے نام کی عددی قیمت بالکل وہی تھی جو کہ زرینہ نے اپنے قیاس سے بتائی تھی۔

"سلیمان واقعی 8 نمبر والے لوگوں کی ایک بہترین مثال ہے.......... ایک مکمل نمونہ" زرینہ نے کہا۔ "ایسے لوگ بہت گہری اور شدید طبیعت کے مالک ہوتے ہیں اور چونکہ ان کی فطرت کو دنیا اکثر غلط ہی سمجھتی ہے اس لئے وہ جذباتی و قلبی اعتبار سے خود کو تنہا محسوس کرتے ہیں۔ بعض اوقات وہ زندگی کے ڈرامہ میں ایک انتہائی اہم پارٹ ادا کرتے ہیں اور پارٹ تقریباً ہمیشہ ہی محض قسمت کی کارفرمائی کا نتیجہ ہوتا ہے جن لوگوں سے ان کو محبت ہوتی ہے یا جن اصولوں کو وہ اختیار کرتے ہیں ان کے ساتھ وہ دیوانگی کی حد تک وفاداری کا ثبوت دیتے ہیں اور یہ سوچے بغیر کہ کتنے لوگ ان کے دشمن بن جائیں گے وہ اپنا کام انجام کو پہنچا دیتے ہیں۔ اصولاً یہ نمبر پیدائش کیلئے کوئی مبارک و خوش قسمت نمبر نہیں ہے ایسے لوگ زندگی میں یا تو بہت زیادہ کامیاب ثابت ہوتے ہیں یا بہت زیادہ ناکام۔"

اسد نے کاغذ اپنی طرف کھینچ لیا اور زرینہ سے پینسل لے کر اقبال جنگ، جمشید اور مریم کے

ناموں کی عددی قیمت زرینہ کے طریقہ پر بذات خود معلوم کرنے لگا۔

ا	اقبال	1
ق	=	1
ب	=	2
ا	=	1
ل	=	3
....	=	8
ج	جنگ	1
ن	=	5
گ	=	3
....	=	9
میزان	=	17
اور 1=7	=	8
ج	جمشید	1
م	=	4
ش	=	3
ی	=	1
د	=	4
میزان	=	13
اور 1+3	=	4
م	مریم	4
ر	=	2
ی	=	1
م	=	4
میزان	=	11
اور 1+1	=	2

"تعجب ہے!" زرینہ نے یہ تمام حساب دیکھ کر کہا۔ 'سلیمان کی طرح اقبال جنگ نہ صر

نمبر کے تحت ہی آتا ہے بلکہ ان دونوں کا ابتدائی مرکب عدد.......... یعنی 17.......... بھی ایک ہی ہے لازمی ہے کہ اس دہری یکسانیت کی وجہ سے اقبال جنگ کا بہت بڑا اثر سلیمان پر ہونا چاہئے طرح جس طرح طومان کا اثر مجھ پر ہے کیونکہ تم دیکھ چکے ہو سلیمان اور اقبال جنگ کی طرح اور طومان کے نام بھی دہری یکسانیت رکھتے ہیں ہم دونوں کا ابتدائی مرکب عدد 20 ہے اور 2 ہے۔ یقیناً اقبال جنگ ایک زبردست اثر سلیمان پر ڈال سکتا ہے اس کے علاوہ اقبال جنگ کے دو حصّوں میں ایک حصّہ یعنی "جنگ" کا عدد 9 ہے یہ 9 کا عدد بتاتا ہے کہ وہ پیدائش سے رہنما کی صلاحیت رکھتا ہے اور اس کو آزادی، کامیابی، ہمت و جرأت اور عزم و استقلال کی خوبیاں نصیب ہیں۔ اگر دنیا میں کوئی شخص تمہارے دوست سلیمان کو بچا سکتا ہے تو وہ اقبال جنگ ہے جس کی فطرت میں طاقت اور ہمدردی کا ایک غیر معمولی اشتراک وامتزاج نظر آتا ہے۔"

"لیکن تم نے کیا یہ نہیں دیکھا کہ لفظ "اقبال اور "اسد" دونوں کی عددی قیمت 8 ہے اور اس طرح دونوں ہی سلیمان سے روحانی رشتہ رکھتے ہیں کیونکہ "سلیمان" کا آخری مفرد نمبر 8 ہی ہے ....؟" اسد نے کہا۔ "یہ عجیب بات ہے.......... ہے نا؟"

اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ زرینہ نے کہا۔ "علم اعداد کا کوئی بھی ماہر جو تم تینوں دوستوں کی محبت و وابستگی کو جانتا ہے تم تینوں کے نمبروں میں ایسی ہی یکسانیت پانے کی توقع کرے گا اس کے تم نے یہ نہیں دیکھا کہ تمہارے چوتھے دوست جمشید کا نمبر 4 ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تم لوگوں سے اس قدر ہمدردی رکھتا ہے۔ 8 کا نصف 4 ہوتا ہے اور 4 اور 4 کو ملانے سے آٹھ بن جاتا ہے اس لئے 4 اور 8 نمبروں والے لوگ لازمی طور پر ہمیشہ ایک دوسرے کی طرف میلان طبع رکھیں گے۔ اب جمشید کی بیوی مریم پر غور کرو.......... اس کے نام کا آخری مفرد نمبر میری طرح 2 ہے جو تم چاروں دوستوں کے نمبروں سے قریبی تعلق رکھتا ہے کیونکہ 4 کی طرح اس کو بھی ضرب دے کر 8 میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔"

اسد نے سر کے اشارے سے تائید کی۔

"یہ ایک عجیب ترین راز ہے جو زندگی میں پہلی بار مجھے معلوم ہوا ہے۔" وہ بولا۔ "ہم چاروں دوستوں اور مریم کے نمبروں میں سے ایک بھی عدد طاق نہیں ہے لیکن ایک بات بتاؤ.......... یہ آٹھ کے عددوں کا سلسلہ تمہارے خیال میں اچھی چیز ہے۔

یہ سلسلہ بہت زیادہ...... بے حد طاقت رکھتا ہے۔" زرینہ نے کہا۔ "888 ایسا عدد ہے جو کہ باطنی علوم کے ماہرین نے نیکی کے نجات دہندہ فرشتہ کو دیا ہے بڑے بڑے پیغمبروں کا بھی مانا جاتا ہے اس کے تین ہندسوں کو جمع کرو تو 24 بن جاتا ہے۔ 24 کے دونوں ہندسوں کا جوڑ 6 ہوتا ہے جو کہ زندگی کرنے والے ستارے زہرہ کا نمبر ہے اس طرح 888 کا عدد 666 کا بالکل الٹا ہے کیونکہ ....سا کا نمبر مانا جاتا ہے اس میں تینوں چھ کے ہندسوں کا جوڑا 18 ہوتا اور 18 کے دونوں ہندسوں کو جوڑنے سے 9 بنتا ہے جو کہ ستارہ مریخ کا نمبر ہے۔ تم نے دیکھا ہے کہ اقبال جنگ کے ایک

حصہ یعنی لفظ "جنگ" کی عددی قیمت 9 ہے یہی خصوصیت ہے جو اقبال جنگ کو ایک اعلیٰ درجے کا رہنما اور جنگ آزما بناتی ہے لیکن اگر 9 عدد دوسرے عددوں کے ساتھ ملا ہوا ہو تو اس صورت میں یہ تباہی، طاقت و تشدد اور جنگ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔"

جنگ کے تذکرہ کے ساتھ ہی اسد کے پورے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا اور سرائے کی پر سکون آرام دہ اور قدیم وضع کی نشست گاہ سے ہٹ کر اس کا تصور اقبال جنگ کی طرف مڑ گیا اس کے ذہن میں اقبال جنگ کا وہ تصور ابھر آیا جبکہ صرف چند گھنٹہ پیشتر ہی وہ آستاند کی خانقاہ میں صبح صادق کی پھوٹتی ہوئی روشنی کے سامنے کھڑا ہوا تھا اس نے تصور میں ہی دیکھا کہ "طلسم سامری" کا نام سن کر اقبال جنگ کا چہرہ کس قدر زرد پڑ گیا تھا اس کی آنکھوں میں کیسی غیر فطری چمک پیدا ہو گئی تھی.......... وہی "طلسم سامری" جن کو حاصل کرنے کیلئے طومان اس قدر کوشاں تھا اور جس کو حاصل کرنے کے بعد وہ جہنم کا ہولناک دروازہ کھول دے گا.......... دروازہ کھلتے ہی ابلیس کے چاروں خوفناک شہسوار...... جنگ، وباء، قحط اور موت.......... اپنے آتشیں گھوڑے دوڑاتے ہوئے دنیا میں پھیل جائیں گے۔ انسان ان کو نہ تو دیکھ سکیں گے اور نہ ان کی طاقت کا مقابلہ کر سکیں گے.......... یہ شیطانی سوار امن پسند لوگوں کے دلوں میں زہر بھرنا شروع کر دیں گے.......... یہ دریافت اور خود غرض سیاستدانوں اور ضمیر فروش، مدبروں کو اپنا آلہ کار بنالیں گے اور اس طرح دنیا کو ایک تازہ ہولناک تباہی میں جھونک دیں گے۔

"اسد نے محسوس کیا کہ ان کے سامنے صرف یہی کام نہ تھا کہ سلیمان اور زرینہ کی حفاظت کیلئے طومان کا خاتمہ کر دیں خواہ ان کو اس مقصد کے حصول کیلئے اپنی قربانی ہی کیوں نہ پیش کرنی پڑے اور خواہ وہ لوگ جو معاملات کی حقیقت کو نہیں سمجھتے طومان کے خاتمے کو ایک مجرمانہ قتل ہی کیوں نہ قرار دیں!

یکایک اسد کے ذہن پر ایک خیال روشن وضاحت کے ساتھ کوند گیا.......... اس نے دیکھا کہ زرینہ اس سے جو حفاظت کی التجا کر رہی ہے اگر اس کو قبول کر لیا جائے تو اس طرح جنگ کے شعلوں کو خود دشمن کے کیمپ تک پھیلانے کا ایک اچھا موقع مل سکتا ہے.......... زرینہ کو پکا یقین تھا کہ طومان اس کو حاصل کرنے کیلئے ضرور آئے گا۔

دوسری طرف اقبال جنگ نے بتایا تھا کہ جب تک دن کی روشنی موجود ہے یہ خوفناک ابلیس پرست ایک معمولی ٹھگ یا چور سے زیادہ طاقتور ثابت نہیں ہو سکتا۔

"یہ تو ایک زریں موقع ہے۔" اسد نے دل میں سوچا اور اس کے طاقتور اعصاب ایک دم فولاد کی طرح سخت ہو گئے۔ "طومان یہاں آئے تو کیوں نہ اس کو پکڑ لیا جائے.......... اس کے بعد اقبال جنگ کو بلا لیا جائے اور وہ آکر طومان کے متعلق فیصلہ کرے گا کہ کیا کرنا چاہئے۔"

راستہ میں صرف ایک دشواری معلوم ہوتی تھی وہ یہاں "تخت طاؤس" میں ایک مہمان پر کیسے حملہ کر سکتا تھا.......... ؟ اگر اس نے طومان کو طاقت کے ذریعہ قابو میں کرنے کی کوشش کی تو سرائے

کا مالک اس پر اعتراض کر سکتا تھا.......... لیکن طومان تو ہر جگہ ہی زرینہ کو تلاش کر سکتا تھا اور زرینہ کہیں بھی ہو وہاں اتنی ہی آسانی سے پہنچ سکتا تھا.......... اس لئے بہتر یہ ہو گا کہ زرینہ کو یہاں سرائے سے نکال کر کسی اور مقام پر لے جایا جائے جہاں طومان کو قابو میں کرنے کا کام کسی مزاحمت کے بغیر کیا جا سکے۔

ایک بار پھر جمشید کے مکان کا خیال اسے آیا لیکن پھر اس خیال کو اس نے رد کر دیا اگر ایک بار زرینہ کو مکان میں پہنچا دیا گیا تو بعد میں اس کو بمشکل ہی وہاں سے نکالا جا سکتا تھا لیکن اگر اس کو مکان سے نکالا نہ گیا تو آنے والی رات میں وہ طومان کی پراسرار قوتوں کا ایک انتہائی خطرناک مرکز بن سکتی تھی اور اس کو آلہ کار بنا کر طومان نہ جانے کیا آفت برپا کر سکتا تھا اس کے علاوہ اگر زرینہ جمشید کے مکان میں ہو گی تو اس کو لینے کیلئے شاید طومان دن کی روشنی میں وہاں آنے کی ہمت نہ کر سکے اور اپنے محافظوں کی تعداد بہت زیادہ محسوس کر کے زرینہ کو ان سے چھیننے کی کوشش کرے۔ اس صورت میں طومان کو پکڑنے کا پورا منصوبہ ہی تباہ ہو سکتا تھا۔ ان خیالات کے دوران اسد کو اس جنگل کا خیال آیا جو کہ سرائے کے باغ کی پشت پر واقع تھا۔ اگر وہ زرینہ کو وہاں لے جائے اور طومان واقعی آجائے تو اس جنگل میں طومان کو قابو میں کرنے کیلئے وہ بالکل آزاد ہو گا لہٰذا اس نے زرینہ کی طرف نظر ڈالی اور بولا.......... "آؤ.......... ذرا چہل قدمی کر آئیں۔"

زرینہ نے انکار میں اپنا خوبصورت سر ہلایا اور آرام کرسی میں نصف آنکھیں بند کر کے نیم دراز ہو گئی۔

"جی تو یہی چاہتا ہے مگر میں بہت خوفناک حد تک تھکی ہوئی ہوں تم جانتے ہو کل رات میں ٹھیک سے سو نہیں سکی۔"

اسد نے سر کے اشارے سے تائید کی پھر بولا.......... "ہم لوگ بھی زیادہ نہیں سو سکے صبح تک رات کا زیادہ حصہ ہم نے آستانہ کی خانقاہ میں بیٹھے ہوئے ہی گزار دیا اس کے بعد ہم احمد پور گئے جہاں اقبال جنگ نے ایک کمرہ کرایہ پر لیا ہوٹل میں لوگوں نے ہم کو نہ جانے کیا سمجھا ہو گا.......... تین آدمیوں کیلئے ایک کمرہ..........! اور پھر صبح ساڑھے سات بجے ہمارے واسطے کمرے میں چارپائیوں کا انتظام.....! لیکن اقبال جنگ مصر تھا کہ ہمیں سلیمان کو ایک سیکنڈ کیلئے بھی تنہا نہ چھوڑنا چاہئے۔ اس لئے ہم تینوں بستروں پر محض آنکھیں بند کر کے لیٹے رہے.......... ہم سب ایک دوسرے کے ساتھ ٹخنوں سے بندھے ہوئے تھے.......... لیکن اس وقت یہ سہ پہر کا وقت بڑا پر فضا معلوم ہوتا ہے اور جنگل کا منظر بہت ہی خوبصورت ہو گا۔"

"تمہاری یہی مرضی ہے تو یہی سہی۔" وہ غنودگی آلود انداز میں اٹھی۔ "یوں بھی میں سونے کی جرأت نہیں کر سکتی.......... کل تک تم کسی حالت میں بھی مجھے سونے نہ دینا.......... آدھی رات کے بعد 2 تاریخ شروع ہو جائے گی.......... وہی 2 کا پراسرار روحانی عدد..........! اور میری پیدائش کی تاریخ.......... اس طرح آج رات کی تاریکی میں میری زندگی کا ایک خطرناک دن شروع ہو جائے

گا............ میرے لئے یہ دن برا بھی ثابت ہو سکتا ہے اور اچھا بھی...... لیکن موجودہ حالات میں یہ تیقّن ہے کہ یہ دن میری زندگی میں کوئی نہ کوئی بحران اور نازک صورت حال لے کر آئے گا.......... اس وجہ سے میں خوفزدہ ہوں اسد.............. بے حد خوفزدہ!"

اسد نے محافظ کے انداز میں زرینہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کو عقبی دروازہ سے باہر نکال کر خوبصورت باغ میں لے گیا جہاں سرائے کے مالک رحمت خان نے تیر اندازی کے کھیل کیلئے دو بڑے بڑے نشانے رکھے تھے۔ دلچسپی و تفریح کے اس اہتمام پر رحمت خان کو بڑا فخر تھا۔ مقامی اعلیٰ طبقے کے لوگ یہاں آکر اس تفریح سے لطف اندوز ہوتے تھے اور رحمت خان کو کافی مالی فائدہ حاصل ہوتا تھا کیونکہ لوگ چھ فٹ لمبی کمان کے ذریعہ تیر اندازی کے مقابلہ کیلئے مختلف کھانوں اور مٹھائیوں کی شرطیں لگاتے تھے اور رحمت خان ان چیزوں کو اونچی قیمت پر فروخت کرتا تھا بے حد تیز خوشبو والے شوخ رنگ پھولوں کی کیاریاں لان کے آخری سرے پر باغ کی سرحد کا کام کرتی تھیں اور اس کے آگے قدرتی جنگل سے ڈھکی ہوئی ایک وادی تھی ایک چھوٹا سا چشمہ رحمت خان کی جائداد کی حد قائم کرتا تھا اور جب اسد اور زرینہ اس چشمہ پر پہنچے تو اسد نے زرینہ کے گرد اپنا بازو حمائل کیا، جلدی سے اسے اوپر اٹھایا اور اس سے پیشتر کہ زرینہ کچھ احتجاج کر سکے اسد نے اپنی لمبی ٹانگوں کی ایک ہی جست سے پار کر لیا۔ زرینہ نے اسد کی گرفت کے خلاف کوئی کشمکش نہیں کی بلکہ اس کے بازوؤں میں سکون سے لیٹ کر اوپر اس کے چہرے کی طرف متجسس نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

"تم بے حد طاقتور معلوم ہوتے ہو۔" وہ مسکرائی۔ "ایک عورت کو بیشتر مرد بازوؤں پر اٹھا سکتے ہیں لیکن اس حالت میں ایک 5 فٹ چوڑے چشمہ کو کود کر پار کرنا آسان نہیں۔"

"بے شک قدرت نے مجھے کافی طاقت دی ہے۔" اسد نے اس کو اسی طرح بازوؤں میں اٹھائے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "اتنی طاقت کہ اپنی اور تمہاری دونوں کی حفاظت کر سکوں.............. پریشانی کی ضرورت نہیں زرینہ۔"

پھر اسی طرح اس کو بازوؤں میں اٹھائے ہوئے وہ جنگل کی گہرائیوں میں بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ تازہ سبز درختوں نے ان کو سرائے کی کھڑکیوں سے پوشیدہ کر دیا۔

"تم بہت تھک جاؤ گے اس طرح" وہ سکون سے بولی۔

"جی نہیں.............." وہ اپنا سر ہلا کر بولا۔ "تم لمبی ضرور ہو لیکن پروں کی طرح ہلکی ہو میں چاہوں تو اسی طرح تم کو ایک میل تک لے جا سکتا ہوں اور مجھے محسوس بھی نہ ہوگا۔"

"ایسی زحمت کی ضرورت نہیں۔" وہ مسکرائی "اب تم مجھے زمین پر رکھ سکتے ہو اور ہم درختوں کے نیچے بیٹھ جائیں گے............ بڑا حسین ماحول ہے یہاں.............! تمہارا خیال درست تھا۔ سرائے کے مقابلے میں بہت زیادہ حسین مقام ہے یہ!" ایک نشیب کی طرف اتر کر کنارے پر اسد نے اس کو آہستہ سے زمین پر لٹا دیا لیکن کھڑے ہونے کے بجائے اس کے قریب دو زانو ہو گیا اس کا ایک ہاتھ ابھی تک زرینہ کے شانوں کے گرد حمائل تھا اس حالت میں اس نے نیچے زرینہ کی آنکھوں میں

...التے ہوئے اچانک کہا۔ "تم مجھ سے محبت کرتی ہو.......... کرتی ہو نا؟"

... زرینہ نے اعتراف کیا لیکن اس کی خوبصورت آنکھوں میں پریشانی کے سائے ناچنے لگے۔

"...محبت کرتی ہوں............ لیکن تمہیں مجھ سے محبت نہ کرنی چاہئے اسد...........! یاد ہے ... کل تمہیں کیا بتایا تھا............ ؟ میں موت کے دروازہ پر کھڑی ہوں.......... میں مرنے والی ... جلد ہی سال ختم ہونے سے پیشتر ہی!!"

"تم ہرگز نہیں مرنے پاؤ گی۔" اسد نے تقریباً وحشیوں کی طرح کہا۔ "اس شیطان طومان کو ہم ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیں گے.............. اقبال جنگ ایسا ہی کرے گا.............. مجھے یقین ہے۔"

"لیکن اسد........ اس کا تعلق طومان سے کچھ بھی نہیں۔" زرینہ نے مایوسی سے کہا۔ "یہ تو قسمت کا معاملہ ہے........... میری موت کی مہر طومان نے نہیں بلکہ قسمت کے ہاتھوں نے ... ہے..........ابھی تمہیں مجھ سے ملے زیادہ زمانہ نہیں گزرا اس لئے اپنے کو قابو میں رکھنا تمہارے لئے مشکل نہ ہوگا ابھی تم پیچھے قدم لوٹا سکتے ہو.............. اس کا وقت ابھی ہاتھ سے نہیں گیا تمہیں ہرگز مجھ سے محبت نہ کرنا چاہئے کیونکہ اگر تم ایسا کرو گے تو میری موت کے بعد تم پر غم والم کا پہاڑ ٹوٹ پڑے گا.........."

"نہیں........ تم ہرگز نہیں مرنے پاؤ گی۔" اسد نے دہرایا اور اس کے بعد وہ اچانک زور سے ...ا ایک بچے کی طرح........... اور اس کی خوش طبعی نے ابھر کر تمام ان خیالات کو دھندلا کر دیا "اور فرض کرو کہ ہم دونوں کو کل کے دن مرنا ہی ہے تو پریشانی ہی کیا ہے........... ! آج کا دن تو ہمارے پاس موجود ہے.......... ! اور میں تم سے محبت کرتا ہوں زرینہ.......... ! بس اور کیا چاہئے؟"

زرینہ کے بازو رینگتے ہوئے اسد کی گردن میں حمائل ہو گئے اور ایک جذبہ بے اختیار کے ساتھ اس کا حسین چہرہ اسد کی طرف اٹھنے لگا۔

اچانک اسد نے اس کو اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا اور دونوں کے لبوں کا باہمی لمس ان کے وجود میں سرشاری کی لہریں بار بار دوڑانے لگا۔ بے اختیار اسد کی زبان سے محبت کے وہ ٹوٹے پھوٹے فقرے نکلنے لگے جن کو صرف اس لئے طفلانہ اور مہمل کہا جاتا ہے کہ ان کا مفہوم سمجھا نہیں جا سکتا بلکہ صرف محسوس کیا جا سکتا ہے اور اسد نے اپنے سینے میں چھپی ہوئی پریشانی کی اس جانکاہ اذیت کو لفظوں میں ...شروع کر دیا جو کہ گزشتہ رات کے دوران اور صبح کو احمد پور سے روانہ ہونے کے بعد لمبے سفر میں مسلسل طور پر زرینہ کی طرف سے محسوس کرتا رہا تھا.......... وہ اسد سے لپٹی ہوئی تھی........ اور دیوانوں کی طرح ہلکے سے رو پڑتی تھی حالانکہ وہ آنسوؤں سے کچھ زیادہ فاصلہ پر نہ تھی.........! ... نئی مسرت زرینہ کیلئے بے پناہ حد تک شدید ثابت ہو رہی تھی اور اس کے پورے وجود میں خوشی کا سیلاب پیدا کر رہی تھی کہ اب اس کو زندہ رہنا چاہئے...........! اور ان تمام خوفناک ... کو اٹھا کر زندگی میں پیچھے کی طرف بہت دور پھینک دینا چاہئے جن کو دیکھ دیکھ کر وہ گزشتہ ... دہشت سے کانپ کانپ کر جاگ پڑتی تھی......... وہی خوفناک خواب جن میں وہ خود کو

دیکھتی تھی کہ بری طرح زخمی ہے اور خون کا دھارا اس کے زخموں سے بہہ رہا ہے...... کبھی یہ دیکھتی کہ وہ کسی خوفناک ریلوے حادثہ کا شکار ہو گئی ہے اور کبھی یہ کہ آگ کے ہولناک شعلوں میں جلتی ہوئی کسی عمارت کی سب سے اوپر کی منزل پر وہ چاروں طرف سے گھر گئی ہے اور سوائے اس کے کوئی راستہ نہیں رہا کہ بہت نیچے سڑک پر کود پڑے...... تھوڑی دیر کیلئے اس کو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ اس خوف و دہشت کی دراصل کوئی بنیاد ہی موجود نہ تھی جو کہ بچپن کے زمانے سے ایک آسیب کی طرح اس پر چھایا ہوا تھا وہ نوجوان تھی...... تندرست تھی اور زندگی سے بھرپور...... پھر آخر کیا وجہ تھی کہ وہ اس طاقتور اور خوش طبع شخص کی رفاقت قبول نہ کرے جو کہ اچانک اس کی زندگی میں داخل ہو گیا تھا اور کیوں نہ اس کی معیت و رفاقت میں زندگی کی تمام عام مسرتوں سے پورا پورا لطف اٹھائے؟

بار بار اسد نے اس کو یقین دلایا کہ اپنی موت کے متعلق اس کے تمام خیالات بالکل لغو اور مہمل ہیں ایک بار جب وہ اس ماحول سے نکل جائے گی تو تمام حالات کو بالکل مختلف روشنی میں دیکھنے لگے گی بچپن کی زندگی سے لے کر اب تک جو توہمات اس کے ذہن پر چھائے رہے ہیں وہ غائب ہو جائیں گے اور اسد کے وطن ایران میں جب خوبصورت مکان میں جا کر رہے گی تو وہ دونوں اس موت کے مہمل وہم پر دل کھول کر قہقہے لگایا کریں گے۔

زرینہ کو درحقیقت اسد کی باتوں پر یقین نہ آسکا کیونکہ اس کے دماغ کو جس طریقے پر سوچنے کی عادت پڑ گئی تھی اس کو دور کرنا آسان نہ تھا اور جس ذہنی عادت نے اس کی فطرت پر غلبہ حاصل کر لیا تھا اس کے سامنے اب وہ بے بس تھی...... تاہم وہ یہ بھی کرنا گوارا نہ کر سکی کہ اسد کے سرشارانہ اقدامات محبت کے خلاف دلائل چھانٹنے بیٹھ جاتی اور مسرت کے ان شاندار لمحات کو تباہ کر دیتی جو باہمی محبت کے اعتراف و اظہار نے ان دونوں کو عطا کر دیئے تھے۔

اسد کے بازوؤں میں محبت کی داستان سنتے سناتے رفتہ رفتہ ایک عبرتناک کیف و بے خودی کی حالت دبے پاؤں زرینہ کے تمام وجود پر قابو پانے لگی۔

"اسد!" وہ نرمی سے بولی۔ "ان مسرور لمحات نے تو مجھے بالکل ہی چور کر کے رکھ دیا ہے میں تقریباً 36 گھنٹے سے سو نہیں سکی ہوں مجھے اب بھی سونا نہیں چاہئے لیکن اگر میں اس وقت نہ سو سکی تو آج رات میں جاگ نہ سکوں گی میں سمجھتی ہوں کہ تم میرے پاس ہو تو مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا...... ٹھیک ہے نا؟"

"بے شک۔" اسد نے جذبات سے بوجھل آواز میں کہا۔ "جب تک میں یہاں موجود ہوں تمہیں نہ تو کوئی انسان نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ کوئی شیطان...... اب یقیناً تمہاری طاقت جواب دے چکی ہو گی...... اچھا اب سو جاؤ...... اسی حالت میں۔"

ایک ہلکی سی آہ سرد کے ساتھ زرینہ نے کروٹ بدلی اور اپنا حسین سر اسد کے بازو کے حلقہ میں رکھ دیا اور اسد ایک درخت کے تنے سے پشت لگائے بیٹھا رہا...... دوسرے ہی لمحہ زرینہ گہری نیند میں

...تھی۔ سہ پہر آگے بڑھ کر شام میں تبدیل ہو گئی ایک پوزیشن میں رکھے رکھے اسد کے بازو اور ... ہو گئی تھیں لیکن زرینہ کے بیدار ہو جانے کے خوف سے وہ حرکت نہ کر سکتا تھا ایک ... اسے پریشان کرنے لگا۔ طومان اب تک نہیں آیا تھا لیکن اسد کب تک انتظار کر سکتا ...؟ جمشید کے مکان میں لوگ نہ جانے اس کی بابت کیا کیا سوچ رہے ہوں گے......؟ ... معلوم تھا کہ وہ سرائے گیا ہے اس لئے اب تک اس کا انتظار کر کے ان لوگوں نے سرائے میں ... بابت دریافت کرایا ہوگا...... لیکن اس نے یہ حماقت کی تھی کہ اپنے دوستوں کیلئے کوئی پیغام ... میں چھوڑ کر نہیں آیا تھا۔ شام کی تاریکی پھیلنے لگی لیکن اب بھی طومان کا کوئی پتہ نہ تھا اور شک و ... بھوت ایک بار پھر اسد کے دماغ پر چھانے لگے زرینہ کی بیان کردہ داستان کی سچائی کے متعلق ... خوفناک قیاس آرائیاں کرنے لگا۔ کیا واقعی زرینہ نے کسی مقصد کے تحت شعوری یا غیر شعوری ... اس کو سلیمان کے پاس سے ہٹانے کی کوشش کی تھی؟ جمشید اور مریم کی موجودگی میں سلیمان ... محفوظ ہوگا اور اقبال جنگ نے شام سے پہلے واپس آنے کا وعدہ کیا تھا...... لیکن شاید طومان ... اقبال جنگ کی واپسی کو روکنے کیلئے کوئی سازش تیار کی ہو...... اگر ایسا ہوا تو معاملہ کس ... خطرناک ہو سکتا تھا یہ سوچ کر اسد کانپ گیا کیونکہ جمشید ان پراسرار حفاظتی تدابیر کے متعلق کچھ بھی ... جانتا تھا جو آنے والی رات میں سلیمان کے واسطے کرنا ضروری تھیں...... اقبال جنگ کے ... اسد کو ہی ان تدابیر کے متعلق کچھ علم تھا کیونکہ وہ دیکھ چکا تھا کہ گزشتہ رات اقبال جنگ نے کیا کیا ... لیکن اسد مکان سے غائب تھا......! اس نے اپنی ڈیوٹی کی جگہ کو چھوڑ دیا تھا اور اس کی اس مجرمانہ ... کی وجہ سے بیچارہ سلیمان ابلیس پرست طومان کے شیطانی اثرات کا شکار آسانی سے ہو سکتا تھا۔

اسد نے کئی بار زرینہ کو بیدار کرنے کا ارادہ کیا لیکن زرینہ اپنی نیند میں اس قدر پرسکون، اس قدر ... نظر آتی تھی کہ وہ اس کو جگانا گوارا نہ کر سکا سائے لمبے ہونے لگے...... رات قریب آنے لگی آخر کار اندھیرا چھا گیا مگر زرینہ ابھی تک سو رہی تھی خوفناک آزمائش اور خطرات کی رات آگئی تھی اور ... میں وہ دونوں بالکل تنہا تھے۔

... بجے اقبال جنگ واپس آ پہنچا اور جمشید نے ہال میں اس سے مل کر طومان کی آمد کا حال سنایا۔

"مجھے ذرا سا بھی تعجب نہیں۔" اقبال جنگ نے کہا۔ "وہ یقیناً بے حد مجبور تھا کہ سلیمان سے ... کرنے کے محض ایک امکان پر اس نے دن کی روشنی میں یہاں آنا گوارا کر لیا لیکن یقیناً اب وہ ... کے خلاف جنگ کر رہا ہے...... کیا اس نے واپس آنے کی دھمکی دی تھی؟"

"ہاں" جمشید نے پورا حال بیان کرنا شروع کیا کہ کس طرح اس ابلیس پرست نے مریم پر حملہ کیا ... میں کیا کیا گفتگو ہوئی۔ یہ حال بیان کرتے وقت وہ بڑے غور سے اقبال جنگ کے چہرے کا مطالعہ ... تھا کیونکہ اس کے چہرے پر ایک شدید تشویش اور خوف کی علامات نظر آرہی تھیں۔ آج سے ... نے کبھی نواب کو اتنا بوڑھا نہ سمجھا تھا آج پہلی مرتبہ اس کو یہ معلوم ہوا کہ اقبال جنگ کی عمر کم ... دگنی ضرور تھی...... اور یہ عمر آج کی شام اس کے چہرے سے صاف نمایاں ہو رہی

تھی۔ اب معلوم ہوتا تھا کہ اس کا قدو قامت کم ہو گیا ہے شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے شانوں کو جھکائے ہوئے اس طرح کھڑا تھا جیسے اس پر کوئی غیر مرئی بوجھ لدا ہوا ہے جمشید اس کے تھکے ہوئے اور اترے ہوئے چہرے کو دیکھ کر اس قدر متاثر ہوا کہ اپنا بیان ختم کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔ "کیا واقعی آپ کا یہ خیال ہے کہ آج رات طومان کوئی شیطانی حملہ کرے گا؟"

اقبال جنگ نے اثبات میں سر ہلایا۔

"مجھے پورا یقین ہے۔" وہ بولا۔ "اور میں پریشان ہوں جمشید..........! آج میری تقدیر الٹی ثابت ہوئی میں جس بزرگ کے پاس گیا تھا وہ بد قسمتی سے کہیں گئے ہوئے ہیں..........ان کو اس پُراسرار "دوسری دنیا" کا بہت کافی علم حاصل ہے جس کے خلاف آج ہم سب جنگ کر رہے ہیں۔ وہ مجھ کو اچھی طرح جانتے ہیں اور یقیناً وہ ہماری مدد کرتے لیکن ان کے نوجوان شاگرد نے جو کہ ان کی جگہ لوگوں سے ملاقات کر رہا تھا مجھے وہ تعویذ نہیں دیا جس کی ہمیں ضرورت تھی اور نہ وہ میرے ساتھ یہاں آنے پر تیار ہوا..........! یہ تعویذ ہی وہ واحد شے تھی جو طومان کی بھیجی ہوئی خوفناک بلاؤں سے ہماری حفاظت کر سکتی ہے۔"

"کوئی پروا نہیں۔" جمشید نے مسکرا کر اس کو خوش کرنے کی کوشش کی۔ "ہم کوئی نہ کوئی انتظام کر لیں گے۔"

"بے شک.......... کرنا ہی پڑے گا۔" اقبال جنگ کے لہجے میں اس کی فطرت کا پرانا عزم و استقلال چمک اٹھا۔ اب جبکہ ہم کو مذہبی امداد نہیں مل سکی ہمیں باطنی علوم کے متعلق خود اپنی معلومات پر تکیہ کرنا پڑے گا۔ خوش قسمتی سے میرے پاس پہلے ہی سے کچھ خاص چیزیں ایسی موجود ہیں لیکن پھر مزید انتظام کرنا ضروری سمجھتا ہوں مہربانی کر کے تم کسی آدمی کو گاؤں کے کسی لوہار کے پاس بھیج دو اور اس سے فوراً لوہے کے پانچ چاند تیار کرا لو یہ بات اسے بتا دینا ضروری ہے کہ چاند بالکل نئے لوہے کے ہوں.......... سمجھے..........؟"

اقبال جنگ کی یہ طفلانہ اور بظاہر مہمل سی درخواست سن کر جمشید کی بد اعتقادی ایک نئی قوت کے ساتھ جاگ اٹھی لیکن اس نے حسب معمول ہوشیاری کے ساتھ اپنی بد اعتقادی کو چھپا لیا اور اقبال جنگ کی فرمائش پوری کرنے پر تیار ہو گیا اس سلسلے میں گاؤں کا نام آنے کی وجہ سے اسد کو یاد آ گیا اور اس نے اقبال جنگ کو بتایا کہ کس طرح اسد کو سرائے میں بلایا گیا ہے۔

اچانک اقبال جنگ کا چہرہ اتر گیا۔

"میں اسد کو اتنا بیوقوف نہیں سمجھتا تھا۔" اس نے تلخی سے کہا "ہمیں اس کو فوراً واپس بلانا چاہیے۔"

جمشید نے رحمت خان کو اطلاع کرائی لیکن رحمت خان بہت تھوڑی سی معلومات دے سکا اس نے بتایا کہ تین بجے کے قریب ایک خاتون آئی تھی اور کچھ دیر بعد ایرانی نوجوان اس سے ملنے کیلئے آ پہنچا بعدہٗ وہ دونوں باغ میں چلے گئے اور پھر ان کو کسی نے نہیں دیکھا۔

اقبال جنگ غصہ سے بلبلا اٹھا۔

"احمق کہیں کا!" وہ بولا۔ "میرا خیال تھا کہ وہ اب تک یہ خوفناک ڈرامہ جس قدر دیکھ چکا ہے اس کے بعد اسے احساس ہو گیا کہ اس لڑکی پر لٹو ہونا کس قدر خطرناک ہے۔ 99/ فیصدی یہ یقینی بات ہے کہ وہ لڑکی اور کچھ نہیں تو طومان کی کٹھ پتلی ضرور ہے۔ اب خدا سے صرف یہی دعا کی جا سکتی ہے کہ اسد اس سے پہلے واپس آ جائے.......... سلیمان اب کہاں ہے؟"

"مریم کے پاس.......... وہ دونوں شاید اوپر نرسری میں ہیں اور زہرہ کو نہلانے اور سلانے کا انتظام کر رہے ہیں۔"

"بہت ٹھیک..........آؤ اوپر چلیں.......... سلیمان کی حفاظت کرنے میں آج رات زہرہ ہماری مدد کر سکتی ہے۔"

"زہرہ..........! مدد کر سکتی ہے؟" جمشید نے حیرت سے کہا۔

"ہاں.......... ایسے حالات میں ایک دوشیزہ لڑکی کی دعائیں حیرتناک حد تک طاقتور ثابت ہوتی ہیں اور وہ جس قدر کمسن ہوتی ہے اتنی ہی زیادہ طاقت اس کے ارتعاشات میں موجود ہوتی ہے تم خود سمجھ سکتے ہو کہ زہرہ جیسی چھوٹی بچی جو اتنی عمر تو ضرور رکھتی ہے کہ دعا کر سکے مگر جو دنیا کی تمام آلائشوں سے پاک ہے دراصل مکمل پاکیزگی کا وہ اعلیٰ ترین نمونہ ہے کہ اس سے زیادہ پاکیزگی کوئی بالغ انسان فرشتہ بننے سے پہلے حاصل نہیں کر سکتا۔ تم نے حضرت عیسیٰ کے یہ الفاظ سنے ہوں گے "تم لوگ آسمانی سلطنت میں داخل نہیں ہو گے اگر تم چھوٹے بچوں کی طرح نہ جاؤ.......... مجھے امید ہے کہ زہرہ سے مدد لینے پر تمہیں کوئی اعتراض نہ ہو گا؟"

"اس میں اعتراض کی کیا بات ہے۔" جمشید نے کہا۔ "سلیمان کیلئے دعا مانگنے سے بچی کو بھلا کیا نقصان پہنچ سکتا ہے؟ آیئے ہم دار المطالعہ کے راستہ سے چلیں گے۔"

ہشت پہلو دار المطالعہ میں سات پہلوؤں پر چھت تک کتابیں ہی کتابیں نظر آتی تھیں اور آٹھویں پہلو پر بڑی بڑی فرانسیسی وضع کی کھڑکیاں تھیں ان کھڑکیوں کے درمیان سے نصف درجن سیڑھیوں کے چھوٹے چھوٹے زینے نظر آتے تھے جو اوپر چبوترے کی طرف جاتے تھے اور اس کے بعد باغ کا ایک حصہ نمایاں تھا۔

جمشید کتابوں سے ڈھکی ہوئی ایک دیوار کے پاس گیا اور ایک کتاب کی چرمی جلد کا وہ حصہ ہاتھ سے دبایا جس پر ایک بڑا سا سنہرا دائرہ بنا ہوا تھا۔ فوراً ہی نقلی کتابوں کی پشت سے چھپا ہوا ایک نیچا دروازہ خود بخود کھل گیا جس کے اندر ایک تنگ چکر دار زینہ ٹھوس دیوار میں سے تراشا ہوا نظر آ رہا تھا۔ پتھر کی سیڑھیوں پر وہ چڑھتے چلے گئے اور کچھ دیر بعد اوپر کی منزل میں ایک ایسے دروازے سے زہرہ کی نرسری میں داخل ہوئے جو دیوار کا ہی ایک حصہ تھا اور ایک طرف پھسل کر کھل جاتا تھا۔

جب وہ وہاں پہنچے تو نرسری خالی تھی لیکن نرسری کے دوسری طرف باتھ روم میں ان کو سلیمان نظر آیا اور اس کے ساتھ نرگس بھی جو کہ اپنا لباس بچانے کیلئے ایک کپڑا کمر سے باندھے ہوئے تھی۔ وہ

دونوں بڑی دلچسپی سے زہرہ کو نہلا رہے تھے اور ان کے قریب غسل کی چھوٹی سی حوض کے کنارے پر مریم بیٹھی ہوئی ہنسی سے بے قابو ہوئی جا رہی تھی۔

آج سے پہلے بھی جب کبھی سلیمان یہاں آیا تھا اس نے زہرہ کو نہلانے میں دلچسپی لی تھی اس لئے زہرہ اس کی عادی ہو چکی تھی اور اس سے بڑا لطف بھی حاصل کرتی تھی لیکن اپنے دوست کی بچی کو نہلانا ایک ایسا اعزاز تھا جس پر اقبال جنگ اب تک کبھی اپنا حق نہیں جتایا تھا اس لئے جب وہ باتھ روم میں داخل ہوا تو زہرہ نے یکایک نسائی شرم کا ایسا مظاہرہ کیا جو اتنی کمسن بچی کیلئے غیر معمولی اور حیرتناک تھا۔

"اوہ..........امی!" وہ چلّائی۔ "یہ مجھے کیوں دیکھ رہے ہیں.......... یہ تو مرد ہیں۔"

ان الفاظ پر سب لوگ بے اختیار قہقہے لگا کر ہنسنے لگے۔

"ان کو ہٹا دو یہاں سے۔" زہرہ جوش میں چلّائی اور کھڑے ہو کر اسفنج کا ایک بہت بڑا ٹکڑا اپنا سینہ چھپانے کیلئے سامنے کر لیا۔

اقبال جنگ کے بوڑھے ہونٹ مسکراہٹ میں ایک گرہ بن کر رہ گئے اس نے بڑی سنجیدگی سے معافی چاہی اور نرسری میں جمشید کے پاس واپس آ گیا۔ چند منٹ بعد دوسرے لوگ بھی وہاں آ گئے اور اقبال جنگ نے سرگوشیوں میں مریم سے جلد جلد کچھ گفتگو کی۔

"ہاں ہاں...... کیوں نہیں۔" وہ بولی۔ "اگر اس سے کچھ مدد مل سکتی ہے تو آپ جو مناسب سمجھیں وہی کریں۔ میں چند منٹ کیلئے نرگس کو یہاں سے ہٹائے دیتی ہوں۔"

آگے بڑھ کر اقبال جنگ زہرہ کی طرف جھکا اور مسکراتے ہوئے بولا۔ "کیوں بیٹی تم خدا سے دعا مانگنا جانتی ہو؟"

ننھی زہرہ نے مذاق میں ہاتھ نچایا اور بولی۔ "واہ.......... ! میں تو تارا کیلئے دعا مانگتی ہی ہوں.......... ہے نا امی؟"

"ہاں ہاں بیٹی ۔" مریم نے تائید کی.......... تارا زہرہ کی چھوٹی سی بلی کا نام تھا۔

"شاباش" اقبال جنگ نے زہرہ کے شانے پر تھپکی دی۔ "اچھا آج ہم سب مل کر دعا مانگیں گے۔"

"اوہو.......... ! بڑا مزا آئے گا۔" زہرہ اچھل پڑی۔ "یہ کھیل تو میں نے کبھی نہیں کھیلا۔ کیا نام ہے اس کھیل کا؟"

"نہیں.......... کھیل نہیں" مریم نے سمجھایا۔ "دعا کوئی کھیل نہیں ہوتی بیٹی.........."

"ٹھیک ہے.......... بیٹی زہرہ سب کچھ سمجھتی ہے۔" اقبال جنگ بولا۔ "ہم سب مل کر ایک گول گھیرا بنائیں گے اور سلیمان چچا کو بیچ میں رکھیں گے۔"

"ارے ہاں.......... ! جیسے لومڑی خرگوش والے کھیل میں ہوتا ہے۔" زہرہ بولی۔

"ہاں بالکل۔" اقبال جنگ نے کہا۔ "تم لومڑی بنو گی لیکن یہ کوئی کھیل نہیں ہے بیٹی.......... سلیمان چچا کو چھونے کے بجائے تم مضبوطی سے ان کا ہاتھ پکڑے رہو گی۔"

وہ سب گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور زہرہ نے اپنا ننھا ہاتھ سلیمان کی طرف پھیلایا۔

لیکن اقبال جنگ نے دھیرے سے اپنا ہاتھ زہرہ کے شانے پر رکھا اور بولا..........

نہیں.......... اس طرح نہیں.......... تم اپنا بایاں ہاتھ سلیمان چچا کے دائیں ہاتھ میں رکھو..........

بیٹے تم وہ سب دعائیں مانگو جو تم خود مانگتی ہو پھر میں سب کی طرف سے دعا مانگوں گا۔"

سب نے دعا کیلئے ہاتھ پھیلائے اور سر جھکائے.......... بچی کے معصوم لبوں سے دعا کے الفاظ رُک رُک کر نکلنے لگے۔ مریم گاہے گاہے اس کو بتاتی جاتی تھی شروع میں بلّی کیلئے دعائیں ادا کی گئیں.......... پھر باغ کے پھولوں اور پھلوں کا نمبر آیا.......... اس کے بعد مٹھائیاں اور آخر میں امی اور بابا.......... سلیمان چچا.......... اسد چچا.......... نواب اور نرگس۔

"اچھا اب دیکھو۔" اقبال جنگ نے دھیرے سے کہا۔ "اب جو الفاظ میں کہتا ہوں وہی تم کہتی جاؤ۔"

ایک دھیمی مگر صاف آواز میں دعا مانگنی شروع کی کہ خدا جو تمام آسمانوں اور زمین کا مالک ہے اپنے بندوں کے گناہ معاف فرمائے۔ برائیوں کی خواہش کو روکنے کی طاقت عطا کرے اپنی بے انتہا رحمت اور طاقت سے ان تمام شیطانی چیزوں کو دور رکھے جو اندھیرے میں ادھر ادھر گھومتی پھرتی ہیں اور اپنی خاص مہربانی سے اس مکان کے سب لوگوں کو سلامتی کیلئے ساتھ پھر صبح کی مبارک روشنی دیکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جب سب کچھ ختم ہو چکا اور زہرہ کو بستر پر سلا دیا گیا تو یہ لوگ زیریں منزل میں مریم کی آرام دہ نشست گاہ میں واپس آ گئے۔

اقبال جنگ، اسد کی طرف سے پریشان تھا۔ سرائے کو کئی بار ٹیلیفون کرنے پر بھی کوئی مزید بات معلوم نہ ہو سکی۔ اسد واپس نہیں آیا تھا اور یہ لوگ اداسی میں خاموش بیٹھے تھے.......... جمشید جس کی طبیعت کھانا نہ کھانے کی وجہ سے بھی کچھ گری تھی آخر کار بولا..........

"اچھا.......... اب بتائیے کہ کیا کرنا ہے؟"

"ہمیں تھوڑا سا ہلکا کھانا جلد ہی کھا لینا چاہئے۔" اقبال جنگ نے کہا۔ "اس کے بعد میں چاہتا ہوں کہ تم محمود کو صاف صاف سمجھا دو کہ کل صبح تک مکان کے اس حصے میں کسی بھی ملازم کو نہ آنے دیا جائے۔ چاہو تو تم یہ کہہ سکتے ہو کہ ہم لوگ آج رات پھر ایک نئے وائرلیس یا ٹیلیویژن کی مشین پر تجربات کرنے والے ہیں اور ہمارے اس کام میں کسی طرح بھی کسی کو خلل نہ ڈالنا چاہئے اور نہ کوئی دروازہ کھولنا یا بند کرنا چاہئے۔"

"کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ.......... کہ.......... ٹیلیفون کا سلسلہ بھی الگ کر دیا جائے؟" سلیمان بولا۔ "ہو سکتا ہے کہ جب ہم اپنے کام میں محو ہوں تو ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگے۔

"ہاں.......... جمشید کی اجازت ہو تو یہ کام میں خود ہی کروں گا۔"

"ہاں ہاں.......... جیسا آپ چاہیں کر سکتے ہیں۔" جمشید نے کہا۔ "میں نوکروں کے متعلق انتظام

کردوں گا.......... لیکن ہلکا کھانے سے آپ کا کیا مطلب ہے؟"

"صرف اتنی غذا جو ہماری طاقت کو قائم رکھ سکے.......... مثلاً تھوڑی سی مچھلی.......... مچھلی نہ ہو تو انڈے کافی ہوں گے.......... انڈوں کے ساتھ ترکاریاں یا سلاد اور کچھ پھل.........

جمشید طنز سے مسکرایا۔

"بڑا دلچسپ کھانا رہے گا!" وہ بولا "میرا پیٹ تو اس وقت دوزخ کی طرح بھوکا ہے۔ آپ کے ٹیلیگرام نے ہمارا دوپہر کا کھانا بھی چھین لیا تھا۔"

نواب متحمل انداز میں مسکرایا۔

"مجھے افسوس ہے جمشید۔" وہ بولا "لیکن معاملہ بے حد نازک ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم اب تک نہیں محسوس کر سکے کہ یہ چیز کس قدر سنجیدہ و اہم ہے۔ اگر تم نے وہ تماشا دیکھا ہوتا جو اسد نے اور میں نے گزشتہ رات دیکھا ہے تو مجھے یقین ہے کہ تم ان معمولی سی تکلیفوں کے متعلق احتجاج کا ایک لفظ بھی زبان پر نہ لاتے اور فوراً محسوس کر لیتے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں اسی میں سب کی بھلائی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" جمشید نے اعتراف کیا "سچ پوچھئے تو مجھے اس بات پر یقین کر لینا بہت دشوار معلوم ہو رہا ہے کہ ہم سب لوگ کسی قدر پاگل نہیں ہوئے ہیں۔ جادو۔ جادوگروں۔ جادوگرنیوں اور اسی طرح کی الم غلم باتیں آج کے زمانے میں کرنا میری سمجھ سے باہر ہے۔"

"لیکن تم تو خود ہی آج طومان کو دیکھ چکے ہو!"

"جی ہاں...... مجھے تسلیم ہے کہ طومان ایک مکروہ اور بد صورت ناخواندہ ملاقاتی تھا لیکن یہ بات میرا دماغ ہضم نہیں کر سکتا کہ اس کو وہ تمام قوتیں حاصل ہیں جن کا تذکرہ آپ نے کیا ہے۔"

"نہیں...... جمشید!" مریم بول اٹھی "نواب صاحب ٹھیک کہتے ہیں وہ ایک دہشت ناک انسان ہے اور یہ کہنا کہ آج کے زمانے میں لوگ جادوگرنیوں کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے بالکل لغو و مہمل ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ آج بھی اسی طرح جادوگرنیاں موجود ہیں جیسے پہلے پائی جاتی تھیں۔"

"اوہو!" جمشید نے حیرت سے اپنی بیوی کی طرف دیکھا۔ "کیا تمہیں بھی یہ لغویت ان لوگوں سے ایک بیماری کی طرح لگ گئی ہے؟ تم نے آج سے پہلے کبھی بھی میرے سامنے ایسے اعتقاد کا اظہار نہیں کیا۔"

"بے شک میں نے اظہار نہیں کیا۔" وہ کسی قدر تیزی سے بولی "ایسی باتوں کا اظہار کرنا اور ان پر بحث کرنا اچھا نہیں لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ان باتوں کو کوئی جانتا ہی نہیں...... وادیٔ کوہ قاف کی جادوگرنیوں کے متعلق میں تمہیں بہت کچھ بتا سکتی ہوں...... ایسی باتیں جو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہیں۔"

"ضرور بتاؤ...... مریم" اقبال جنگ نے اصرار کیا۔

اس اصرار کی ایک خاص وجہ تھی۔ اقبال جنگ محسوس کر رہا تھا کہ موجودہ صورتحال میں بداعتقادی بے حد خطرناک نتیجہ پیدا کر سکتی ہے جن خوفناک قوتوں کی طرف سے ان لوگوں کو خطرہ تھا اگر جمشید

یقین نہیں رکھتا تو اس کا امکان تھا کہ حفاظتی تدابیر کے متعلق جو ہدایات دی جائیں گی وہ ان پر عمل کرنے میں کچھ سستی اور لاپروائی اختیار کرے اور لاپروائی سے کوئی ایسی اتفاقیہ غلطی کر بیٹھے جو ان سب کے لئے ایک ہولناک نقصان کا باعث بن جائے۔ اقبال جنگ کو معلوم تھا کہ اپنی بیوی کی عقل و فہم کا جمشید کس قدر احترام کرتا ہے لہٰذا بہتر طریقہ یہی تھا کہ جمشید کو خود دلائل سے متاثر کرنے کی کوشش کے بجائے اقبال جنگ یہ کام اس کی بیوی پر ہی چھوڑ دے جو اپنی ذاتی تجربات کی کہانیوں سے اپنے شوہر کو زیادہ آسانی سے یقین دلا سکتی تھی۔

"وادیٔ کوہ قاف میں ایک جادوگرنی رہتی تھی" مریم نے کہنا شروع کیا "وہ بوڑھی عورت تھی اور گاؤں کے باہر ایک جھونپڑی میں تنہا رہتی تھی کوئی شخص بھی...... یہاں تک کہ سرخ فوج کے سپاہی بھی جو یہ لاف زنی کرتے پھرتے تھے کہ انہوں نے خدا اور شیطان دونوں کو ملک سے نکال دیا ہے اتنی ہمت نہ رکھتے تھے کہ اس عورت کے جھونپڑے کے نزدیک سے رات کو تنہا گزر جائیں۔ کوہ قاف میں ایسی بہت سی جادوگرنیاں موجود ہیں...... تقریباً ہر ایک گاؤں میں ایک پائی جاتی ہے...... اس جادوگرنی کو ایک عقل مند عورت بھی کہا جا سکتا ہے کیونکہ وہ بہت سی بیماریوں کا علاج کر سکتی تھی۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے ایک بار دیکھا کہ ایک بہت ہی گہرے زخم سے اس نے خون کا اخراج تقریباً چشم زدن میں روک دیا تھا۔ گاؤں کی لڑکیاں اپنی تقدیر کا حال جاننے کے لئے اس کے پاس جاتی تھیں جن کی مدد سے اپنے پسندیدہ نوجوانوں کو اپنی محبت میں مبتلا کر سکیں...... اکثر ایسا بھی ہوتا تھا کہ اپنی سیاہ کاری کے نتائج کو چھپانے کے لئے کچھ عورتیں اس کے پاس مدد کے لئے جاتی تھیں اور اپنے شرمناک بوجھ سے نجات پانے کے لئے اس سے کچھ جڑی بوٹیاں حاصل کرتی تھی بایں ہمہ سب ہی لوگ اس سے بہت ڈرتے تھے کیونکہ ہر شخص جانتا تھا کہ بوڑھی جادوگرنی کو اگر کچھ لوگ ناراض کرتے تھے تو وہ ان کے اناج کی فصلوں پر جادو چلا کر ان کو تباہ کر دیتی تھی اور ان کے مویشیوں میں بیماریاں پھیلا دیتی تھی۔ لوگوں میں یہ سرگوشیاں بھی سنی جاتی تھیں کہ وہ مرد اور عورتوں کو بیماری میں مبتلا کر سکتی ہے اور ان کو ہلاک بھی کر سکتی ہے بشرطیکہ ان لوگوں کا کوئی دشمن اس کو اس کام کے لئے بہت بڑی قیمت ادا کر سکے۔

"اگر وہ ایسی تھی تو مجھے حیرت ہے کہ لوگوں نے اس کا خاتمہ ہی کیوں نہ کر دیا؟" جمشید بولا۔

"انجام کار لوگوں کو ایسا ہی کرنا پڑا......" مریم نے جواب میں کہا "ان کو بذات خود ایسا کرنے کی ہمت نہ تھی مگر واقعہ یہ ہوا کہ ایک کسان نے جس کے کھیتوں اور جانوروں کو اس جادوگرنی نے تباہ کن کیڑے مکوڑوں کی وبا میں مبتلا کر دیا تھا مقامی حاکم سے اس کی شکایت کی اور حاکم پندرہ بیس سپاہیوں کو لے کر ایک دن اس جادوگرنی کے پاس گیا۔ گاؤں کے سب ہی لوگ اس کے ساتھ گئے تھے جن میں میں بھی شامل تھی کیونکہ اس وقت میں ایک چھوٹی لڑکی تھی اور فطری طور پر مجھے یہ تماشا دیکھنے کا شوق تھا...... ہم سب لوگ سہمے ہوئے تھے اور ایک ہجوم کی شکل میں بہت پیچھے ہی پیچھے جا رہے تھے...... حاکم اور اس کے سپاہیوں نے بوڑھی عورت کو باہر نکالا اور سوالات کر کے اس سے جرح کی...... اور یہ ثابت کرنے کے بعد کہ وہ واقعی ایک ساحرہ تھی فوجی حاکم نے اس کو جھونپڑی کی دیوار کے سہارے کھڑا کیا اور گولیوں

سے اڑا دیا۔

"لیکن یہ بات ثابت کیسے کی گئی؟" جمشید نے شک و شبہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"یہ کوئی مشکل نہ تھا...... عورت کے جسم پر نشانات موجود تھے۔"

"کیسے نشانات؟"

"جب انہوں نے اس کا لباس اتارا تو دیکھا کہ اس کی بائیں بغل کے اندر ایک پستان موجود تھا اور یہ ایک بالکل یقینی علامت مانی جاتی ہے ایک جادوگرنی کی۔"

اقبال جنگ نے تائید میں سر ہلایا۔

"یقیناً یہ ساحرہ اپنے اس پستان سے اس شیطانی روح کو دودھ پلاتی ہو گی جو اس کے حکم کے طابع تھی۔" وہ بولا "عموماً ایسی روح کسی جانور کی شکل میں رہتی ہے۔ کیا وہ کوئی بلی تھی؟" مریم نے نفی میں سر کو حرکت دی۔

"نہیں" وہ بولی "وہ ایک بہت موٹا سا مینڈک تھا جس کو وہ ایک پنجرے میں رکھتی تھی؟"

"خدا کے لئے بس کرو!" جمشید نے احتجاج کیا "تم بالکل عقل کا مذاق اڑا رہی ہو...... واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس غریب بوڑھی عورت کو محض اس لئے لوگوں نے مار ڈالا کیونکہ سوئے اتفاق سے اس کی بغل میں کوئی رسولی وغیرہ تھی اور وہ ایک ایسا جانور شوقیہ طور پر پالے ہوئے تھی جو کہ عام طور پر نہیں پالا جاتا۔"

"نہیں...... نہیں" مریم نے اس کو یقین دلایا "لوگوں نے اس کی ران پر شیطان کا نشان بھی پایا تھا...... اور یہ نشان ہر حالت میں ایک فیصلہ کن نشان مانا جاتا ہے۔"

"شیطان کا نشان؟" یکایک سلیمان بول اٹھا "میں نے اس کی بابت کبھی کچھ نہیں سنا۔"

اس پر اقبال جنگ نے فوراً جواب دیا...... "یہ مانا جاتا ہے کہ جب کسی شیطانی جشن کے موقع پر ایک شخص کو شیطانی مذہب میں داخل کیا جاتا ہے تو خود ابلیس یا اس کا کوئی نائب اس شخص کے جسم کو اپنے ہاتھ سے چھوتا ہے اور جسم کا یہ حصہ آئندہ ہمیشہ کے لئے ایسا بے حس بن جاتا ہے کہ کسی طرح کی تکلیف کو محسوس نہیں کر سکتا۔ شاید آپ لوگوں نے پڑھا ہو گا کہ قدیم زمانے میں جب جادوگرنیوں کو پکڑ کر یورپ کی مذہبی عدالتوں کے حوالے کیا گیا تو یہ دیکھنے کے لئے کہ کوئی شخص واقعی جادوگر ہے یا نہیں اس کے جسم پر سوئیاں چبھو کر دیکھا جاتا تھا اور اس طرح اس کے جسم کے اس حصے کو تلاش کیا جاتا تھا جس کو شیطان نے چھو کر بے حس بنا دیا ہے۔ بظاہر یہ طلسمی حصہ جسم کے باقی حصوں سے کچھ مختلف نہیں ہوتا اس لئے سوئیاں چبھو کر ہی اسے تلاش کیا جا سکتا تھا۔"

مریم نے گھونگھریالے بالوں کے سر کو تائیداً ہلایا۔

"آپ کی تصریح بالکل درست ہے۔" وہ بولی "سپاہیوں نے بوڑھی عورت کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی تاکہ وہ نہ دیکھ سکے کہ سوئی کہاں چبھوئی جا رہی ہے اور اس کے بعد انہوں نے یکے بعد دیگرے جسم کے ہر حصے میں سوئی ہلکے ہلکے چبھونی شروع کی۔ فطری طور پر ہر بار سوئی کے چبھنے پر وہ چلا پڑی لیکن تقریباً

ہر مرتبہ چلانے کے بعد گاؤں کے مکھیا نے سوئی کو اس کی بائیں ران میں چبھو دیا تو اس عورت کے منہ سے کوئی آواز نہ نکلی۔ مکھیا نے سوئی نکالی اور ایک بار پھر چبھوئی لیکن وہ پھر بھی نہ چلائی اس لئے مکھیا نے سوئی کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس کی ران میں اتار دیا مگر عورت کو یہ بھی احساس نہ ہوا کہ کسی نے اس کو چھوا ہے اور ہر شخص کو اطمینان ہو گیا کہ وہ واقعی جادوگرنی ہے۔"

"ہاں...... ہو سکتا ہے کہ تم کو اطمینان ہو گیا ہو۔" جمشید دھیرے سے بولا "بہر صورت یہ ایک بہت ہی خوفناک وحشیانہ کام معلوم ہوتا ہے۔ کسی انسان کو گولیوں سے اڑا دینے کے لئے یہ ثبوت جرم بہت ہی ناکافی قسم کا ہے۔"

"کیوں...... جمشید......" سلیمان یکایک بولا "کیا تم شیطانی قسم کی بددعا کو مانتے ہو؟"

"کیا مطلب؟"

"مثلاً کوئی جادوگر کسی شخص سے کہے کہ جاؤ تم دو دن میں پاگل ہو جاؤ گے اور وہ شخص واقعی پاگل ہو جائے۔"

"اوہ!...... یہ تو الف لیلیٰ یا طلسم ہوشربا کے افسانے ہیں...... اس سے زیادہ کچھ نہیں...... لیکن تمہارے پوچھنے کا مقصد کیا ہے؟"

"مطلب یہ ہے کہ ایسی بددعاؤں کا کارگر ہونا ہی فوق الفطرت قوتوں کا ثبوت ہے۔"

"رہنے دو یار...... یہ سب اتفاقات ہوتے ہیں کہ ایسی بددعائیں پوری ہو جاتی ہیں۔"

"کیا تم نے بنگال کے ایک قدیم سردار احمد شاہ کا قصہ نہیں سنا...... وہ تو تاریخی واقعہ ہے!"

"بنگال تو ایسی باتوں کے لئے مشہور ہی ہے...... لیکن وہ قصہ کیا ہے؟"

"سن سترہ سو کے قریب کا واقعہ ہے۔" سلیمان نے کہا "قصہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ احمد شاہ کے حکم سے ایک بڑی خطرناک جادوگرنی کو ہلاک کر دیا گیا تھا مرنے سے پہلے اس نے احمد شاہ کو یہ بددعا دی۔

"احمد شاہ...... احمد شاہ...... رکھنا اس کو یاد تیرے ساتھ ہی ہو گی ساری نسل تری برباد"

جمشید مسکرایا۔

"اور پھر کیا ہوا؟" اس نے پوچھا۔

"ہو سکتا ہے کہ تم اس واقعہ کو بھی سچا ماننے سے انکار کر دو لیکن یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ احمد شاہ جلد ہی دشمنوں کی سازش کا شکار ہو گیا اور جنگ میں اس کے اکلوتے بیٹے کے مرنے سے اس کی نسل ہی ختم ہو گئی۔ تمہیں شک ہو تو تاریخ کی کسی کتاب میں دیکھ سکتے ہو۔"

"عزیز دوست...... مجھے یقین دلانے کے لئے تمہیں اس سے کہیں زیادہ ٹھوس ثبوت پیش کرنا ہو گا۔"

"بہت اچھا" مریم نے اپنی حسین بڑی آنکھیں اس کے چہرے پر جماتے ہوئے کہا "آپ ایسی چیزوں کے متعلق بہت کم جانتے ہیں لیکن روس کے بہت سے علاقوں میں لوگوں کی زندگی فطرت سے بہت قریب ہے خصوصاً وہ علاقے جو مشرق وسطیٰ کے نزدیک واقع ہیں۔ ہندوستان کے بہت سے علاقوں کی

طرح وہاں بھی بہت سے لوگ اس عقیدہ کو اپنی معمولی زندگی کا جز سمجھتے ہیں کہ انسان پر فوق الفطرت شیطانی قوتوں کا قبضہ ہو سکتا ہے۔ جب آپ مجھے لے کر ہندوستان آئے اس سے تقریباً ایک سال پیشتر تو وہاں ایک گاؤں میں جو ہم سے دس پندرہ میل کے فاصلے پر تھا ایک "انسانی بھیڑیئے" کو پکڑا گیا تھا۔

جمشید اٹھ کر مریم کے قریب صوفے پر آبیٹھا اور مسکرا کر بولا ...... "محترمہ شہزادی صاحبہ ...... کیا آپ مجھے یہ یقین دلانا چاہتی ہیں کہ ایک انسان واقعی ایک درندہ کی شکل میں تبدیل ہو سکتا ہے پھر وہ آدھی رات کو اپنے بستر سے اٹھ کر شکار کے لئے باہر نکل جاتا ہے ...... اس کے بعد واپس آجاتا ہے اور صبح کو پھر ایک معمولی انسان کی طرح اپنے کام پر چلا جاتا ہے؟"

"یقیناً" مریم نے سنجیدگی سے کہا "سب لوگ جانتے ہیں کہ بھیڑیئے ایک غول کی صورت میں شکار کے لئے نکلتے ہیں ...... لیکن جس علاقے کا میں تذکرہ کر رہی ہوں وہاں ایک تنہا بھیڑیا مصیبت کا باعث بنا ہوا تھا اور یہ بھیڑیا معمول سے زیادہ چالاک معلوم ہوتا تھا۔ اس نے بہت سی بھیڑوں اور کتوں کو اور دو چھوٹے بچوں کو مار ڈالا تھا۔ اس کے بعد اس نے ایک بوڑھی عورت کو مار ڈالا اس عورت کے حلق کو دانتوں سے کاٹ ڈالا گیا تھا لیکن اس کی عصمت دری بھی کی گئی تھی۔ اسی سے لوگوں نے سمجھ لیا کہ وہ ضرور انسانی بھیڑیا تھا۔ ایک رات اس بھیڑیئے نے ایک لکڑہارے پر حملہ کیا اور لکڑہارے نے اپنی کلہاڑی سے اس کے شانے کو زخمی کر دیا۔ اگلے دن ایک بد حال اور نیم دیوانہ شخص جو گاؤں کا احمق مانا جاتا تھا یکایک مر گیا اور جب لوگ دفن کرنے کے لئے اس کی میت کو تیار کرنے لگے تو انہوں نے محسوس کیا کہ وہ اخراج خون کی شدت کے باعث ختم ہو گیا تھا اور اس کے داہنے شانے پر ایک بہت بھیانک زخم تھا۔ ٹھیک اسی طرح جہاں لکڑہارے نے بھیڑیئے پر کلہاڑی چلائی تھی! اس کے بعد بھیڑوں اور انسانوں کی موت کے ایسے واقعات بالکل بند ہو گئے ...... اس لئے یہ بالکل ظاہر ہو گیا کہ وہی شخص بھیڑیا تھا۔" جمشید نے مفکرانہ انداز میں کچھ دیر سوچا۔

"ٹھیک ہے" وہ بولا "لیکن ہو سکتا ہے کہ اس شخص نے بھیڑوں اور انسان کو ہلاک کرنے کا یہ سارا کام اپنی شکل کو تبدیل کئے بغیر ہی کیا ہو۔ اگر لوگوں کو پاگل کتا کاٹ لیتا ہے اور اس کو اس کی بیماری ہو جاتی ہے تو وہ بھونکنے لگتے ہیں۔ کتوں کی طرح چلاتے ہیں۔ غصّہ میں دانت دکھاتے ہیں اور ساری باتیں ایسی کرتے ہیں جیسے وہ سچ مچ کتے ہی بن گئے ہیں اور واقعی یہ اس وقت خود کو ایسا ہی سمجھتے بھی ہیں کیا یہ ممکن نہیں کہ جس شخص کا تم نے تذکرہ کیا اسی قسم کی کسی پر اسرار بیماری کا شکار ہو گیا ہو۔"

مریم نے اپنے شانوں کو ہلکی سی جنبش دی اور کھڑی ہو گئی۔

"خیر ...... اگر آپ کو میرا یقین نہیں تو رہنے دیجئے۔" وہ بولی "اس سلسلے میں مجھے اتنا علم نہیں کہ بحث و مباحثہ کر سکوں۔ مجھے صرف وہی باتیں معلوم ہیں جن پر خود یقین ہے ...... لہٰذا اب میرے لئے یہی مناسب ہے کہ جا کر کھانے کا انتظام کروں۔"

مریم کے جانے کے بعد جیسے ہی دروازہ بند ہوا اقبال جنگ پر سکون انداز میں بولا "تم نے جو کچھ کہا ہے جمشید وہ ایک ممکن وجہ ہو سکتی ہے۔ لیکن ہر ملک میں اس بات کے ثبوت کا ایک پورا ذخیرہ موجود ہے؟

شکل کی تبدیلی بھی بعض اوقات واقع ہو جاتی ہے ...... البتہ مختلف واقعات میں تبدیل شدہ شکل مختلف ہوتی ہے۔ یونان میں اکثر "انسانی سور" کی بابت سننے کو ملتا ہے۔ افریقہ میں انسانی "لکڑبھگے" کے ہوتے ہیں یا "انسانی تیندوے" کے قصے ...... چین میں انسانی لومڑی ہوتی ہے ...... ہندوستان میں انسانی شیر "اور مصر میں "انسانی گیدڑ" ...... دور کیوں جائیے میں گجرات میں ہی تمہیں اپنے ایک دوست سے تعارف کرا سکتا ہوں جو ایک ڈاکٹر ہے اور دیہاتی علاقوں میں پریکٹس کرتا ہے۔ وہ اس بات کی تصدیق کردے گا کہ بوڑھے کسان اپنے اس یقین پر مضبوطی سے قائم ہیں کہ بعض لوگ "انسانی بھیڑیئے" ہوتے ہیں اور چاند کی مختلف تاریخوں میں اپنی شکل تبدیل کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔"

جمشید مسکرایا اور بولا ...... "اگر آپ واقعی ان خلاف عقل کہانیوں کو سچی مانتے ہیں تو شاید آپ اس کا کوئی معقول جواب دے سکیں گے کہ یہ باتیں کس طرح ممکن ہیں۔"

"ضرور ...... ضرور" اقبال جنگ کرسی سے کھڑا ہو گیا اور آتشدان کے پاس ادھر ادھر ٹہلنے لگا۔ نفیس ایرانی قالین پر اس کے قدم آہستہ آہستہ پڑ رہے تھے اور باطن کی باریکیوں کو وہ ایک بار پھر اسی طرح سمجھا رہا تھا جیسا کہ دوران قبل اسد کو سمجھا چکا تھا۔

سلیمان اور جمشید خاموشی سے سنتے رہے یہاں تک کہ اقبال جنگ نے اس ابدی جنگ کا تذکرہ کیا جو کہ آنکھوں سے چھپ کر ازل سے روشنی کی طاقتوں اور تاریکی کی طاقتوں کے درمیان لڑی جا رہی ہے۔ جمشید نے جس کی سنجیدہ دلچسپی اب پہلی بار بیدار ہوئی تھی اقبال جنگ کو مخاطب کر کے کہا۔

"یہ تو آپ مانی کا فلسفہ پیش کر رہے ہیں۔ مانی کے پیروکار دوازلی وابدی وجود مانتے تھے ...... روشنی اور تاریکی ...... اور ان کے لئے تین زمانے قرار دیئے تھے ...... ماضی، حال اور مستقبل ...... ان کی تعلیم یہ تھی کہ زمانہ میں روشنی اور تاریکی الگ الگ تھیں۔ اس کے بعد تاریکی نے روشنی پر حملہ کیا اور اس میں ضم ہو گئی اور اس طرح حال اور یہ دنیا پیدا ہوئی جس میں بدی، نیکی میں ملی ہوئی ہے۔ وہ جسم کو تکلیف پہنچانے والی سخت ترین مذہبی ریاضت کی تلقین کرتے تھے کہ یہی وہ ذریعہ ہے جس سے انسانی جسم کی مٹی میں روشنی کو آزاد کیا جا سکتا تا کہ کسی بعید ترین مستقبل میں روشنی اور تاریکی پھر الگ الگ کی جا سکیں۔"

اقبال جنگ کے چہرے پر اچانک مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بالکل ٹھیک ...... میرے دوست؟" وہ بولا "مانی کے مسلک کے ماننے والوں کا قول تھا کہ روز بہ روز دنیا میں روحوں کی تعداد کم ہوتی جاتی ہے کیونکہ وہ پاک و صاف ہو کر اوپر بلندیوں کی طرف اڑتی ہیں ...... ان اعتقادات کی بنیاد بہت ہی قدیم ہے ...... کم از کم تہذیب مصر سے بھی زیادہ قدیم ...... یہ ایک سربستہ راز تھا اور ایرانی مانی نے سب سے پہلے اس مسلک کا اعلان دنیا کے سامنے کیا۔"

"بے شک ایک زمانے میں تو مسیحیت کا سب سے بڑا حلیف بن گیا تھا؟" جمشید نے کہا۔

سلیمان بولا "اور عیسائیوں کے ہاتھوں انتہائی خوفناک عقوبت سہنے کے باوجود یہ زندہ رہا۔ ... عیسوی میں مانی کو صلیب پر چڑھا دیا گیا۔ اس کے پیروکاروں کو خود اپنے مذہب کی طرف سے ممانعت تھی کہ مذہبی تبلیغ کر کے نئے پیروکار پیدا کریں لیکن پھر بھی کسی نہ کسی طرح یہ مذہب

پوشیدہ طریقہ پر پھیلتا چلا گیا۔ مشرق میں ہی نہیں بلکہ مغربی ملکوں میں بھی اس کے ماننے والے پیدا ہوگئے چنانچہ جنوبی فرانس میں بارہویں صدی میں ان کی خاصی تعداد موجود تھی جن کو بعد میں ختم کر دیا گیا۔ تیرہویں صدی میں یعنی مانی کی موت سے ایک ہزار سال بعد اس مذہب کا زور بوہیمیا میں ہوا چنانچہ 1840ء تک وہاں بعض فرقے اس کو مانتے تھے اور آج کل بھی دنیا بھر میں بہت سے لوگ یہ یقین رکھتے ہیں کہ سچے مذہب کی بنیادی روح اس میں موجود ہے۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں لیکن میرے خیال میں بحث کچھ دور جا پڑی ہے۔" جمشید نے کہا۔ "روشنی اور تاریکی نیکی اور بدی کی ترجمان ہیں اور دنیا کے تمام مذہبوں اور عظیم فلسفوں میں یہ بنیادی عقیدہ کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے کہ نیکی اور بدی کی کشمکش ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس مسئلہ کا تعلق جادوگروں یا جادوگرنیوں سے کیونکر ہو سکتا ہے یا انسان کا شکل بدل کر بھیڑیا بن جانا اس بحث میں کیسے شامل کیا جا سکتا ہے؟"

"ان سب چیزوں کا تعلق اس مسئلہ سے یہ ہے کہ یہ چیزیں بدی کی فوق الفطرت قوتوں کے کرشمے ہیں شیطانی قوتیں مختلف صورتوں میں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ ان صورتوں میں ہی جادوگر، جادوگرنیاں بھی شامل ہیں اور انسانی شکل کی تبدیلی بھی اسی شیطانی قوت کا ایک کرشمہ ہے۔ اگر انتہائی نیک اور بزرگ انسان نیکی کی طاقتوں کی مدد سے معجزے اور کرامات دکھا سکتے ہیں یا اپنے تقدس اور پاکیزگی کے سبب فرشتوں سے بھی بلند ہو سکتے ہیں تو پست و گندی فطرت کے انسان تاریکی کی قوتوں کی مدد سے بعض اوقات اپنی شکل و صورت کو جانوروں کی شکل میں بھی تبدیل کر سکتے ہیں۔ کیا واقعی یہ لوگ پوری طرح اپنی شکل تبدیل کر لیتے ہیں اس سوال کا جواب دینا ناممکن ہے کیونکہ موت کے وقت وہ ہمیشہ اپنی اصلی انسانی شکل میں واپس آ جاتے ہیں لیکن پھر بھی یہ عقیدہ عالمگیر ہے اور اس کو آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا بہر حال آپ لوگ جس چیز کو دیوانگی کہتے ہیں وہ اکثر و بیشتر شیطانی اثرات کا ایک بہت ٹھوس نمونہ ہوتی ہے۔ ان بد قسمت لوگوں کے وجود پر شیطان قبضہ کر لیتا ہے اور ایک طرح کی دیوانگی کی حالت میں یہ لوگ خود کو وحشی جانور سمجھنے لگتے ہیں اور ان وحشی جانوروں کی طرح ہی وحشیانہ کام کرنے لگتے ہیں۔ اس مسئلہ پر دنیا کی مختلف زبانوں میں لٹریچر کا بہت بھاری ذخیرہ موجود ہے جن لوگوں نے اس کا مطالعہ کیا ہے وہ اس کے وجود سے انکار نہیں کر سکتے۔"

"شاید۔" جمشید نے بادل ناخواستہ تسلیم کیا۔ "مریم کی بیان کردہ کہانی کو چھوڑ کر اور سب واقعات صدیوں پرانے ہیں اور یقیناً ان میں ہر طرح کے توہمات اور خیالی افسانے شامل ہوئے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ دنیا کے مختلف ممالک کے جنگلی علاقوں میں رہنے والوں کے ذہن پر یہ عقائد جم گئے ہوں اور ان سے...... بہر حال کسی کمزور دماغ کے انسان نے خود کو اس وہم میں مبتلا کر لیا ہو کہ وہ ایک وحشی جانور ہے...... اور پھر یہ وہم اس قدر بڑھ گیا ہو کہ وہ شخص واقعی وحشی جانور کی سی حرکتیں کرنے لگا...... اور اس قسم کی خلاف عقل کہانیاں ہر زمانے میں زندہ رہتی چلی آئیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آپ موجودہ زمانے میں ایک بھی مثال ایسی پیش نہ کر سکیں گے کہ تعلیم یافتہ انسانوں کی ایک جماعت نے کسی ایسے واقعات کی تصدیق کی ہو۔"

"ممکن تمہارا خیال ہی ہے دوست۔" اقبال جنگ نے ہنس کر کہا "مشرقی ملکوں سے کوئی مثال میں پیش کرنا نہیں چاہتا لیکن تم اس حیرت ناک واقعہ کے متعلق کیا کہو گے جو خود لندن کے قرب و جوار ہی میں واقع ہوا تھا اور جس کی رپورٹ اخبارات میں بھی شائع ہوئی تھی؟...... وہاں قرب و جوار کے کھیتوں میں ایک تنہا بھیڑیا کئی ہفتے سے لوگوں کو پریشان کر رہا تھا۔ اس علاقے کا پہریدار اس کو ختم کرنے کے لئے بھیجا گیا اس نے بھیڑیئے کو تلاش کر لیا۔ بھیڑیئے نے اس پر حملہ کیا۔ اس نے گولی چلائی اور بھیڑیئے کو مار ڈالا...... لیکن جب وہ اس کی لاش کو اٹھانے کے لئے قریب آیا تو وہ ایک مقامی نوجوان کی لاش تھی۔ اس بد قسمت دیہاتی پولیس کانسٹیبل پر قتل کا مقدمہ چلایا گیا اس نے حلفیہ بیان دیا کہ اس نے ایک بھیڑیئے پر گولی چلائی تھی اور گاؤں کی تمام آبادی اس کی تائید و شہادت دینے آئی کہ مردہ شخص اپنی زندگی میں اکثر دعویٰ کرتا تھا کہ وہ اپنی شکل و صورت بدل سکتا ہے۔"

"پندرھویں صدی کی کہانی ہے یا سولہویں صدی کی؟" جمشید نے کہا "جی نہیں...... یہ واقعہ 15 195ء کا ہے۔"

☆......☆......☆

کچھ دیر تک اقبال جنگ کمرے میں ٹہلتا رہا اور صبر و سکون کے ساتھ جمشید کے سوالات کا جواب دیتا رہا۔ فوق الفطرت قوتیں انسان پر اثر انداز ہو سکتی ہیں اس عقیدہ کو جمشید کے دل میں پیوست کرنے کے لئے وہ تمام ممکن دلائل استعمال کر رہا تھا یہاں تک کہ جب مریم پھر واپس آئی تو اس وقت جمشید کی آنکھوں میں طنز و تمسخر کی وہ چمک باقی نہ رہی تھی جو کہ ایک گھنٹہ قبل نظر آتی تھی۔ اقبال جنگ کی پیش کردہ تصریحات اس قدر واضح اور مؤثر تھیں اور اس کی سنجیدگی و خلوص اس قدر نمایاں تھا کہ جمشید آخر کار اپنا فیصلہ ملتوی کرنے پر مجبور ہو گیا۔ یہی نہیں بلکہ رہ رہ کر اس کے ذہن میں یہ خیال ابھرنے لگا کہ ہو سکتا ہے سلیمان واقعی کسی بہت ہی خطرناک اور زبردست شیطانی طاقت کی زد میں ہو اور آج رات کی تاریکی میں اس طاقت کا مقابلہ کرنے کے لئے ان سب لوگوں کو واقعی اپنی تمامتر طاقت کی ضرورت پڑے۔

اس وقت رات کے آٹھ بجے تھے۔ تاریکی گہری ہوتی جا رہی تھی۔ باغ کے درخت اندھیرے میں چھپ گئے لیکن تاریکی کی آمد پر ان لوگوں کے دلوں میں خوف کی مقدار کچھ زیادہ نہیں ہو گئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کی طویل باہمی گفتگو نے معاملے کی نوعیت کو صاف کر دیا تھا اور ان کے درمیان ایک ایسا جو باہمی گہرا تعلق اور وابستگی موجود تھی۔ اس کو اور زیادہ مضبوط کر دیا تھا میدان جنگ میں سپاہیوں کی طرح وہ مستعد اور چوکنا تھے لیکن جذباتی لحاظ سے کسی قدر دبے ہوئے...... اور ان کو معلوم ہو چکا تھا کہ ان کی کامیابی کی سب سے زیادہ طاقتور امید اسی میں پوشیدہ ہے کہ وہ ایک دوسرے پر قطعی و مکمل بھروسہ اور اعتماد کریں۔

مریم کے اشارے پر وہ ڈائننگ روم میں چلے گئے اور ٹھنڈے کھانے کے سامنے بیٹھ گئے جو کہ
ہی چنا جا چکا تھا۔ دن میں کم کھانے کی وجہ سے ان کا فطری رجحان تو یہی تھا کہ اس کمی کا انتقام لیا جا۔
خوب ڈٹ کر کھایا جائے لیکن اقبال جنگ کی مزید تاکید کے بغیر ہی وہ سب یہ محسوس کر رہے ۔
صورتحال واقعی نازک ہے اور احتیاط کرنا ضروری ہے۔ حد یہ ہے کہ جمشید نے بھی آج دوسری مرتبہ
مچھلی کی طرف سے صبر کر لیا......

جب طعام سے فراغت ہو چکی تو اقبال جنگ نے جمشید کی طرف جھک کر کہا...... "میرا خیال۔
جو تجربات مجھے کرنا ہیں ان کے لئے دار المطالعہ بہترین جگہ ہو گی اور مجھے کچھ چیزوں کی بھی ضر
ہو گی مثلاً تازہ پانی سے بھرا ہوا سب سے بڑا جگ جو تمہارے گھر میں موجود ہو اور کچھ گلاس۔"

"ضرور" جمشید نے کہا اور خدمت گار محمود کی طرف نظر اٹھا کر بولا...... "دیکھو محمود......
صاحب کے حکم کی تعمیل ہونی چاہئے۔"

اور اس کے بعد اس نے صاف صاف اور قطعی ہدایات دینی شروع کیں کہ صبح تک کوئی شخص ک
بھی مقصد کے لئے ان لوگوں کی مصروفیت میں خلل نہ ڈالے۔ آخر میں اس نے محمود کو حکم دیا کہ
کی میز فوراً صاف کر دی جائے۔

ایک مہذب و پُرسکون انداز میں محمود نے اظہار کیا کہ وہ جملہ احکام کو اچھی طرح سمجھ گیا ہے
نے فوراً ماتحت ملازموں کو اشارہ کیا کہ میز صاف کر دی جائے۔ محمود کا چہرہ واقعی اس قدر پُرسکون
ان لوگوں کو ذرا بھی شبہ نہ ہو سکتا تھا کہ اس کے ذہن میں کتنے شک و شبہ کے خیالات گھوم رہے
چنانچہ نصف گھنٹہ بعد ہی محمود جب خانساماں کے کمرے میں پہنچا تو معنی خیز انداز میں آنکھ مٹکا کر بولا
"میرا دل کہتا ہے کہ یہ لوگ بھوتوں کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں کیونکہ وہاں ان کے پا
ٹیلیویژن کا سیٹ ہے ہی نہیں...... اور دیکھو نا...... کھانا کتنے پرہیز سے کھایا ہے...... سگریٹ تک
...... پھر اس نوجوان سلیمان پر غور کرو...... کتنا عجیب سا نظر آتا ہے لیکن روحانی عملیات کرنے و
ایسے ہی ہوتے ہیں۔

جمشید نے سب نوکروں کو پوری رات کے لئے رخصت کر دیا تو یہ لوگ دار المطالعہ میں آ
اقبال جنگ نے جو اس کمرے کو اچھی طرح جانتا تھا ایک بار پھر ایک نئی دلچسپی کے ساتھ اس کا جائ
کمرے میں بہترین پالش کی ہوئی لکڑی کا چمکدار فرش تھا جس پر ادھر ادھر آرام دہ صوفے
بڑی آرام کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ کتابوں کی قطاروں سے سجی ہوئی دیواروں کے دو زاویوں میں
کے لئے دو گلوب لگے ہوئے تھے اور لکھنے کی ایک بہت بڑی بیضوی میز کشادہ فرانسیسی وضع کی
کے سامنے موجود تھی۔ چونکہ یہ بڑا کمرہ عمارت کے پرانے بازو میں تھا اور اردگرد کی سطح سے
پوزیشن نیچی تھی اس لئے یہاں گرمی کے دنوں میں بھی روشنی کم آتی تھی اسی وجہ سے اس کی فضا
اداس اور تاریک نہ رہتی تھی سرما کے زمانے میں دن میں بھی کشادہ آتشدان کے اندر آگ رو
جاتی تھی اور رات کو جب پردے گرا دیئے جاتے تھے اور چھت کے اندر چھپی ہوئی روشنیاں کا

جو کہ جمشید نے خود منگوائی تھیں تو یہ کمرہ ایک نہایت پُرسکون اور آرام دہ مقام بن جاتا تھا
ہوش دماغی تفریحی گپ شپ کے لئے بہترین ماحول پیش کرتا تھا۔

کمرے کا سب سامان ہٹانا پڑے گا...... تمام فرنیچر، پردے اور ہر چیز۔" نواب نے کہا "اور
برش اور ایک بھیگے ہوئے کپڑے کی ضرورت ہو گی فرش صاف کرنے کے لئے"

مرد کمرے سے فرنیچر اٹھا کر ہال میں منتقل کرنے لگے اور مریم جا کر ضروری سامان لے آئی۔
منٹ تک ان لوگوں نے خاموشی اور تندہی سے کام کیا اور اس بڑے دار المطالعہ میں کتابوں کی
کے علاوہ کوئی سامان باقی نہ رہا۔

کا عملہ بہت ہی محنتی ہے۔" اقبال جنگ نے مسکرا کر مریم سے کہا۔ اس کا اشارہ جمشید اور
کی طرف تھا۔ مجھے آپ کے عملہ کی کارکردگی پر شک و شبہ نہیں لیکن معاف کیجئے میں چاہتا ہوں
کمرہ مکمل طریقے پر صاف کیا جائے...... خصوصاً فرش...... کیونکہ گرد و غبار کا معمولی سا ذرہ بھی
قوتوں کے لئے کارآمد ثابت ہو سکتا ہے اور وہ اس ذرے میں جذب ہو کر کوئی مادی خوفناک شکل
سکتی ہیں۔ "براہِ کرم آپ...... شہزادی صاحبہ!...... اس ضروری کام کی نگرانی فرمائیں۔ میں اس
جا کر سرائے کو پھر ٹیلیفون کرتا ہوں کہ اسد وہاں واپس آیا یا نہیں۔"

بہتر...... نواب صاحب......" مریم نے کہا اور جمشید اور سلیمان کی امداد سے وہ کمرے کو صاف
فرش کو پونچھنے اور چمکانے میں لگ گئی۔ یہاں تک کہ جب اقبال جنگ واپس آیا تو فرش اس قدر
کہ اس پر رکھ کر کھانا کھایا جا سکتا تھا۔

اسد کی کوئی خبر نہیں ملی...... بڑی بدقسمتی ہے یہ۔" اقبال جنگ نے شکن آلود پیشانی کے ساتھ کہا
مجھے ٹیلیفون کا سلسلہ کاٹنا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ٹیلیفون پر کوئی پیغام سن کر محمود کو وہ اتنا اہم
کہ وہ ہدایات کی خلاف ورزی کرنا ضروری سمجھ لے۔ بہتر یہ ہے کہ اس کے بعد ہم اوپر کی منزل
جائیں اور کپڑے تبدیل کر لیں۔

کس طرح کا لباس پہننا ہو گا؟" جمشید نے پوچھا۔

صرف پاجامے اور قمیضیں...... تمہارے پاس ان کا کافی ذخیرہ ہو گا...... بات یہ ہے کہ آج رات ہم
کسی کو بھی کوئی ایسا کپڑا نہ پہننا چاہئے جس پر ہلکے سے ہلکا بھی کوئی میل کا اثر ہو...... انسانی جسم کا
گندگی لازمی طور پر لباس میں لگ جاتی ہے خواہ وہ چند گھنٹے ہی کیوں نہ پہنا گیا ہو...... اور شیطانی
ہمارے کے لئے ایسی ہی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔"

سردی کے مارے دیوالیہ نہ نکل جائے گا؟" سلیمان نے منہ بنا کر کہا۔

تمہارے واسطے شکاری جرابوں اور ایک اوور کوٹ کا انتظام کر دوں گا۔" جمشید بولا۔

نہیں......" اقبال جنگ نے اعتراض کیا "جرابوں میں تو کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ تازہ دھلی
ہوئی ہوں اور کوٹ بالکل غلط ہے۔ اسی طرح ڈریسنگ گاؤن...... یا جوتے بھی پہننے سے پرہیز کرنا
کوئی وجہ نہیں کہ خود کو گرم رکھنے کے لئے ہم لوگ پاجامہ اور قمیض کے نیچے جمشید میاں سے

لے کر ایک ایک جوڑی اونی بنیان اور جانگیہ نہ پہن لیں ضروری بات یہ ہے کہ ہر چیز انتہائی صاف ستھری ہونی چاہیئے۔"

یہ سب بالائی منزل پر چلے گئے۔ مرد جمشید کے ڈریسنگ روم میں جمع ہو گئے جہاں انہوں نے اس کے لباس کی الماریوں پر ڈاکہ ڈالنا شروع کر دیا۔ مریم کچھ دیر بعد وہاں آئی۔ وہ اپنے تازہ گلابی رنگ کے ریشمی پاجامے اور قمیض میں بہت ہی حسین نظر آ رہی تھی۔ اس نے پاجامے کے پائینچے ریشمی موزوں میں لگا رکھے تھے۔

"اچھا اب دوسرے سامان کا انتظام کیا جائے۔" اقبال جنگ بولا "تکیئے تو بیکار ہیں کیونکہ ان میں کہیں نہ کہیں ضرور میل لگا ہو گا۔ لیکن مجھے سخت فرش سے ڈر لگ رہا ہے۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں چادریں اکٹھا کر لی جائیں۔ دھلے ہوئے صاف بڑے تولئے...... اور صاف اونی چادریں ...... اس طرح ہمارے بیٹھنے کے لئے اچھے خاصے گدے بن جائیں گے۔"

دار المطالعہ میں دوبارہ آ کر انہوں نے یہ سب سامان رکھ دیا۔ اقبال جنگ نے اپنا سوٹ کیس کھولا اس میں سے چاک کا ایک ٹکڑا...... ایک ڈوری اور ایک فٹ رول نکالا۔ کمرے کے وسط میں ایک نشان لگا کر اس نے مریم سے کہا کہ ڈوری کا ایک سرا اس نشان پر رکھ کر پکڑے رہے۔ نشان سے لے کر اس نے ٹھیک سات فٹ کا فاصلہ ناپا اور اس کے بعد اس نشان کو مرکز مان کر سات فٹ لمبی ڈوری سے اس نے فرش پر چاک کی مدد سے ایک دائرہ بنایا۔

اس کے بعد ڈوری کی لمبائی کچھ اور زیادہ کی گئی اور ایک بیرونی دائرہ بنایا گیا اور اب اس کام کا سب سے زیادہ مشکل حصّہ شروع ہوا۔ کام یہ تھا کہ ایک پانچ گوشہ والا ستارہ اس طرح بنانا تھا کہ ہر پہلو کی نوک بیرونی دائرے کو چھوتی رہے اور نیچے کا حصہ اندرونی دائرے پر قائم رہے۔ اقبال جنگ نے بتایا کہ یہ ایک طرح کا قلعہ ہے...... ایک حصار ہے اگر اس کو اقلیدس کے مطابق بالکل ٹھیک ٹھاک بنایا جائے تو یہ حفاظت کے لئے انتہائی مضبوط ثابت ہو سکتا ہے لیکن اگر اس کے زاویوں میں کوئی نمایاں فرق پیدا ہو مرکز سے لے کر ستارہ کی ہر ایک نوک کا فاصلہ برابر نہ ہوا اور قدرے کچھ زیادہ یا کم ہو گیا تو یہ ستارہ حصار نہ صرف بیکار ہی ثابت ہو گا بلکہ خطرناک بھی۔

نصف گھنٹے تک یہ لوگ ڈوری، فٹ رول اور چاک کی مدد سے پیمائش کرتے اور جانچ پڑتال کرتے رہے۔ اس کام میں جمشید کارآمد ثابت ہوا کیونکہ وہ زندگی بھر نقشہ بنانے اور خاکے تیار کرنے میں ... تھا اور فن تعمیر کا اسے بہت شوق تھا آخر کار کئی کئی بار مٹانے اور پھر بنانے کے بعد چاک کی موٹی لکیریں اقبال جنگ کے اطمینان کے مطابق تیار ہو گئیں اور ان لکیروں سے مل کر پانچ گوشوں والا ستارہ بن گیا جس کے اندر ان لوگوں کو اس وقت تک مقید رہنا تھا جب تک تاریکی غائب نہیں ہو جاتی۔

اس کے بعد اقبال جنگ نے چاک سے اندرونی دائرے کی لکیر کے چاروں طرف مناسب جگہ چھوڑ کر نہ جانے کن کن زبانوں میں اور نہ جانے کیا کیا الفاظ لکھ ڈالے اور ہر دو لفظوں کے درمیان گوشوں والے نشانات بنائے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ الفاظ مختلف زبانوں میں خدا کے مقدس

... کے نام وغیرہ تھے۔ پھر ایک پرانی سی کتاب کو دیکھ کر جو کہ وہ اپنے ساتھ لایا تھا اس نے ستارے کے ہر ایک کونے پر کچھ عجیب قسم کے قدیم نشانات بنائے۔

سلیمان نے جس کو حال ہی میں اس طرح کے ستاروں اور دائروں کا کچھ تجربہ ہو چکا تھا اور الفاظ اور نشانات میں سے دس کو پہچان لیا جو قدیم روحانی کتابوں میں دی ہوئی مخصوص روحانی علامات تھیں لیکن ان کے علاوہ اور بھی نقوش تھے جن کا تعلق قدیم مصر سے تھا۔ قدیم آریائی طرز تحریر میں تھیں۔ ان کو سلیمان بالکل نہیں سمجھ سکتا تھا۔

آسمانی گھاس اور نیلے موم کے ذریعے اقبال جنگ نے سب کھڑکیاں، ہال کی طرف کا دروازہ اور وہ دروازہ جو کتابوں کی الماریوں کے اندر پوشیدہ تھا اور اوپر نرسری کی طرف جانے والے زینے پر واقع تھا بند کر دیا۔ ہر ایک کے دونوں پہلوؤں پر اور اوپر نیچے مہریں لگا دیں اور ہر ایک مہر پر طلسمی پانی میں انگلی ڈال کر چاند کا نشان بنا دیا۔

اس کے بعد اس نے سب لوگوں کو حکم دیا کہ حصار کے اندر چلے جائیں۔ اس نے خود دروازے کے قریب جا کر بجلی کے سوئچ بورڈ کا معائنہ کیا اور یہ اطمینان کر لیا کہ کمرے کا ہر ایک قمقمہ روشن تھا۔ پھر اس نے آتشدان کے پاس جا کر لٹھوں کا ایک ڈھیر لگا دیا تاکہ آگ رات بھر روشن رہے اور اس میں دوبارہ ایندھن لگانے کے لئے ان لوگوں کو حصار میں سے باہر نہ نکلنا پڑے۔ اس کے بعد وہ خود بھی حصار کے اندر اپنے دوستوں کے پاس آ گیا جو کہ چادروں وغیرہ کو بچھا کر اچھا خاصا گدا بنانے کے بعد اس پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے چاندی کے پانچ چھوٹے چھوٹے پیالے نکالے۔ ان کو طلسمی پانی سے دو تہائی بھر دیا۔ اور ہر ایک پیالے کو ستارے کے ایک پہلو میں رکھ دیا۔

اس کے بعد اس نے پانچ لمبی سفید شمعیں نکالیں۔ یہ شمعیں ایسی تھیں جیسی قدیم زمانے میں بڑی بڑی عبادت گاہوں میں روشن کی جاتی تھیں۔ ایک بہت ہی پرانی قسم کے چقماق سے اس نے شمعوں کو روشن کیا اور ان میں سے ہر ایک کو پانچ پہلو والے ستارہ کی ہر ایک نوک پر جما کر رکھ دیا ان کے پیچھے اس نے لوہے کے پانچ بالکل نئے چاند رکھ لئے جو کہ جمشید نے گاؤں میں تیار کر کے منگائے تھے۔ یہ چاند اس طرح رکھے گئے کہ ان کے قریب اس نے کچھ اور چیزیں بھی رکھیں جن کی نوعیت کو سمجھنا دشوار تھا۔

بیرونی حد بندیوں کے لئے جب یہ تمام پیچیدہ ترکیبیں آخر کار مکمل ہو گئیں تو اقبال جنگ نے اپنی اور اپنے دوستوں کی انفرادی حفاظت کی طرف توجہ دی۔ لہسن کے پھولوں کے چار بڑے ہار بنائے گئے اور ہر شخص نے ایک ہار اپنے گلے میں پہن لیا۔ تسبیحیں جن میں چھوٹے چھوٹے زریں چاند آویزاں تھے ان میں تقسیم کی گئیں۔ کچھ تعویذ بھی جو ہرن کی کھال میں ملفوف تھے اور نیلے کپڑے کی پٹیوں میں لپٹے ہوئے تھے ہر ایک کے بازو پر باندھ دیئے گئے اور نمک اور پارہ کی بھری ہوئی شیشیاں ہر ایک کو دی گئیں۔ آسمانی گھاس کے لمبے ٹکڑے پھر سلیمان کی کلائیوں اور ٹخنوں پر باندھے گئے اور اس کو سب کے درمیان میں جگہ دی گئی اور اس کا منہ شمال کی سمت رکھا گیا۔ اس کے بعد نواب نے ہر ایک کے مخصوص مقامات کو مہر بند کرنے کی آخری رسم ادا کی۔

اس تمام کارروائی کا جمشید پر ذرا بھی اثر نہ ہوا تھا۔ واقعہ تو یہ ہے کہ اس سے اس کا ابتدائی شک وشبہ اور بداعتقادی کا احساس پھر تازہ ہو گیا تھا۔ اس کا ذاتی خیال یہ نہ تھا کہ بلیک میل کرنے والا کوئی مجرموں کا گروہ سلیمان اور اقبال جنگ کو چکر دے رہا تھا اور اس لئے بالائی منزل سے اتر کر نیچے آنے سے پہلے جمشید نے گولیوں سے بھرا ہوا ایک ریوالور اپنے پاجامے کی ایک اندرونی جیب میں چھپا لیا تھا۔ اقبال جنگ کی اس تاکید کا احترام کرتے ہوئے کہ کوئی بھی میلی چیز حصار کے اندر نہ لانی چاہئے جمشید نے نصف پس و پیش کے ساتھ ریوالور کو اسپرٹ میں ڈبو کر صاف کر لیا تھا لیکن اگر طومان اتنا احمق تھا کہ رات کو مکان میں داخل ہو کر کوئی الٹی سیدھی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتا تھا تو جمشید بھی بلا پس و پیش اپنے ریوالور کو استعمال کرنے کا تہیہ کر چکا تھا۔

کچھ دیر سکوت کے بعد اس نے سکون و خوش طبعی سے چاروں طرف اپنے ساتھیوں پر نظر ڈالی اور بولا۔

"اچھا صاحب اب یہ کام تو ختم ہو گیا...... پھر اب اور کیا کرنا چاہئے؟"

"یہاں حصار کے اندر کافی جگہ ہے۔" اقبال جنگ نے کہا "اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ ہم آرام سے لیٹ نہ جائیں۔ ہمارے پاؤں دائرے کی طرف لکیر کی طرف ہونے چاہئیں اور ہمیں تھوڑی سی نیند بھی لینا چاہئے لیکن ایسا کرنے سے پہلے میں تم لوگوں کو کچھ خاص ہدایات دینا چاہتا ہوں۔"

"مجھے تو زندگی میں آج سے کم نیند کبھی محسوس نہیں ہوئی۔" سلیمان بولا۔

"میری بھی ایسی ہی حالت ہے۔" جمشید نے کہا "ابھی رات بھی زیادہ نہیں ہوئی ہے اور اگر مریم یہاں موجود نہ ہوتی تو میں آپ لوگوں کی تفریح کے لئے کچھ مزیدار کہانیاں سناتا۔"

"میری پروا نہ کیجئے جناب" مریم بولی "اگر آپ کی یہ بات درست ہی مان لی جائے کہ میں ایک فرشتوں جیسا چہرہ رکھتی ہوں تب بھی بہر حال ایک انسان ہی ہوں۔"

"نہیں!" اس نے اپنا سر زور سے ہلایا "نہ جانے کیوں جب تم میرے پاس ہوتی ہو تو مجھے ان کہانیوں میں ذرا بھی مزا نہیں آتا یہی وجہ ہے کہ میں تمہیں کوئی کہانی نہیں سناتا۔ ان کہانیوں کا مزا تو اسی وقت ہے جب مجھ جیسے بے فکرے ایک میز کے گرد بیٹھے ہوں اور شراب نہیں تو قہوہ یا چائے کا دور چل رہا ہو اور سگریٹوں کے دھوئیں کی گھٹائیں چھا رہی ہوں...... بھئی خدا کی قسم اس وقت تو سگریٹ کے ایک پیکٹ کے لئے روح تڑپ رہی ہے۔"

"افیم کی گولی زیادہ مناسب رہے گی۔" مریم نے طنزیہ کہا "واقعہ یہ ہے کہ اگر سلیمان اور نواب صاحب آپ سے اتنی اچھی طرح واقف نہ ہوتے تو آپ کھانے پینے، سگریٹ اور شراب نہ جانے کس کس چیز کے لئے جس انداز میں اپنے عشق کا اظہار فرماتے ہیں اس کو دیکھ کر یہی سمجھتے کہ آپ ایک گئے گزرے انسان ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ ایک ہیرا ہیں...... ہیرا!...... خواہ ناتراشیدہ ہی سہی!"

"مذاق تو تم اچھا خاصا کر لیتی ہو مریم۔"

جمشید بولا۔ "یہ بات مجھے آج ہی معلوم ہوئی۔ بہر حال برا نہ مانو تو ایک پرائیویٹ بات سب کے سامنے کہہ دوں۔"

"حوصلہ نکال لیجئے......"

"بات یہ ہے کہ جس شخص کو تم اپنی محبت کے جال میں پھانس لو وہ دنیا بھر سے گیا گزرا نہ ہو جائے خودکشی کر لے......؟"

"لیکن میں تو آپ کو ہیرا سمجھتی ہوں۔" وہ مسکرائی۔

"ہیرا بے چارہ ایک پھول کے سامنے کیا حقیقت رکھتا ہے کیا یہ مصرعہ نہیں سنا ~

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر

"لیکن دوسرا مصرعہ بھی تو کہئے ~

مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر

"دیکھا تم نے؟" جمشید بولا۔ "سگریٹ میں کتنا بڑا جادو ہے کہ اس کا نام آتے ہی مصرعے ڈھلنے لگے......"

"پھر وہی سگریٹ؟"

"آئی ایم ویری سوری!" جمشید بولا "بات یہ ہے کہ دن بھر سگریٹ کی خوشبو بھی سونگھنے کو نہیں ملی لیکن چھوڑو اس تذکرہ کو...... لیکن سوال یہ ہے کہ اب اور بات چیت ہی کیا کی جائے......؟ ہاں نواب صاحب......؟ اور کچھ نہیں تو اس طلسمی عجوبے کے متعلق ہی کچھ تفصیل بتائیے جو کہ اس تمام ڈرامے کا مرکز بنا ہوا ہے۔ میرا خیال ہے کہ آج رات آخری ہدایت دینے سے پہلے اسی چیز پر کچھ روشنی ڈالئے۔"

"آئی لیس اور اوسیر لیس کی کہانی تم جانتے ہو؟" نواب نے دریافت کیا۔

"ہاں......" "مگر مبہم طور پر جمشید نے جواب دیا۔ "یہ ایک قدیم مذہبی روایت ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ اوسیر لیس ایک آسمانی بادشاہ تھا اور آئی لیس اس کی آسمانی ملکہ...... وہ انسانی شکل و صورت میں زمین پر آئے اور اہل مصر کو وہ تمام علوم و فنون سکھائے جو ان کو حاصل تھے...... یہی کہانی ہے نا......؟ وہی پرانی باتیں کہ ایک خوبصورت دیوتا ایک غیر مہذب قوم میں نازل ہوا اور زراعت، تعمیر اور عدل و انصاف کے متعلق تمام قسم کے جدید خیالات و نظریات ان کو عطا کئے یا مختصر یوں کہئے کہ تہذیب کا سبق ان کو دیا۔"

اقبال جنگ نے سر کے اشارے سے تائید کی۔

"ہاں یہی بات......" وہ بولا۔ "لیکن میرا مقصد یہ تھا کہ اوسیر لیس کی موت کیسے واقع ہوئی؟"

"شاید اس کو قتل کیا گیا تھا؟" سلیمان بولا۔ "لیکن میں تفصیل کچھ بھول رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" اقبال جنگ نے کہا۔ "اس واقعہ کی تفصیلات جو ہزاروں سال سے گزرتی ہوئی ہم تک پہنچی ہیں اس طرح ہیں...... جیسا کہ جمشید میاں نے کہا ہے کہ اوسیر لیس ایک خوبصورت انسان تھا۔ وہ مصری نسل سے نہ تھا لیکن وہ مصر کا بادشاہ ہو گیا اور بے حد فہم و فراست کے ساتھ حکومت کرتے ہوئے اس نے اہل مصر کو بہت سی برکات عطا کیں لیکن اس کا ایک بھائی تھا جس کا نام

سامری تھا.......... اور یہاں ایک بار پھر ہم کو کائنات کی وہی دو بنیادی چیزیں نظر آتی ہیں یعنی نیکی اور بدی یا روشنی اور تاریکی...... کیونکہ اوسیر لیس اگر ایک نیک نہاد دیوتا تھا تو سامری ایک شیطان صفت جادوگر.......... اوسیر لیس اگر حسین اور صبیح رنگ تھا تو سامری سیاہ فام.......... اس میں شک نہیں کہ اس کہانی میں رفتہ رفتہ بہت کچھ مبالغے اور خلاف عقل باتیں بعد میں لوگوں نے شامل کر دی ہیں لیکن اگر ان تمام باتوں کو نظر انداز کر کے دیکھا جائے تو اس کہانی میں ایک انسانی ٹریجڈی کے تمام لوازمات موجود نظر آتے ہیں اور یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ کہانی محض انسانی دماغ کی پیداوار نہیں بلکہ واقعی اوسیر لیس اور اس کی ملکہ آئی لیس اور سامری زندہ انسانوں کی شکل میں موجود تھے اور اہرام مصر کی تعمیر سے بھی بہت پہلے وادیٔ نیل میں ایک شاہی خاندان کے افراد کی حیثیت سے زندگی کے اسٹیج پر ایک المناک ڈرامہ کھیل رہے تھے۔

"اب بھی جب کبھی میں یونانی کلاسیکل ادب میں اس کہانی کو پڑھتا ہوں تو مجھے یہ محسوس کر کے حیرت ہوتی ہے کہ بے شمار نسلیں گزر جانے کے بعد بھی خاص طور پر سامری اب تک کس قدر نمایاں طور پر ایک زندہ اور حقیقی مخلوق محسوس ہوتا ہے۔ سترہویں بلکہ اٹھارویں صدی میں بھی لکھے ہوئے ڈراموں کے کرداروں کو چھوڑ کر آج ہماری نظروں میں نامانوس اجنبی اور غیر حقیقی معلوم ہوتے ہیں.......... لیکن سامری ان سے ہزاروں سال زیادہ پرانا ہونے کے باوجود بھی ہمیں ایک زندہ اور حقیقی کردار نظر آتا ہے۔ زمانے کے انقلابات اس میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکے۔ وہ آج بھی ہم کو ہمارے زمانے کا ہی ایک دلکش مگر ضمیر فروش بدمعاش انسان محسوس ہوتا ہے جو اگر ایک دن ہم کو اپنی فیاضانہ مہمان نوازی اور دلکش خوش کلامی سے محظوظ کرنے پر تیار ہو تو دوسرے ہی دن ذرا سے بھی پس و پیش کے بغیر اچانک سڑک پر حملہ کر کے ہمیں ہلاک بھی کر سکتا ہو!"

"وہ دراز قامت.......... دبلا پتلا اور سیاہ فام ہونے کے باوجود ایک وجیہہ انسان تھا.......... کھیل کود کے میدان میں ایک بہت عمدہ کھلاڑی.......... ایک بہت بڑا شکاری.......... لیکن پھر بھی ایک شائستہ اور مسرور کن شخصیت کا مالک اور ایک بہت ہی دلچسپ ساتھی جو یہ جانتا تھا کہ شراب پینے کے باوجود خوش اطوار اور خوش طبعی کو کیسے قائم رکھا جا سکتا ہے۔ وہ اس قسم کا انسان تھا جس کی غلطیوں کو مرد صرف اس لئے معاف کرنے کو تیار رہتے ہیں کہ اس کی شخصیت دلکش ہے اور جس کی خباثت کو دیکھ کر عورتیں محض یہ کہہ کر اپنے دل کو جھوٹی تسکین دے لیتی ہیں کہ یہ خباثت و کمینہ پن نہیں بلکہ صرف لاابالی پن ہے.......... اور اس طرح اس سیاہ فام مگر دلکش نوجوان کی تقریباً ایک ہی نظر پر اپنا سب کچھ نچھاور کر دیتی ہیں۔

سامری عمر میں اوسیر لیس سے چھوٹا تھا اور اوسیر لیس کے اقتدار پر حسد کرتا تھا اس پر طرہ یہ کہ وہ اپنے بھائی کی شریک حیات آئی لیس پر فریفتہ ہو گیا۔ اس طرح یہ انسانی شکست کی وہی پرانی کہانی ہے جو دنیا کے ادب میں ہر جگہ نظر آتی ہے لیکن غالباً یہ اس طرح کی سب سے پرانی کہانی ہے کیونکہ ادبیات عالم میں جتنی بھی کہانیاں اس مسئلہ پر لکھی گئی ہیں وہ سب اسی کا عکس ہیں۔ بہر حال سامری اپنا مقصد

حاصل کرنے کیلئے تیار ہو گیا اس نے بادشاہ کو قتل کرنے اور اس کی ملکہ اور حکومت کو حاصل کرنے کے لئے ایک منصوبہ تیار کیا۔

"اس مقصد کے حصول میں سامری کے سامنے دو بڑی مشکلات تھیں۔ اول یہ کہ وہ اپنے جادو کی طاقت سے کام نہیں لے سکتا تھا کیونکہ فطری لحاظ سے اوسیر لیس ایک آسمانی دیوتا کی خصوصیت و قوت کا مالک تھا اگرچہ اب وہ ایک انسانی شکل میں تھا لیکن پھر بھی سامری کا جادو اسے متاثر نہ کر سکتا تھا اس سلسلے میں جادو سے کہیں زیادہ جو حربہ سامری کیلئے مفید ثابت ہو سکتا تھا وہ انسانی چالاکی اور مکاری تھی.......... لیکن دوسری مشکل یہ تھی کہ سامری کو اپنی چالاکی اور مکاری سے کام لے کر بھی اوسیر لیس کو اعلانیہ ہلاک کرنا آسان نہ تھا کیونکہ شاہ اوسیر لیس کے ارد گرد ہمیشہ ہی اس کے بوڑھے اور تجربہ کار سردار جمع رہتے تھے جو اس سے محبت کرتے تھے جانتے تھے کہ یہ شاہ اوسیر لیس کی ہی قوت و دانش کا کرشمہ ہے کہ ملک میں امن قائم ہے اور خوش حالی کا دور دورہ ہے۔ سامری کو معلوم تھا کہ یہ لوگ بادشاہ کی ہستی کو بچانے کیلئے اپنی جانوں کی بازی لگا دیں گے.......... اس کے علاوہ سامری کے سامنے ایک اور مسئلہ بھی تھا.......... اوسیر لیس اپنی فطرت کے لحاظ سے ایک دیوتا تھا اور اگر یہ بھی کسی طرح ممکن ہوتا کہ سامری کسی طرح اپنی چالاکی سے اس کو بھگا کر ایسے مقام پر تنہا لے جائے جہاں پوشیدہ طور پر اس کو ہلاک کر سکے تو تب بھی وہ دیوتا کا خون کا ایک بھی قطرہ زمین پر گرانے کی ہمت نہ کر سکتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ مقدس خون کا ایک ہی قطرہ اس کو تباہ و برباد کر دے گا۔

"ان تمام مشکلات پر غور کرنے کے بعد سامری نے قتل کا ایک بے حد چالاک منصوبہ تیار کیا۔ آپ سب لوگ جانتے ہیں کہ مصر کے لوگ اس موجودہ زندگی کو محض ایک ہنگامی وقفہ سمجھتے تھے۔ اس چھوٹی اور ابتدائی عمر سے ہی جبکہ ان کے دماغ میں سوچنے کی صلاحیت پیدا ہوئی تھی ان کے تمام خیالات زیادہ تر آنے والی دوسری زندگی پر مرکوز ہو جاتے تھے۔ ان میں بہت سے ایسے تھے جو اپنے واسطے ایک شاندار مقبرہ تعمیر کرنے میں اپنی تمام دولت صرف کر دیتے تھے۔ جب کبھی کوئی بہت بڑی ضیافت ہوتی تھی اور غلاموں کی مقررہ جماعت دستر خوان پر انواع و اقسام کے کھانے چننے میں مصروف ہوتی تھی تو ساقیوں میں سب سے بڑا ساقی اپنے ہاتھ میں تابوت کا ایک چھوٹا سا نمونہ لے کر آتا تھا جس میں انسانی ڈھانچہ کا ایک چھوٹا سا نمونہ رکھا ہوا ہوتا تھا اور وہ اس تابوت کو تمام مہمانوں کو دکھاتا ہوا گزر جاتا تھا صرف یہ یاد دلانے کیلئے کہ موت بالکل قریب ہے اور شاید زندگی کے اگلے موڑ پر ہی کسی گوشے میں ان کا انتظار کر رہی ہو!

"ایک شیطانی چالاکی کے ساتھ سامری نے اپنے بھائی کو پھانسنے کیلئے اہل مصر کے اس قومی شغف سے فائدہ اٹھایا جو کہ ان کی اپنی موت اور شاندار تدفین کے متعلق تھا۔ سب سے پہلے اس نے بڑی مکاری اور چالبازی سے شاہ اوسیر لیس کے جسم کی پوری پیمائش حاصل کر لی۔ اس کے بعد اس نے ایک انتہائی خوبصورت تابوت تیار کرایا جو بے مثال تھا اور انسانی آنکھوں نے ایسا حسین تابوت کبھی پہلے نہ دیکھا تھا.......... مضبوط اور خوشبودار لکڑی کا بڑا اور بھاری صندوق تھا جس کے اوپر ان بیالیس آسمانی

محاسبوں کی تصویریں بنائی گئی تھیں جو کہ مردہ لوگوں کے اعمال کا محاسبہ لیتے ہیں اور دیوتاؤں کی عدالت میں "جیوری" کا کام کرتے ہیں اس کے علاوہ تابوت پر سیاہ اور سرخ رنگ کے بے حد باریک اور مہین حروف بھی نظر آتے تھے یہ وہ مقدس حروف مانے جاتے تھے جو کہ ہر قسم کے سفلی جادو سے حفاظت کرتے تھے۔ مختصر یہ کہ قدیم مصری عقائد کے مطابق ایک مردہ کیلئے جو چیزیں انتہائی ضروری و مفید تصور کی جاتی تھیں وہ سب اس تابوت کے پہلوؤں پر بے حد نفاست و حسن کے ساتھ بنائی گئی تھیں۔

"جیسے ہی یہ حیرت انگیز تابوت مکمل ہو گیا سامری نے ایک بہت شاندار ضیافت کا اہتمام کیا وہ اس ضیافت میں اوسیر لیس کو پھانس چکا تھا۔

ضیافت کی رات کو اس نے تابوت کو پہلو کے ایک چھوٹے کمرے میں رکھ دیا جس کے درمیان سے ہر ایک مہمان کو اپنی آمد کے وقت گزرنا پڑتا تھا۔

"تصور کیجئے کہ تابوت کو دیکھ کر ان لوگوں کی کیا حالت ہوئی ہو گی.........! فرطِ رشک سے وہ بے قابو سے ہو گئے اور تابوت کی ساخت کی نفاست اور نقوش کی فنکارانہ دلکشی کے قصیدے شروع کر دیئے۔ شاہ اوسیر لیس بھی اس تعریف میں کسی سے پیچھے نہ تھا۔

"انہوں نے کھانا کھایا......... خوب زوروں سے شراب پی......... مصری رقاصہ لڑکیوں کا رقص دیکھا......... اور اپنے زمانے کے بہترین موسیقاروں سے گانا سنا......... اس کے بعد اپنے مہمانوں کی مدارات کے آخری پروگرام کے طور پر سامری کھڑا ہو گیا اور اعلان کیا۔

"آپ حضرات نے وہ تابوت دیکھا ہے جو پہلو کے چھوٹے کمرے میں رکھا ہوا ہے......... میری خواہش ہے کہ آپ میں سے کسی ایک صاحب کو یہ تابوت بطور تحفہ پیش کروں......... تابوت جس کے جسم کے مطابق ثابت ہو وہ خوشی سے اس کو اپنے ساتھ لے جا سکتا ہے۔"

"تصور کیجئے اس اعلان کا کیا اثر ہوا ہو گا.........! عجلت سے لڑکھڑاتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھے......... رقاصہ لڑکیوں کو ایک طرف دھکیلتے ہوئے......... کہنیوں سے اپنا راستہ بناتے ہوئے وہ پہلو کے کمرے کی طرف بڑھے۔ ہر ایک کے دل میں یہی آرزو بے تاب تھی کہ تابوت اس کی ہی جسامت کے مطابق ثابت ہو!

"ایک ایک کر کے وہ اندر گئے اور تابوت میں لیٹ کر دیکھا لیکن ان میں سے کسی کے مطابق بھی تابوت ثابت نہ ہو سکا اور کچھ نہ کچھ فرق ضرور باقی رہا تب سامری اوسیر لیس کو لے کر کمرے میں گیا اور حسین تابوت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہنس کر بولا۔

"بھائی صاحب.........! آپ بھی کیوں اس کو آزما کر نہیں دیکھتے.........! یہ تابوت ایک بادشاہ کے شایانِ شان ہے۔ آپ دو سرزمینوں کے حکمران ہیں......... بالائی وادیٔ نیل......... اور زیریں وادیٔ نیل......... لیکن یہ تابوت بھی آپ جیسا بادشاہ ہی چاہتا ہے۔"

"ایک مسکراہٹ کے ساتھ اوسیر لیس اس شاہکار تابوت میں لیٹ گیا......... اور تابوت بالکل

ن کے جسم کے مطابق ثابت ہوا......... کسی جگہ بھی بال برابر فرق تک نہ تھا.........

"جیسے ہی اوسیر لیس تابوت میں پہنچا چند خاص نوجوان سردار جو سازش میں شریک تھے اور اس راز ے واقف تھے وہ تابوت کا بھاری ڈھکنا جھپٹتے ہوئے آئے۔ دیوانہ وار عجلت کے ساتھ انہوں نے ھکنے کو میخوں سے جڑ دیا اور اس پر پگھلا ہوا سیسہ انڈیل دیا اس طرح اوسیر لیس کو تابوت میں بند ر دیا گیا ممکن ہے ایک آدھ گھنٹہ وہ نزع کے عالم میں زندہ رہا ہو لیکن آخر کار وہ سانس گھٹ کر مر گیا۔

"اس طرح سامری اپنے بھائی کے خون کا ایک قطرہ بھی گرائے بغیر اس کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہو گیا اس کے بعد وہ اور اس کے نوجوان بدمعاش ساتھی اپنے رتھوں کی طرف دوڑ پڑے......... تیزی کے ساتھ شاہی محل میں پہنچے اور سلطنت پر قبضہ کر لیا۔

"لیکن آئی لیس کو اس خطرہ کی بروقت خبر لگ گئی تھی.........وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی۔

"تابوت کو اسی حالت میں چھوڑ دیا گیا تھا اور مردہ اوسیر لیس اس میں بند تھا آپ لوگ جانتے ہیں کہ مردوں کی پرستش قدیم مصری مذہب کا ایک اہم حصہ تھی۔ سامری کے نئے اقتدار کے لئے یہ ضروری تھا کہ اوسیر لیس کی لاش کو جلد از جلد ٹھکانے لگا دیا جائے ورنہ یہ یقینی بات تھی کہ اگر مذہبی علماء کے ہاتھ یہ لاش لگ گئی تو وہ شاہانہ تزک و احتشام کے ساتھ اس کو دفن کریں گے اور مردہ بادشاہ کی یادگار میں ایک عظیم الشان مقبرہ تعمیر کریں گے جو کہ سلطنت کے بہترین عناصر کیلئے ایک مرکزِ اتحاد بن جائے گا اور وہاں جمع ہو کر قاتل کے خلاف ایک سخت محاذ قائم کر سکیں گے۔"

"لہٰذا اگلی ہی صبح کو جیسے ہی سامری اپنے مکان واپس پہنچا اس نے تابوت کو دریائے نیل میں ڈلوا دیا......... لیکن فرار شدہ ملکہ آئی لیس نے تابوت کو حاصل کر لیا۔

اس کے بعد وہ دریائے نیل کے ڈیلٹا میں پیپرس گھاس سے ڈھکی ہوئی دلدلوں کی طرف بھاگ گئی اور اوسیر لیس کی لاش اور تابوت کو اپنے ساتھ ہی لے گئی کیونکہ مناسب تجہیز و تکفین کا وقت نہ تھا۔

"جب سامری کو اپنے جادو کے ذریعہ معلوم ہوا کہ کیا ہوا ہے تو اس نے قسم کھائی کہ آئی لیس کو ڈھونڈ نکالے گا اور اس کو ہلاک کر ڈالے گا اور اوسیر لیس کی لاش کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دے گا۔

"اس جگہ ایک بار پھر اس کہانی میں واقعات کی وہ عجیب جھلک نظر آتی ہے کہ ہزاروں سال قدیم ہونے کے باوجود یہ واقعات ایسے نظر آتے ہیں گویا یہ کل ہی کی بات ہے۔

"کہانی میں چند فقروں میں بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح سامری مہینوں تک آئی لیس کو تلاش کرتا رہا لیکن بیکار......... اس کے بعد ایک رات کا جو منظر بیان کیا گیا ہے وہ اس طرح ہے......... رات کا وقت ہے۔ ملکہ آئی لیس جو کہ ایک بے کس و بدحال پناہ گزین کی حیثیت رکھتی ہے۔ بالکل تنہا و بے یار و مددگار ہے۔ وہ ریگستان میں کھجوروں کے ایک کنج میں بیٹھی ہوئی ہے۔ اس کے شوہر کی لاش جس پر درست طریقہ پر مسالہ لگا دیا گیا ہے اس کے قریب ہی تابوت میں موجود ہے۔

"یکایک دور سے ایک گڑگڑاہٹ کی سی آواز رات کی خاموشی کو توڑتی ہوئی آتی ہے اور آئی لیس اپنی ... محویت سے چونک پڑتی ہے۔ آواز تیز سے تیز تر ہوتی جاتی ہے اور سواروں کی ایک جماعت ریت

پر دوڑتی ہوئی نمودار ہوتی ہے۔آئی لیس خود کو ان کی نظروں سے پوشیدہ کرنے کیلئے پیپرس گھاس کے ایک قریبی جھنڈ کی طرف دوڑ پڑتی ہے اور کمر کمر تک پانی میں پہنچ کر جھاڑیوں میں سے دیکھنے لگتی ہے۔ سوار اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے اس کے قریب سے گزرتے ہیں۔ وہ دیکھتی ہے کہ یہ سامری اور اس کے بد معاش سردار ہیں جو مصری چاند کی تیز روشنی میں اس کو تلاش کر رہے ہیں۔ان میں سے ایک شخص تابوت کو پہچان لیتا ہے۔ فتح کی خوشی میں چلاتے ہوئے وہ گھوڑوں سے کود پڑتے ہیں۔ تابوت کو توڑ کر ٹکڑے کر دیتے ہیں اور اوسیر لیس کی لاش کو گھسیٹ کر باہر نکال لیتے ہیں۔آئی لیس اپنی جگہ چھپی ہوئی اور خوف سے کانپتی ہوئی سامری کی مغرور و سیاہ فام شکل کو تک رہی ہے اور سامری کا یہ حکم سنتی ہے کہ لاش کو کاٹ کر 14/ ٹکڑے کر دیئے جائیں اور ان ٹکڑوں کو پوری سلطنت کے طول و عرض میں ادھر ادھر منتشر کر دیا جائے اس طرح کہ یہ پھر کبھی یکجا نہ کئے جا سکیں۔

”بہت زمانے کے بعد آئی لیس کا بیٹا ہورس جو مہادیوتا اور ”عقاب نور“ کہلاتا ہے اس ڈرامہ میں شامل ہوا۔ انسانیت کی دنیا اپنی جن نعمتوں سے محروم ہو چکی تھی ہورس نے وہ دوبارہ عطا کیں اور تاریکی کے اس نقاب کو پھر اٹھا دیا جو سامری کی دغابازی نے دنیا کو دھندلی بنانے کے لئے گرا دیا تھا اور وہ سلطنت کا مالک بن گیا اس کے بعد آئی لیس اپنے شوہر کے جسم کے کٹے ہوئے حصوں کو تلاش کرنے کیلئے جہاں گردی کیلئے نکل کھڑی ہوئی۔ اس نے ان حصوں کو دوبارہ یکجا کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ جہاں بھی اس کو کوئی حصہ دستیاب ہوا وہاں اس نے ایک بہت بڑا معبد اوسیر لیس کی یادگار میں بنوا دیا۔ مجموعی طور پر وہ لاش کے 13/ ٹکڑے ہی پا سکی اور چودھواں ٹکڑا اس کو نہ مل سکا۔ بات یہ ہے کہ اس ٹکڑے کو سامری نے بڑی احتیاط سے مسالہ لگا کر اپنے پاس محفوظ رکھ لیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ ہورس نے سامری کو جنگ میں تین بار شکست دی لیکن وہ اپنے باپ کے اس قاتل کو ہلاک نہ کر سکا اوسیر لیس کی لاش کا جو ٹکڑا سامری نے اپنے پاس رکھ لیا تھا وہ دنیا کا سب سے طاقتور جادو تھا.......... یعنی مردہ دیوتا کی زبان.......... ! طلسم طاقت..........

”خفیہ علوم کی خفیہ تاریخوں میں بیان کیا گیا ہے کہ مختلف زمانوں میں اس ٹکڑے کے متعلق تذکرہ سنا گیا.......... لیکن بہت طویل زمانوں تک یہ بالکل نا معلوم اور معدوم سا رہا بہر حال یہ کہا جاتا ہے کہ جب کبھی کوئی شخص اس طلسم کو پا لیتا ہے تو یہ دنیا پر زبردست تباہی لاتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کی طومان کو تلاش ہے اور جس کو طومان کے ہاتھوں تک پہنچنے سے روکنا ہم سب کا فرض ہے.......... اسی کا نام ہے طلسم سامری..........“

اقبال جنگ نے اپنی داستان ختم کر دی تو کچھ دیر تک سب لوگ خاموش بیٹھے رہے۔آخر کار مریم نے مہر سکوت توڑی۔

”مجھے کچھ تھکاوٹ محسوس ہو رہی ہے نواب صاحب!“ وہ بولی۔ ”میں چاہتی ہوں کہ کچھ دیر آرام کر لوں حالانکہ ان تمام روشنیوں کے درمیان سونا کچھ نا ممکن ہی ہے۔“

”بہت بہتر ....“ اقبال جنگ نے کہا۔ ”اس لئے اب مجھے وہ بات کہہ دینی چاہئے جو میں کہنا

چاہتا ہوں لیکن مہربانی کر کے آپ سب لوگ..........“ کہتے ہوئے اس نے ہر ایک ساتھی پر نظر ڈالی.......... ”دیکھئے آپ احتیاط سے سنیں کیونکہ یہ بہت اہم ہے.......... سنئے.......... آج رات ہمارے سامنے کیا کچھ تماشا ہوگا اس کا مجھے کوئی علم نہیں .... ممکن ہے کہ کچھ بھی نہ ہو اور زیادہ سے زیادہ ہم کو بھی ایک تکلیف دہ رات بسر کرنا پڑے .... طومان نے ہم کو دھمکی دی ہے کہ کسی نہ کسی طرح سلیمان کو ہم سے چھین لے گا اور مجھے پورا یقین ہے کہ یہ محض خالی دھمکی نہیں ہے۔ میں یہ نہیں بتا سکتا کہ طومان کا حملہ کیا شکل اختیار کرے گا لیکن یہ یقینی بات ہے کہ آج رات وہ ہم لوگوں کو ایک دوسرے سے الگ الگ کرنے اور سلیمان کو ہمارے درمیان سے نکال لے جانے میں اپنی بدترین شیطانی طاقت استعمال کرے گا۔

”وہ ہمارے خلاف خوفناک ترین طاقتوں کو بھیج سکتا ہے لیکن ایک سب سے اہم بات ہے جو میں بتانا چاہتا ہوں کہ آپ سب لوگ یاد رکھیں۔ جب تک ہم اس ستارہ نما حصار کے اندر موجود ہیں ہم محفوظ رہیں گے لیکن اگر کسی نے اس کے باہر ایک بھی قدم رکھا تو ہم ایک ابدی تباہی میں پھنس سکتے ہیں۔

”ہو سکتا ہے کہ آج رات ہمارے سامنے ایسی ایسی خوفناک چیزیں نمودار ہوں جن کا تصور بھی ہم نہیں کر سکتے۔ اگر آپ نے گھسٹاؤ فلابرٹ کا ناول ”سینٹ الطوفی کی ترغیب“ کا مطالعہ کیا ہے یا فن لینڈ کے چند مشہور مصوروں کی بھیانک تصویریں دیکھی ہیں تو آپ آج رات نظر آنے والی خوفناک چیزوں کا شاید تصور کر سکیں لیکن یاد رکھئے یہ خوفناک چیزیں خواہ کتنی ہی خوفناک کیوں نہ ہو وہ ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتیں بشرطیکہ ہم اس حصار کے اندر اسی طرح جمے رہیں جیسے کہ اس وقت موجود ہیں۔

”لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ ہمیں کوئی بھی خوفناک چیز نظر نہ آئے اور طومان کا حملہ ایک اور نازک اور باریک شکل کا ہو..... لیکن میرا مطلب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حملہ باہر سے نہیں بلکہ خود ہمارے اندر سے شروع ہو۔“

”یہ کیسے ؟“ جمشید نے پوچھا۔

”ہو سکتا ہے کہ دماغ میں عجیب و غریب دلائل پیدا ہونے کی وجہ سے ہم میں سے کسی کی یا سب کی قوت استدلال اور فکر صحیح متزلزل ہو جائے اور ہم ایک دوسرے سے یہ کہنا شروع کر دیں کہ یہ تمام خوف و دہشت بالکل مہمل ہے اور ہم سب احمق ہیں کہ بالائی منزل میں آرام سے سونے کے بجائے یہاں تکلیف و مصیبت سے رات گزار رہے ہیں اگر ایسا خیال دماغ میں پیدا ہو تو سمجھ لینا کہ یہ بالکل غلط اور جھوٹ ہے اگر میں خود بھی اپنی رائے تبدیل کرتا نظر آؤں اور تم لوگوں سے کہوں کہ میں نے حفاظتی انتظامات و تدابیر کے متعلق سوچ لیا ہے جن کی مدد سے ہماری حفاظت زیادہ عمدہ طریقہ پر ہو سکتی ہے تو تمہیں ہرگز میرا یقین نہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ آواز درحقیقت میری اصلی آواز نہ ہوگی.......... ممکن ہے کہ اچانک ہمیں ایک خوفناک پیاس محسوس ہونے لگے میں نے اس لئے یہ بڑا جگ پانی سے بھر کر یہاں رکھوا لیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بھوک ہم پر حملہ کر دے اس کا مقابلہ کرنے کیلئے یہ پھل یہاں موجود ہیں یہ بھی ممکن ہے کہ ہمارے کان میں درد ہو جائے یا کوئی اور جسمانی

درد محسوس ہونے لگے جس کیلئے ہمیں بالائی منزل پر کسی دوا وغیرہ لینے کیلئے جانے کی ضرورت ہو اگر ایسا ہو تو جس طرح بھی ہو سکے ہمیں اس حصار میں صبح تک جمے رہنے کا عہد کرنا چاہئے۔"

اقبال جنگ ذرا سا رکا اور پھر بولا۔

"بے چارے سلیمان پر سب سے زیادہ تکلیفوں کا حملہ ہو سکتا ہے کیونکہ تمام حملے کا مرکزی مقصد یہی ہو گا کہ سلیمان ہم سے الگ ہو کر اس حصار سے باہر نکل جائے لیکن ہمیں اس کو روکنا پڑے گا خواہ ضرورت پڑنے پر ہمیں طاقت کا ہی استعمال کیوں نہ کرنا پڑے.......... اگر کچھ واقعات رونما ہوتے ہیں.......... اور مجھے یقین ہے کہ ضرور ہوں گے تو ہم اپنی مدافعت کیلئے دو چیزیں استعمال کر سکتے ہیں.......... ان میں سے پہلی چیز لاجوردی یا نیلے ارتعاشات ہیں۔ اپنی آنکھیں بند کر لیجئے اور ایسا تصور قائم کرنے کی کوشش کیجئے کہ آپ نیلی روشنی کے ایک بیضوی خول کے اندر کھڑے ہوئے ہیں۔ یہ بیضوی خول آپ کا روحانی ہالہ ہے اور نیلا رنگ تمام روحانی معاملات میں ایک بے حد طاقتور چیز ہوتا ہے.......... دوسرا ذریعہ مدافعت ہے خدا سے دعا کرنا.......... پیچیدہ اور طویل قسم کی دعا کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس سے دعا کے الفاظ غلط سلط ہونے کا ڈر ہے اور ممکن ہے آپ لوگ کچھ ایسی باتیں کہہ جائیں جو آپ کے مقصد سے ہٹی ہوئی ہوں یا جو آپ کے دل سے نہ نکلی ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ لوگ اپنے دل کی گہرائیوں سے بار بار صرف یہ الفاظ ادا کرتے رہیں تو کافی ہے..........

"میرے معبود..........! میری حفاظت فرما.......... میرے مالک! میری حفاظت فرما..........!!" اور یہ الفاظ محض زبان سے بھی کہتے رہیں مگر دل و دماغ کی پوری قوت کے ساتھ ان الفاظ کو محفوظ بھی کریں اور اگر ہو سکے تو یہ تصور کریں کہ آپ خدا کے حضور میں سرخم کئے کھڑے ہیں اور قادر مطلق سے اپنی حفاظت کی بھیک مانگ رہے ہیں لیکن یاد رکھئے اگر اس حصار کے باہر آپ لوگوں کو کوئی حسین فرشتہ یا کوئی نورانی شکل والے بزرگ بھی نظر آئیں اور آپ کو اپنی طرف بلانے کا اشارہ کریں اور اسی وقت آپ کو دوسری طرف کوئی خوفناک چیز حملہ کرتی ہوئی نظر آ رہی ہو تو تب بھی آپ اسی حصار کے اندر ہی موجود رہیں اور اس خوفناک بلا سے بچنے کیلئے اس نورانی شکل کی طرف جانے کی ہرگز کوشش نہ کریں۔"

اقبال جنگ اپنی ہدایات ختم کر چکا تو سب لوگوں نے ان پر عمل کرنے کا وعدہ کیا۔ جمشید نے اپنا ایک بازو مریم کے شانوں پر رکھتے ہوئے کہا.......... "میں سمجھ گیا.......... اور یقیناً ہم وہی کریں گے جو آپ نے کہا ہے۔"

"شکریہ!" اقبال جنگ بولا "اچھا سلیمان اب تم ایک بات اچھی طرح سمجھ لو.......... میں چاہتا ہوں کہ تم سات مرتبہ نہایت صاف آواز میں یہ الفاظ دہراؤ...... "میں اپنی حفاظت کروں گا.......... میں اپنی حفاظت کروں گا.........." یہ تمہاری روحانی طاقت کی بیداری کیلئے ضروری ہے۔"

سلیمان نے اس حکم کی تعمیل کی اس کے بعد ان سب نے مل کر خاموشی کے ساتھ خدا سے دعا کی،

...ئی کی طاقت ہر ایک نجاست سے ان کی حفاظت کرے اور ان میں سے ہر ایک شخص کو اتنی قوت ...ب ہو کہ خطرات کے مقابلہ میں دوسرے کی حفاظت کر سکے۔

...اس کے بعد جلتی ہوئی شمعوں اور برقی روشنی کی نرم چمک کے باوجود لوگ لیٹ گئے اور آرام کرنے ...کوشش کرنے لگے ان حالات میں ان کیلئے نیند تو بالکل ناممکن تھی لیکن اب کوئی ایسی بات باقی نہیں ...ئی تھی جس کے متعلق ان کو ایک دوسرے سے کچھ کہنا ہو اور کچھ دیر کے بعد کسی کو بھی یہ مناسب ...معلوم نہ ہوا کہ خواہ مخواہ کی گپ شپ کرنے کیلئے خاموشی کے طلسم کو توڑ دیا جائے۔

...مکان میں کہیں سے ایک بڑی کلاک کی ٹک ٹک کی ہلکی آواز ان کے کانوں میں آ رہی تھی۔ کبھی کبھی ...آتشدان میں کوئی لٹھا ادھر ادھر گر پڑتا تھا اور شعلوں میں ایک سنسناہٹ کی سی آواز پیدا ہو جاتی تھی۔ آخر ...ہر رات کی خاموشی میں عام طور پر پیدا ہونے والی مختلف ہلکی آوازیں بند ہو گئیں اور ایک زبردست ...سکوت چاروں طرف طاری ہو گیا۔ ایک پر اسرار اور فکر خیز سکوت..........! ایک عجیب اور نامعلوم ...طریقہ پر ان لوگوں کو ایسا محسوس ہونے لگا کہ یہ عظیم الشان کمرہ اس مکان کا حصہ نہیں ہے اور نہ ان کو ...یاد رہا کہ کھڑکی کے باہر ہی وہ خوبصورت باغ پھیلا ہوا ہے جس کے گوشہ گوشہ سے وہ مانوس ...تھے.......... ہوشیار اور مستعد.......... گوش برآواز.......... وہ خاموش لیٹے ہوئے تھے اور یہ دیکھنے ...کے منتظر تھے کہ آج کی رات کیا گل کھلاتی ہے۔

وقت گزرتا جا رہا تھا.......... رات دبے پاؤں آگے بڑھتی جا رہی تھی وہ سب طومان یا اس کے ...حملہ کے منتظر تھے۔

☆ .... ☆ .... ☆

زرینہ پرسکون نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اسد کے بازوؤں میں سمٹی ہوئی اس کا خوبصورت بالوں والا ...سر اسد کے سینے پر تھا کچھ دیر تک پریشان کن خیالات اسد کے دماغ میں دوڑتے رہے۔ سلیمان کو چھوڑ ...کر چلے آنے پر وہ خود کو ملامت کر رہا تھا اور شک و شبہ کے بھوت نے ایک بار پھر اپنا سر اٹھا کر اسد سے ...کہا کہ زرینہ نے دانستہ طور پر اس کو دھوکا دے کر یہاں بلا لیا ہے تاکہ وہ اپنے دوست سلیمان کی ...حفاظت نہ کر سکے لیکن جلد ہی اس نے ان سب خیالات کو اپنے دماغ سے خارج کر دیا۔ سلیمان کی ...حفاظت کیلئے جمشید اور مریم کافی تھے۔ زرینہ یہاں تنہا تھی اور حفاظت کیلئے اسد کی محتاج.......... اس ...کے علاوہ اسد کو جلد ہی اس بات کا یقین ہو گیا کہ یہاں زرینہ کو اپنی نگاہوں کے سامنے رکھ کر دشمن کا ...ایک زبردست ہتھیار بیکار کر دیا ہے کیونکہ طومان زرینہ کو پا کر اس کی مرضی کے خلاف بھی اپنے شیطانی ...مقاصد کیلئے استعمال کر سکتا تھا۔

...پرچھائیاں لمبی ہوتی چلی گئیں اور درختوں سے چھن کر گرنے والی دھوپ کے روشن دھبے ...دھندلے ہو گئے لیکن زرینہ اب بھی سو رہی تھی۔ گزشتہ دن، گزشتہ رات اور آج صبح کے وہ پریشان ...لمحات جو زرینہ نے ایک شدید اعصابی تناؤ کے عالم میں گزارے تھے ان کے باعث وہ اس قدر ...تھکی ہوئی تھی کہ آنکھ بند ہوتے ہی ایک گہری نیند نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔

...انتہائی احتیاط کے ساتھ کہ کہیں زرینہ بیدار نہ ہو جائے، اسد نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی تو معلوم

ہوا کہ اس وقت تقریباً 8/بجے تھے اس نے سوچا اس وقت تک اقبال جنگ واپس آگیا ہو گا کیونکہ یہ بات خلاف قیاس معلوم ہوتی تھی کہ غروب آفتاب سے قبل اس کی واپسی کو طومان روک سکے گا۔ یہ ضرور ہے کہ گزشتہ رات شیطانی جشن کے موقع پر اقبال جنگ چند لمحات کیلئے بد حواس ہو گیا تھا لیکن اس کے اعصاب یقیناً فولادی تھے کیونکہ چند منٹ بعد ہی اس نے نہایت دلیرانہ طور پر خود کو سنبھالتے ہوئے اپنی کار کو اس جہنمی وادی میں دوڑا دیا تھا جہاں ابلیس پرست اپنی نجس رسوم ادا کر رہے تھے۔ یقیناً اس شاندار ہمت کا ثبوت تھا اب جبکہ انہوں نے سلیمان کو صحیح سلامت واپس پا لیا تھا تو اسد کو قطعی یقین تھا کہ اقبال جنگ آخری دم تک جنگ کرے گا اور سلیمان کو دوبارہ شیطانی قوتوں کے حوالے کرنے سے پہلے اپنے تیز دماغ کی تمام قابلیت اور چالاکی اور اپنی فطرت کی وہ تمام جرأت و ہمت خرچ کر دے گا جو پہاڑ کی طرح اٹل اور جونک کی طرح اپنے مقصد سے چپک جانے والی تھی۔

اب اندھیرا چھا گیا تھا۔ شفق کی ہلکی سرخی غائب ہو گئی تھی اور اس خاموش جنگل میں درخت سیاہ سنتریوں کی طرح کھڑے نظر آتے تھے، نیچے پودے اور جھاڑیاں مہیب سائے میں ایک ڈھیر بن کر رہ گئی تھیں اور سبز و شاداب کنارے پر جہاں اسد اپنی آغوش میں خوابیدہ زرینہ کو لئے ہوئے بیٹھا تھا۔ گھاس اور جنگلی پھولوں کا رنگ غائب ہو گیا تھا۔

اس کی کمر اور بازو دکھ رہے تھے لیکن وہ پھر بھی بیٹھا تھا۔ لمحات اڑ اڑ کر تاریکی میں جذب ہوتے جا رہے تھے۔ اسد کو خود بھی غنودگی محسوس ہو رہی تھی لیکن اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ ایک دوبار اونگھنے کی خواہش کے سامنے بھی ہتھیار نہ ڈالے گا کیونکہ اس کو خوف تھا کہ کہیں اس کی ذرا سی کمزوری اور غلطی سے فائدہ اٹھا کر کوئی آفت ان پر نازل نہ ہو جائے۔

ایک گھنٹہ اور رینگتا ہوا گزر گیا۔

زرینہ نے ہلکی سی حرکت کی، دوسرے ہی لمحہ میں اس نے اپنا سر اوپر اٹھایا، اپنے حسین چہرے سے بالوں کی لٹوں کو ہٹایا اور خواب آلود نظروں سے اسد کی طرف دیکھتے ہوئے آنکھیں جلد جلد جھپکائیں۔

"اسد......! ہم کہاں ہیں؟" وہ بولی۔ "کیا بات ہے؟" "اوہ! میں نے ایک بھیانک خواب دیکھا ہے۔"

اسد جھک کر اس کی طرف مسکرایا۔

"ہم کہیں بھی ہوں مگر ہم ایک ساتھ ہیں۔" وہ بولا۔ "بس اس سے زیادہ تمہیں جاننے کی ضرورت ہی کیا ہے.......... ہے نا.......... ؟ لیکن اگر تم جاننے پر ہی مصر ہو تو خیر..........! ہم سرائے کے عقب میں جنگل میں ہیں۔"

"اوہ.......... ٹھیک ہے۔" زرینہ نے جماہی لی اور پھر جلد جلد اپنے لباس کو درست اور صاف کرنے لگی۔ "لیکن ہم تمام رات تو یہاں نہیں ٹھہر سکتے۔"

ایک بار پھر اسد نے سوچا کہ زرینہ کو جمشید کے گھر لے جائے لیکن اس خوفناک ڈرامہ میں اس قدر زیادہ ناممکن سی چیزوں کو ممکن ہوتے دیکھ چکا تھا کہ اس نے فوراً ہی اس خیال کو ذہن سے نکال دیا۔ اس کو یقین تھا کہ زرینہ اس سے جھوٹ نہیں بول رہی تھی۔ وہ واقعی طومان سے خوفزدہ اور پشیمان تھی لیکن

...تا تھا کہ وہ شیطانی انسان کتنی کچھ پراسرار قوتیں ایک فاصلہ سے ہی زرینہ پر استعمال کر سکتا ...نے محسوس کیا کہ وہ یہ خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ بہر حال زرینہ یہ کہنے میں حق بجانب تھی ...ہم تمام رات یہاں جنگل میں نہیں گزار سکتے تھے۔

...ے اچھا یہی ہے کہ ہم سرائے میں واپس چلیں۔" اسد نے تجویز پیش کی۔ "وہاں ہمارے ...بھی مل سکے گا اور اس کے بعد ہم کو یہ سوچنے کا کافی وقت ملے گا کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔"

..." زرینہ نے ہلکی سی ٹھنڈی سانس لی۔ "اب میں بھوکی ہوں.......... بے حد بھوکی.......... ...چلیں اور دیکھیں کہ کھانے کو کچھ مل سکتا ہے یا نہیں.........."

...نہ کا بازو اسد کے بازو سے لپٹا ہوا تھا، دونوں کی انگلیاں ہم آغوش تھیں اور اس طرح وہ چوتھائی ...کر اس چھوٹے سے چشمے تک آگئے جو کہ جنگل کو سرائے کے باغ سے جدا کرتا تھا۔ اسد نے ...کو اٹھا کر چشمہ پار کیا اور وہ دونوں تخت طاؤس کی نشست گاہ میں پہنچ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ...نو بج چکے تھے۔

...خیال کے تحت کہ اس کے دوست اس کی طرف سے پریشان ہوں گے، اسد نے اس جدید ...سرائے سے جمشید کی حویلی کو ٹیلیفون کرنے کی کوشش کی لیکن مقامی ایکسچینج نے بتایا کہ ٹیلیفون ...ن کام نہیں کر رہی تھی۔ اس کے بعد اسد نے خادمہ کو بھیج کر مسٹر رحمت خان کو بلایا اور جب وہ ...چھا کہ "کیا اتنی رات گئے کچھ تازہ اور گرم کھانا مل سکتا ہے۔"

...ہاں.......... کیوں نہیں۔" مسٹر رحمت نے نہایت ادب کے ساتھ کہا۔ "میری بیوی بڑی ...ے آپ کیلئے تازہ کھانا تیار کر دے گی لیکن آپ پسند کیا فرمائیں گے؟ اس نواح میں مچھلی دستیاب ...کچھ دشوار ہے، معزز مہمانوں کیلئے میں بھی صرف اسی وقت کچھ مچھلی مہیا کر سکتا ہوں جبکہ وہ ...قیم ہوں اور پہلے سے حکم صادر فرما دیں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اعلیٰ درجہ کا مرغ یا چوزہ ...سکتا ہے، میری بیوی کو ایک بہترین قسم کی ڈش جس کا نام "شاہی چوزہ" ہے، تیار کرنے میں ...کامل ہے، صاحب! حد یہ ہے کہ پچھلے دنوں کچھ امریکن شکاری ادھر آئے تھے تو "شاہی چوزہ" ...نہ لیتے ہی لوٹ پوٹ ہو گئے، میں سوچ رہا ہوں کیوں نہ "شاہی چوزہ" کو ڈبوں میں بند کرا کے ...اور انگلینڈ بھیجنا شروع کر دوں؟"

...شاہی چوزہ!" اسد نے دلچسپی سے کہا۔ "کافی مزیدار نام ہے.......... کیوں تمہاری کیا رائے؟" ...نے زرینہ سے کہا۔

...بالکل ٹھیک.........." زرینہ نے تائید کی۔ "بشرطیکہ اس کی تیاری میں زیادہ دیر نہ لگے۔"

...صرف 20/منٹ کی ضرورت ہے بیگم صاحبہ! اس سے ایک سیکنڈ بھی زیادہ نہیں ہوگا۔ اس اثناء ...آپ پسند فرمائیں تو سیخ کے بہترین کباب بالکل تیار ہیں ان کے ساتھ چٹنی بھی ہے جو مسز رحمت ...نے بنائی ہے.......... حاضر کروں؟"

...اسد نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہاں ہاں.......... بشرطیکہ ان سے بھوک ہی نہ مر جائے۔"

"کیا مجال........ جناب........ آپ دیکھئے گا کہ مئی جون کی دھوپ کی طرح کس طرح چمک کر بھوک نکھرتی ہے۔"

"ماشاء اللہ آپ شاعری بھی اچھی خاصی کر لیتے ہیں........ اپنے ہوٹل کا نام بھی آپ نے کافی شاعرانہ رکھا ہے۔"

"شکریہ! جی ہاں........ شاعری تو گویا کہ خاندانی دھندا ہی رہا ہے۔ دو چار دیوان اب بھی کہیں پڑے ہوئے ہوں گے........ خیر چھوڑیئے اس تذکرہ کو........ ہاں تو پینے کیلئے کوئی چیز........؟ بعض بہترین قسم کی شرابیں میرے پاس محفوظ رہتی ہیں........ بات یہ ہے کہ اکثر امریکن اور انگریز اور نہ جانے کون کون ادھر بغرض شکار آتے رہتے ہیں اور........"

"شکریہ مسٹر رحمت........ افسوس یہ ہے کہ ہم لوگ پینے کے عادی نہیں۔"

"اس سے کیا ہوتا ہے جناب........ آپ دیکھئے کہ........"

"آپ تو 20/ منٹ سے زیادہ یوں ہی باتوں میں خرچ کئے دیتے ہیں۔" زرینہ مسکرائی۔

"معاف کیجئے........ میرا مطلب تھا کہ........ کہ........ کچھ بہت ہی نفیس قسم کے سگار........"

ایک منٹ کیلئے اسد پس و پیش میں پھنس گیا۔ اسے یاد آیا کہ اقبال جنگ نے ان تمام چیزوں کے استعمال کی مخالفت کر دی تھی جن میں نشہ کا ہلکے سے ہلکا بھی اثر ہو سکتا ہے لیکن اسد نے نہ جانے کب سے سگریٹ نہیں پی تھی گزشتہ 48/ گھنٹوں میں جو واقعات رونما ہوئے تھے، انہوں نے دماغ کو کافی تھکا دیا تھا اور اس کی طبیعت بے اختیار سگریٹ مانگ رہی تھی اس کو معلوم تھا کہ زرینہ بھی سگریٹ وغیرہ سے شغل کر لیتی ہے اور نیند سے اپنے اعصاب کو سکون دینے کے باوجود اس کے چہرے پر بھی اضمحلال سا نمایاں تھا۔ ان امور کے مد نظر آخر کار اس نے رحمت خان کی تجویز کو قبول کر لیا۔

تقریباً 20/ منٹ بعد اسد اور زرینہ ڈرائنگ روم کے ایک گوشے میں میز کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے اور تازہ و گرم کھانے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ کھانے سے فراغت پانے کے بعد اسد نے ایک بار پھر جمشید کے مکان کو ٹیلیفون کرنے کی کوشش کی لیکن لائن اب بھی خاموش تھی اس لئے اس نے جمشید کے نام ایک پرچہ لکھا اور رحمت خان سے درخواست کی کسی شخص کے ہاتھ اس کو بھیج دیا جائے۔

رحمت خان کے جانے کے بعد وہ دونوں پھر نشست گاہ میں واپس آگئے اور سوچنے لگے کہ رات کیسے گزاری جائے۔ زرینہ کو پہلے کی طرح اصرار تھا کہ اسد اس کو تنہا نہ چھوڑے خواہ وہ خود ہی بعد میں اس کی درخواست کیوں نہ کرے۔ زرینہ کو محسوس ہو رہا تھا کہ اس کی حفاظت کی واحد امید اسی میں مضمر تھی کہ وہ صبح تک اسد کے پاس رہے اس لئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ وہ دونوں اسی نشست گاہ میں ساری رات ایک ساتھ بسر کریں گے۔

زرینہ سرائے میں ایک کمرہ پہلے ہی لے چکی تھی اور اس لئے مسٹر رحمت کے ذہن میں کچھ بدگمانی کو پیدا ہونے سے روکنے کیلئے اسد نے ایک کمرہ اپنے لئے لے لیا لیکن یہ کہہ دیا کہ چونکہ زرینہ کو بے

شکایت ہے اس لئے غالباً بہت رات گئے تک وہ اسی نشست گاہ میں رہیں گے اس لئے رحمت خان کی طرف سے کسی مزید پریشانی کی ضرورت نہیں۔ رحمت خان کے مزید اطمینان کیلئے انہوں نے تاش کی گڈی اس سے مانگ لی اور یہ ظاہر کیا کہ وہ ایک دو گھنٹے تک تاش کھیلنا چاہتے ہیں۔

آتشدان میں آگ تیار کر دی گئی اور اسد اور زرینہ آرام و اطمینان کے ساتھ ایک چھوٹی سی میز کے گرد بیٹھ گئے جس پر انہوں نے تاش کے پتے پھیلائے تھے جس سے یہ ظاہر ہو کہ وہ کوئی کھیل شروع کرنے والے ہیں۔

جیسے ہی ہوٹل کی خادمہ ان سے رخصت ہوئی ان کے بازو پھر ایک دوسرے کے گرد حائل ہو گئے اور محبت کا سرور ان پر بے خودی کی کیفیت طاری کرنے لگا اپنے ماحول سے بے نیاز ہو کر انہوں نے دنیا کے تمام عشاق کی طرح اپنی پچھلی زندگی کی کہانی کے پوشیدہ و نازک باب ایک دوسرے کے سامنے بے نقاب کرنے شروع کر دیئے۔

اسد کے لئے یہ رات ایک فردوسی رات سے کم نہ تھی بشرطیکہ اس کو رہ رہ کر اس خوفناک مصیبت کی یاد نہ آتی جس میں زرینہ نے خود کو پھنسا لیا تھا اور جس کی وجہ سے آج طومان کی پراسرار طاقت زرینہ کے سر پر ایک تلوار کی طرح لٹکی ہوئی تھی۔

وہ باہم اپنی سیر و سیاحت کے واقعات سناتے سناتے اور بچپن سے آج تک کی کہانی دہراتے [illegible] تے لیکن ان کی گفتگو کا رخ خود بخود اور ناقابل تشریح طریقہ پر اس ہیبت ناک عنوان کی طرف مڑ جاتا تھا جس سے دور رہنے کی کوشش وہ دونوں کر رہے تھے۔ بات کہیں سے بھی کیوں نہ شروع ہو اور کسی طرف بھی کیوں نہ چلتی رہے انجام یہی ہوتا تھا کہ وہ طومان اور اس کی خوفناک کارروائیوں کی طرف مڑ جاتی حالانکہ یہی وہ موضوع تھا جس سے وہ دونوں بچنا چاہتے تھے تاکہ آج رات کی فردوسی مسرتوں میں خلل نہ پڑنے پائے۔ آخر کار وہ دونوں بے بس ہو گئے........ ان کو یقین ہو گیا کہ باہمی مسرت کے باوجود اس وقت بھی ان کے دماغ میں جو خیالات سب سے زیادہ طاقت کے ساتھ چھائے ہوئے ہیں وہ یہی خوفناک خیالات ہیں اور ان کو اپنی گفتگو سے دور رکھنا ان کے امکان کی بات نہیں۔

"اس معاملے کی تو اب تک مجھے کچھ تک ہی سمجھ میں نہیں آسکی۔" اسد نے اعتراف کیا۔ "یہ سارا معاملہ ہی قطعی خلاف عقل........ بالکل لغو........ سراسر ایک طلسم کسی اور ہی دنیا کی پیداوار معلوم ہوتا ہے۔ میں مانتا ہوں کہ اگر سلیمان نے خود کو مصیبت میں نہ پھانس لیا ہوتا تو اس وقت تمہارا حسن و جمال میری دسترس میں نہ ہوتا پھر بھی جب میں اس تمام واقعہ پر غور کرتا ہوں تو ہر مرتبہ یہی محسوس ہوتا ہے کہ یہ واقعات محض میرے وہم و خیال کا کرشمہ ہیں اور کسی طرح بھی ایک حقیقت نہیں ہو سکتے۔"

"نہیں........ یہ سب کچھ ایک حقیقت ہے اسد۔" زرینہ نے نرمی سے اس کا ہاتھ دبایا۔ "اور یہی وجہ ہے کہ یہ اس قدر دہشت ناک ہے! اگر یہ کوئی معمولی خطرہ ہوتا اور اس کی دہشت میں ہمارے وہم و گمان کا عنصر شامل ہوتا تو یقین کرو کہ یہ اس قدر ہولناک نہ ہوتا........ اگر ہم ازمنہ وسطیٰ میں ہوتے تب بھی صورتحال اس قدر خراب نہ ہوتی........ اس زمانے میں خانقاہوں، صحراؤں، پہاڑوں یا آبادیوں کے تنہا

الگ تھلگ گوشوں میں ایسے درویش اور روحانی عملیات کے ماہر آسانی سے مل سکتے تھے جو ایسے معاملا
سے خوب واقف تھے اور مجھے اس مصیبت سے بچانے کے لئے اپنی روحانی قوت استعمال کر سکتے تھے لیکن
اس بیسویں صدی کی مادہ پرستی، بداعتقادی اور کم نگاہی کے زمانے میں کوئی بھی ایسا نظر نہیں آتا جس
مدد لے سکوں...... پولیس کے لوگ ہوں یا سائنس کے عالم...... ڈاکٹر ہوں یا حکیم...... سب ہی مجھے پا
سمجھیں گے...... بس ساری دنیا میں میری واحد امید تم ہی ہو اسد...... ! اف...... ! میں دہشت زدہ ہو
...... بے حد! ......"

"میں جانتا ہوں...... میں جانتا ہوں۔" اسد نے اس کو تسلی دی۔ "لیکن جس طرح بھی ممکن
تمہیں خوف کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ تم ضرورت سے زیادہ
ہوئی ہو۔ میں مانتا ہوں کہ اگر طومان تم کو تنہا پا جائے تو وہ تم پر ہپناٹزم کا عمل کرے گا اور سلیمان کو
اپنے جال میں پھانس لینے کے لئے تمہیں کسی خاص طریقے پر استعمال کرے گا...... لیکن اس سے زیادہ
وہ تمہارے خلاف اور کیا کر سکتا ہے؟ کسی کو قتل کرنے کا خطرہ وہ کبھی مول نہ لے گا کیونکہ اس طر
ان معاملات میں پولیس کا دخل ہو جائے گا اور یہ ایک ایسی بات ہے کہ خواہ طومان کتنا ہی طاقتور کیوں نہ
اور کسی کو قتل کرنے کا اس کے پاس کتنا ہی اہم مقصد کیوں نہ ہو وہ ہرگز اس کی جرأت نہیں کرے گا۔"

"تم بالکل نہیں سمجھے اسد...... بالکل نہیں۔" وہ نرمی سے بولی۔ "شیطانی مذہب کے راستے پر جو ابلی
پرست اتنا آگے بڑھ چکا ہو جتنا کہ طومان بڑھ چکا ہے وہ کسی انسان کو قتل کرنے کے لئے کسی مقصد کا محتا
نہیں ہوتا۔ انسانی خون بہانے سے اس کو جو ایک شیطانی مسرت ہوتی ہے اگر تم اس کو بھی ایک مقصد
کہتے ہو تو اور بات ہے ورنہ در حقیقت وہ ایسا شخص ہے جو بلا مقصد بھی انسانوں کو ہلاک کر سکتا ہے۔ پھر
طومان کو ایک بے حد نازک موقع پر چھوڑ کر بھاگ آئی ہوں۔ میری یہ حرکت اس کے غیظ و غضب
بھڑکانے کے لئے کافی ہے اور اس غیظ و غضب کے معنی ہیں...... میری موت!"

"زرینہ...... ! میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ وہ قتل کی جرأت ہرگز نہیں کر سکتا۔ یہ کھیل اس
لئے بے حد خطرناک ثابت ہوگا۔"

"لیکن اس کے قاتلانہ کارنامے معمولی قسم کے قتل جیسے نہیں ہوتے...... وہ چاہے تو ایک طو
فاصلہ سے ہی ہلاک کر سکتا ہے۔"

"شاید تمہارا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی شخص کا چھوٹا سا مومی پتلا بنا کر اور اس پر اس شخص کا نام لکھ
اس میں سوئیاں چبھونا شروع کرے گا یا آگ میں پتلے کو پگھلا دے گا اور اس طرح اس شخص کی موت وا
ہو جائے گی؟"

"ہاں...... ایک طریقہ یہ بھی ہے...... لیکن زیادہ قیاس یہی ہے کہ طومان اس مقصد کے لئے سف
چوہوں کا خون استعمال کرے گا۔"

"کیا مطلب؟"

"مجھے اس کی بہت زیادہ معلومات حاصل نہیں۔ صرف اتنا ہی جانتی ہوں جو مادام عرفی اور د

لوگوں سے سنا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب کوئی بہت ہی بلند مرتبہ کا ابلیس پرست کسی شخص
کرنا چاہتا ہے تو وہ ایک سفید چوہا لیتا ہے اور کسی مقدس عبادت گاہ سے کچھ تبرکات
کھلاتا ہے۔ مقدس چیزوں کی توہین کا یہ پہلو اس رسم کے لئے ضروری و اہم
کچھ ناپاک عملیات کر کے ایک انسان کی طرح چوہے کو شیطانی مذہب میں
شخص کو ہلاک کرنا مقصود ہے اس کا نام اس سفید چوہے کو عطا کرتا ہے اس طرح اس شخص
چوہے میں ایک زبردست ہم آہنگی اور گہرا تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔"

"اور پھر وہ اس چوہے کو مار ڈالتا ہے؟"

"نہیں...... وہ چوہے کا تھوڑا سا خون نکال لیتا ہے۔ اپنا شیطانی اثر اس خون میں داخل کرتا ہے خون کو
بھاپ کی طرح اڑا دیتا ہے...... کسی شیطانی روح کو حکم دیتا ہے کہ اس خونی بھاپ سے اپنا پیٹ بھرے۔
کے بعد یہ شیطانی روح اس شخص کی شریانوں میں داخل ہو جاتی ہے اور اس کے جسم میں اپنا زہر پھیلا
دیتی ہے...... لیکن...... لیکن...... اسد...... !"

"ہاں...... ڈارلنگ...... !"

"یہ نہ سمجھو کہ میں مرنے سے ڈرتی ہوں۔ میں تمہیں پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ بہر صورت موجودہ
حالات میں آگے میرے زندہ رہنے کی کوئی امید نہیں...... لیکن عرصہ ہوا میں نے اس فکر سے خود کو
پریشان کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اب تو میں اس کی عادی ہو گئی ہوں۔ مجھے خوف موت کا نہیں بلکہ موت کے
بعد کا ہے۔"

"لیکن یقیناً طومان کسی شخص کی موت کے بعد نہیں نقصان پہنچا سکتا۔" اسد نے کہا۔

"پہنچا سکتا ہے۔" زرینہ یکایک اذیت و خوف سے بولی "اگر وہ مجھے اس طریقے پر ہلاک کرتا ہے جس کا
ذکر میں نے کیا ہے تو اس کے لئے یہ ممکن ہوگا کہ دنیا کی زندگی کے لحاظ سے مجھے مردہ بنا دے لیکن ایک
"زندہ مردے" کی حیثیت سے میں برابر زندہ رہوں گی...... یہی وہ شے ہے جس سے میں خوفزدہ ہوں۔"

"معلوم نہیں تمہارا کیا مطلب ہے زرینہ۔" اسد نے کہا "میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا...... پہیلیوں میں
باتیں کرنے کے بجائے صاف صاف بتاؤ کہ تمہارا کیا مقصد ہے...... وہ کیا چیز ہے جس سے تم خوفزدہ ہو۔"

"کیا تم نے کبھی ویمپائر کے متعلق سنا ہے...... ؟ خون پینے والی لاش؟"

"ہاں...... افسانوں اور ناولوں میں پڑھا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ لاشیں ہر رات اپنی قبروں میں سے
نکلتی ہیں اور انسانوں کا خون پیتی ہیں۔ یہی بات ہے نا...... ؟ آخر کار جب ان کا راز کھل جاتا ہے تو ان کی
قبریں کھول لی جاتی ہیں اور کوئی روحانی عامل ان کا سر کاٹ ڈالتا ہے اور ان کے قلب میں نوکدار سلاخیں
گاڑ دیتا ہے...... اسی کو شاید تم "زندہ مردے" کہتی ہو؟"

زرینہ نے آہستہ آہستہ اثبات میں سر ہلایا۔

"ہاں...... "زندہ مردے" یہی چیز ہے۔" وہ بولی "ایک ناپاک اور نفرت انگیز وجود...... ایک زندہ
مردہ رات کی فضا میں ایک بہت بڑے سفید مچھر کی طرح اڑتی پھرتی ہے اور لوگوں کا خون چوس کر

ایک غبارہ کی طرح پھول جاتی ہے...... لیکن کیا تم نے افسانوں اور ناولوں کے علاوہ اور کسی کتاب میں ا
کے متعلق کچھ نہیں پڑھا؟"

"جہاں تک مجھے یاد ہے کسی اور کتاب میں ایسا تذکرہ نظر نہیں پڑا۔ یقیناً اقبال جنگ کو اس کی بابت تو تفصیلات معلوم ہوں گی...... اور سلیمان کو بھی...... کیونکہ وہ دونوں بہت زیادہ پڑھتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ میرا مطالعہ بھی کچھ یوں ہی واجبی سا ہے اور وہ بھی ان ناول نگاروں تک محدود رہا ہے جو ایک اچھی اور دلچسپ کہانی لکھ سکتے ہیں۔ کیا تم واقعی سنجیدگی سے یہ کہنا چاہتی ہو کہ سنسنی خیز کہانیاں لکھنے والوں کے دماغ سے باہر بھی ان "زندہ لاشوں" کا کوئی وجود ممکن ہے؟"

"بے شک...... کوہ قاف کی وادیوں کا وہ علاقہ جہاں میں نے زندگی گزاری ہے "زندہ مردوں" کی کہانیوں سے بھرا پڑا ہے اور یہ "زندہ مردے" وہ ہیں جن کا تعلق افسانوں سے نہیں بلکہ حقیقی زندگی سے ہے۔ دنیا کے دوسرے ملکوں میں بھی تمہیں ایسے واقعات مل جائیں گے ایشیا کے مختلف علاقوں کے علاوہ خود وسطی یورپ میں بلقان کی ریاستوں تک ان شیطانی مظاہروں کا ایک لامتناہی سلسلہ نظر آتا ہے۔ وہاں ہر شخص تمہیں بتائے گا کہ بار بار ایسا ہوا ہے کہ جب شک و شبہ کی بناء پر قبروں کو کھول کر دیکھا گیا تو زندہ مردوں کی لاشیں دفن ہونے کے مہینوں بعد بھی ایسی ملی ہیں کہ ان میں گلنے سڑنے کا ذرا سا بھی اثر نہ تھا۔ ان کا گوشت گلابی اور سرخ تھا اور ان کی آنکھیں پوری طرح کھلی ہوئی اور روشن، لوگوں کو غور سے دیکھتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ ان میں اگر کوئی فرق پیدا ہو گیا تھا تو صرف یہ کہ ان کے جبڑوں میں سے وہ دانت جو نوکیلے ہوتے ہیں اور "گوشت خور" دانت کہلاتے ہیں بہت زیادہ لمبے اور نوکیلے ہو گئے تھے۔ اکثر ایسا بھی ہوا ہے کہ ان لاشوں کی باچھوں میں سے تازہ تازہ خون ٹپکتا ہوا دیکھا گیا ہے۔"

"واقعی یہ کافی بھیانک چیز ہے۔" اسد نے ایک خفیف کپکپی کے ساتھ کہا "میرا اندازہ ہے کہ اقبال جنگ اس بات کی تصریح اس طرح کرے گا کہ جب وہ شخص مرا تو موت سے قبل ہی اس پر شیطان کا قبضہ ہو چکا تھا اور اس کے بعد اگرچہ اس کی روح جسم کو چھوڑ کر چلی گئی لیکن کوئی شیطانی روح اس خالی جسم میں سما گئی اور اس کو استعمال کرنے لگی...... لیکن میں یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ ایسا حادثہ خدانخواستہ تمہارے ساتھ واقع ہو سکتا ہے۔"

"جی نہیں...... بالکل ہو سکتا ہے...... یہی تو وہ چیز ہے جو مجھے سہائے ہوئے ہے۔ جانتے ہو اگر میں ایک بار طومان کے ہاتھوں میں پڑ گئی تو سفید چوہوں کے خون والا بھیانک تجربہ کرنے کی بھی اسے ضرورت نہ پڑے گی۔ وہ تو مجھے ایک ہپناٹزم کے عمل سے نیند میں غرق کر دے گا اور میرے ذریعے اپنے تمام شیطانی کام پورے کرنے کے بعد فوراً ہی کسی خوفناک روح کو حکم دے گا کہ میرے جسم میں سما جائے۔ وہ مجھے قتل کر ڈالے گا لیکن اس خوفناک روح کی وجہ سے میں پھر زندہ رہوں گی اور...... اگر آج رات ہی ایسا ہوا تو آج ہی میں وہ نفرت انگیز مخلوق بن جاؤں گی جسے "زندہ مردہ" کہتے ہیں۔"

"یہ تذکرہ بند کرو زرینہ...... ! میں اس کو سننا بھی برداشت نہیں کر سکتا۔" اسد نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا "اطمینان رکھو طومان کبھی تم پر قبضہ نہ کر سکے گا...... ہم پوری قوت کے ساتھ اس سے جنگ

ئے...... اور میں نے سوچ لیا ہے کہ کل ہی تم سے شادی کر لوں تاکہ میں مستقل طریقے پر پاس رہ سکوں...... کیا خیال ہے تمہارا؟"

زرینہ نے اثبات میں سر ہلایا اور امید کی ایک نئی روشنی اس کی آنکھوں میں چمک اٹھی۔

"تمہاری واقعی یہی خواہش ہے اسد تو یہی سہی۔" وہ بولی "مجھے بھی یقین ہے کہ اپنی محبت اور طاقت سے تم مجھے بچا سکو گے لیکن آج رات ایک منٹ ایک سیکنڈ کے لئے بھی تمہیں مجھ سے جدا نہ ہونا ...... اور ہمیں ایک پل کے لئے بھی نیند میں آنکھیں بند نہ کرنی چاہئیں...... اوہ......! ...... سنو......!"

زرینہ اچانک خاموش ہو گئی...... دور فاصلے پر گاؤں کے پولیس اسٹیشن کا گھنٹہ رات کے بارہ بجا رہا تھا۔ اس کی آواز رات کے سکوت میں تیرتی ہوئی صاف صاف آ رہی تھی۔

"اب اگلا دن شروع ہو گیا ہے۔" زرینہ بولی "ماہ رواں کی 2 تاریخ...... میری زندگی کا مہلک دن!"

اسد لاپروائی سے مسکرایا۔

"میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گا...... اور ہم سوئیں گے بھی نہیں...... اگر میں اور تم تنہا ہوتے تو ہم میں سے کوئی سو جاتا لیکن اب جب کہ ہم ساتھ ساتھ ہیں تو ایک دوسرے کو برابر جگاتے رہیں لیکن شاید اس طرح زبردستی جگانے کی ضرورت ہی نہ ہو گی کیونکہ محبت کی لاکھوں باتیں ایسی ہیں جو میں تم کو سنانا چاہتا ہوں اور رات اسی میں بیت جائے گی۔"

زرینہ کھڑی ہو گئی اور اپنے بازو اوپر اٹھا کر بالوں کو درست کرنے لگی۔ آتشدان کی روشنی کے سامنے کھڑی ہوئی وہ ایک خوبصورت تصور کی طرح غیر مادی محسوس ہوتی تھی۔

"ہاں...... رات جلد ہی گزر جائے گی اور ہمیں خبر بھی نہ ہو گی۔" وہ کچھ زیادہ خوش طبعی سے بولی۔ "میرے پاس بھی تو تمہیں سنانے کے لئے نہ جانے کتنی باتیں موجود ہیں...... ! اچھا میں ذرا اوپر کمرے میں جا کر لباس تبدیل کر آؤں اور اس کے بعد ہم دونوں یہاں سکون سے بیٹھ کر شب بیداری کا پروگرام سوچیں گے۔"

اسد کی پیشانی پر شکن پڑ گئی۔

"لیکن تم نے کہا تھا کہ میں ایک سیکنڈ کے لئے بھی تمہیں تنہا نہ چھوڑوں۔" وہ بولا "مجھے یہ پسند نہیں کہ تم تنہا جاؤ۔"

"کوئی حرج نہیں...... مجھے مشکل سے پانچ منٹ لگیں گے۔"...... وہ مسکرائی "پھر وہاں تم میرے ساتھ جا بھی کیسے سکتے ہو!"

اسد کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ زرینہ کے ساتھ اس کا جانا مناسب نہ تھا تبدیلی لباس کے لئے اس کو کمرے میں تنہائی کی ضرورت تھی اس نے کچھ جھینپ کر زرینہ کی طرف نظر ڈالی وہ آگ کے پاس کھڑی ہوئی مسکرا رہی تھی اور ہر لحاظ سے ایک مطمئن و مسرور لڑکی معلوم ہوتی تھی۔ اس کی حالت بالکل فطری تھی اور کوئی ایسی بات نظر نہ آتی تھی جس سے شبہ ہو سکے کہ وہ اپنے قابو میں نہیں اسد کو یقین تھا کہ اگر طومان اس وقت اپنا پراسرار اثر زرینہ پر ڈال رہا ہوتا تو وہ فوراً ہی زرینہ کی شکل

دیکھ کر پہچان سکتا تھا کیونکہ گزشتہ دن وہ کئی مرتبہ دیکھ چکا تھا کہ طومان کے زیر اثر زرینہ کی کیا حالت ہو جاتی ہے۔ کل جب زرینہ نے کئی بار اس پر زور دیا تھا کہ شیطانی جشن میں اس کی شرکت کس قدر ضروری ہے تو اس کی آنکھوں میں ایک ایسی عجیب کیفیت پیدا ہو گئی تھی جیسے وہ بہت دور کسی چیز کو دیکھنے کی کوشش کر رہی ہو اور ہر بار اس کی آواز تیز ہو گئی تھی لیکن آج اس وقت جب کہ وہ تنہا اوپر کمرے میں جانے کو کہہ رہی تھی تو اس کے چہرے یا آواز میں کوئی ہلکی سی بھی کیفیت ایسی نہ تھی جس سے یہ شبہ ہو سکتا کہ یہ الفاظ وہ اپنی مرضی سے نہیں کہہ رہی ہے یا اس کی زبان طومان کے الفاظ ادا کر رہی ہے پھر جس مقصد کے لئے وہ جانا چاہتی تھی وہ اس قدر معقول و فطری تھا کہ اس کو اس ارادے سے روکنا ایک طفلانہ ضد ہی کہا جا سکتا تھا اس سے قبل کہ نشست گاہ کے گوشے میں لگی ہوئی کھڑکی میں صبح صادق کی ہلکی سی روشنی ظاہر ہو ان لوگوں کو چھ گھنٹے کے قریب وہاں گزارنے تھے اور اس کے لئے مناسب تھا کہ وہ ہر ضرورت سے فراغت کر کے سکون سے وہاں بیٹھ جائیں۔

"بہت اچھا۔" اسد نے ہنس کر کہا "اس کام کے لئے میں تمہیں صرف پانچ منٹ دے سکتا ہوں...... لیکن یاد رہے صرف پانچ منٹ...... زیادہ نہیں...... اور اگر تم اس مدت میں واپس نہ آؤ گی تو میں زبردستی تمہیں گھسیٹ لاؤں گا۔"

"بہت شریر ہو تم!" وہ شرارت سے مسکرائی اور اس کے بعد آہستہ سے کمرے کا دروازہ بند کرتی ہوئی باہر نکل گئی۔

اسد اطمینان سے آرام کرسی پر دراز ہو گیا اور اپنی لمبی ٹانگیں آتشدان کی طرف پھیلا دیں اس کو نیند محسوس نہیں ہو رہی تھی نیند محسوس نہ ہونے سے اس کو تعجب تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اس دن سے لے کر جب کہ اس نے اقبال جنگ کے ساتھ کھانا کھایا تھا اب تک وہ کس قدر کم سو سکا تھا۔ وہ تین دن کا یہ زمانہ اس کو کس قدر طویل محسوس ہوتا تھا! ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کئی ہفتے...... کئی مہینے بلکہ کئی سال بیت گئے ہوں۔ کتنے عجیب عجیب واقعات اس مدت میں رونما ہو چکے تھے کس قدر نئے اور حواس کو متزلزل کر دینے والے خیالات اس کے دماغ کو اپنی آماجگاہ بنا چکے تھے! یہ واقعات ایک طویل مدت پر پھیلے ہوئے محسوس ہوتے تھے حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ سلیمان کے گھر پر ہونے والی پارٹی کو ابھی صرف دو ہی راتیں گزری تھیں۔

آہستہ آہستہ اسد کا ہاتھ میز پر رکھے ہوئے سگار کی طرف بڑھا لیکن اس وقت یہ حرکت بھی اس کو ایسی زحمت معلوم ہوئی کہ درمیان میں ہی اس نے اس کوشش کو ترک کر دیا اور اس کا ہاتھ ایک کاہل انسان کی طرح آرام کرسی کے گدے پر گر پڑا۔

لیکن وہ نیند محسوس نہیں کر رہا تھا...... ذرا بھی نہیں۔

اس وقت تو اس کا دماغ پہلے سے کہیں زیادہ مستعد تھا۔ ایک منٹ کے لئے اس کے خیالات جمشید کے مکان کی طرف گئے اور اس نے اپنے دوستوں کا تصور کیا۔ اس وقت وہ لوگ بھی یقیناً بیدار ہی ہوں گے اور یقیناً اقبال جنگ کی مستحکم اور ہمت آفریں قیادت کے زیر اثر پوری جرأت کے ساتھ شیطانی قوتوں کے حملے کا مقابلہ

کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔ اسد نے سوچا کہ اقبال جنگ کو یقیناً کافی غنودگی محسوس ہو رہی ہو گی کیونکہ شیطانی جشن کی خوفناک رات کے بعد ان دونوں کو بہت کم نیند مل سکی تھی پھر بھی اسد کو معلوم تھا کہ اقبال جنگ ایک پرانا جنگ آزما تھا اور ان چیزوں کو برداشت کرنے کی اس میں کافی اہلیت تھی۔

اس نے کلاک کی طرف نظر ڈالی کیونکہ اس کا اندازہ تھا کہ اب زرینہ کی واپسی کا وقت ہو چکا ہے لیکن اس نے دیکھا کہ رینگتی ہوئی سوئی صرف دو منٹ آگے بڑھی تھی۔

"کس قدر عجیب بات ہے" اس نے سوچا "انسان وقت شماری کرتا ہے تو وقت کتنا لمبا ہو جاتا ہے!"

اور اس کے ساتھ ہی اس کو خیال آیا کہ کوئی نشیلی چیز یا سگار نہ پی کر اس نے واقعی عقل مندی کا کام کیا ہے اگر وہ سگار ہی پی لیتا تو اعصاب کو سکون مل جانے سے اس وقت نیند اس پر بری طرح ٹوٹ پڑتی۔

لیکن اس وقت وہ نیند سے دور تھا...... بہت دور۔ دھیرے دھیرے اس کے دماغ میں گزشتہ دو روز کے معمولی معمولی واقعات کی تصویریں ابھرنے لگیں...... بوڑھی مادام عرفی اور اس کا سگار...... اور پھر زرینہ...... چندر گھاٹ میں نواب کے ملازم حمید کا بجلی کی ناؤ میں سامان درست کرنا...... اور پھر وہی زرینہ...... سرائے کے بوڑھے مالک رحمت خان کی بکواس اور "شاہی چوزہ" کی تیاری...... اور پھر وہی زرینہ...... اس کے سامنے کرسی پر بیٹھی ہوئی......

اسد نے پھر کلاک کی طرف نظر ڈالی...... ایک منٹ اور رینگ گیا تھا!

اس بار اس کے تصور میں زرینہ کی وہ تصویر نظر آئی جب کہ ابھی چند منٹ پیشتر وہ اسے پیار کرنے کے لئے جھک رہی تھی...... اس کا چہرہ آگ کی روشنی میں گرم اور گلنار ہو گیا تھا...... اور اس کی وہ عجیب گہری اور پراسرار آنکھیں اس کی آنکھوں سے چار ہو کر مسکرا رہی تھیں اور جذبات سے بوجھل پلکیں آنکھوں پر جھکی پڑتی تھیں...... اسد نے سوچا کہ یہ زرینہ کی محبت ہی کا کرشمہ ہے کہ وہ اب تک اس قدر مستعد اور ہوشیار ہے ورنہ اس کا صحت مند جسم اپنی نیند کا جائز حصّہ طلب کر رہا تھا اور اب تک اس کو گہری نیند میں ڈوب جانا چاہئے تھا...... زرینہ اس وقت اس کے پاس موجود نہ تھی لیکن اس کے تصور میں زرینہ کی آنکھیں...... وہ شاندار ساحر آنکھیں...... اب تک نمایاں تھیں...... اس کا چہرہ ضرور دھندلا معلوم ہوتا تھا لیکن آتشدان سے ہٹ کر دوسری طرف تاریکی میں وہ آنکھیں صاف، چمکتی ہوئی نظر آ رہی تھیں...... اور اب وہ آنکھیں کچھ تبدیل ہوتی جا رہی تھیں...... اس کا حسن و رنگ ماند پڑتا جا رہا تھا...... ان کی محبوبیت نکھرتی جا رہی تھی اور ان میں زردی مائل نیلی نیلی جھلک ابھرتی آ رہی تھی لیکن ان کی چمک بڑھتی جا رہی تھی اور وہ لمحہ بہ لمحہ زیادہ بڑی ہوتی جاتی تھیں۔

اسد نے سوچا کہ پھر کلاک کی طرف نظر ڈالے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زرینہ کو گئے ہوئے صدیاں بیت گئی ہیں لیکن گھڑی کی سوئی نے تین منٹ کا فاصلہ طے کرنے میں جتنی دیر لگائی تھی اس سے اندازہ کر کے اسد کو یہ خیال ہوا کہ سوئی ابھی بمشکل ہی باقی دو منٹ آگے بڑھ سکی ہو گی اس کے علاوہ اسد ان پراسرار روشن آنکھوں کی طرف سے اپنی آنکھیں نہ ہٹانا چاہتا تھا وہ جب بھی اپنی آنکھیں نصف بند کر لیتا تھا تو وہ روشن آنکھیں بالکل صاف صاف اس کے سامنے نمایاں ہو جاتی تھیں اور ان میں سے ایک

مقناطیسیت اُبل اُبل کر اسد کی طرف بڑھتی اور پھر مدوجزر کی طرح اپنے ساتھ سمٹ کر لے جاتی معلوم ہو رہی تھی۔

لیکن اسد نیند میں نہیں تھا...... بالکل بھی نہیں۔

وقت کیا ہے...... ؟ ذہن واحساس کا فریب...... اسد کو بعد میں بھی کبھی یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ نیم تاریکی میں کتنی دیر تک بیدار بیٹھا رہا تھا شاید اس کی بیداری کے پہلے حصے میں کسی پراسرار طاقت نے اس کی نگاہ کو فریب میں مبتلا کر دیا تھا کلاک کی سوئیاں دراصل برابر آگے بڑھتی جا رہی تھیں لیکن اسد یہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ جم کر رہ گئی ہیں یا بے حد آہستہ رینگ رہی ہیں...... حقیقت کچھ ہی کیوں نہ ہو بہرحال اس کی بیداری ختم ہونے لگی...... آخری چیز جو وہ شعوری حالت میں محسوس کر سکا وہی آنکھیں تھیں جو تاریکی میں سے اس کو دیکھ رہی تھیں...... اس کے بعد وہ گہری نیند میں ڈوب گیا۔

☆......☆......☆

ٹھیک اس وقت جب کہ "تخت طاؤس" میں اسد بجھتی ہوئی آگ کے سامنے گہری نیند میں غافل تھا جمشید کی حویلی میں اس کے دوست جاگ رہے تھے۔ وسیع وعریض دارالمطالعہ کے فرش پر بنے ہوئے ستارہ نما حصار کے اندر جمشید، مریم، اقبال جنگ اور سلیمان صبح کے انتظار میں جاگ رہے تھے اور سنسان رات دھیرے دھیرے اپنے [illegible] قدم اٹھاتی ہوئی آگے بڑھتی جا رہی تھی۔

یہ لوگ فرش پر اس طرح لیٹے ہوئے تھے کہ ان سب کے سر دائرہ کے مرکز کی طرف تھے اور ان کے پاؤں حلقہ کی طرف اس کیفیت میں وہ سب مل کر ایک ستارہ سا بن گئے تھے اگرچہ لیٹنے کے بعد بہت دیر تک وہ آپس میں کوئی بات نہ کر سکے لیکن ان میں سے کسی کو بھی نیند نہیں آسکی تھی۔

صاف ستھری چادروں وغیرہ سے انہوں نے اپنے واسطے جو بستر تیار کر لئے تھے وہ کچھ دیر تک تو کافی آرام دہ معلوم ہوئے لیکن ان کے پیچھے سخت فرش کی موجودگی نے جلد ہی ان کو بے چین کرنا شروع کر دیا۔ جلتی ہوئی شمعوں کے تیز شعلوں اور برقی روشنی کی چمک ان لوگوں کی بند آنکھوں کے پپوٹوں کو گلابی چمک سے بھرنے لگی اور آرام کرنا دشوار ہو گیا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سب ایک اندیشہ ناک توقع کی حالت میں آنے والے واقعات کا انتظار کر رہے تھے۔

مریم بہت بے چینی اور تکلیف محسوس کر رہی تھی اس کے دل میں سلیمان کی گہری ہمدردی تھی اس کے علاوہ اس کو اقبال جنگ کے ان الفاظ کا بھی خیال تھا کہ اس کی اور جمشید کی موجودگی سے سلیمان کی حفاظت میں بے حد مدد ملے گی۔ یہ دونوں باتیں نہ ہوتیں تو شاید دنیا کی کوئی بھی چیز مریم کو آج رات کے پروگرام میں شامل ہونے پر مائل نہ کر سکتی۔ فوق الفطرت قوتوں پر اس کا پختہ ایمان تھا اس لئے وہ خوفناک نتائج کی طرف سے پریشان تھی اور یہ پریشانی ایسی تھی جس کو نیند کے ذریعے دماغ سے ہٹانے کی کوشش عبث تھی ہر معمولی آواز جو خوفناک خاموشی کو توڑتی ہوئی اس کے کانوں میں آتی تھی اس کے دل کی حرکت کو تیز کر دیتی تھی۔ قدیم عمارت میں کسی شہتیر کے چرچرانے کی آواز...... باغ میں درختوں کے درمیان سے گزرنے والی ہلکی ہوا کی سرسراہٹ...... وغیرہ وغیرہ...... ہر آواز پر مریم چونک کر آنکھیں

ل دیتی تھی اور اس کے اعصاب خوف واندیشہ سے تن جاتے تھے۔

جمشید نے سونے کی کوشش ہی نہیں کی تھی وہ لیٹا ہوا اپنے ذہن میں بہت سے مسائل کو الٹ پلٹ ہا تھا اس کی بیٹی زہرہ کی سالگرہ دو ہفتے بعد ہونے والی تھی بچی کو خوش کرنا آسان تھا لیکن مریم کے ئے کوئی مناسب تحفہ مہیا کرنا بالکل مختلف بات تھی۔ یہ تحفہ کوئی ایسی چیز ہونا چاہئے تھا جس کی اس کو ورت بھی ہو لیکن جو بالکل غیر متوقع بھی ہو۔ دشواری یہ تھی کہ مریم کے پاس پہلے ہی سے ہر وہ شے جود تھی جو کہ جمشید کی دولت اس کے لئے خرید سکتی تھی۔ زیورات نہ صرف **بیکار بلکہ مہمل** بھی تھے۔ یم اپنے ملک کے قدیم شاہی خاندان سے تعلق رکھتی تھی وہ اپنے ساتھ جو جواہرات کا ذخیرہ لے کر تھی ان میں سے کم قیمت والے جواہرات فروخت کر دیئے گئے تھے اور ان سے اس کو اتنی دولت صل ہوئی تھی کہ وہ زندگی بھر آزادانہ صرف کر سکتی تھی۔ زیادہ عمدہ اور اعلیٰ قسم کے ہیرے جو اس نے پنے واسطے رکھ لئے تھے اس قدر بہترین قسم کے زیورات کی حیثیت رکھتے تھے کہ ان کی موجودگی میں یم کو کوئی زیور کا تحفہ دینا مضحکہ خیز تھا۔ جمشید کے ذہن میں خیال آیا کہ کیوں نہ وہ اپنی محبوب بیوی کے لئے ایک اعلیٰ نسل کا گھوڑا خرید ڈالے۔ جمشید کو خود تو گھوڑ دوڑ کا شوق نہ تھا لیکن مریم کو گھوڑوں کا شوق ا اور جمشید نے سوچا کہ گھوڑ دوڑ کے موقع پر مریم خود اپنے گھوڑے کو دوڑتے ہوئے دیکھ کر بے حد سرور ہو گی۔

کچھ دیر بعد جمشید کو پھر اپنی بھوک اور پیٹ کا خیال آیا اور اس مصیبت پر غور کرنے لگا جس میں سلیمان نے خود کو پھنسا لیا تھا۔ جس قدر زیادہ وہ اس مسئلے پر سوچتا رہا اتنا ہی زیادہ اس کو یہ دشوار معلوم ہوتا گیا کہ بال جنگ کی باتوں پر ایمان لے آئے۔ اسے معلوم تھا کہ دنیا کے بہت سے ملکوں میں اور بڑے بڑے ہروں تک میں نام نہاد سفلی جادو کے عملیات کئے جاتے ہیں چند سال پیشتر اسے ایک شخص واقعی ایسا ملا ا جو بمبئی...... کے مضافات کے ایک مکان میں ایک شیطانی جشن میں شریک ہوا تھا لیکن جمشید کو پختہ یقین تھا کہ یہ شیطانی جشن دراصل اس کے علاوہ اور کچھ نہ تھا کہ ذہنی اور اخلاقی مریضوں کی ایک ماعت نے عیاشی اور جنسی سیاہ مستی کے لئے ایک موقع اور ایک بہانہ پیدا کر لیا تھا۔ سلیمان ہرگز اس م کا انسان نہ تھا اور نہ وہ بے وقوف ہی تھا اس لئے واقعی یہ عجیب بات تھی کہ وہ اس طرح کی حیوانیت یں پھنس گیا۔

جمشید نے پھر کروٹ بدلی۔ جماہی لی اور اپنے دوست سلیمان پر نظر ڈالی...... جمشید کو اس کی حالت س قدر معمولی اور قابل اطمینان محسوس ہوئی کہ وہ دل میں مسکرا پڑا اور سوچنے لگا کہ کیا واقعی یہ ممکن ہو سکے گا کہ محض اقبال جنگ کی مروت اور اخلاقی رعایت کی وجہ سے صبح تک اس جھوٹے ڈرامہ میں شامل رہنے کی زحمت برداشت کر لی جائے۔

آستانہ کی خانقاہ میں اقبال جنگ نے سلیمان کو شیطانی قوت واثر سے پاک وصاف کرنے کے لئے جو کارروائیاں کی تھیں وہ یقیناً کامیاب ثابت ہوئی تھیں اور آج سہ پہر میں سلیمان کافی گہری نیند سو چکا تھا اس کا دماغ اب ایسا ہی صاف اور تیز تھا جیسا کہ پہلے عموماً رہا کرتا تھا اور اگرچہ طومان کی تمام دھمکیوں کا نشانہ

وہی تھا لیکن پھر بھی وہ اس وقت اپنے تمام ساتھیوں سے زیادہ بشاش نظر آتا تھا اپنے حالیہ تجربات کے باوجود اس کا فطری مزاح رہ رہ کر اپنے ساتھیوں کی حالت کو دیکھ کر بے چین سا ہو جاتا تھا اور اس کا جی چاہتا تھا کہ زور سے ہنس پڑے۔ یہ دیکھ کر کہ محض اس کی حماقت کی وجہ سے آج رات اس کے دوست اس سخت فرش پر پڑے ہوئے ہیں اور خاص طور پر جمشید بڑی ہمت لیکن دبی ہوئی نفرت کے ساتھ ان تکالیف کو سہہ رہا ہے جو اقبال جنگ کی ہدایات نے اس پر لاد رکھی ہیں اس کے پہلو میں گدگدی سی محسوس ہو رہی تھی مگر وہ مصلحتاً اپنی ہنسی کو ضبط کرنے کی کوشش کر رہا تھا بایں ہمہ اس کو پورا احساس تھا کہ ہنسی کی یہ خواہش دراصل نفسیاتی لحاظ سے اعصابی کشیدگی کا نتیجہ تھی یہی وجہ ہے کہ وہ ان تمام حفاظتی تدابیر کی معقولیت کو تسلیم کرتے ہوئے پوری سمجھداری کے ساتھ ان پر عمل کر رہا تھا۔ ایک ساعت کے لئے یہ سوچ کر ہی کہ وہ کس قدر خوفناک تباہی سے بال بال بچا ہے اس کی تمام ہنسی کافور ہو جاتی تھی اور اس کے جسم میں ایک تیز کپکپی دوڑ جاتی تھی۔ یہ محسوس کر کے اسی کی وجہ سے اس کے دوست اس مصیبت میں پھنس گئے ہیں۔ اب اس کی خواہش یہ تھی کہ اب ان کو کم سے کم مزید زحمت دے اور بلاچوں وچرا اقبال جنگ کی ہدایات پر عمل کرتا رہے۔ ایک مضبوط و مستحکم ارادہ کے ساتھ وہ طوفان اور اس کی گزشتہ کارروائیوں کی طرف سے اپنے خیالات کو دور ہٹائے ہوئے تھا اور آج رات کی زحمتوں کو ایک فلسفیانہ صبر و تحمل کے ساتھ گوارا کر رہا تھا۔

اقبال جنگ بظاہر خوابیدہ معلوم ہوتا تھا وہ چت لیٹا ہوا تھا تقریباً غیر محسوس طور پر مگر باقاعدہ اور ہموار رفتار کے ساتھ سانس لے رہا تھا اور بالکل سکون سے لیٹا ہوا تھا لیکن واقعہ یہ ہے کہ بہت تھوڑی ہی سی نیند سے کام چلانے کی اس کو عادت تھی دراصل وہ اپنی قوتوں کو ایک ایسے طریقہ پر مجتمع کر رہا تھا جو دوسروں کے لئے ممکن نہ تھا یہ نرم اور باقاعدہ تنفس...... یہ سانس کی مکمل لیکن غیر شعوری ہموار و یکساں رفتار...... یہ سب کچھ دراصل راج یوگ کا عمل تھا جو کہ اس نے جوانی کے زمانے میں سیکھا تھا۔ یوگ کے اس عمل کے ساتھ ساتھ وہ خود کو، دوسروں کو اور پورے کمرے کو نیلے نیلے اور گہرے نیلے رنگ میں رنگا ہوا تصور کر رہا تھا...... وہی رنگ جس کے ارتعاشات محبت، ہمدردی اور روحانی بالیدگی عطا کرتے ہیں لیکن اپنی اس محویت کے باوجود اپنے ساتھیوں کی ہر ایک حرکت سے باخبر تھا۔ یہاں تک کہ اس کے کان ان ہلکی آوازوں تک سے غافل نہ تھے جو آتشدان میں دہکتے ہوئے انگاروں کے ادھر ادھر گرنے سے پیدا ہو جاتی تھیں دو گھنٹے سے زیادہ گزرنے پر بھی اس نے جسم کو ہلکی سی بھی جنبش نہیں دی تھی لیکن اس کے تمام حواس بالکل مستعد اور چوکنا تھے......!

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ رات ختم ہی نہ ہو گی باہر ہوا کم ہو گئی اور ایک ہموار و مستقل رفتار سے بارش کے قطرے ٹپکنے لگے...... جمشید سخت فرش کی وجہ سے ہر ساعت اور زیادہ بے چین و پریشان ہوتا گیا۔ اب وہ تھک گیا تھا اور اس نامعقول بیداری سے بالکل اکتا گیا تھا۔ اس نے سوچا کہ اب ڈیڑھ بجا ہو گا اور اس خود اختیاری قید خانہ سے ان لوگوں کو آزاد کرنے کے لئے دن کی روشنی ساڑھے پانچ چھ بجے تک نہیں آ سکے گی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس شدید اور ہر لحظہ بڑھتی ہوئی تکلیف کے مزید چار گھنٹے......!!! ادھر

کروٹیں بدلتے بدلتے یہ خیال اس کے ذہن پر ہر لحظہ بڑھتی ہوئی طاقت کے ساتھ جمنے لگا کہ اس معاملے میں شامل ہو کر اس نے بڑی ہی حماقت کی ہے کیونکہ یہ سارا دھندا ہی بیکار اور لایعنی ہے...... معلوم ہوتا ہے کہ اقبال جنگ چالاک مجرموں کے ایک گروہ کی چالبازیوں کا شکار ہو گیا ہے اور اس نے خفیہ علوم کے متعلق بہت زیادہ مطالعہ کیا ہے اس لئے وہ خود اپنے تصورات کے سیلاب میں بہہ گیا ہے...... ایسی حماقت کی مزید رعایت کرنا بالکل نامناسب ہے۔ اس قسم کے خیالات کے ہیجان سے جمشید یکایک اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"دیکھئے صاحب" وہ بولا "میں اس سے عاجز آ چکا ہوں مذاق صرف مذاق کی حد تک ہونا چاہئے۔ ہم نے دو وقت سے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا اور دن بھر مجھے سگار یا سگریٹ تک نصیب نہیں ہوا ہم میں کچھ صاحبان ایسے ہیں جو محض خیالی باتیں سوچنے میں بہت تیز ہیں اور ہم سب خود کو اول درجے کے بیوقوف بنائے ہوئے ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ ہم لوگ اوپر جا کر آرام کریں۔ اگر آپ لوگوں کو واقعی یہ ڈر ہے کہ سلیمان کو کچھ ہو جائے گا تو بڑی آسان سی بات یہ ہے کہ ہم اپنی سب چارپائیاں ایک ہی کمرے میں منتقل کر لیں اور بالکل ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو سو جائیں۔ اس حالت میں سلیمان کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا لیکن صاف بات یہ ہے کہ اس وقت یہاں ہم سب لوگ دیوانوں کی سی حرکتیں کر رہے ہیں۔"

"گڑبڑ شروع ہو گئی ہے۔" اس نے دل میں کہا وہ لوگ جمشید پر اثر ڈال رہے ہیں کیونکہ جمشید ہی ہم میں سب سے زیادہ شک و شبہ رکھتا ہے۔ اس کا مقصد ہے کہ جمشید ہمیں چھوڑ کر حصار سے باہر نکل جائے۔"

لیکن بلند آواز سے اس نے یہ کہا "جمشید! تو کیا تمہیں اب تک یقین نہیں آیا کہ سلیمان خطرے میں ہے!"

"ہاں، مجھے یقین نہیں۔" جمشید کی آواز میں غصہ کا ایک جارحانہ انداز تھا جو اس کے معمولی اطوار کے خلاف تھا "میں اس جادو وادو کو لغویت اور حماقت سمجھتا ہوں۔ تم کوئی ایسی مثال پیش نہیں کر سکتے ...یہ سب جادوگر پکے جعلساز اور گندم نما جو فروش ہوتے ہیں بڑا ابڑا جعلیہ پڑا ہوا ہے اس قوم میں! ...ہو تو میں تاریخ سے ٹھوس مثالیں پیش کر سکتا ہوں۔ تاریخ یورپ میں کیا آپ نے نہیں پڑھا کہ ...جادوگروں یا جادوگرنیوں کو پکڑ پکڑ کر آگ میں بھسم کر دیا گیا لیکن ان کا جادو ان کو نہ بچا سکا۔ یہ کیسا جادو ہے صاحب؟ قافلیواسترو ہی کو لیجئے۔ کہا جاتا تھا کہ وہ سونا بنا سکتا ہے لیکن کسی نے بھی کبھی اس کا بنایا ہوا نہیں دیکھا اور جب اس کو پکڑ کر روم کے ایک قید خانے میں بند کر دیا گیا تو انتہائی اذیت کے ساتھ بھوکوں مر گیا اس کا جادو اسے روٹی کا ایک ٹکڑا بھی نہ دے سکا! کیتھرائن ڈی میڈی سی کی بابت کیا آپ نے نہیں سنا؟ کہا جاتا ہے وہ بہت شاندار قسم کی جادوگرنی تھی اس نے اٹلی کے ایک جادوگر کے لئے جو ...ڈریک کار تھا ایک مینار بنوایا تھا وہ ہر رات چھوٹے بچوں کو ذبح کرتے تھے اور دنیا بھر کی حیوانیت کا ...تے تھے۔ اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ شاہ ہنری مر جائے اور خود کیتھرائن کے لڑکوں کو اولاد پیدا ہو

جائے لیکن یہ سارا جادو اس کے ذرا بھی کام نہ آسکا۔ وہ چاروں بے اولاد مر گئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا خاندان نیست و نابود ہو گیا اور آخر کار ہنری ہی فرانس کا بادشاہ ہوا۔ الفاس لیوی کو ہی لیجئے جو اپنے زمانے میں ساحر اعظم سمجھا جاتا تھا کیا تم نے اس کی کتاب "جادو کا علم و فن" کا مطالعہ کیا؟ کتاب کے دیباچہ میں وہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کتاب میں اس نے جادو کے متعلق تمام راز ظاہر کر دیئے ہیں اور اس کتاب کو ایک ایسی عملی کتاب بنانے کی کوشش کی ہے جس کی مدد سے کوئی بھی شخص شیطان کو طلب کر سکتا ہے اور تمام کمالات دکھا سکتا ہے۔ اس نے چار سو صفحات اسی طرح کی بکواس سے بھر دیئے ہیں۔ آتشیں تلواریں، خوفناک شکلیں اور نہ جانے کیا کیا۔ لیکن کیا اس کتاب میں ایک بھی کوئی کام کی بات ہے؟ بالکل نہیں، سب لغویت اور جھوٹ، محض مکاری۔ ذرا ڈٹ کر سامنے آجائے تو ایک جعلساز کی طرح وہ گھبرا جاتا ہے اور یہی کہ اپنا پیچھا چھڑاتا ہے کہ یہ اس قدر خوفناک اور خطرناک قسم کے راز ہیں جو معمولی لوگوں کو نہیں بتائے جاسکتے خود اپنے ملک میں آپ نے کوئی ایسا جادوگر دیکھا ہے جو بندر کو بلی اور بلی کو چوہا بنادے ...... ؟ انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے کے لئے کیوں جادوگروں سے مدد نہیں لی گئی؟ ہٹلر اور مسولینی کو ختم کرنے کے لئے کیوں کسی جادو کا سہارا نہیں لیا گیا؟ یہ سب واہیات باتیں ہیں میرے دوست، میرے پاس ایسی باتوں کے لئے کوئی وقت نہیں میں اوپر اپنے کمرے میں جاکر آرام سے سونا چاہتا ہوں۔"

مریم حیرت زدہ نظروں سے اس کو دیکھ رہی تھی اس نے آج تک جمشید کو کسی چیز کی تردید اتنے جوش و خروش اور نفرت سے کرتے نہیں دیکھا تھا۔ عام طور پر وہ ایک بے حد وسیع اور کھلے دل و دماغ کا انسان تھا اور اگر اسے کسی شخص کی کسی بات پر شک و شبہ ہوتا تھا تو ایک نرم و شیریں انداز میں تردید کرنے پر قناعت کرتا تھا یہ نہایت عجیب بات تھی کہ وہ یکایک اپنے قابل تعریف اور پسندیدہ اطوار کو بھول گیا تھا اور خود اپنے ایک بہترین دوست کے ساتھ بالکل کھرے پن سے باتیں کر رہا تھا۔

اقبال جنگ بہت سکون کے ساتھ اس کے چہرے کا مطالعہ کر رہا تھا جیسے ہی وہ کھڑا ہوا اقبال جنگ بھی کھڑا ہو گیا اور اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا "جمشید! تمہارا خیال یہ ہے کہ میں ایک وہمی، توہم پرست اور بے وقوف انسان ہوں...... ؟"

"نہیں" جمشید بولا "بات صرف یہ ہے کہ آپ کو کوئی بہت سخت تجربہ اٹھانا پڑا ہے اور اس کی وجہ سے آپ کے تصور و تخیل پر بہت زیادہ بوجھ پڑ گیا ہے۔"

نواب مسکرایا۔

"یہی سہی" اس نے کہا "شاید تم ہی صحیح راستے پر ہو لیکن ہم بہت طویل مدت سے ایک دوسرے کے دوست ہیں اور یقیناً آج رات کے یہ واقعات ہماری دوستی میں کوئی خلل نہیں ڈال سکتے...... ٹھیک ہے نا؟"

"بے شک"

"اچھا تو اگر میں صرف اپنے واسطے ...... صرف اس دوستی کا واسطہ دے کر...... تم سے کسی بات کی

خواست کروں تو تم یقیناً اس کو منظور کر لو گے...... ؟"

"یقیناً" جمشید نے ہلکے سے پس و پیش سے کہا۔ لیکن اقبال جنگ فوراً ہی بول اٹھا۔

"بہت ٹھیک! فی الحال ہم یہ تسلیم کئے لیتے ہیں کہ سفلی جادو ایک طفلانہ وہم سے زیادہ کچھ نہیں، قسمتی سے اس وقت میں اس سے خوفزدہ ہوں اور خوش قسمتی سے تم اس احمقانہ خوف سے بالکل نابلد نہیں ہو مگر میں تم سے...... اپنے دوست سے...... یہ درخواست کرتا ہوں کہ میرے خوف کے پیشِ نظر تم آج رات میرے پاس رہو...... اور اس حصار سے باہر نہ جاؤ۔" جمشید نے کچھ پس و پیش کیا اور پھر مسکرا دیا۔

"اپنی دلیل سے آپ نے مجھے بے بس کر دیا ہے۔" وہ بولا "اگر آپ کی یہی خواہش ہے تو میں یقیناً انکار نہیں کر سکتا۔"

"شکریہ؟" اقبال جنگ نے کہا اور وہ دونوں پھر بیٹھ گئے۔

"شطرنج کے اس کھیل میں یہ پہلی چال ہے" اقبال جنگ نے اپنے دل میں کہا۔ سب لوگوں پر پھر خاموشی طاری ہو گئی۔ اقبال جنگ سکوت کی حالت میں اس عجیب حقیقت پر غور کرنے لگا کہ اگرچہ خبیث روحیں بہت طاقتور ہوتی ہیں لیکن ان کی فطرت اس قدر پست اور ان کی ذہانت اتنی محدود ہوتی ہے کہ صحیح استدلال کی پاکیزہ روشنی جو نورِ الٰہی کا ایک پرتو اور انسانی نجات کا ایک ذریعہ ہے اپنی ایک ہی جھلک سے ان کی آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہے۔ یہ شیطانی روحیں قوت میں انسان سے برتر سہی لیکن انسان ذہانت و استدلال میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ جمشید پر جو شیطانی اثرات طاری ہو رہے تھے ان کو دور کرنے کے لئے اقبال جنگ نے ایک معمولی استدلال سے کام لیا تھا۔ یہ استدلال اس قدر سیدھا سادہ تھا کہ ایک بچہ بھی اس کا مقصد سمجھ سکتا تھا لیکن یہ شیطانی اثرات اس کے مقابلے میں قائم نہ رہ سکے۔ جمشید کی اصلی فطرت اس قدر جلد پھر واپس آگئی کہ وہ شیطانی طاقت جو اس کو حصار سے باہر نکل جانے پر مجبور کر رہی تھی آناً فاناً بجھ کر رہ گئی اور مزاحمت کا ذرا سا بھی موقع اس کو نہ مل سکا۔

یہ سب دوست پھر ایک بار اطمینان سے اپنے حصار کے اندر جم گئے لیکن فضا میں کچھ پراسرار طریقے سے ایک تبدیلی سی پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ راکھ کے ڈھیر پر آگ کے لال شعلے چمک رہے تھے۔ حصار کے ستارے کی پانچوں نوکوں پر شمعیں جھلملائے بغیر جل رہی تھیں اور چھت کے قریب لگے ہوئے برقی لیمپ اپنی نرم نرم روشنی کمرے کے ہر ایک گوشے میں پھیلا رہے تھے بظاہر ہر طرف سکون ہی سکون نظر آتا تھا لیکن ان چاروں دوستوں نے سونے کی کوشش کا کوئی مزید ارادہ نہ کیا اس کے بجائے وہ ایک دوسرے کی طرف پشت کئے ہوئے خاموش بیٹھے رہے اور وقت کے بوجھل لمحات سست قدموں سے صبح کی سمت بڑھتے رہے۔

جمشید کی سابقہ تقریر سے مریم بہت الجھی ہوئی اور پریشان تھی۔ اقبال جنگ کسی نئے واقعہ کے انتظار میں مستعد تھا۔ اب اس کو محسوس ہو رہا تھا کہ پراسرار غیبی قوتیں خود کمرے کے اندر ہی ادھر ادھر حرکت کر رہی تھیں۔ چوروں کی طرح دبے پاؤں نگاہوں سے مخفی لیکن بھرپور طاقت کے ساتھ جیسے

خونخوار درندوں کا ایک غول گھنے جنگل کی تاریکی میں شکار کی بو سونگھتا پھر رہا ہو۔ اقبال جنگ کو معلوم تھا کہ اس وقت یہ شیطانی قوتیں ستارہ نما حصار کے چاروں طرف اپنے لئے ایک راستہ تلاش کرتی گھوم رہی ہیں ان کو تلاش ہے کہ حصار میں کسی جگہ بھی ان کو کوئی خامی مل جائے جس طرح خوفناک سیلاب کی لہریں کسی پشتے میں کوئی سوراخ یا کمزور مقام تلاش کرنے کے لئے سر ٹکراتی پھرتی ہیں اسی طرح یہ شیطانی قوتیں حصار کی طاقت و تکمیل کا جائزہ لینے اور کوئی ممکن راستہ پاکر حصار کے اندر داخل ہونے کی فکر میں ہیں۔

سلیمان سمٹا ہوا بیٹھا تھا اس کے بازو اس کے گھٹنوں کے گرد لپٹے ہوئے تھے اور وہ بظاہر خالی خالی نظروں سے کتابوں کی لمبی قطاروں کو تک رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ غور سے سن رہا ہے۔ اقبال جنگ اس کو خصوصی احتیاط کے ساتھ دیکھ رہا تھا کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ ان کے تحفظ کے انتظامات میں سلیمان ایک کمزور مقام کی حیثیت رکھتا ہے۔

اسی وقت سلیمان ایک قدرے گلوگیر آواز میں بول اٹھا۔

"بڑے زور کی پیاس لگی ہے مجھے...... میں کچھ پینا چاہتا ہوں۔"

اقبال جنگ مسکرایا۔

شیطانی قوتوں کا یہ دوسرا مظاہرہ تھا۔ اب وہ سلیمان کو اپنا نشانہ بنا رہی تھیں لیکن اس سے ایک بار پھر یہ ثابت ہوتا تھا کہ شیطانی قوت کس قدر احمق ہوتی ہے وہ یہ بات بھی محسوس نہیں کرسکتی کہ ایسے موقع کے لئے اقبال جنگ نے حصار کے اندر ایک بہت بڑا جگ پانی سے بھر کر رکھ لیا ہے۔ اپنے مکمل ہوش میں سلیمان اس جگ کی موجودگی کو فراموش نہ کرسکتا تھا اس لئے یہ ظاہر تھا کہ اس کے لئے الفاظ اور اس کی پیاس شیطانی اثرات کا نتیجہ تھی۔

"لو یہ پانی موجود ہے میرے دوست" اقبال جنگ نے ایک گلاس میں پانی انڈیل کر کہا۔ "یہ تمہاری پیاس بجھا دے گا۔"

سلیمان نے بالکل ذرا سا پانی پیا اور اپنی گردن ہلا کر گلاس ایک طرف رکھ دیا "کیا تم کنویں کا کچا پانی استعمال کرتے ہو جمشید......؟" اس نے منہ بنا کر پوچھا۔ "بڑا بدذائقہ پانی ہے...... بدبودار اور بالکل کھاری۔"

"خوب؟" اقبال جنگ نے اپنے دل میں سوچا "اب میں سمجھا! حملہ کے لئے یہ نئی صورت اختیار کی جارہی ہے! خیر! میں اس میں بھی ان طاقتوں کو مات کرکے رہوں گا۔"

سلیمان کا گلاس اٹھا کر اس نے باقی پانی پھر جگ میں ڈال دیا اس کے بعد اس نے اپنے طلسمی پانی کی بوتل اٹھائی۔ بوتل میں اب بہت تھوڑا سا پانی باقی تھا کیونکہ زیادہ تر پانی چاندی کے ان پانچ پیالوں کو بھرنے میں کام آچکا تھا جو کہ ستارہ نما حصار کے پانچ پہلوؤں میں رکھے ہوئے تھے لیکن پھر بھی کافی پانی باقی تھا۔ اقبال جنگ نے جگ میں چند قطرے ٹپکا دیئے۔

اس اثناء میں جمشید اپنی فطری و نرم آواز میں سلیمان کو یقین دلا رہا تھا کہ مکان میں ہمیشہ چشموں کا میٹھا

...ل کیا جاتا ہے اور یہ پانی اسی میں سے لیا گیا ہے۔

...ل جنگ نے جگ میں سے پھر گلاس بھرا اور سلیمان کو دیا۔

"...اب اس کو پی کر دیکھو۔" وہ بولا۔

...ن نے تھوڑا سا پیا اور بولا "یہ پانی بالکل مختلف ہے ہو سکتا ہے پہلے مجھے وہم ہو گیا ہو" اور اس نے ...ن خالی کر دیا۔

...بار پھر کافی دیر کے لئے خاموشی چھا گئی مکان کے کسی حصّے میں سے صرف کسی چوہے کی آواز ...جیسے وہ کسی شے کو کاٹ رہا ہو۔ گہرے سکوت میں یہ آواز کانوں کے پردے کو توڑتی ہوئی محسوس ...تھی۔ چوہے کے دانتوں کی یہ دیوانہ وار اور مسلسل سماعت خراش آواز مریم کے کشیدہ اعصاب کو ...ر گوار معلوم ہوتی رہی تھی کہ اس کا جی چاہتا تھا زور سے چیخ پڑے لیکن کچھ دیر کے بعد یہ آواز بھی ...ئی اور ایک بوجھل خاموشی نے جس میں کشش و پیچ کی کیفیت بھری ہوئی تھی ان سب لوگوں کو ...لاف میں لپیٹ لیا۔ کھڑکی کے شیشوں پر بارش کے قطروں کی نرم آواز بھی اب موجود نہ تھی جو ان ...ن سند اور فطری ماحول کا احساس تازہ کرا سکتی کیونکہ بارش اب رک گئی تھی اور اب اس بے آواز ...ہیں اگر کوئی چیز حرکت کرتی محسوس ہوتی تھی تو صرف آگ کے شعلے۔

...ن کا ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ نہ جانے کتنی راتوں سے مسلسل اس حصار میں بیٹھے ہوئے ہیں اور اپنا ...ا کھانا کھائے ہوئے ان کو متعدد دن بیت چکے ہیں۔

...خت فرش پر اس طرح بیٹھے رہنے سے ان کو ابتدا ہی سے ہی جو جسمانی بے چینی اور تکلیف محسوس ہو ...ئی اب وہ ایک اذیت ناک بے حسی میں دب کر رہ گئی تھی اور گھٹنوں سے اس طرح بیکار بیٹھے رہنے ...ان کو غنودگی محسوس ہو رہی تھی۔ صرف اقبال جنگ ہی اب تک مستعد اور ہوشیار تھا۔

...جانتا تھا کہ شیطانی قوتیں اگر اتنی دیر تک تقریباً خاموش اور بے عمل رہی ہیں تو یہ محض ایک ...ب جس کا مقصد یہ ہے کہ یہ لوگ خود کو محفوظ تصور کرنے لگیں ان لوگوں کو حفاظت و سلامتی کا ...حساس پیدا کرانے کے بعد دشمن پھر اپنا نیا حملہ کرے گا۔

...ز کر تھک کر اقبال جنگ نے اپنا ذرا سا پہلو بدلا ایسا کرتے وقت اتفاق سے اس کی نظر اوپر چھت کی ...ٹھ گئی ایک اس کو محسوس ہوا کہ برقی گلوب اب اتنے روشن نظر نہ آتے تھے جتنا پہلے تھے۔ ...ہو سکتا ہے کہ یہ محض اس کا تصور ہی ہو...... وہم ہو...... اور اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ کسی نہ کسی مصیبت ...ا کر رہا تھا۔

...اقبال جنگ کو اپنی جگہ اس بات کا پورا یقین تھا کہ چھت کی روشنیاں مدھم پڑ گئی تھیں۔ ابھی کچھ ...پہلے جو اس کی نظر اوپر گئی تھی تو اس وقت زیادہ روشنی تھی۔

...رت کے ایک تیز احساس کے ساتھ اس نے اپنے ساتھیوں کو جگا دیا۔

...سلیمان نے یہ محسوس کرنے کے بعد کہ نواب نے اسے کیوں جگایا تھا اثبات میں سر ہلایا اور اقبال ...جنگ کے شبہ کی تصدیق کی اس کے بعد ان سب لوگوں نے کارنس کی طرف نظریں ڈالیں جہاں

کتابوں کی الماریوں سے اوپر گلوب پوش قمقمے روشن تھے۔

روشنی اتنی سست رفتاری سے کم ہو رہی تھی کہ ہر شخص کو یہ محسوس ہوا کہ محض ان کی آنکھیں ان دھوکا دے رہی ہیں لیکن پھر بھی ان کا دل کہتا تھا کہ یہ سب کچھ ایک حقیقت ہے جہاں جہاں پہلے سائے تھے وہاں اب سائے پیدا ہو گئے تھے آہستہ آہستہ مگر یقینی طور پر برقی طاقت کم ہوتی جا رہی تھی اور ان کی حیرت زدہ آنکھوں کے سامنے قمقمے دھندلے پڑتے جا رہے تھے۔

خاموش کمرے میں اب ایک نامعلوم عجیب خوفناک فضا پیدا ہو گئی تھی۔

یہ کمرہ بظاہر اب بھی پر سکون اور آراستہ تھا...... بالکل ایسا ہی جیسا کہ جمشید اس کو روزانہ پاتا تھا...... سوائے اس کے کہ اب اس میں کوئی فرنیچر موجود نہ تھا...... ان لوگوں کے سامنے وہاں بھوتوں کی دھویں جیسی شکل بھی نمودار نہیں ہوئی تھیں۔ لیکن پھر بھی ہر گزرنے والے منٹ کے ساتھ ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ایک ناقابل فہم منظر بے نقاب ہوتا جا رہا تھا وہ تیز روشن تی گلوب رفتہ رفتہ لیکن بلاشک و شبہ دھندلے پڑتے جا رہے تھے۔

کتابوں کی الماریوں کے سائے لمبے ہونے لگے۔ چھت کا وسطی حصہ ایک دھندلا دھبہ بن گیا! رفتہ رفتہ...... یہ بڑا کمرہ تاریکی میں ڈوبتا جا رہا تھا! اور اپنا سانس روکے ہوئے یہ لوگ اس حیرت ناک منظر دیکھ رہے تھے۔ بے آواز اور سست رفتار کے ساتھ چھت پر پڑا ہوا سیاہ سایہ جسامت میں بڑھنے لگا! کتابوں کی سنہری جلدیں جو پہلے چمک رہی تھیں اب دھندلی ہوتی چلی گئیں اور آخر کار کچھ وقت کے بعد پوری ایک صدی کے برابر طویل معلوم ہوتا تھا کمرے میں کوئی برقی روشنی باقی نہ رہی۔ صرف ایک بہت دھندلی سی روشنی کی لکیر کتابوں کی سب سے اوپر کی الماری پر نمایاں تھی البتہ حصار کے پانچوں گوشوں پر جلتی ہوئی پانچ شمعیں اب بھی روشن تھیں اور آتشدان میں آگ دھیمے دھیمے جل رہی تھی۔

یکایک جمشید کانپ گیا۔ "خدا کی پناہ! سردی بڑھ گئی ہے!" اس نے مریم کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔ نواب نے سر کے اشارے سے تائید کی وہ خاموش تھا اور مستعد ہوشیار، اپنی گردن کے پچھلے حصے اس کو سرد ہوا کی لہریں محسوس ہو رہی تھیں یکایک اس نے مڑ کر دیکھا لیکن وہاں کچھ بھی نہ تھا!

صرف کتابوں کی قطاریں نیم تاریکی میں ڈوبی ہوئی چھت تک چلی گئی تھیں جہاں روشنی کی باریک لکیر اب تک نمایاں تھی۔

ٹھنڈی غیبی ہوائی لہریں پورے استقلال سے ان لوگوں کی طرف آ رہی تھیں اور ان کے زور سے شمعوں کے شعلے بھی جھک گئے تھے۔

اقبال جنگ دوزانو بیٹھ گیا اور بلند آواز سے کچھ دعائیں پڑھنے لگا...... سرد ہوا اسی طرح اچانک بند ہو گئی جیسے شروع ہوئی تھی لیکن ایک منٹ کے بعد پھر چلنا شروع ہو گئی...... البتہ اس بار دوسری سمت سے آ رہی تھی۔

اقبال جنگ نے پھر دعائیں شروع کر دیں...... ہوا رک گئی...... اور پھر نئی طاقت سے ایک دوسرے گوشے سے چلنے گئی...... اس نے ہوا کا سامنا کرنے کے لئے رخ بدلا لیکن ہوا پھر اس کی پشت کی طرف

شیطانی ہوا کی لہریں حصار کے چاروں طرف چکر کاٹنے لگیں اور اب ان میں سے ایک ہلکی کراہ نے لگی...... حصار کے چاروں طرف اس سرد ہوا کا ایک بگولہ سا گھوم رہا تھا جس کی شدت و طاقت ڑھتی جاتی تھی۔ کمرے کے تاریک گوشوں میں سے یکایک اس کے جھونکے اس طرح جھپٹتے ئے آتے تھے جیسے قطبی برفانی ہوا چل رہی ہو اور اپنی سرد غیر مرئی اور پراسرار انگلیوں سے ان کے جسم لنا چاہتی ہو اب معلوم ہوتا تھا کہ برف کی آندھی ایک بگولہ کی شکل میں چیزوں کی طرف گھوم ہو اور یہ لوگ اس کے بالکل وسط میں کھڑے ہوئے ہیں۔

شمعیں یکایک بری طرح جھلملائیں...... اور بجھ گئیں۔

جمشید کا شک و شبہ اب بری طرح کچل کر رہ گیا تھا اس نے جلدی سے مریم کو ایک طرف ہٹایا اور کی ڈبیا نکال لی۔ اس نے ایک تیلی جلائی اور ایک شمع کو پھر روشن کر دیا لیکن جیسے ہی وہ دوسری شمع کی مڑا سرد مرطوب شیطانی جھونکا پھر آیا جس نے جمشید کی پیشانی پر آئے ہوئے پسینے کو برف جیسا سرد اور اس شمع کو گل کر دیا جو جمشید نے دوبارہ روشن کی تھی اس کے ساتھ ہی جمشید کی انگلیوں میں دبی نصف جلی ہوئی دیا سلائی بھی ٹھنڈی ہو گئی۔"

اس نے دوسری دیا سلائی جلائی لیکن اس سے پہلے کہ شعلہ مسالے کو چھوڑ کر تیلی تک پہنچے وہ بھی کر بجھ گئی...... اس نے ایک اور تیلی روشن کی...... پھر ایک اور...... ایک اور...... لیکن بیکار۔

اس نے ایک نظر سلیمان کے چہرے پر ڈالی اس کا چہرہ زرد پتھر کی طرح بے حس اور بھیانک معلوم آنکھوں کے ڈھیلے غیر فطری انداز میں باہر کی طرف نکلے ہوئے تھے اور وہ گھٹنوں کے بل جھکا ہوا میں غور سے دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس وقت کمرے کا پورا وسطی حصّہ اندھیرے میں ڈوب ہمیں چاہئے کہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیں۔" اقبال جنگ نے سرگوشی میں کہا۔ "جلدی کرو...... طرح ہماری طاقت بڑھ جائے گی۔ اندھیرے میں انہوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ کی انگلیوں کو شروع کیا اس وقت وہ سب کھڑے ہوئے تھے آخر کار وہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر ایک حلقہ کی میں حصار کے وسط میں کھڑے ہو گئے ان کی پشت ایک دوسرے سے لگی ہوئی تھی۔

بھنور کی طرح چکراتی ہوئی آندھی اچانک رک گئی...... کمرے میں پھر ایک بار ایک غیر فطری سکوت یا۔ یکایک...... کپکپی کا ایک پراسرار دورہ مریم کے جسم پر نازل ہوا۔

ہمت سے کام لو...... ڈارلنگ" جمشید نے اس کا ہاتھ اور زیادہ مضبوطی سے پکڑ کر آہستہ سے کہا "ابھی منٹ میں تم ٹھیک ہو جاؤ گی۔"

جمشید کا خیال تھا کہ مریم اس خوفناک سردی کے اثرات سے کانپ رہی ہے جو کہ ان سب کے ہلکے سے گزر کر جسم تک پہنچ رہی تھی لیکن مریم آتشدان کی سمت منہ کئے ہوئے کھڑی تھی اور اس کی کی طرح کانپ رہی تھیں۔

...... دیکھو...... ادھر...... آگ کی طرف؟"

مریم نے تقریباً ہکلاتے ہوئے کہا۔ سلیمان اس کے پیچھے تھا لیکن اقبال جنگ اور جمشید نے جو اس کے دائیں بائیں کھڑے تھے اپنا رخ بدلا اور اس چیز کو دیکھا جس نے مریم کو اس انتہائی خوف و دہشت میں مبتلا کر دیا تھا۔ جس وقت کمرے میں وہ پہنچا عجیب سرد و تیز ہوا ایک گرداب کی طرح چکر کھا رہی تھی اس وقت آتشدان میں آگ کے شعلے خوب بھڑک اٹھے تھے لیکن اب وہ شعلے دب کر غائب ہوگئے تھے ان سب دوستوں نے اپنی کھلی آنکھوں سے یہ حیرت ناک بات دیکھی کہ سرخ سرخ انگارے سیاہ ہوتے جا رہے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی دیو ہیکل اور غیبی ہاتھ ان کو بجھاتا جا رہا تھا اور پھر...... ذرا سی دیر میں ہی...... آگ کے اس زبردست ڈھیر میں ایک ایک چنگاری بجھ کر رہ گئی! "دعا کیجئے!" اقبال جنگ نے اصرار کیا "خدا کے لئے...... دعا کیجئے۔"

کچھ دیر کے بعد ان لوگوں کی آنکھیں اس نئی تاریکی کی عادی ہوگئیں۔ چھت میں لگے ہوئے برقی گلوب ابھی تک بالکل مردہ نہ ہوئے تھے ان کی روشنی رہ رہ کر ایک زخمی پرندے کی طرح پھڑپھڑا کر چمک اٹھتی تھی اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس مرتبہ ان کی روشنی بالکل ہی غائب ہو جائے گی لیکن جو پراسرار طاقت ان کو دبائے ہوئے تھی وہ ہر بار ناکافی ثابت ہوتی تھی کیونکہ بجھتے بجھتے بالکل آخری درجے پر پہنچ کر پھر بھڑک اٹھتے تھے اور ان کی روشنی کا رقبہ پھر بڑھ جاتا تھا جس کی وجہ سے چھت کے ادھر سے ادھر تک اور کتابوں کے نیچے نمایاں ہونے والے سائے پیچھے ہٹ جاتے تھے۔

چاروں دوستوں کے دل ان کے سینے میں زوروں سے دھڑک رہے تھے اور وہ خاموشی کے ساتھ روشنی اور تاریکی کی اس جنگ کا تماشا دیکھ رہے تھے کہ ان کے چاروں طرف پھیلے ہوئے سائے کبھی آگے بڑھتے تھے اور کبھی پیچھے ہٹ جاتے تھے۔

اس تشویش و خوف کے عالم میں نہ جانے کب تک وہ کھڑے رہے وقت کا اندازہ لگانے سے ان کے دماغ معذور ہو چکے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس عالم میں صدیاں گزر چکی ہیں وہ خاموش تھے مگر ان کے دل دعا کر رہے تھے کہ روشنی کی آخری کرن تاریکی کے ان حملوں سے زندہ بچی رہے۔ یکایک گہری آسیبی خاموشی پرزے پرزے ہو کر بکھر گئی۔

بندوقوں کی آواز کی طرح کھڑکی کے دروازے پر تین بار تیز اور بلند دستک کی آوازیں گونج اٹھیں!

"کون ہے؟" بے اختیار جمشید بولا۔

"خاموش!" اقبال جنگ نے سرگوشی میں کہا۔ یکایک باہر باغ میں سے ایک انسانی آواز آئی آواز بالکل صاف تھی اس کو شناخت کرنے میں غلطی کا امکان ہی نہ تھا۔

ہر ایک نے فوراً پہچان لیا کہ یہ اسد کی آواز تھی "یہ تم نے روشنی کیوں گل کر دی؟...... دروازہ کھولو...... مجھے اندر آنے دو" جمشید کی اعصابی کشیدگی دور ہوگئی اس نے مریم کا ہاتھ چھوڑ دیا اور ایک قدم آگے بڑھایا لیکن اقبال جنگ نے اس کا شانہ پکڑ لیا اور جھٹکا دے کر پیچھے ہٹا دیا۔

"بے وقوف مت بنو، یہ ایک چال ہے۔"

"کھولو نا!...... آخر کھولتے کیوں نہیں؟" آواز آئی "یہاں باہر بے حد سردی ہے...... جلدی کرو"

دوستوں میں صرف جمشید ہی تنہا ایسا تھا جس کو اس بات کا یقین نہ تھا کہ یہ آواز کسی پراسرار شیطانی کرشمہ ہے اس کے باقی سب ساتھی اس چیز کو محسوس کر کے بے حد خوفزدہ تھے کہ اسد کی آواز کی کامیاب نقل کی جا رہی تھی ان کو یقین تھا کہ یہ آواز کسی شیطانی روح کا ہی کرشمہ ہے جو ان کو ...کر حصار سے باہر لانا چاہتی ہے۔

"جمشید!" آواز پھر آئی...... اس بار اس میں غصہ بھرا ہوا تھا "میں کہتا ہوں کہ میں اسد ہوں...... یہ مذاق ...اور دروازہ کھول ڈالو......" لیکن حصار میں چاروں شخص خاموش اور بے حس و حرکت کھڑے ... آواز پھر نہ آئی...... اور گہری خاموشی چھا گئی۔

اقبال جنگ کو خوف ہوا کہ اب دشمن ایک براہ راست حملہ کے لئے اپنی قوت جمع کر رہا ہے یہی وہ چیز ...جس کا اسے سب سے زیادہ اندیشہ تھا اسے اعتماد تھا کہ اگر کچھ اور نئے فریب دینے کی کوشش کی گئی تو ...عقل سے ان کی نوعیت کو سمجھ کر خود کو ان سے محفوظ رکھ سکے گا بشرطیکہ اس کے ساتھی اس کے ...پر عمل کریں اور حصار سے باہر نہ جانے کے ارادہ پر مضبوطی سے قائم رہیں...... لیکن آج سہ پہر وہ ...آباد جا کر سحر و جادو سے حفاظت کا جو تعویذ حاصل کرنا چاہتا تھا وہ حاصل نہ کر سکا تھا...... یہاں ...میں یہ حال تھا کہ برقی روشنی تقریباً مغلوب ہو چکی تھی اور پاکیزہ شمعیں بجھ گئی تھیں۔ "طلسمی ...لوہے کے چاند...... لہسن کے پھول اور یہ ستارہ نما حصار اگرچہ کافی حفاظت کی چیزیں تھیں لیکن اگر ...چاروں طرف منڈلاتی ہوئی سیاہ طاقتوں نے ایک براہ راست، اعلانیہ اور پرجوش حملہ کر دیا تو یہ تمام ...ان مکمل حفاظت کے لئے ناکافی ثابت ہو سکتا تھا۔ "یہ کیا!" سلیمان بول اٹھا اور سب لوگ تیزی سے ...کر کے تو ایک نئے خطرے کے سامنے آگئے! کمرے کے ایک گوشے میں تاریک سائے سمٹ سمٹ ...اور زیادہ تاریک ہوتے جا رہے تھے اور وہاں کوئی چیز حرکت کرتی نظر آتی تھی۔

رفتہ رفتہ اس تاریک گوشے میں فاسفورس کی سی ایک دھندلی گیند چمکتی نظر آنے لگی وہ روشنی میں ...تھراتی ہوئی چاروں طرف پھیلنی شروع ہوئی اور ایک بڑا سا ڈھیر بن گئی...... آہستہ آہستہ اس کا جسمانی ...نمایاں ہوتا جا رہا تھا...... یہ کسی انسان کی شکل تھی اور نہ کسی جانور کی...... لیکن پھر بھی وہاں فرش پر ...ایک دیو ہیکل زندہ گول شے کی طرح سانس لے رہی تھی اس کے جسم پر نہ تو آنکھیں موجود تھیں ...چہرہ لیکن ایک خوفناک شیطانی ذہانت اس کے وجود میں سے ابلتی... محسوس ہوتی تھی۔

یکایک اس "خوفناک شے" میں ایک نمایاں تبدیلی رونما ہوئی اب اس کے جسم پر ایک سفید سی ...کھال نظر آ رہی تھی...... کوڑھیوں جیسی داغدار اور گندی کھال کے نیچے پسلیوں یا دوسری ہڈیوں کا ...نشان نہ تھا لیکن جسم میں ادھر سے ادھر تک شیطانی قوت کی لہریں دوڑ رہی تھیں جن کی وجہ سے ...سارا جسم مسلسل طور پر دھڑکتا ہوا نظر آتا تھا۔ سڑی ہوئی لاش کی طرح کا ایک خوفناک تعفن ...کمرے میں بھر گیا کیونکہ اس دھڑکتی ہوئی خوفناک شے کے جسم میں سے ایک چکنی زہریلی رقیق ...خارج ہو رہی تھی اور صاف فرش پر ننھے ننھے چشموں کی طرح بہتی.... جا رہی تھی...... یقیناً یہ ...ناک شے" ایک ٹھوس حقیقی اور زندہ شے تھی!...... اب تو ان چاروں دہشت زدہ دوستوں کے

سامنے اس "خوفناک شے" کے جسم پر لمبے لمبے سنہرے بال بھی صاف نمایاں تھے...... ایک ایک بال دور دور فاصلے پر...... اور دو بالوں کے درمیان وہی داغدار کھال جیسے کوڑھ سے زخموں پر دھبے پڑ گئے ہوں ...... اس کے جسم کی دھڑکن کے ساتھ ساتھ یہ بال بھی تھر تھرا رہے تھے کبھی سیدھے اپنی جڑوں پر کھڑے ہو جاتے تھے اور کبھی گر پڑتے تھے!

اور پھر اچانک...... یہ "خوفناک شے" ان لوگوں پر ہنس پڑی...... ایک دھیمی ہولناک طنزیہ ہنسی!

"مریم لڑکھڑا کر جمشید سے لگ گئی"...... وہ اپنی ہتھیلی کی پشت سے اپنے منہ کو دبائے ہوئے تھی اور اپنی چیخ کو ضبط کرنے کے لئے دانتوں کو اپنے گوشت میں پیوست کر دیا تھا!

جمشید کی آنکھیں خوف و حیرت سے پھٹ کر رہ گئی تھیں...... اس کے چہرے پر سرد پسینہ پھوٹ آیا تھا۔ اقبال جنگ کو معلوم تھا کہ یہ ایک انتہائی طاقتور اور انتہائی خطرناک قسم کا شیطانی کرشمہ ہے۔ اعصابی تناؤ سے اس کی مٹھیاں بند تھیں اور اتنی سختی سے بند تھیں کہ انگلیوں کے ناخن ہتھیلی میں در آئے تھے ایک پتھر کے مجسمے کی طرح کھڑا ہوا وہ اس خوفناک شے کو دھڑکتے دیکھ رہا تھا...... وہ شے جو نہ انسان تھی اور نہ جانور...... مگر پھر بھی خوفناک زندگی کا ایک سفید اور روشن ڈھیر معلوم ہوتی تھی۔

یکایک اس خوفناک شے نے حرکت کرنی شروع کی...... ایک بلی کی سی تیزی کے ساتھ...... فرش پر اچکتی ہوئی وہ آگے بڑھی تو اس کی تھپ تھپ کی آواز صاف صاف یہ لوگ سن سکتے تھے جیسے جیسے وہ آگے بڑھتی تھی اس کے پیچھے فرش پر چکنی رقیق چیز کی ایک لکیر بنتی.... جاتی تھی جس کی وجہ سے کمرے میں سڑی ہوئی لاش کی سی تیز بدبو پھیل رہی تھی اور ہوا کو زہر آلود بنا رہی تھی۔

اس کی طرف رخ کرنے کے لئے یہ لوگ پھر مڑ گئے اسی وقت وہ پھر ایک بار ان پر ہنسی جیسے ایک شیطانی قوت ان کا مذاق اڑا رہی ہو...... اور پھر ان کے دل ایک ناقابل بیان دہشت سے بھر گئے! کچھ دیر تک وہ کھڑکی کے پاس پڑی ہوئی ایک دیوہیکل رقیق سے دل کی طرح شیطانی قوت سے دھڑکتی رہی اس کے بعد وہ اچک کر پھر اسی جگہ پہنچ گئی جہاں پہلے موجود تھی۔ اس تصور سے ان لوگوں کے جسم میں کپکپی دوڑ جاتی تھی کہ کہیں یہ خوفناک شے ان کی کمر پر نہ کود پڑے اس لئے بجلی کی طرح تڑپ کر انہوں نے پھر رخ بدلا اور اس کے سامنے کھڑے ہو گئے...... لیکن اس مرتبہ اس شے نے کوئی حرکت نہ کی۔ صرف اپنی جگہ پڑی ہوئی ایک شیطانی ہنسی کے ساتھ دھڑکتی رہی۔

"اف!...... خدایا!!" یکایک اقبال جنگ کے منہ سے نکلا ان الفاظ کا سبب بھی نمایاں تھا۔

خفیہ و پوشیدہ دروازہ جو اوپر نرسری کی طرف جانے والے زینہ پر لگا تھا آہستہ آہستہ کھلتا جا رہا تھا! کھلے ہوئے دروازہ کے شگاف میں فرش سے لے کر تقریباً تین فٹ کی بلندی تک ایک سفید لکیر نمایاں ہوئی اور دروازہ کھلتا گیا اور یہ لکیر زیادہ چوڑی ہوتی گئی اور یکایک مریم خوف سے چلا پڑی۔

"یہ تو زہرہ ہے!" دوسرے لوگوں نے بھی اسے فوراً پہچان لیا شب خوابی کے سفید ڈھیلے لباس میں تھی اور اس کا تاریک سایوں کے پس منظر پر ایک دھندلی سفید پر چھائیں کی طرح وہ سامنے موجود معصوم ننھا چہرہ اپنے خوبصورت گھونگھریالے بالوں کے ساتھ نمایاں ہوتا جا رہا تھا۔

"خوفناک شے" بچی سے صرف دو گز کے فاصلے پر تھی۔ دہشت ناک مسرت کے ساتھ وہ شے ہنسی اور آگے کی سمت اچک کر اس نے درمیانی فاصلہ نصف کم کر دیا۔

...کی طرح تڑپ کر اقبال جنگ نے اپنا ایک بازو مریم کی گردن میں حمائل کر دیا اور جھٹکا دے کر اس ...ہٹا لیا مریم کی ٹھوڑی اس کے بازو کے حلقے میں مضبوطی سے پھنسی ہوئی تھی۔

"یہ زہرہ نہیں ہے۔" وہ دیوانہ وار بولا "یہ صرف کوئی شیطانی روح ہے جس نے تمہیں دھوکا دینے لئے زہرہ کی شکل اختیار کر لی ہے۔"

"نہیں...... یہ زہرہ ہی ہے...... وہ نیند میں چل رہی ہے" جمشید بولا اور بچی کی سمت جست لگانے کے ...بڑھا لیکن اقبال جنگ نے اپنے دوسرے ہاتھ سے اس کا بازو پکڑ لیا اور پوری قوت سے پیچھے گھسیٹ لیا۔

"یہ وہ نہیں ہے!" وہ پھر بولا .... اس کی آواز میں نزع کی سی اذیت تھی "میں تم سے التجا کرتا ...جمشید!"

مجھ پر تھوڑا سا اعتماد کرو!...... دیکھو...... اس کے چہرے کو دیکھو!...... وہ نیلا ہے!...... اف!......

...!...... ہماری حفاظت فرما!

جذباتی کشیدگی کے شدید ترین عالم میں اقبال جنگ کے یہ الفاظ اس قدر قوت کے ساتھ ادا ہوئے ...کہ اس کے ساتھیوں کو واقعی ایک منٹ کے لئے یہ نظر آیا کہ بچی کا چہرہ ایک لاش جیسی نیلاہٹ رکھتا ...... اس کے ساتھ ہی اقبال جنگ کے دعائیہ الفاظ پر بچی کے جسمانی خطوط دھندلے سے ہو گئے اور ...نے لگے۔

"خوفناک شے" پھر ہنسی...... لیکن اس بار اس کی ہنسی میں ایک غیظ و غضب کی جھلک تھی جیسے وہ اپنے ...طانی ارادہ کو یکایک ناکام پا کر مشتعل ہو گئی ہو۔ اس کے بعد وہ بے نام "شے" اور بچی دونوں ہی کے جسم ...ے ہو گئے اور غائب ہو گئے ایک بار پھر مکان پر خاموش بھاری تاریکی چھا گئی جس میں کہیں بھی ...آواز یا حرکت کا شائبہ تک موجود نہ تھا۔

اطمینان کا گہرا سانس لیتے ہوئے اقبال جنگ نے جمشید اور مریم کو چھوڑ دیا۔ "اب یقین آیا تمہیں؟" ...نے گلوگیر سی آواز میں کہا لیکن جواب کا کسی کو موقع نہ مل سکا...... دوسرا حملہ تقریباً فوراً ہی شروع ...چکا تھا۔

سلیمان حصار کے وسط میں عجیب طرح سمٹ کر بیٹھ گیا تھا مریم کو اس کا جسم اپنی ٹانگ کے قریب ...تا ہوا محسوس ہو رہا تھا اس نے سلیمان کو تسکین دینے کے لئے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا لیکن وہ اس ...کانپ رہا تھا جیسے اس پر مرگی کا دورہ پڑ رہا ہو۔

...ہی منہ میں وہ نہ جانے کیا بڑبڑانے لگا جس کا مفہوم سمجھنا مشکل تھا زوردار کپکپی کی لہریں سر سے ...تک اس کے جسم پر زلزلہ سا طاری کئے ہوئے تھیں اور پھر یکایک وہ دلدوز سسکیاں لے کر رونے ...

"کیا بات ہے سلیمان؟" مریم نے جھک کر بے تابی سے پوچھا...... لیکن سلیمان نے اس کی طرف کوئی

دھیان نہ دیا وہ ایک کتے کی طرح فرش پر ہاتھ پاؤں کے بل سمٹا سمٹایا بیٹھا ہوا تھا کہ یکا یک ایک جھٹکے کے ساتھ وہ سیدھا ہو گیا اور بڑبڑاتے ہوئے بولا۔

"نہیں...... میں نہیں ٹھہروں گا...... ہرگز نہیں...... سنتے ہو تم لوگ...... تمہیں ہرگز نہیں چاہئے کہ...... کہ...... نہیں ہرگز نہیں......"

شرابیوں کی طرح جھومتا لڑکھڑاتا ہوا وہ کھڑکی کی طرف بڑھا لیکن مریم نے اس سے زیادہ تیزی سے کام کیا اور اپنے دونوں بازو اس کی گردن میں حمائل کر دیئے۔

"سلیمان!...... سلیمان!" وہ ہانپتے ہوئے بولی "تمہیں ہرگز نہیں جانا چاہئے۔" ایک ساعت تک وہ بے حس و حرکت رہا اس کے بعد اس کا جسم ایسی زبردست طاقت کے ساتھ گھوما جیسے کوئی غیر انسانی قوت اس کے اندر بھر گئی ہے اور اس نے مریم کو دور پھینک دیا۔ نرم اور شریفانہ مسکراہٹ اس کے چہرے سے غائب ہو گئی تھی اور دھندلی روشنی میں جو کہ اب تک چھت سے آ رہی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ ایک ہی لمحہ میں ایک قطعی مختلف شخصیت میں تبدیل ہو گیا تھا...... اس کا کھلا ہوا منہ نیچے کی طرف لٹک گیا تھا اور اس کے اندر وحشیانہ غیظ و غضب کی شدت میں ایک درندے کی طرح اس کے دانت نکلے ہوئے تھے...... اس کی آنکھیں دیوانگی کے شعلوں سے گرم و سرخ اور خطرناک انداز میں دہک رہی تھیں اور اس کے منہ میں سے ابلنے والا کف اور تھوک بہتا ہوا اس کی ٹھوڑی سے ٹپک رہا تھا!...... مشکل سے ہی اس کو انسان کہا جا سکتا تھا!

"جلدی کرو جمشید!" اقبال جنگ چلایا "دشمن نے اس پر قبضہ کر لیا ہے اس کو پکڑ کر نیچے گرا دو۔" جمشید نے اب تک اپنی آنکھوں سے جو کچھ دیکھا تھا وہ زندگی بھر کے لئے اس کے تمام شکوک مٹانے کے لئے کافی تھا اس نے فوراً اقبال جنگ کی تقلید کی اور دیوانہ وار جوش کے ساتھ سلیمان سے لپٹ گیا اور وہ تینوں آپس میں گتھم گتھا ہو کر فرش پر گر پڑے۔

"اف!...... معبود!" مریم نے سہمی ہوئی آواز میں کہا...... "اف میرے خدا!......" سلیمان کا سانس ایسے بڑے بڑے جھٹکوں سے آ رہا تھا جیسے اس کا سینہ پھٹ جائے گا وہ ایک پاگل کی طرح کشمکش اور جنگ کر رہا تھا لیکن جمشید بھی اب پوری قوت استعمال کر رہا تھا۔ اس نے سلیمان کے پیٹ پر گھٹنا ٹیک کر دبا دیا اور دونوں نے مل کر کسی طرح اسی حالت میں سلیمان کو بے قابو کر دیا۔ اس کے بعد اقبال جنگ نے جس کو پہلے ہی سے ایسے حملوں کی توقع رہی تھی کچھ مضبوط ڈوریاں نکالیں اور سلیمان کی کلائیاں اور ٹخنے باندھ دیئے!

جمشید ہانپتا ہوا اٹھا...... اپنے سیاہ بالوں کو ہاتھ سے درست کیا جو اس کی پیشانی پر بکھر گئے تھے اور دبی ہوئی آواز میں اقبال جنگ سے بولا "میں اپنے تمام اعتراضات واپس لیتا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے خواہ مخواہ آپ کی پریشانی میں اضافہ کیا۔"

اقبال جنگ نے اس کے شانے کو تھپتھپایا۔ وہ مسکرانا چاہتا تھا مگر نہ مسکرا سکا کیونکہ اس کی آنکھیں اس خوفناک تاریک کمرے میں ادھر ادھر دوڑ رہی تھیں اور یہ دیکھنے کی کوشش کر رہی تھیں کہ اب دشمن

کے لئے کونسا طریقہ اختیار کرتا ہے۔

تینوں نے اپنے بازو آپس میں زنجیر کر لئے اور کھڑے ہو گئے۔ اس کے قدموں کے قریب سلیمان کا ادھر ادھر تڑپ رہا تھا لیکن وہ اس سے بے نیاز ہو کر کسی قدر سہمی ہوئی توقعات کے ساتھ گردن موڑ کر چاروں طرف دیکھ رہے تھے۔ زیادہ دیر تک ان کو انتظار نہ کرنا پڑا۔

ابتدا میں کچھ مبہم سا لیکن بعد میں بالکل یقینی طور پر ان کو محسوس ہوا کہ دروازہ کے قریب تاریکی میں حرکت سی ہو رہی تھی۔

حصار کے اس پار...... سیاہ سایوں کے درمیان...... ٹھیک ان کے سر کی اونچائی کے متوازی...... کوئی دہشت خیز چیز رونما ہوتی جا رہی تھی۔

اپنی طاقت و ہمت کو از سر نو مجتمع کرنے کے لئے انہوں نے ایک دوسرے کے بازو کو اور زیادہ مضبوطی سے پکڑ لیا۔ مریم ان دونوں کے بیچ میں کھڑی تھی۔ اس کی آنکھیں پوری طرح کھلی ہوئی تھیں سکتہ کے عالم میں وہ اس شکل کو دیکھ رہی تھی جو رفتہ رفتہ اندھیرے میں نمایاں ہوتی جاتی تھی۔

اپنے حسین بالوں کے نیچے اس کو اپنی کھوپڑی کی ہڈیاں خوف سے چٹختی محسوس ہونے لگیں۔ اندھیرے ایک لمبا، سیاہ اور جانور جیسا چہرہ بنتا جا رہا تھا۔ چہرے پر روشنی کے دو ننھے ننھے نقطے نمایاں تھے۔ مریم کو وس ہوا کہ خوف کے عالم میں اس کی گردن کے نرم چھوٹے بال سخت ہو کر کھڑے ہو گئے۔

روشنی کے نقطے جسامت اور چمک میں بڑھنے لگے اور بڑھ کر آنکھیں بن گئے۔ بے شک یہ آنکھیں ہی ...... گول...... باہر کو نکلی ہوئی اور ایک آتشیں چمک سے دہکتی ہوئیں...... یہ خوفناک آنکھیں بغیر کے ہوئے ایک دہشت خیز ٹکٹکی سے سیدھی اسی طرف دیکھ رہی تھیں اور مریم کو محسوس ہوا کہ جیسے آنکھوں سے نکلنے والی نظریں اس کے جسم کو پار کرتی ہوئی جا رہی ہیں۔

مریم نے چاہا کہ دیوانہ وار اپنا بازو چھڑا کر بھاگ جائے لیکن اس کی ٹانگوں نے جواب دے دیا۔ تاریکی اس آسیبی جانور کا سر پوری طرح نمودار ہو چکا تو طاقتور بڑے بڑے شانے نمایاں ہوئے اور ان کے فرش کے قریب اندھیرا سمٹ کر طاقتور موٹی موٹی ٹانگوں کی شکل میں ڈھل گیا۔

"یہ تو ایک گھوڑا ہے!" جمشید نے بے اختیار کہا...... اس کی آواز میں لرزش تھی۔

اقبال جنگ نے اشارہ سے اس کو خاموش رہنے کی تاکید کی۔ بلاشک و شبہ یہ ایک گھوڑا تھا۔ ایک بڑا سا جنگی گھوڑا...... بظاہر اس کی پشت پر کوئی سوار نظر نہ آتا تھا...... لیکن اقبال جنگ اس کی خوفناک حقیقت جانتا تھا۔ سلیمان کو چھین لینے میں ناکام ہونے پر غضبناک ہو کر طومان نے اس کوشش کو ترک کر دیا تھا انتقام کے وحشیانہ جذبہ میں اب اس نے خود شیطان کی سب سے بھیانک قوت کو "موت کا قاصد" بنا بھیجا تھا کہ ان سب کا خاتمہ کر ڈالے۔

گھوڑے کی پشت پر سرخ چمڑے کی زین کسی ہوئی تھی۔ اس کے دونوں پہلوؤں میں رکابیں اتنی سخت ہوئی تھیں جیسے کوئی غیبی سوار اپنی غیبی ٹانگوں کی قوت سے ان کو دبائے ہوئے ہے۔ اسی طرح غیبی

ہاتھ گھوڑے کی لگام کو کھینچے ہوئے تھے۔ اقبال جنگ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ دنیا میں کوئی بھی انسان ایسا نہیں جو اس خوفناک غیبی سوار کو آنکھوں سے دیکھنے کی صورت میں اس کی قیمت موت کی شکل میں ادا نہ کرے۔ موت! یقینی موت!

جمشید اپنی جگہ جما کھڑا تھا اور پسینہ اس کے چہرے پر بہتا ہوا نیچے لٹک رہا تھا۔ وہ ایک مسحور کن دہشت کے عالم میں نظر جمائے اس گھوڑے کے نتھنوں کو تک رہا تھا۔ گھوڑے کی موٹی ناک پیچھے سمٹ گئی تھی۔ ہونٹ نیچے اوپر کھنچ گئے تھے اور اس طرح اس کے زردی مائل دانتوں کی دو قطاریں نمایاں ہو گئی تھیں۔ وہ اپنے دانتوں میں دبی ہوئی لگام کو چبا رہا تھا جو کہ چاندی کے ٹکڑے میں بندھی ہوئی تھی۔ سفید سفید جھاگ اس کے منہ سے گر رہے تھے۔

وہ زور سے ہنہنایا اور اس کا گرم گرم سانس اس کے تھرتھراتے ہوئے نتھنوں سے بھاپ کے دو بادلوں کی طرح ان لوگوں کے چہروں سے آکر ٹکرایا۔ جمشید نے دیکھا کہ اقبال جنگ دیوانہ وار جوش کے ساتھ دعا مانگ رہا تھا۔ اس نے بھی ایسا ہی کرنا شروع کیا۔

گھوڑا ہنہنایا اور اپنا سر اوپر اچھالتے ہوئے کتابوں کی الماریوں کی طرف پیچھے ہٹا۔ معلوم ہوتا تھا کہ غیبی ہاتھ اس کی لگام کو پیچھے گھسیٹ رہے تھے۔ گھوڑے کے طاقتور قدم فرش پر بلند آواز سے پڑ رہے تھے۔

وہ پیچھے ہٹتا چلا گیا...... اور پھر اس طرح جیسے خنجر کی نوک جیسی تیز مہمیز سے اس کو مجبور کیا گیا ہو وہ پوری تیزی اور جوش کے ساتھ ان لوگوں کی طرف بڑھا۔

مریم چلا پڑی اور اس نے اقبال جنگ کی گرفت سے خود کو آزاد کرنے کے لئے زور لگایا لیکن اقبال جنگ کی انگلیاں فولادی سختی کے ساتھ اس کے بازو پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ اس جگہ ڈٹا رہا...... زرد رو مگر چٹان کی طرح اٹل...... مہیب گھوڑے کے بالکل سامنے...... ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بس ایک ہی جھپٹ میں یہ خوفناک جانور چشم زدن میں ان تینوں کو کچل کر رکھ دے گا۔

گھوڑے نے جیسے ہی آگے جست لگائی جمشید کے دماغ میں صرف ایک ہی خیال تھا...... یعنی مریم کی حفاظت...... کود کر پیچھے ہٹنے کے بجائے وہ ایک ہی جست میں مریم کے سامنے آگیا۔ اپنا ریوالور سیدھا کیا اور لبلبی دبا دی۔

بند کمرے میں ریوالور کی آواز بادل کی گرج کی طرح گونج گئی۔

اس نے ایک اور گولی چلائی...... ایک اور...... ایک اور......

ریوالور کی نال میں سے نکلنے والے شعلے کی چمک کمرے میں بجلی کی خیرہ کن روشنی کی طرح تڑپ تڑپ اٹھی۔ چند سیکنڈ تک پورا کمرہ دن کی طرح روشن ہو گیا اور کتابوں کی سنہری جلدوں کی پشت اس قدر نمایاں ہو گئی کہ اقبال جنگ آسانی سے کتابوں کے نام پڑھ سکتا تھا کیونکہ اب حصار اور الماریوں کے درمیان جگہ خالی نظر آتی تھی اور خوفناک گھوڑا غائب ہو گیا تھا۔

جمشید کے ریوالور کی آوازوں کے بعد کمرے میں جو خاموشی طاری ہوئی وہ اس قدر گہری تھی کہ یہ

ایک دوسرے کے سانس کی آوازیں سن سکتے تھے اور چند ساعتوں کے لئے وہ بالکل اندھیرے میں ڈوب گئے۔

ریوالور کی نال سے کوندنے والے خیرہ کن شعلوں کے غائب ہونے پر چھت پر کارنس کے قریب زرد روشنی کی جھلک سی قائم تھی وہ سمٹ کر ایسی ہو گئی جیسے بھاری پردوں کے پیچھے روشنی کی دھندلی ہریں۔ اگرچہ یہ لوگ اس وقت بالکل ایک دوسرے کے قریب سمٹے ہوئے تھے لیکن پھر بھی ایک دوسرے کی شکل نہیں دیکھ سکتے تھے۔

جمشید کے دماغ میں گھر کے ملازموں کا خیال کوند گیا۔ ریوالور کی آوازوں کو سن کر وہ ضرور اپنے بستروں سے چونک کر اٹھ کھڑے ہوئے ہوں گے۔ اگر وہ اس طرف آ نکلے تو شاید ان کی موجودگی اس خوفناک تماشے کو ختم کر دے...... لیکن منٹ کے بعد منٹ گزرتا چلا گیا۔ دوڑتے ہوئے قدموں کی کوئی خوش آئند آواز اس ہولناک خاموشی میں پیدا نہ ہوئی جو ایک بار پھر ان لوگوں کے چاروں طرف طاری ہو گئی تھی۔

پسینے سے بھیگے ہوئے ہاتھوں سے جمشید نے ریوالور کو ٹٹول کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اب وہ گولیوں سے بالکل خالی تھا...... اپنی دیوانگی آمیز دہشت میں اس نے آٹھوں گولیوں میں سے ہر ایک گولی خرچ کر ڈالی تھی۔

ان کو ذرا احساس نہ ہو سکا کہ خوف و دہشت کے اس عالم میں وہ کب تک کھڑے ہوئے تاریکیوں میں جھانکنے کی کوشش کرتے رہے۔ یکایک ان کو معلوم ہوا کہ پاتال سے جو انتہائی خوفناک شیطانی روح موت کا قاصد بنا کر ان لوگوں کی ہلاکت و تباہی کے لئے بھیجی گئی تھی وہ رفتہ رفتہ پھر نمودار ہو رہی تھی۔

اندھیرے سمٹ سمٹ کر پھر اسی لمبے سیاہ چہرے کی شکل میں ڈھلنے لگے۔ لال لال آنکھیں پھر چمکنے لگیں...... جسم لمبا اور بڑا ہوتا چلا گیا...... پورا خوفناک گھوڑا پھر سامنے موجود تھا اور فرش پر اس کی ٹاپوں کی آوازیں گونج رہی تھیں کیونکہ وہ بے تاب تھا کہ اس کو پھر آگے بڑھنے کے لئے آزاد چھوڑ دیا جائے۔ کمرے میں اصطبل کی سی بو پھیل رہی تھی۔ گھوڑے کی پشت پر چمکتی ہوئی سرخ زین بالکل صاف نمایاں تھی۔ لگام اسی طرح تنی ہوئی تھی جیسے اس کا غیبی سوار اپنے غیبی ہاتھوں سے اس کو کھینچ رہا ہو......

اقبال جنگ نے محسوس کیا کہ مریم لڑکھڑائی اور اس کے شانے کو پکڑنے کی کوشش کرتے ہوئے فرش پر لڑھک گئی۔ یہ منظر اس کی قوت برداشت سے باہر ثابت ہوا تھا اور وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔

لیکن اقبال جنگ اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتا تھا...... کیونکہ اس وقت تک گھوڑا بالکل ان کے سر پر آن پہنچا تھا۔

جیسے ہی شیطانی جانور حصار کی لکیر پر پہنچا ایک دم ٹھٹک کر رہ گیا۔ اس کے چاروں قدم فرش پر ایک زبردست آواز کے ساتھ لڑکھڑائے اور پچھلی ٹانگیں اس طرح اس کے جسمانی بوجھ کے نیچے جھک گئیں

جیسے اچانک گھوڑے کو اپنے راستے میں کوئی دیوار حائل محسوس ہوئی ہو۔

دہشت و تکلیف کے انداز میں اس نے اپنا طاقتور سر اس طرح اوپر اچھال دیا جیسے اس کا چہرہ کسی سرخ گرم لوہے سے چھو گیا ہو...... وہ قدموں کو زور زور سے ٹپکتا ہوا اور تکلیف سے ہنہناتا ہوا پیچھے ہٹنے لگا یہاں تک کہ اس کے جسم کا پچھلا حصہ کتابوں کی الماریوں سے ہل گیا اور کانپنے لگا۔

مریم کے بے حس و حرکت جسم کو سنبھالنے کے لئے جمشید نیچے جھکا۔ خوف کی وجہ سے یہ سب لوگ حصار کے وسط سے پیچھے ہٹ کر کنارے تک آگئے تھے۔ جیسے ہی جمشید دوزانو ہوا اس کا پاؤں ان پیالوں میں سے ایک پیالے سے ٹکرایا جو طلسمی پانی سے بھر کر حصار کے پہلوؤں میں رکھ دیئے گئے تھے۔ پیالہ لڑھک گیا...... پانی گر پڑا اور فرش پر بہنے لگا۔

فوراً ہی کمرہ وحشیانہ فتح مندی کی ایک گرج سے گونج اٹھا جو کہ ان لوگوں کے قدموں کے نیچے سے ابلتی محسوس ہوئی تھی۔ ایک بار پھر وہی "خوفناک شے" جو غلاظت و گندگی کی ایک بڑی گیند کی طرح تھی حصار کے بیرونی حلقہ کے قریب نمودار ہوئی۔ اس کا جسم ایک زبردست قوت و شدت کے ساتھ تھرتھرا رہا تھا۔ ایک دیوانگی آمیز مسرت کے عالم میں وہ ان لوگوں کی سمت چلائی...... ناقابل یقین رفتار کے ساتھ خوفناک گھوڑا اس طرف مڑا جہاں حصار کے پہلو میں رکھا ہوا پیالہ الٹ گیا تھا جس طرح توپ کے زبردست گولہ سے مضبوط قلعہ کی دیوار میں رخنہ پڑ جائے اسی طرح اس پیالے کے الٹ جانے سے حصار کے اس حصہ میں دشمن کے حملہ کے لئے ایک راستہ بن گیا تھا۔ سیاہ خوفناک گھوڑے نے ایک جست سی لگائی اور تمام شمعوں وغیرہ کو اپنی ٹاپوں سے ادھر ادھر بکھیر دیا۔ وہ پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہو گیا۔ ٹھیک ان لوگوں کے اوپر...... اس کا مہیب سیاہ پیٹ اب ان لوگوں کے سر کے اوپر چھا گیا تھا اور اس کے بہت بڑے بڑے سم ہوا میں اس طرح معلق تھے کہ بس اگلے ہی سیکنڈ میں ان کے دماغوں کا قیمہ بنا دیں گے۔

ایک سیکنڈ تک گھوڑا اسی عالم میں رکا رہا...... جمشید نیچے سمٹا ہوا تھا۔ اس کی نظر اوپر گھوڑے کی طرف تھی لیکن اس کے بازو بے ہوش مریم کے گرد لپٹے ہوئے تھے۔ اقبال جنگ ان کے قریب کھڑا ہوا تھا اور اس کے چہرے پر پسینے کے چشمے بہہ رہے تھے۔

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زندگی کا آخری وقت آپہنچا ہے۔

اس وقت اقبال جنگ نے اپنا آخری حربہ استعمال کیا...... یہ ایک عظیم ترین روحانی عمل تھا۔ ایک ایسا عمل جو محض اسی وقت استعمال کیا جا سکتا تھا جب کہ انسان کی زندگی ہی خطرہ میں نہ ہو بلکہ خود اس کی روح کو تباہی کا سامنا ہو...... ایک صاف اور بلند آواز میں اس نے روحانی عمل کے الفاظ دہرانے شروع کئے۔

ایک ساعت کے لئے ایسا نظر آیا کہ روشنی کی ایک لکیر خوفناک گھوڑے کے جسم کے چاروں طرف سانپ کی طرح لپٹ گئی ہے...... یا پھر کسی نورانی کمند کو اس قدر ٹھیک نشانہ لگا کر پھینکا گیا ہے کہ اس کے حلقے نے اس جانور کو اپنی گرفت میں جکڑ کر رکھ دیا ہے...... اور ایک بے پناہ جھٹکے سے گھوڑے کو پیچھے

ہا ہے۔

خوفناک شے "ایک سنسناہٹ کے ساتھ روشنی کے ذروں میں تبدیل ہو کر غائب ہو گئی۔

وڑا...... موت کا قاصد...... خاموش تاریکی میں تحلیل ہو گیا۔

ان کے صاف معنی یہ تھے کہ اقبال جنگ کے روحانی عمل کی پکار کو سن کر نیکی کی پراسرار اور ناقابل نورانی قوتیں مجبور ہو گئی تھیں کہ آسمانوں کی مقدس خلوتوں کو ایک ارض ساعت کے لئے چھوڑ کر طرف توجہ کریں اور روح کے جو چار پاکیزہ شعلے ان چار دوستوں کے جسم میں روشن تھے ان کو تاریکی شیطانی حملہ سے نجات دلائیں۔

ایک شدید سکوت کمرے پر چھا گیا...... اتنا گہرا سکوت کہ اقبال جنگ کے کانوں میں جمشید کے دل دھڑکن کی آواز صاف صاف آ رہی تھی۔ بایں ہمہ اقبال جنگ کو خوب معلوم تھا کہ اس عظیم ترین نی عمل کی وجہ سے یہ لوگ بھی اپنے جسم سے نکل کر ایک روحانی عالم میں داخل ہو چکے ہیں اور ہے کہ اب وہ کبھی اپنی جسمانی زندگی میں واپس نہ آسکیں گے!

ان عظیم ترین قوتوں کو طلب کرنا جو کائنات کی تمام روشنی کا سرچشمہ ہیں کوئی معمولی بات نہیں۔ لئے انسان کی روح کو ایک فوق الانسانی ہمت و جرأت کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ کائنات کا ازلی اور ی سرچشمہ نور اپنے اندر ایک ایسی طاقت رکھتا ہے جس کو انسانی دماغ سمجھ ہی نہیں سکتا۔ اس کا ایک جلوہ اگر ایک طرف اپنی تابش و درخشانی میں بجلی کی دس لاکھ طاقت کی سرچ لائٹ کو ایک زرد کرن میں تبدیل کر سکتا ہے اور تاریکی و ظلمت کے پرزے اڑا سکتا ہے تو دوسری طرف اس کا اثر یہ بھی ہوتا ہے کہ اپنے سے کم رتبہ روشنی کو اپنی طرف کھینچ لے اور ان دنیاؤں کی طرف لے جائے جس کا تصور انسان نہیں کر سکتا۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ اگر اس روح کائنات کا ایک جلوہ تمام شیطانی قوتوں کا قلع قمع کر سکتا ہے تو دوسری طرف وہ انسانوں کی روح کو بھی جنہوں نے اسے طلب کیا ان کے جسموں سے آزاد کر کے روحانی دنیا کی طرف اڑا لے جاتا ہے۔

کچھ دیر کیلئے اقبال جنگ اور اس کے ساتھیوں کو ایسا معلوم ہوا کہ وہ کمرے کی چار دیواری سے نکل فضا میں بلند ہو گئے ہیں اور اوپر سے کمرے کے اندر نظر ڈال رہے ہیں۔ حصار اب ایک سرخ چمکتا ستارہ نظر آتا تھا۔ ان چاروں دوستوں کے جسم سیاہ پرچھائیوں کی طرح حصار کے وسط میں پڑے تے تھے۔ موت کا سکون و سکوت بڑی بڑی لہروں کی طرح ان کے اوپر بہتا محسوس ہوتا تھا۔ اب یہ مکان میں نہیں بلکہ مکان سے بہت اوپر فضا میں اڑے جا رہے تھے۔ رفتہ رفتہ مکان ایک سیاہ نما بن کر رہ گیا...... فاصلہ بڑھتا جا رہا تھا...... آخر کار ہر چیز دھندلی ہو کر غائب ہو گئی۔

وقت کا وجود ختم ہو گیا...... ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہزاروں لاکھوں سال سے یہ لوگ روشن کی شکل میں ناقابل پیمائش خلاء کی وسعتوں میں تیرتے رہے ہیں...... خلا کی ان بے آواز اؤں پر جہاں ہوا ہی موجود نہیں ابد سے گردش کر رہے ہیں...... اور زندگی کے ہر ایک جسمانی

احساس سے آزاد ہو چکے ہیں............یا پھر نامعلوم سمندروں میں سطح سے کئی میل نیچے کسی کوشش ارادہ کے بغیر ہی تیزی سے تیرتے پھر رہے ہیں۔

کچھ دیر کے بعد............جس کو انسانی زبان میں صدیاں کہنا چاہئے............ایک بار پھر ان کو مکان نظر آیا ان سے نیچے بہت دور............اور انہوں نے دیکھا کہ اندھیرے کمرے میں حصار کے اندر ان کے جسم اسی طرح پڑے ہوئے ہیں! ان کو محسوس ہوا کہ ایک طلسمی خاموشی کے عالم میں............ صدیاں غبار بن کر گر رہی ہیں............ آہستہ آہستہ .... جیسے شبنم کے قطرے برس رہے ہوں............وہ محسوس کر رہے تھے کہ یہ غبار ایک بہت لطیف سفوف کی طرح ان کو اور کمرے کو اور کمرے کی ہر چیز کو اپنی تہوں کے نیچے چھپاتا جا رہا ہے۔

اقبال جنگ نے اپنا سر اُوپر اُٹھایا۔ اس کو محسوس ہوا جیسے وہ ایک طویل سفر ختم کرنے کے بعد بہت دنوں تک سوتا رہا ہے۔ اس نے ہاتھوں سے آنکھیں ملنا شروع کیں۔ نیم تاریک کمرے میں کتابوں کی الماریاں سامنے نمایاں تھیں اسی وقت کارنس کے اوپر والے برقی قمقمے جھلمائے اور بھرپوری قوت سے روشن ہو گئے۔

مریم کو ہوش آگیا تھا............وہ اپنے کانپتے ہوئے گھٹنوں کے ساتھ اٹھنے کی کوشش کر رہی تھی اور جمشید اس کو تسلی دے رہا تھا............ "اب ہم محفوظ ہیں............ ڈارلنگ............ بالکل محفوظ!"

سلیمان کی آنکھیں اب اس خوفناک دیوانگی کی جھلک سے آزاد ہو چکی تھیں............اقبال جنگ کو یاد نہ تھا کہ اس نے کب اور کس وقت سلیمان کی بندشیں کھول دی تھیں بہر حال اس وقت سلیمان کی حالت بالکل ایسی ہی نارمل تھی جیسی کہ اس خوفناک طلسمی جنگ کے شروع ہونے سے پہلے تھی۔ وہ بالکل پرسکون نظر آرہے تھا۔

"ہاں............ ہم اب محفوظ ہیں............ اور طومان کا خاتمہ ہو چکا ہے۔" اقبال جنگ نے کہا "آج رات سب سے زیادہ خوفناک شیطانی روح کو موت کا قاصد بنا کر ہمارے پاس بھیجا گیا تھا لیکن یہ ہیبت ناک قاصد ہمیں نقصان پہنچانے سے قاصر رہا اور اب وہ پاتال میں اپنی "تاریک حکومت" میں ہرگز خالی ہاتھ واپس نہ جائے گا۔ طومان نے اس کو طلب کیا تھا اور اس لئے طومان کو ہی اس کی سزا بھگتنا پڑے گی۔"

"کیا............ کیا آپ کو اس کا یقین ہے؟" سلیمان نے کہا۔

"بالکل............! انتقام کا قدیم قانون پورا ہو کر رہے گا۔ آج صبح سے پہلے ہی طومان مر جائے گا۔"

"لیکن............ لیکن............" سلیمان نے لکنت کرتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ کو اس بات کا احساس نہیں کہ ایسے کام طومان بذات خود کبھی نہیں کرتا۔ وہ ہپناٹزم کے ذریعہ لوگوں کو ایک بیہوشی کی نیند میں غرق کر دیتا ہے اور ان کو مجبور کرتا ہے کہ اس کا شیطانی کاروبار پورا کریں۔ آج رات جادو کا جو حملہ ناکام رہا ہے اس کی سزا طومان کو نہیں بلکہ ان بدقسمت انسانوں میں سے کسی کو بھگتنا پڑے گی جو اس

قبضے میں ہیں۔"

سلیمان یہ الفاظ ادا کر ہی رہا تھا کہ باہر چبوترے پر دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ چند لمحے بعد ہی ایک بھاری جوتے کی ٹھوکر اس قدر قوت سے کھڑکی کے نازک دروازے پر پڑی کہ پورا کمرہ گونج اٹھا۔

یقیناً اس ٹھوکر میں ایک دیو کی سی طاقت کام کر رہی تھی۔ وسیع کھڑکی کا دروازہ چڑچڑا کر کھل پڑا۔ دروازے میں اسد کھڑا تھا!

اس کے بال پریشان تھے............ چہرہ مرجھایا ہوا لیکن اس پر ایک شدید خوف اور غصہ کا عالم چھایا ہوا تھا۔

وہ ایک منٹ تک وہاں کھڑا ہوا ان لوگوں کی سمت اس طرح دیکھتا رہا جیسے وہ انسان نہیں بلکہ خوفناک بھوت تھے......اپنے بازوؤں پر وہ ایک عورت کو اٹھائے ہوئے تھا جس کے خوبصورت بال اس کے داہنے بازو سے نیچے لٹک رہے تھے اور نرم بے جان سی ٹانگیں دوسرے بازو پر جھول رہی تھیں۔

یکایک اسد کی آنکھوں سے دو بڑے بڑے آنسو چھلک پڑے اور اس کے مرجھائے ہوئے رخساروں پر بہنے لگے اس نے آہستہ آہستہ اس عورت کو فرش پر رکھ دیا اس وقت ان لوگوں نے دیکھا کہ وہ زرینہ تھی اور اس کی نامانوس اور غیر فطری خاموش وجود سے ظاہر تھا کہ وہ مردہ تھی!

"اوہ............!" بے اختیار مریم کی زبان سے نکلا۔ "کتنی بڑی قیامت ہے یہ تمہارے لئے!"

مریم نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ ضرور وہی لڑکی ہے جس کی محبت کا تذکرہ اسد نے گزشتہ سہ پہر کو کیا تھا۔

"یہ سب کچھ کیسے ہوا اسد؟" اقبال جنگ نے پوچھا۔

اقبال جنگ کو احساس تھا کہ دشمن کی ہر ایک نقل و حرکت کے متعلق تمام معلومات فوری طور پر حاصل کرنا ضروری ہے اس کی آواز نے اسد کو اپنی محویت سے چونکا دیا اور اس نے خود کو سنبھال لینے کی کوشش کی۔

"مجھے معلوم نہیں۔" اسد نے کہا۔ "زرینہ نے مجھے بلایا تھا کیونکہ وہ اس سور کے بچے طومان سے بے حد خوفزدہ تھی۔ سہ پہر کے وقت تو میں آپ کو کچھ اطلاع دے ہی نہیں سکتا تھا بعد میں جب میں نے مقامی ٹیلیفون کو استعمال کرنے کی کوشش کی تو لائن ہی بے کار تھی۔ مجھے بہر حال زرینہ کے پاس ٹھہرنا ضروری تھا۔ ہم نے سرائے کی نشست گاہ میں رات ایک ساتھ گزارنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن آدھی رات کے قریب وہ مجھے چھوڑ کر اوپر چلی گئی اور............اف............! لعنت ہے مجھ پر............ مجھے نیند آگئی۔"

"کتنی دیر تک تم سوتے رہے؟" اقبال جنگ نے عجلت سے پوچھا۔

"شاید کئی گھنٹے............" میں بہت تھک گیا تھا لیکن جیسے ہی میری آنکھ کھلی میں اوپر اس کے

کمرے میں دوڑتا ہوا پہنچا۔ وہاں زرینہ اسی حالت میں پڑی ہوئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ آرام کرسی پر سوگئی ہے میں نے اس کو بیدار کرنے کی کوشش کی مگر بیکار............ تب میں خوف سے پاگل سا ہوگیا۔ میں نے اس کو اٹھایا اور ایک ایک قدم میں چھ چھ سیڑھیاں طے کرتا ہوا نیچے اترا۔ آپ تصور نہیں کرسکتے کہ اس جگہ سے بھاگ جانے کو میں کس قدر بے تاب تھا۔ زرینہ کو اٹھاتے ہوئے دیوانہ وار بھاگ پڑا۔ مجھے ذرا بھی یاد نہیں کہ کس طرح میں نے یہ فاصلہ طے کیا............ بس اتنا یاد ہے کہ میں نے یہاں مکان کی روشنی دیکھی اور سیدھا اسی طرف چلا آیا............ زرینہ............ زرینہ میرے خیال میں مردہ نہیں ہے............ کیوں ٹھیک ہے نا؟"

"اف............ ! عزیز اسد............" مریم نے زرینہ کے سرد ہاتھوں کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے اندیشہ ہے کہ ...... کہ............"

"نہیں............ ہرگز نہیں .... زرینہ مردہ نہیں ہوسکتی۔" اسد نے وحشیانہ ہوش میں کہا

"اس شیطان نے اس کو بیہوشی وغیرہ میں مبتلا کردیا ہے۔"

مریم کے بیگ میں سے اقبال جنگ نے ایک چھوٹا سا آئینہ نکالا اور زرینہ کے ہونٹوں کے سامنے کیا آئینہ کی سطح پر سانس کی نمی کا ہلکا سا بھی نشان نمودار نہ ہوا اس کے بعد اس نے زرینہ کے سینے پر اپنا ہاتھ دبا کر دیکھا۔

"دل کی حرکت بند ہوچکی ہے۔" وہ ایک منٹ کے بعد بولا۔ "میرے دوست اسد............ صبر کرو............ ! صبر کرنا ہی پڑے گا۔"

"موت کو جانچنے کے لئے پرانے طریقے فیصلہ کن نہیں کہے جاسکتے۔" سلیمان نے دبی آواز میں اقبال جنگ سے کہا۔ "موجودہ زمانے کے سائنس داں کہتے ہیں کہ یہ بالکل ممکن ہے کہ انسان کے جسم کی شریانیں تک کاٹ دی جائیں اور ان سے خون بہنا بند ہوجائے لیکن پھر بھی جسم میں زندگی باقی رہے گی اور وہ اب اس یقین کو پہنچے ہیں کہ ہم انسان کے جسم میں زندگی کا وجود دراصل ایک قسم کی ایٹمی توانائی پر منحصر ہے جس کو آپ چاہیں تو روح کہہ سکتے ہیں اور یہ بالکل ممکن ہے کہ جسم میں زندگی کی کوئی ہلکی سی بھی علامت باقی نہ رہے لیکن پھر بھی اس وقت کی کوئی چنگاری جسم میں موجود ہو۔" "ایسی حالت کو ہم ایک قسم کا سکتہ کہہ سکتے ہیں۔"

"بیشک!" اقبال جنگ نے کہا "یہ بات بار بار ثابت ہوچکی ہے کہ احساسات کو جمع کرنے کیلئے ہمارے حواس صرف نامکمل اور ناقص ظروف کی حیثیت رکھتے ہیں ان حواس کے علاوہ کوئی قوت اور بھی ہے جو اس وقت بھی دیکھ سکتی ہے جبکہ آنکھیں بند ہوتی ہیں اور اس وقت بھی سن سکتی ہے جبکہ بیہوشی کی دواؤں کے تحت انسان کے جسم کو بغیر کسی تکلیف کے کاٹ کاٹ کر ٹکڑے کیا جاتا ہے۔ تمام تازہ ترین تجربات یہی بتاتے ہیں کہ بہت سی حالتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جبکہ انسانی جسم کلی طور پر زندہ یا کلی طور پر مردہ نہیں ہوتا............ لیکن افسوس ہے کہ زرینہ کے سلسلے میں اس طرح کی کوئی

نظر نہیں آتی۔ ہم سب ہی یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ طومان نے زرینہ کو اپنے آلہ کار کی حیثیت استعمال کیا اور اس لئے طومان کی ناکامی کی سزا اس غریب لڑکی کو مجبوراً بھگتنا پڑی ہے۔ مجھے ذرا سا شبہ نہیں کہ وہ مردہ ہے۔"

اسد یہ آخری الفاظ سن کر چونک پڑا اور دیوانہ وار گھوم کر اقبال جنگ سے بولا............ "خدا کی پناہ! ...کر تو میرا کلیجہ ہی شق ہوا جاتا ہے! میں نے............ میں نے خود کو فریب دینے کی کوشش کی کہ وہ مردہ نہیں لیکن اف............ ! میرے معبود............ ! اس کے معنی تو یہ ہیں کہ آخر کار وہی ہوا جو زرینہ نے پیش گوئی کی تھی۔"

اس نے اپنی آنکھوں کو ملتے ہوئے ادھر ادھر وحشیانہ طور سے دیکھا اور پھر بولا............ "لیکن کچھ ہو............ میری سمجھ میں ابھی کچھ نہیں آرہا ہے۔" "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکان اور آپ سب محض میرے وہم کی پرچھائیاں ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں............ مگر............ کیا واقعی زرینہ مردہ ہے؟ اس کو بے حد خوف تھا کہ اگر وہ مرگئی تو اس کے جسم میں کوئی خوفناک چیز بھی زندہ باقی رہ جائے گی۔"

"جب وہ مرچکی ہے تو پھر اس میں کیا باقی رہ سکتا ہے؟" جمشید نے کہا۔

"اس کا جو کچھ مطلب ہے وہ میں سمجھتا ہوں۔" اقبال جنگ بولا۔ "اس کو اندیشہ ہے کہ کوئی شیطانی روح زرینہ کی لاش میں داخل ہوکر اس پر قابض ہوسکتی ہے اگر ایسا ہوا تو ہمیں بہت سخت اقدامات کرنے ہوں گے۔"

"نہیں!" اسد نے جوش میں کہا۔ "اگر سخت اقدامات سے آپ کا مطلب یہ ہے کہ لاش کا سر کاٹ دیا جائے اور اس کے قلب میں ایک سلاخ بھونک دی جائے تو میں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔ زرینہ میری ہے............ یقین کیجئے............ صرف میری!"

"ہوش کی باتیں کرو اسد!" اقبال جنگ نے کہا۔ "جس بات کی تم اجازت نہیں دے رہے ہو وہ اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ کوئی خبیث روح اس کے جسم میں داخل ہوجائے اور پھر ہر رات زرینہ غریب کی روح عالم بالا سے یہ اذیت انگیز منظر دیکھے کہ اس کا جسم قبر سے نکل کر انسانی خون پیتا پھرتا ہے............ بہرحال گھبرانے کی بات نہیں۔ کوئی شیطانی روح اس مردہ جسم میں داخل ہوگئی ہے یا نہیں اس چیز کی جانچ کرنے کے کچھ خاص طریقے ہیں جن کی مدد سے ہمیں جلد ہی اصلیت کا پتہ چل جائے گا............ ذرا اس لاش کو یہاں لے آؤ۔"

سلیمان اور جمشید نے لاش کو اٹھایا اور اس کو حصار کے وسط میں چادروں کے بستر پر لاکر رکھ دیا اس اثنا میں اقبال جنگ اپنے سامان میں کچھ خاص چیزیں تلاش کر رہا تھا۔

"ایک زندہ مردہ یعنی وہ لاش جس پر شیطانی روح کا قبضہ ہے بعض چیزوں سے خصوصی نفرت و بیزار رکھتی ہے۔" اقبال جنگ نے آہستہ آہستہ کہا۔ "زندہ مردے انسانی شکل و صورت میں چل پھر

سکتے ہیں لیکن انسانی غذا نہیں کھا سکتے اور آفتاب کے طلوع و غروب کے علاوہ کسی وقت بہتے ہوئے پانی کو پار نہیں کر سکتے۔ لہسن ان کے لئے ایک بے حد خوفناک شے ہوتی ہے چنانچہ اگر لہسن ان کو چھو جائے تو وہ خوف سے چلا پڑتے ہیں اور اسی طرح چاند کا نشان بھی ان کے لئے ایک دہشت کی چیز ہوتا ہے۔ ہمیں اب دیکھنا یہ ہے کہ زرینہ کی لاش پر ان چیزوں کا کیا ردعمل ہوتا ہے۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی گردن میں پڑا ہوا لہسن کے پھولوں کا ہار اتارا اور زرینہ کی گردن میں ڈال دیا اس کے بعد اس نے ایک چھوٹا سا سنہرا چاند اس کے لبوں پر رکھ دیا۔

سب لوگ اس منظر کو کھڑے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ زرینہ کی لاش وہاں خاموش اور بے حس و حرکت پڑی ہوئی تھی اس کے سفید چہرے کے گرد خوبصورت بال بکھرے ہوئے تھے اس کی حسین آنکھیں نیلی نیلی نسوں والے بھاری پپوٹوں کے نیچے بند تھیں اور لمبی لمبی خمیدہ پلکیں رخساروں کو چھو رہی تھیں۔ بظاہر اس پر ایک مکمل موت کا عالم طاری تھا لیکن پھر بھی جب اقبال جنگ اپنی کارروائی میں مشغول تھا تو دیکھنے والوں کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زرینہ کی آنکھیں کسی لمحہ بھی تڑپ کر کھل سکتی ہیں لیکن جب لہسن کے پھولوں کا ہار اس کو پہنایا گیا تو وہ اسی طرح بے حس و حرکت اور منجمد پڑی رہی اور جب سنہرا چاند اس کے ہونٹوں پر رکھا گیا تو اس وقت بھی پتھر کے ایک خوبصورت مجسمے کی طرح بے حس و حرکت ہی رہی۔

"یہ مردہ ہے..........اسد..........قطعی مردہ!" اقبال جنگ نے کہا۔ "اس لئے میرے عزیز دوست تمہیں کم از کم یہ اطمینان ہو جانا چاہئے کہ جس بدترین شے کا تمہیں اندیشہ تھا وہ کوئی وجود نہیں رکھتی۔ زرینہ کی روح جسم سے جا چکی ہے اور اس جسم پر کسی شیطانی روح نے قبضہ نہیں جمایا ہے۔ اب مجھے اس کا پورا یقین ہے۔"

کمرے میں ایک بار پھر گہری خاموشی چھا گئی۔ زرینہ اپنی موت کی آغوش میں زندگی سے کہیں زیادہ حسین نظر آتی تھی۔ اتنی حسین کہ یہ لوگ اس کے حسن و جمال سے ششدر تھے۔ اسد اس کے قریب سمٹا ہوا بیٹھا تھا۔ یہ گزشتہ سہ پہر ہی کی تو بات تھی کہ زرینہ نے اسے بتایا تھا کہ وہ اس سے محبت کرتی ہے۔ ان ناقابل یقین الفاظ کو سن کر اسد کے دل و دماغ میں حیرتناک امیدوں اور رومانی منصوبوں کا جو عظیم الشان محل تیار ہوا تھا وہ اب تباہ ہو چکا تھا اور اس اچانک اور المناک تباہی نے اسد کو پیس کر رکھ دیا تھا۔ جہاں تک صرف آنکھوں سے دیکھنے کا تعلق ہے وہ ایک مدت سے زرینہ سے واقف رہا تھا اور نہ جانے کتنی بار اس کو خواب کی دنیا میں دیکھ چکا تھا لیکن گزشتہ سہ پہر کی ہی وہ مبارک ساعتیں تھیں جب اس کو پہلی بار زرینہ نے محبت کا تحفہ عطا کیا تھا لیکن کس قدر المناک تباہی تھی یہ کہ بیدرد قسمت نے اس کی مسرتوں کو چند گھنٹوں سے زیادہ نہ جینے دیا...... یہ انصاف نہیں تھا..........! ہرگز نہیں......

اچانک اس نے اپنے ہاتھوں میں منہ چھپا لیا...... اس کے طاقتور شانے کانپنے لگے اور زندگی میں پہلی بار تلخ آنسوؤں کے سیلاب میں اس کے ضبط و تحمل کے پاؤں اکھڑ گئے۔

اس کے ساتھی ایک خاموش ہمدردی کے عالم میں اس کے پاس کھڑے ہوئے تھے ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کریں اور کیا کہیں...... دراصل کرنے اور کہنے کو اب ان کے پاس باقی ہی کیا رہ گیا تھا!

اسد کی شدید اذیت کو تسکین دینے کیلئے مریم نے اپنی انگلیوں سے اس کے بالوں میں شانہ کرنے کی کوشش کی لیکن اس نے ایک جھٹکا دے کر اپنا سر ہٹا لیا۔ اسے یاد آگیا تھا کہ ابھی چند گھنٹہ پیشتر جب وہ اور زرینہ سہ پہر کی نرم دھوپ میں نہائے ہوئے حسین جنگل کی آغوش میں بیٹھے ہوئے ایک دوسرے کے جذبات محبت سے کیف و سرور حاصل کر رہے تھے تو زرینہ نے اسی طرح بار بار اس کے بالوں میں اپنی نرم و نازک انگلیوں سے شانہ کیا تھا.......... آئندہ اب کبھی بھی وہ ایسا نہ کر سکے گی اس تصور نے اسد کے وجود کو ایک ناقابل برداشت درد و کرب سے بھر دیا۔

کچھ دیر کے بعد اقبال جنگ بے بس و مجبور ہو کر ایک طرف ہٹ گیا۔ سلیمان بھی وہاں سے ہٹ کر ایک کھلی ہوئی کھڑکی کے پاس چلا گیا اور اقبال جنگ کو آنکھ کے اشارے سے اپنے پاس بلا لیا تا کہ وہ دوسروں سے چھپا کر کچھ خاص باتیں اقبال جنگ سے کر سکے۔ کھڑکی کے باہر رات کی تاریکی ابھی تک چھائی ہوئی تھی اور اب فضاء میں ہلکا کہرہ بھی شامل ہو گیا تھا۔ ہوائی لہروں میں کہرے کے چھلے سے بل کھاتے ہوئے اندر کمرے میں آرہے تھے۔ اقبال جنگ سردی کے اثر سے کانپ گیا اور کھڑکیوں کو پھر مضبوطی سے بند کر دیا۔

"کیوں کیا بات ہے سلیمان؟" اس نے عجلت سے پوچھا۔

"کیا...... کیا یہ ممکن نہیں کہ زرینہ کے جسم میں پھر زندگی کی رمق بیدار کی جا سکے؟" سلیمان بولا۔

"نہیں.......... اگر اس کے جسم میں کوئی چیز موجود ہوتی تو یہ ناممکن تھا کہ لہسن اور چاند کے اثرات کو محسوس کر کے وہ اپنی موجودگی کو چھپا سکتی۔"

"میرا مطلب کچھ اور ہے.........." سلیمان نے کہا۔ "مقصد یہ ہے کہ جہاں تک ہمیں معلوم ہے زرینہ کے جسم کے تمام اہم اور ضروری اعضاء بالکل سلامت ہیں اور ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے۔ موت کی سختی بھی ابھی جسم پر ظاہر نہیں ہوئی ہے۔ میں نے اس کے ہاتھ کو چھو کر دیکھا تھا اس کی انگلیاں میری انگلیوں کی طرح نرم ہیں۔"

اقبال جنگ مسکرایا۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا میرے دوست!" وہ بولا "موت کی سختی ظاہر نہ ہونے کی بہت سی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ بہرحال ابھی کچھ دیر بعد اس کا جسم لکڑی کی طرح سخت ہو جائے گا اس میں شک نہیں کہ اس کا جسم ایک لحاظ سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسا کسی پانی میں ڈوب کر مر جانے والے کا ہوتا ہے لیکن یہ مشابہت بس محض سطحی ہے اور اگر تم یہ سوچ رہے ہو کہ طبّی امداد کے مطابق مصنوعی سانس کے طریقوں پر عمل کر کے زرینہ کے جسم میں زندگی کو بیدار کیا جا سکتا ہے تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اس کا کوئی بھی امکان باقی نہیں.......... بیچارے اسد کو اس طرح کی امید دلانا

ایک خوفناک بے رحمی ہوگی۔"

"جی نہیں.......... آپ میرا مطلب سمجھے ہی نہیں۔" سلیمان نے دزدیدہ نظروں سے اپنے ساتھیوں کی سمت دیکھ کر کہا۔ وہ سب فاصلہ پر خاموش کھڑے ہوئے ہیں۔ "مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ کوئی معمولی ڈاکٹر اب زرینہ کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتا لیکن چونکہ ابھی تک زرینہ کا جسم درمیانی حالت میں ہے اور موت کی سختی اس پر طاری نہیں ہوئی اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ دنیا میں چند لوگ ایسے بھی ہیں جو اس کیلئے کچھ نہ کچھ کر سکتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ان چند لوگوں میں ایک آپ بھی ہیں۔"

"کیا!" یکایک اقبال جنگ بول اٹھا اور اس کے بعد سرگوشی میں کہا۔ "کیا تمہارا مطلب یہ ہے کہ میں زرینہ کی روح کو واپس لانے کی کوشش کروں؟"

"بے شک!" سلیمان نے کہا۔ "میں دیکھتا ہوں کہ زندگی کے عظیم و نازک رازوں کا آپ کو بہت کافی علم ہے اس لئے میرا خیال تھا کہ اگر آپ کوشش کریں تو کامیابی ہوگی۔"

اقبال جنگ کچھ دیر تک خیالات میں ڈوبا رہا۔

"مردہ روح کو واپس لانے کا عمل مجھے کچھ معلوم تو ضرور ہے۔" آخر کار وہ بولا۔ "لیکن نہ تو میں نے کبھی یہ عمل کیا ہے اور نہ کسی کو کرتے دیکھا ہے بہر حال یہ ایک خوفناک ذمہ داری کی بات ہے۔"

اسی وقت باغ میں درختوں کے پتوں کے درمیان سے ہوا کی لہریں تیزی سے گزریں اور ایسا محسوس ہوا کہ جیسے کوئی ٹھنڈی سانس لے رہا ہو یہ آواز سلیمان اور اقبال جنگ دونوں نے سنی اور ایک دوسرے کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"زرینہ کی روح ابھی زیادہ دور نہیں گئی ہوگی۔" سلیمان نے سرگوشی میں کہا۔

"بے شک!" اقبال جنگ نے کہا۔ "لیکن مجھے یہ چیز پسند نہیں سلیمان! روحیں جسم کو چھوڑ کر اس لئے نہیں جاتیں کہ ان کو واپس بلایا جائے۔ وہ کبھی خوشی سے واپس نہیں آتیں اگر میں کوشش کرتا ہوں اور کامیاب ہو جاتا ہوں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ میں ایک ایسی ناقابل یقین روحانی قوت سے کام لوں گا جس کی خلاف ورزی کرنے کی جرأت زرینہ کی روح نہ کر سکے گی.......... میرے خیال میں ایسا قدم اٹھانا ہمارے لئے جائز نہ ہوگا اس کے علاوہ اس سے فائدہ ہی کیا ہوگا؟ اگر میں انتہائی کوشش کروں تب بھی میں اس کی روح کو چند لمحات سے زیادہ روک نہ سکوں گا اور وہ پھر واپس چلی جائے گی۔"

"بالکل ٹھیک.......... لیکن مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اب بھی میرا مقصد نہیں سمجھے۔" سلیمان نے عجلت سے کہا۔ "جہاں تک بد قسمت اسد کا تعلق ہے زرینہ ہمیشہ کیلئے جا چکی ہے.......... لیکن میں طومان کے متعلق سوچ رہا تھا۔"

"آپ کل رات پورے جوش کے ساتھ ہمیں سمجھا رہے تھے ہمارا فرض یہ ہے کہ طومان کا خاتمہ

کر دیں اس سے پیشتر کہ وہ طلسم سامری حاصل کر لے اس کو ہلاک کر دینا ضروری ہے۔ مجھے تسلیم ہے کہ یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ زرینہ کے جسم کی جو حالت اس وقت ہے اس کے مد نظر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کی روح جسم سے زیادہ دور نہیں گئی ہے اگر آپ چند لمحات کیلئے اس کو واپس لا سکیں اور اس سے کچھ باتیں کر سکیں تو کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ ہماری مدد کر سکے گی اور یہ بتا سکے گی کہ طومان کا خاتمہ کرنے کا کونسا سب سے اچھا طریقہ ہو سکتا ہے؟ عالم ارواح میں پہنچنے کے بعد جہاں کہ زرینہ اس وقت موجود ہے اس کی بصارت اور بصیرت کی قوتیں لا محدود ہو چکی ہیں اس لئے وہ یقیناً ہماری رہنمائی ایک ایسے طریقے پر کر سکے گی جو کہ زندگی میں اس کیلئے ممکن نہ تھا۔"

"یہ ایک بالکل مختلف پہلو ہے۔" اقبال جنگ کا زرد چہرہ مسکراہٹ سے چمک اٹھا۔ "اور واقعی تم ٹھیک کہتے ہو سلیمان! میں گزشتہ چند گھنٹوں کے دوران ایسی شدید ذہنی و اعصابی کشیدگی میں مبتلا رہا ہوں کہ سب سے اہم بات کو بھول ہی گیا تھا۔ یعنی طومان کا خاتمہ.......... کسی اور مقصد کیلئے زرینہ کی روح کو واپس لانے پر بس ہرگز تیار نہ ہوتا لیکن طومان کو طلسم سامری حاصل کرنے سے باز رکھنے کیلئے اور کروڑوں انسانوں کو مصائب اور موت سے بچانے کیلئے اگر ہم ایسا کریں تو جائز ہوگا آؤ اس سلسلے میں اسد سے بات کریں۔"

جب اقبال جنگ پوری تفصیل بتا چکا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے تو اسد نے جو کہ اب شدت اذیت سے بے حس سا ہو گیا تھا مایوسانہ انداز میں سر ہلایا اور کہا.......... "آپ جو چاہیں کریں.......... مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ البتہ میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس عمل سے زرینہ کی روح کو کوئی تکلیف تو نہیں ہوگی۔"

"نہیں!" اقبال جنگ نے اس کو یقین دلایا۔ "عام موت کی صورت میں کچھ تکلیف ضرور ہوتی ہے مردہ شخص کی روح کو واپس بلانا اس کے روحانی ارتقاء میں خلل ڈالنا ہے لیکن زرینہ کی موت عام موت نہیں، اس کو قتل کیا گیا ہے اگرچہ روح کی یہ عادت نہیں ہوتی کہ زندگی میں جو کچھ ہوا ہے اس کا انتقام لینے کی کوشش کرے لیکن یہ بات تقریباً یقینی ہے کہ زرینہ کی روح خود ہی واپس آنے کی خواہش کر رہی ہے صرف اتنی دیر کیلئے ہمیں طومان کو شکست دینے کا طریقہ بتا سکے اور اس کی یہ خواہش محض اس لئے ہے کہ وہ تم سے محبت کرتی تھی۔"

"بہت ٹھیک!" اسد نے زیر لب کہا۔ "لیکن کوشش کیجئے کہ یہ کام جلد ہی ختم ہو جائے۔"

"میرا خیال ہے کہ اس میں کچھ وقت لگے گا۔" اقبال جنگ نے اس کو خبردار کیا۔ "اور اس کے بعد بھی ممکن ہے کہ کامیابی نہ ہو.......... لیکن ہمارے سامنے جو مقاصد ہیں وہ اس قدر اہم ہیں کہ تم کو اپنا ذاتی رنج و غم تھوڑی دیر کیلئے ایک طرف رکھ دینا پڑے گا۔"

یہ کہہ کر اس نے حصار میں سے وہ تمام چیزیں ہٹانا شروع کر دیں جو اس نے حفاظت کی خاطر آج رات وہاں جمع کر دی تھیں۔ "طلسمی پانی۔" چھوٹے پیالے.......... آہنی چاند.......... وغیرہ..........

ان سب کو اٹھا کر اس نے سوٹ کیس میں رکھ دیا اس کے بعد اس نے اسی سوٹ کیس میں سے کی دھات کی بنی ہوئی سات چھوٹی چھوٹی طشتریاں اور عودولوبان کے سفوف کا ایک ڈبہ نکالا۔ ہر ایک طشتری میں اس سیاہ سفوف کی کچھ مقدار ڈالنے کے بعد وہ اسد کے قریب آیا۔

"اسد!" اس نے کہا۔ "اگر تم چاہتے ہو کہ اس کام میں کامیابی حاصل ہو تو تمہیں تھوڑی سی زحمت گوارا کرنی ہو گی۔"

"مجھے ہر ایک زحمت منظور ہے۔" اسد نے سنبھلتے ہوئے کہا۔ "آپ جانتے ہی ہیں کہ میں ہر اس کام میں آپ کے ساتھ ہوں جو مجھے اس شیطان طومان کا گلا دبانے کا کوئی موقع عطا کر سکتا ہے۔"

"بالکل ٹھیک!" اقبال جنگ نے کہا اور اپنی جیب میں سے ایک چھوٹا سا چاقو نکال کر ایک دیا سلائی روشن کی اور چاقو کے پھل کو شعلے پر رکھ دیا۔

"دیکھو اسد!" وہ بولا۔ "تم اب تک جو کچھ دیکھ چکے ہو اس سے تمہیں یہ انداز ہو جانا چاہئے کہ میں کوئی کام کسی خاص مقصد کے بغیر نہیں کرتا۔ فی الحال میں تمہارا تھوڑا سا خون لینا چاہتا ہوں اگر تمہیں کوئی پس و پیش ہو تو میں خود اپنا خون استعمال کر لوں گا لیکن جو کچھ میں کرنا چاہتا ہوں اس کیلئے تمہارا خون کہیں زیادہ موثر ثابت ہو گا کیونکہ تم اس مظلوم لڑکی سے گہری محبت رکھتے ہو اور یہ بھی تم سے ایسی ہی شدید محبت کرتی تھی۔"

بلا پس و پیش اسد نے اپنا بازو برہنہ کر دیا اور بولا۔ "لیجئے............ جس قدر چاہیں خون لے لیجئے۔"
لیکن اقبال جنگ نے منفی انداز میں سر ہلایا اور کہا............ "نہیں............! صرف تمہاری انگلی کا خون کافی ہو گا مجھے صرف چند قطروں کی ضرورت ہے۔"

ماہرانہ تیزی کے ساتھ اس نے اسد کا بایاں ہاتھ پکڑا اور سب سے چھوٹی انگلی میں ایک ہلکی سی خراش پیدا کر کے انگلی دبا کر خون کے سات قطرے عودولوبان کے سفوف پر گرا دیئے۔

اس کے بعد وہ زرینہ کے پاس آیا اور اس کے قریب دوزانو ہو کر اس کے سر میں سے سات لمبے زم بال نکال لئے اب اس نے خون اور سفوف کے مرکب کو آٹے کی طرح گوندھ کر اس میں سے سات مخروطی ڈھیریاں بنائیں اور ہر ایک ڈھیری میں زرینہ کا ایک بال لپیٹ دیا۔

جمشید کی مدد سے اس نے زرینہ کی لاش کو اس طرح رکھا کہ اس کے پاؤں شمال کی طرف تھے۔ چاک سے سے نیا دائرہ بنایا جس کا قطر سات فٹ تھا۔ یہ دائرہ اتنا بڑا تھا کہ زرینہ کی لاش اور بستر جس پر وہ رکھی ہوئی تھی اس کے اندر آسکتا تھا۔

"اب براہِ کرم آپ لوگ اپنا منہ دوسری طرف موڑ لیں۔" اقبال جنگ نے اپنے سب ساتھیوں سے کہا۔ "میں کچھ ضروری تیاریاں کرنا چاہتا ہوں۔"

چند لمحات کے لئے ان لوگوں نے اپنا رخ موڑ لیا اور کتابوں کی الماریوں کی طرف دیکھتے رہے اسی اثناء میں اقبال جنگ نہ جانے کیا کیا عجیب حرکات کرتا رہا۔ جب آخر کار اس نے پھر ان لوگوں کو زرینہ کی طرف رخ کرنے کی اجازت دی تو انہوں نے دیکھا کہ وہ عودولوبان کی سات مخروطی ڈھیریوں کو سات طشتریوں میں رکھ رہا تھا جن میں سے ہر ایک پر "نقش سلیمانی" کھدا ہوا تھا اور ان طشتریوں کو وہ لاش کے گرد مختلف جگہوں پر رکھتا جاتا تھا۔

"اس مرتبہ ہم لوگ حصار کے باہر رہیں گے۔" اس نے کہا۔ "تاکہ اگر روح آئے تو وہ حصار کے اندر ہی رہے۔ اگر کوئی شیطانی روح زرینہ کی روح کا بہروپ بنا کر آتی ہے تو وہ حصار کے اندر ہی محدود رہے گی اور ہم پر حملہ نہ کر سکے گی۔"

اس نے عودولوبان کی سات مخروطی ڈھیریوں کو روشن کر دیا۔ لاش کے چاروں طرف بہت سے نئے نشانات بنا کر حد بندی کر دی اور اس کے بعد دروازے کے قریب جا کر برقی روشنی گل کر دی۔

آتش داں کی آگ اب بالکل بجھ چکی تھی۔ شمعوں کو دوبارہ جلایا ہی نہیں گیا تھا لیکن کچھ دیر کے بعد روشنی کا ایک دھندلا سا عکس کھڑکیوں میں سے چھن کر اندر آنے لگا۔ روشنی صرف اتنی تھی کہ یہ لوگ تاریکی میں ایک دوسرے کو بھوتوں کی طرح حرکت کرتے ہوئے دیکھ سکتے تھے۔ حصار کے اندر پڑی ہوئی لاش بمشکل ہی نظر آتی تھی۔ اس کی پوزیشن کا اندازہ صرف عودولوبان کی ڈھیریوں کے سات روشن نقطوں سے ہو سکتا تھا جو کہ اس کے چاروں طرف سلگ رہے تھے۔

سلیمان نے اپنا ہاتھ اقبال جنگ کے شانے پر رکھ دیا اس کا ہاتھ ہلکے ہلکے کانپ رہا تھا۔

"کیا اس میں کوئی خطرہ تو نہیں؟" وہ بولا۔ "میرا مطلب یہ ہے کہ اس وقت جبکہ ہم لوگ اندھیرے میں ہیں اور حصار سے باہر ہیں تو کیا طومان ہم پر دوبارہ حملہ نہیں کر سکتا؟"

"نہیں......" اقبال جنگ نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ "آج رات جب اس نے ہمارے خلاف موت کے سیاہ قاصد کو بھیجا اور زرینہ کی زندگی کا خاتمہ کیا تو یہ اس کا آخری حربہ تھا۔ اس زبردست حملہ میں اس کو اپنی جادو کی قوتیں اس قدر زیادہ خرچ کرنی پڑی ہوں گی کہ کم از کم فی الحال اس کو نیا حملہ کرنے کی سکت نہیں ہو سکتی۔ آپ سب لوگ یہاں اس طرف آجائیں اور ایک دائرہ کی شکل میں فرش پر بیٹھ جائیں۔

وہ ان لوگوں کو زرینہ کے پاؤں کے قریب لے گیا اور ان کو اس ترتیب سے بٹھایا کہ اسد اور مریم کی پشت لاش کی طرف تھی۔ مقصد یہ تھا کہ لاش میں جو کچھ بھی تغیرات نمایاں ہوں یہ دونوں ان کو نہ دیکھ سکیں۔ اقبال جنگ خود لاش کی طرف رخ کر کے بیٹھا اور سلیمان اور جمشید کو اپنے دائیں بائیں پہلو میں جگہ دی۔ پانچوں ساتھیوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ لئے۔

اس انتظام کے بعد اقبال جنگ نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا........ہم "لوگوں کو مکمل خاموشی قائم رکھنا چاہئے اور جو حلقہ ہم نے بنا لیا ہے اس کو کسی بھی عذر کے تحت نہ توڑنا چاہئے۔ یہ بھی یاد رکھئے کہ اگر آپ کو اچانک سردی محسوس ہو تو اس طرح خوفزدہ نہ ہونا چاہئے جس طرح اس خوفناک سرد ہوا کو محسوس کر کے ہوئے تھے جو کمرے میں آسیبی انداز کے ساتھ ابھی چند گھنٹے قبل

زوردار طریقہ پر چل رہی تھی۔ سرد ی جواب آپ محسوس کریں گے وہ زرینہ کی روح کی وجہ سے ہو گی۔ اس کے علاوہ اگر کوئی آواز آپ کو مخاطب کرے تو آپ کو کوئی جواب نہ دینا چاہئے۔ جس قدر گفتگو ضروری ہو گی وہ میں خود ہی کروں گا اور جب تک میں یہ حکم نہ دوں کہ حلقہ توڑ دیا جائے اس وقت تک آپ سب کو قطعی خاموش رہنا ہو گا۔"

ہاتھ میں ہاتھ ڈالے وہ لوگ وہاں مکمل خاموشی کے ساتھ بیٹھ گئے اور وقت گزرتا چلا گیا۔ یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ اس عالم میں بیٹھے ہوئے ان کو کتنا وقت ہو چکا ہے ان کو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے پوری ایک صدی بیت گئی ہو۔ کھڑکیوں میں رفتہ رفتہ روشنی نمودار ہوتی جا رہی تھی لیکن اس قدر آہستہ آہستہ کہ اس کا احساس بھی مشکل سے ہی ہوتا تھا بہر حال اگر اس علاقہ پر صبح صادق کا دھندلا اجالا پھیل رہا تھا تو اس کا احساس ان لوگوں کو ہونا مشکل تھا کیونکہ کھڑکی کے باہر کہر اگر رہا تھا۔

عود و لوبان کی مخروطی ڈھیریاں دھیرے دھیرے سلگ رہی تھیں اور ان میں سے ایک نامانوس تلخ سی خوشبو پھیل رہی تھی جس میں کچھ عجیب قسم کے عطریات کی مہک شامل ہوتی تھی۔

جمشید اور سلیمان کو اپنی اپنی جگہ سے دھوئیں کے چھلے سلگتی ہوئی ڈھیریوں کے آتشیں نقطوں سے چند انچ اوپر بل کھاتے اور پھر تاریکی میں غائب ہوتے نظر آ رہے تھے۔ زرینہ کا جسم بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا اور سفید چادروں کے گدے پر ایک پرچھائیں کی طرح نظر آتا تھا۔

اقبال جنگ نے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں اور اپنا سر سینہ تک جھکا لیا تھا۔ ایک بار پھر اسی راج یوگ کے اصول پر سانس لے رہا تھا جو انسان کی روحانی قوت کو جمع کرنے اور اس کو کسی خاص سمت بھیجنے کی حیرت ناک قدرت رکھتا ہے۔ اس بار اقبال جنگ اپنی تمام قوت زرینہ کی روح کو بلانے پر صرف کر رہا تھا۔

جمشید ایک متجسس توقع کے ساتھ لاش کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ گزشتہ چند گھنٹوں میں اس کو جو تجربہ ہوا تھا اس کے اثرات ابھی تک اس قدر تازہ تھے کہ وہ اپنے خیالات کو یکسو نہ کر سکا تھا۔ اگرچہ اس نے گزشتہ رات سفلی جادو کے نظریات کو پوری سختی کے ساتھ رد کر دیا تھا لیکن وہ روحانیات کے نظریہ کو ماننے کیلئے تیار تھا۔ یہ نظریہ کہیں زیادہ جدید و معقول نظریہ تھا اور اقبال جنگ اس وقت جس کام میں مشغول تھا وہ جمشید کیلئے اتنا نامانوس نہ تھا جتنا سفلی جادو ہو سکتا تھا۔ عود و لوبان میں انسانی خون شامل کرنا یا اسی طرح کی دوسری باتیں کچھ عجیب ضرور تھیں لیکن اگر ان کو نظر انداز کر دیا جائے تو باقی تمام کام بہت بڑی حد تک ان روحانی "حاضرات" کی طرح معلوم ہوتا تھا جن کے متعلق جمشید بہت کچھ سن چکا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اس وقت "حاضرات" کیلئے ان لوگوں کے پاس ایک تازہ لاش موجود تھی اور اس لئے "حاضرات" کی کامیابی کا بہت زیادہ امکان موجود تھا لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا گیا جمشید کے شکوک زیادہ ابھرتے گئے کیونکہ اگر پہلے موقع پر ان لوگوں کو کئی گھنٹے انتظار کرنا پڑا تھا تو اب جبکہ جمشید خود کو بہت زیادہ کمزور محسوس کر رہا تھا یہ انتظار اپنے طول میں کئی راتوں کے برابر

محسوس ہوتا تھا۔

سب سے پہلے سلیمان کو ہی یہ احساس ہوا کہ اس جمود میں کوئی نئی چیز رونما ہو رہی ہے۔ وہ بڑے غور سے سلگتے ہوئے عود و لوبان کی سات ڈھیریوں کو دیکھ رہا تھا۔ اس کو یہ محسوس ہوا کہ اس ڈھیری میں سے جو کہ سب سے زیادہ دور اور زرینہ کے سر کے پاس تھی باقی ڈھیریوں کی بہ نسبت کہیں زیادہ دھواں خارج ہو رہا ہے۔ اس کے بعد اس کو احساس ہوا کہ وہ اس ڈھیری کو کہیں زیادہ صاف طور پر دیکھ سکتا تھا اور اس میں سے معطر دھوئیں کے جو حلقے نکل رہے تھے۔ ان کا رنگ نیلگوں ہو گیا ہے حالانکہ دوسری ڈھیریوں کے دھوئیں کی یہ کیفیت نہیں ہے۔

اس نے اقبال جنگ کا ہاتھ دبایا تو اقبال جنگ نے اپنا سر اوپر اٹھایا۔ جمشید نے بھی دھوئیں کے رنگ کی تبدیلی کو محسوس کر لیا تھا۔ یہ لوگ دیکھ ہی رہے تھے کہ ایک ہلکی نیلی روشنی قطعی طور پر نمایاں ہو گئی۔

رفتہ رفتہ یہ روشنی سمٹ کر ایک ٹھوس گیندکی شکل میں منتقل ہو گئی جس کا قطر تقریباً دو انچ تھا۔ اس گیند نے آگے کی طرف حرکت شروع کی اور سر کی طرف سے چل کر زرینہ کے جسم کے وسط میں پہنچ گئی کچھ دیر تک وہ اسی جگہ قائم رہی اور اس کی چمک میں اضافہ ہونے لگا یہاں تک کہ وہ ایک تیز نیلی روشنی بن گئی.......... اس کیفیت کو پہنچ کر وہ تھوڑی سی اوپر اٹھی اور زرینہ کے اوپر ہوا میں معلق ہو گئی۔ اس وقت اس کی چمک میں یہ لوگ زرینہ کے جسمانی خطوط کو صاف صاف دیکھ سکتے تھے۔ اس کا سفید بے جان چہرہ اس عجیب روشنی میں اور بھی حسین نظر آ رہا تھا۔

اس وقت ان لوگوں کے وجود کی تمام قوت ان کی آنکھوں میں سمٹ آئی تھی اور شدید محویت کے عالم میں یہ تماشہ دیکھ رہے تھے.......... کچھ دیر کے بعد روشنی کی گیند کا رنگ پھیکا پڑنے لگا اور روشنی پھیل کر زیادہ وسیع جگہ میں پڑنے لگی.......... ساتوں طشتریوں میں سے اٹھنے والا دھواں بل کھاتا ہوا اس گیند کی طرف بڑھا۔ گیند نے اس دھوئیں کو اپنے اندر جمع کرنا شروع کر دیا اور اس کی مدد سے ایک نسائی سر اور ہاتھوں کا دھندلا سا خاکہ بننے لگا۔ یہ خاکہ ابتداء میں بادل کی طرح نرم تھا اور شفاف لیکن چند لمحات کے بعد صاف صاف ایک انسانی جسم کے اوپر کا نصف حصہ تیار ہو گیا اور یہ بالائی جسمانی حصہ بالکل اسی لاش کی تصویر معلوم ہوتا تھا جو اس کے نیچے بے حس و حرکت پڑی تھی۔

زور زور سے دھڑکتے ہوئے دلوں کے ساتھ یہ لوگ نئے تغیرات و واقعات کا انتظار کرنے لگے.......... کچھ ہی دیر بعد انہوں نے دیکھا کہ واقعات کی رفتار بہت تیز ہو گئی تھی۔ چند ہی سیکنڈ میں جسم کا بالائی حصہ آگے بڑھ کر مردہ جسم کے کولھوں سے جا ملا۔ چہرہ اور شانے ٹھوس بن گئے اور چہرے کے خدوخال نمایاں ہو گئے۔ اب ان کے سامنے ایک پوری تصویر موجود تھی.......... اور یہ تصویر خود زرینہ ہی تھی.......... ! اس کے چاروں طرف روشنی کا ایک ہالا پھیلا ہوا تھا۔

گہری خاموشی میں ایک بہت ہلکی سرگوشی نما آواز سنائی دی۔

"تم نے مجھے بلایا ہے.......... میں آگئی ہوں۔"

"کیا تم واقعی زرینہ ہو؟" اقبال جنگ نے نرمی سے پوچھا۔

"ہاں.......... میں زرینہ ہوں۔"

"کیا تم مانتی ہو کہ ہمارا خدا تمہارا خدا ہے؟"

"مانتی ہوں۔"

اقبال جنگ نے اطمینان کا سانس لیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر کوئی شیطانی روح زرینہ کے روپ میں ظاہر ہوتی تو خدا پر ایمان رکھنے کا اقرار کرنے کی اس طرح جرأت نہیں کر سکتی تھی اس نے سکون سے پوچھا۔

"کیا تم اپنی خوشی سے آئی ہو یا تم فوراً واپس جانا چاہتی ہو؟"

"میں آئی ہوں کیونکہ تم نے مجھے بلایا ہے.......... لیکن میں یہاں آنے سے خوش ہوں۔"

"یہاں ایک ایسا شخص موجود ہے جس کو تمہارے انتقال پر بے حد صدمہ ہے وہ تمہیں واپس کھینچ لینا نہیں چاہتا لیکن اتنا ضرور جان لینا چاہتا ہے کہ کیا تم اس کے دوستوں کی حفاظت کرنے اور دنیا کی فلاح کیلئے شیطانی قوت کو تباہ کرنے میں اس کی مدد کرنا چاہتی ہو.......... ؟"

"چاہتی ہوں۔"

"کیا تم طومان کے متعلق وہ سب کچھ بتا سکو گی جو تمہیں معلوم ہے اور جو ہمارے لئے مفید ثابت ہو سکتا ہے؟"

"نہیں بتا سکتی .... کیونکہ میں عالم ارواح کے قانون سے مجبور ہوں.......... لیکن تم جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو پوچھو.......... اور چونکہ تم نے مجھے طلب کیا ہے اس لئے تمہارے حکم کی تعمیل میں تمہارے سوال کا جواب دینا میرا فرض ہے۔"

"طومان اب کیا کر رہا ہے؟"

"تمہارے خلاف نیا منصوبہ تیار کر رہا ہے۔"

"اس وقت وہ کہاں ہے؟"

"تم سے بالکل قریب۔"

"کیا تم بتا سکتی ہو کہ کس جگہ؟"

"مجھے معلوم نہیں...... میں صاف صاف نہیں دیکھ سکتی کیونکہ طومان اپنے چاروں طرف ایک تاریکی کا لبادہ لپیٹے ہوئے ہے لیکن اتنا بتا سکتی ہوں کہ وہ تمہارے قرب وجوار میں ہی موجود ہے۔"

"گاؤں میں؟"

"شاید"

"کل کے دن وہ اس وقت کہاں ہو گا؟"

"کراچی میں۔"

"کراچی میں وہ کیا کرتا نظر آرہا ہے تمہیں؟"

"میں دیکھتی ہوں کہ وہ ایک مرد سے باتیں کر رہا ہے جس کے بائیں کان کا کچھ حصہ غائب ہے۔ یہ گفتگو بہت اونچی عمارت میں ہو رہی ہے۔ وہ دونوں بہت غصہ میں نظر آتے ہیں۔"

"کیا کراچی میں وہ زیادہ عرصہ تک قیام کرے گا؟"

"نہیں.......... میں دیکھ رہی ہوں کہ وہ طلوع ہوتے ہوئے آفتاب کی سمت بڑی تیز رفتاری سے جا رہا ہے۔"

"اس کے بعد وہ تمہیں کہاں نظر آتا ہے؟"

"زمین کے نیچے۔"

"کیا تمہارا مطلب یہ ہے کہ وہ مر گیا ہے۔"

"نہیں...... وہ ایک عمارت کے نیچے سنگین تہ خانے میں ہے۔ یہ ایک بہت پرانی عمارت ہے۔ اس مقام سے شیطانی کرنیں پھوٹ رہی ہیں۔ سرخ ارتعاشات اس قدر طاقتور ہیں کہ میں نہیں دیکھ سکتی کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ وہ روشنی جو میرے چاروں طرف چھائی ہوئی ہے مجھے ایسے منظر کو دیکھنے سے محفوظ رکھتی ہے۔"

"اب وہ کون سا منصوبہ تیار کر رہا ہے؟"

"مجھے عالم ارواح سے واپس کھینچ لینا چاہتا ہے۔"

"کیا تمہارا مطلب یہ ہے کہ وہ تمہارے جسم میں تمہاری روح کو واپس لانا چاہتا ہے۔"

"ہاں...... وہ بے حد پچھتا رہا ہے کہ تمہارے خلاف اپنے غصے میں اس نے کیوں میرے جسم اور روح کو علیحدہ کر دیا...... جسمانی دنیا میں وہ مجھے جبراً اپنے اہم مقاصد کے لئے استعمال کر سکتا تھا لیکن اب جب کہ میں روحانی دنیا میں ہوں وہ ایسا نہیں کر سکتا۔"

"لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ وہ تمہیں تمہارے جسم میں واپس لے آئے...... مستقل طور پر؟"

"ہاں...... بشرطیکہ وہ فوراً یہ کام شروع کر دے۔"

"فوراً کیوں؟"

"چاند کی 15 تاریخ گزر چکی ہے...... اب پھر پہلی تاریخ تک کا زمانہ چاند کا تاریک دور کہلاتا ہے جو کہ اب ختم ہونے کو ہے۔ یہ دور ختم ہو گیا تو پھر طومان مجھے واپس نہ بلا سکے گا۔"

"کیا تم واپس آنا چاہتی ہو؟"

"نہیں...... میں اس کی غلام بن کر واپس آنا نہیں چاہتی...... لیکن واپس آنا یا نہ آنا میری مرضی پر منحصر نہیں...... نیا چاند نکلنے تک میری روح زمین و آسمان کے درمیان معلق اور بے بس ہے۔ اس کے بعد اگر طومان کامیاب نہ ہو گیا تو میں آزاد ہو کر نئی دنیاؤں کی طرف اڑ جاؤں گی جہاں سے مجھے کوئی واپس نہ بلا

سکے گا۔"

"تمہیں تمہارے جسم میں واپس لانے کا کام طومان کس طرح انجام دے گا؟"

"اس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے......"

"کیا؟"

"ایک مکمل سیاہ قربانی۔"

"تمہارا مطلب ہے ایک خدا پرست انسانی بچے کی قربانی؟"

"ہاں...... یہ ایک ازلی قانون ہے...... روح کے بدلے روح...... !بس یہی ایک طریقہ ہے۔ میری روح کے بدلے اس کو ایک خدا پرست انسانی بچے کی روح دینی ہوگی اور اگر اس درمیان میرے جسم کو کوئی نقصان نہ پہنچا تو میں پھر اس جسم میں واپس آنے پر مجبور ہو جاؤں گی۔"

"لیکن یہ بتاؤ کہ......"

اقبال جنگ کا یہ سوال پورا نہ ہو سکا......اور اس کا سبب تھا اسد!

اس کے صبر و ضبط کا پیمانہ چھلک گیا۔ وہ یہ بھول گیا کہ اقبال جنگ زرینہ کے روحانی جسم سے باتیں کر رہا تھا۔ اس نے یہ خیال کیا کہ اس کی پشت کے پیچھے جو لاش پڑی ہوئی ہے اقبال جنگ اس کو زندہ کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے خواہ یہ زندگی صرف چند منٹ کے لئے ہی کیوں نہ ہو!

"زرینہ!" وہ چلا پڑا......اس نے حلقہ توڑ دیا اور گھوم کر پھر چلایا......"زرینہ!"

"چشم زدن میں زرینہ کی روح غائب ہو گئی۔"

اقبال جنگ فوراً کھڑا ہو گیا......اس کی آنکھیں غصے سے دہک رہی تھیں۔

"احمق!" وہ گرج کر بولا۔ "بے وقوف......پاگل!!"

صبح صادق کی روشنی جو کہ اب آخر کار کہرہ کے غلاف کو چاک کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی اقبال جنگ قہر آلود نظروں سے اسد کو دیکھ رہا تھا۔ دوسرے لوگ بھی کچھ کم برافروختہ نہ تھے۔ ان کی زبان سے بھی غصہ کے کلمات نکلنے والے ہی تھے کہ ناگہاں وہ سب کے سب پتھر کے مجسموں کی طرح ساکت و صامت ہو کر رہ گئے۔

عود و لوبان کے دھوئیں سے لدی ہوئی بوجھل فضا کو ایک تیز خنجر کی طرح چاک کرتی ہوئی ایک چیخ سنائی دی......ایک تیز دلدوز چیخ جو بالائی کمرے سے آئی تھی!

"یہ زہرہ کی آواز ہے!" مریم نے سہم کر کہا "خدا کی پناہ......!یہ بات کیا ہے؟"

اس سے پہلے کہ اس کا جملہ ختم ہو وہ پوری تیزی سے دوڑتی ہوئی اس چھوٹے دروازے کی طرف بڑھی جو کتابوں کی الماری میں پوشیدہ تھا اور بالائی منزل کی طرف جاتا تھا......لیکن جمشید اس سے پہلے ہی دوڑ چکا تھا۔

دو ہی جست میں وہ دروازہ پر جا پہنچا اور ہینڈل کو گھبراہٹ میں تلاش کرنے لگا......آخر کار اس کی کانپتی

ہوئی انگلیوں نے ہینڈل تلاش کر لیا۔ اس نے ایک زور دار جھٹکا دیا......دروازہ چوپٹ کھل گیا......جمشید نے مریم کو آگے بڑھایا اور خود بھی اس کے پیچھے پیچھے چلا......دوسرے لوگ ان کے عقب میں افتاں و خیزاں آ رہے تھے۔

"یہ لوگ نرسری کے پاس جا پہنچے۔ اسد دوڑ کر کھڑکی پر پہنچا......کھڑکی چوپٹ کھلی ہوئی تھی۔ باہر پورے باغ پر کہرے کی چادر پڑی ہوئی تھی۔ مریم جھپٹ کر مسہری کے پاس آئی بستر پر ننھے جسم کے نقوش تازہ تھے اور بستر گرم تھا......لیکن زہرہ غائب تھی!

☆......☆......☆

"یہ دیکھئے......!اس راستے سے گئے ہیں وہ۔" اسد نے کہا "اس کھڑکی کے نیچے ایک سیڑھی لگی ہوئی ہے۔"

"خدا کے لئے......اس کا پیچھا کیجئے۔" جمشید نے کمرے کے پاس دوڑتے ہوئے چلا کر کہا۔ "مجھے یقین ہے وہ ابھی زیادہ دور نہیں گیا ہوگا۔"

اسد پہلے ہی نیچے چبوترے پر اتر چکا تھا۔ سلیمان سیڑھی سے اتر رہا تھا اور جمشید نے اترنے کے لئے کھڑکی کی چوکھٹ سے اپنی ٹانگ باہر لٹکا دی تھی۔

نرسری میں مریم، اقبال جنگ کے ساتھ تنہا رہ گئی تھی۔ اس نئی تباہی سے چور چور ہو کر وہ اپنی گول گول پھٹی ہوئی آنکھوں سے دیوانوں کی طرح اس کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں شدت غم سے آنسو خشک ہو گئے تھے۔ اقبال جنگ نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا خود اس کے دل و دماغ کی بنیادیں انتہائی گہرائیوں تک ہل گئی تھیں کیونکہ وہ محسوس کر رہا تھا کہ اپنے دوستوں پر یہ تباہی نازل کرنے کا ذمہ دار خود ہی ہے۔ اس کا دل تڑپ رہا تھا کہ مریم کو تسلی و تشفی دے لیکن وہ محسوس کر رہا تھا کہ جو کچھ بھی وہ کہے گا وہ اس مقصد کے لئے کس قدر بیکار و ناکافی ہوگا۔

ابلیس پرست طومان خوفناک سیاہ قربانی کے لئے اس بچی کو پکڑ کر لے گیا ہے اس چیز کا تصور ہی ناقابل برداشت تھا۔

"شہزادی!" آخر کار اس نے اٹکتے اٹکتے کہا "شہزادی"

لیکن اس سے آگے کوئی لفظ ادا نہ کر سکا اور زندگی میں پہلی بار وہ ایک ایسی صورت حال سے دوچار ہو گیا جس کا کوئی حل اس کے پاس نہ تھا۔

مریم اسی جگہ بے حس و حرکت کھڑی تھی۔ وہ پھٹی ہوئی آنکھوں سے اسی طرح دیکھے جا رہی تھی۔ رنج والم کا جو پہاڑ اس پر ٹوٹ پڑا تھا اس نے اس کو پتھر سا بنا دیا تھا اور اس کا دماغ ٹھیک طریقے پر سوچنے سے جواب دے چکا تھا۔

ایک زبردست کوشش سے اقبال جنگ نے خود کو سنبھالا۔ وہ جانتا تھا کہ جمشید اور مریم جس قدر بھی نفرت اس سے کریں وہ اس کا مستحق ہے کیونکہ اس نے ان کے مکان کو ایک پناہ گاہ کے طور پر استعمال کیا

تھااور یہ دعویٰ کیا تھاکہ اگر یہ لوگ اس کی ہدایت پر عمل کرتے رہے توان کو کوئی نقصان نہ پہنچے گالیکن اب معاملہ اس کے برعکس ثابت ہوا تھا۔ پیاری بچی زہرہ جس کی وہ دونوں پرستش کرتے تھے اب غائب ہو چکی تھی اور یقینی موت کے خطرے میں پھنسی ہوئی تھی۔ اس احساس سے اقبال جنگ کا ضمیر ملامت کی بارش کررہا تھالیکن یہ وقت اس پشیمانی کا نہ تھا۔ اس وقت عمل کی ضرورت تھی...... فوری عمل۔

"نرس کہاں ہے؟" اقبال جنگ نے گلوگیر آواز میں یکایک پوچھا۔

"اپنی خواب...... گاہ...... میں" مریم نے رک رک کر کہا۔

یہ کہہ کر وہ کمرے کے گوشے میں ایک دروازہ کی طرف گئی جو کسی قدر کھلا ہوا تھا۔

"تعجب ہے کہ چیخ پکار سن کر بھی وہ بیدار نہیں ہوئی" اقبال جنگ نے کہا اور آگے بڑھ کر دروازہ پورا کھول دیا۔

زہرہ کی نرسری میں ایک دھندلی سی روشنی میں فرنیچر اور کمرے کے گوشے دھندلے دھندلے نمایاں تھے لیکن نرس کی خواب گاہ میں ابھی تک اندھیرا تھا۔

نواب نے برقی سوئچ دبا کر روشنی کردی۔ اس نے دیکھا کہ زہرہ کی نرس اپنے بستر پر ایک پرسکون نیند میں غافل تھی۔ وہ آگے بڑھا اور جلدی سے اس کے شانے کو ہلایا۔

"اٹھو!" وہ بولا "جلدی اٹھو!"

نرس نے کوئی حرکت نہ کی۔ مریم نے جو اقبال جنگ کے پیچھے پیچھے اندر آ گئی تھی اس عورت کے چہرے کو غور و تشویش سے دیکھا اور اس کے بعد بہت زور سے پکار کر کہا...... "نرگس...... !نرگس......! اٹھو...... !آنکھیں کھولو!"

اس بار اقبال جنگ نے نرس کو زیادہ زور سے ہلایا لیکن اس کا سر بے جان طریقے پر ایک طرف کو ڈھلک گیا اور اس کی آنکھیں سختی سے بند ہی رہیں۔

"شاید اسے کسی دوا سے بے ہوش کردیا گیا ہے۔" مریم نے پریشانی سے کہا۔

"میرا ایسا خیال نہیں۔" اقبال جنگ اس کے اوپر جھکا اور سونگھنے لگا یہاں کلوروفارم یا کسی اور چیز کی بو تو محسوس نہیں ہوتی۔ زیادہ امکان یہ ہے کہ طومان نے آتے ہی اس کو ہپناٹزم کی نیند میں غرق کردیا ہے تو بیدار ہونے پر وہ ہمیں کچھ بھی نہ بتا سکے گی۔"

وہ نرسری میں واپس آگئے اور نواب نے ایک زیادہ غائر جائزہ لینے کے لئے کمرے کے تمام برقی بلب روشن کردیئے۔

تقریباً فوراً ہی اس کی نظر ایک کاغذ پر پڑی جو زہرہ کی خالی مسہری کے قریب پڑا ہوا تھا۔ اس نے عجلت سے اسے اٹھالیا۔ اس کاغذ پر ٹائپ سے بہت گھنے حروف میں کچھ عبارت تحریر تھی...... اقبال جنگ نے تیزی سے اس پر نظر دوڑائی...... عبارت یہ تھی۔

"براہ کرم چھوٹی بچی کی طرف سے پریشان نہ ہوں۔" وہ کل صبح آپ کے پاس واپس آجائے گی

بشرطیکہ چند شرائط پوری کردی جائیں۔ شرائط حسب ذیل ہیں۔

موجودہ معاملہ میں مجھے مجبوراً کچھ ایسے طریقے اختیار کرنے پڑے ہیں جن کی وجہ سے میں قانون کی گرفت میں آجاتا ہوں للذا مجھے ذرا بھی شبہ نہیں کہ آپ لوگوں میں سے کوئی نہ کوئی شخص بچی کا سراغ لگانے کے لئے پولیس کو طلب کرنے کی تجویز پیش کرے گا۔ اس قسم کا کوئی بھی اقدام اگر آپ نے کیا تو اس سے میرے کام میں رکاوٹ پیدا ہو سکتی ہے اور اس لئے آپ کو اس قسم کے کسی اقدام کا تصور بھی نہ کرنا چاہئے۔ اب تک آپ لوگ اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ میرے پاس ایسے طریقے اور ذرائع موجود ہیں جن کی مدد سے مجھے آپ لوگوں کی تمام حرکات و سکنات کا علم ہوتا رہے گا اور اس سلسلے میں اگر آپ نے میرے احکام کی تعمیل نہ کی تو مجھے فوراً خبر ہو جائے گی۔ ایسا ہوا تو میں فوراً ہی کچھ ایسے اقدامات کروں گا کہ آپ اس بچی کو کبھی بھی زندہ نہ پا سکیں گے۔

گزشتہ رات مجھے جو ناکامی ہوئی وہ افسوس ناک ہے کیونکہ میری اس ناکامی کے باعث ہی ایک نوجوان عورت کی موت واقع ہوئی جو میرے عملیات کے لئے ایک بہترین معمول اور آلہ کار تھی اور جس کو میں آئندہ بہت مفید طور پر استعمال کر سکتا تھا۔ میں اس وقت نیند میں غافل تھا جب کہ مسٹر اسد اس کے جسم کو اٹھا کر لے گئے اب وہ جسم آپ کے قبضے میں ہے۔ میں حکم دیتا ہوں کہ آپ اس کی ہر ممکن دیکھ بھال کریں۔ آپ آئندہ حکم تک اس جسم کو اسی حالت میں دارالمطالعہ میں چھوڑ دیں اور پولیس یا ڈاکٹر کے معائنہ سے اور اس کو دفن کرنے سے احتراز کریں۔ اگر معاملہ میں آپ میرے حکم کے خلاف ورزی کریں گے تو میں چند خاص قوتوں کو جو میرے قبضہ میں ہیں یہ حکم دے دوں گا کہ اس جسم پر قبضہ کرلیا جائے۔ ان قوتوں کے متعلق اگر آپ کچھ جاننا چاہیں تو حضور نواب جناب اقبال جنگ بہادر آپ کو بہت کچھ بتا سکتے ہیں!

کل تمام دن آپ لوگ دارالمطالعہ کے اندر ہی خود کو مقید رکھیں گے اور اپنے نوکروں کو کوئی مناسب بہانہ کر کے یہ ہدایت کردیں گے کہ وہ آپ کی مصروفیت میں خلل نہ ڈالیں۔

آخری شرط یہ ہے کہ میرے دوست سلیمان کو چاہئے کہ فوراً میرے پاس چلا آئے تاکہ جن تجربات میں ہم مشغول ہیں ان کو جاری رکھا جا سکے اس کو لازم ہے کہ دن میں بارہ بجے مکان سے روانہ ہو جائے اور اس چوراہے کی طرف پیدل چل پڑے جو آپ کے گاؤں ہریام پور کے جنوب مغرب میں کوئی ڈیڑھ میل کے اندر پر واقعہ ہے۔ اس مقام پر اس کو میرا ایک نمائندہ ملے گا...... اس کو چاہئے کہ خود کو میرے نمائندہ کے حوالے کردے اور اس بات پر اپنی خوشی سے تیار ہو جائے کہ آج رات ابلیس کی ایک خصوصی عبادت میں وہ مجھ سے تعاون کرے گا۔ وہ عبادت جو کہ طلسم سامری کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے۔

اگر ان میں سے کسی بھی حکم کی ذرا سی بھی خلاف ورزی کی گئی تو اس کی سزا آپ پہلے ہی جانتے ہیں لیکن اگر ان احکام کی تعمیل سے آپ نے مجھے مطمئن کردیا تو سلیمان بالکل مکمل ہوش و صحت و سلامتی کے ساتھ آپ کے پاس واپس آجائے گا۔ میں اپنے تجربات مکمل ہو جانے کے بعد اس کو ہرگز اپنے پاس نہیں

رد کوں گا اور یہ بچی اتنی ہی معصوم و مسرور آپ کو واپس مل جائے گی جتنی وہ کل دن میں تھی!"

مریم بھی اس تحریر کو جمشید کے قریب کھڑی ہوئی پڑھ رہی تھی...... یکایک وہ چلا پڑی۔

"اف ......! اب کیا کیا جائے ؟" اس نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا "کس قدر خوفناک مصیبت ہے یہ...... !آخر اب ہم کو کرنا کیا چاہئے ؟"

"خدا ہی بہتر جانتا ہے۔" اقبال جنگ نے اذیت سے بڑبڑاتے ہوئے کہا "اس وقت تو طومان کے ہاتھ میں پانسہ ہے اور وہ جس طرح چاہے اسے پھینک سکتا ہے۔ بد ترین بات یہ ہے کہ اگر سلیمان خود کو قربان کرنے پر تیار ہو جائے تب بھی مجھے یقین نہیں کہ طومان اپنا وعدہ پورا کرے گا اور بچی کو واپس کر دے گا۔"

اسی وقت سلیمان کا سر کھڑکی کی چوکھٹ پر ابھرتا نظر آیا اور وہ سیڑھی کے آخری حصہ پر چڑھتا ہوا کمرے میں آ گیا۔

"کیا نتیجہ رہا؟" اقبال نے ایک دم پوچھا۔

سلیمان نے نفی میں اپنا سر ہلایا۔

"ہم تینوں قرب و جوار کے تمام علاقہ میں گھوم آئے لیکن اس کہرے میں تھوڑے فاصلہ تک دیکھنا بھی ناممکن ہے۔" سلیمان بولا "اب تک وہ صاف بچ کر نکل گیا ہو گا۔"

"مجھے بھی یہی اندیشہ تھا۔" نواب نے دبی ہوئی آواز میں کہا۔

اس وقت اس کو جمشید کمرے میں داخل ہوتا ہوا نظر آیا اور اس کے چہرے کو دیکھ کر اقبال جنگ کا دل رنج و غم کی ایک نئی شدت سے بھر گیا۔

"کوئی بھی نشان نہیں ملا" جمشید نے گلوگیر آواز میں کہا "پھولوں کی کیاریوں میں بھی کوئی نشانات قدم موجود نہیں جن سے یہ اندازہ ہو سکتا کہ وہ کس طرف گیا ہے...... لیکن آخر یہ نرس کہاں ہے...... ؟اس نالائقی و غفلت پر میں اس عورت کو نوکری سے نکال دوں گا۔ اس کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا تو اس حالت میں اس کے پاس کوئی معقول عذر نہیں ہو سکتا کہ اس نے کیوں زہرہ کی چیخ نہیں سنی۔"

"اس کی خطا نہیں۔" نواب نے نرمی سے کہا "طومان نے اس پر ایک گہری نیند طاری کر دی اور وہ اب تک سو رہی ہے۔ اس کے جاگنے کا جو وقت طومان نے مقرر کیا ہے اس سے پہلے اسے بیدار کرنا ناممکن ہو گا۔"

اسد بھی کمرے میں داخل ہوا...... وہ غصہ سے بڑبڑایا تھا۔

"یہ کم بخت کہرہ...... ! اس میں تو ایک درجن بدمعاش بھی قرب و جوار میں چھپے ہوں تو ہم ان کی جھلک تک نہیں دیکھ سکتے...... ! اب تک تو غالباً دن نکل آیا ہو گا ؟"

سلیمان نے نرسری کے آتش دان کے اوپر لگی ہوئی کلاک پر نظر ڈالی۔

"اس گھڑی میں تو ابھی پانچ بجنے میں دس منٹ باقی ہیں...... لیکن وقت یقیناً زیادہ ہو چکا ہے۔"

"گھڑی بند ہو گئی ہے" جمشید نے کہا "لیکن یہ یقینی ہے کہ ساڑھے چھ سے بہت زیادہ وقت نہیں ہوا

ورنہ نوکر لوگ اب تک جاگ گئے ہوتے کیونکہ ابھی جب میں مکان کے اس حصے کی طرف دوڑتا ہوا گیا تھا تو نوکروں کے کوارٹروں کی کسی کھڑکی میں روشنی موجود نہ تھی۔"

"یہ بھی بہتر ہی ہوا" نواب نے کہا "طومان ایک خط چھوڑ گیا ہے جمشید میاں۔ اس خط میں کچھ ہدایات دی گئی ہیں اور حکم دیا گیا ہے کہ اگر ہم چاہتے ہیں زہرہ کو کوئی نقصان نہ پہنچے تو ان ہدایات پر پورا عمل کر دیں۔"

"ذرا مجھے دکھایئے وہ خط۔" جمشید نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔

اقبال جنگ نے کچھ پس و پیش کیا۔

"میرا خیال یہ ہے کہ ہم لوگ پھر نیچے کی منزل میں پہنچ جائیں تب تم یہ خط پڑھ لینا...... اس وقت اس خط سے ہمیں کوئی مدد نہیں مل سکتی اور کچھ ایسے ضروری کام ہیں جو ہمیں فوراً ہی نوکروں کے بیدار ہونے سے قبل کر لینے ہیں۔"

"لیکن کیوں ؟ میرا تو ارادہ تھا کہ دس منٹ کے اندر ہی تمام نوکروں کو بستر سے گھسیٹ لوں ہمیں اپنی مدد کے لئے ان کی ضرورت ہو گی۔"

"اس کے برعکس میں یہ چاہتا ہوں کہ میں ٹیلیفون کا سلسلہ پھر ٹھیک کر کے سرائے سے بات کرتا ہوں اور اس اثناء میں تم اپنے خصوصی خدمت گار محمود کے نام ایک پرچہ لکھ ڈالو کہ ہم لوگ ابھی تک اپنے تجربات میں مشغول ہیں لہٰذا مکان کے اس حصے میں آج دن بھر کوئی نوکر نہ آئے اور نہ کوئی ہمارے کام میں خلل ڈالے۔"

"اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ اس وقت جب کہ زہرہ خطرے میں ہے میں یہاں بیٹھا ہوا دن بھر مکھیاں مارتا رہوں تو معاف کیجئے آپ شاید پاگل ہو گئے ہیں" جمشید نے غصہ میں چلا کر کہا۔

اقبال جنگ کو معلوم تھا کہ اب تک زہرہ کے معاملہ میں وہ بظاہر بالکل بے عمل نظر آ رہا تھا۔ تلاش کے لئے وہ کمرے سے باہر تک نہیں گیا تھا۔ اس حالت میں جب وہ دن بھر بے عملی کے سلسلہ کو جاری رکھنے کی تجویز پیش کرے گا تو خاص طور پر جمشید کی نظر میں یہ بے حسی و بے عملی اور بھی زیادہ قابل نفرت محسوس ہو گی۔ لیکن اقبال جنگ ایک ایسا انسان تھا جس نے کبھی بھی کسی ہنگامی صورتحال میں اپنے ہوش و حواس کو بے قابو نہیں ہونے دیا تھا لہٰذا اس موقع پر بھی اس نے اپنی آواز کو پر سکون و نرم بنائے رکھا تھا۔

"میرا مشورہ یہ ہے کہ بدحواسی میں کوئی خطرناک اقدام کرنے سے پہلے تم یہ خط پڑھ لو اور مریم سے اس کے متعلق گفتگو کر لو" اقبال جنگ نے کہا "بہرحال زرینہ کی لاش ابھی تک ایک کمرے میں موجود ہے۔ فی الحال اس کو اسی جگہ رہنا ضروری ہے لہٰذا کم سے کم اسی ایک سبب سے یہ بھی ضروری ہے کہ نوکروں کو دارالمطالعہ سے دور ہی رکھا جائے...... اسد تم باورچی خانہ میں چلے جاؤ۔ سلیمان کو اپنے ساتھ لیتے جاؤ...... اور جو بہترین ٹھنڈا کھانا ممکن ہو لے آؤ...... ہم سب ہی بھوک سے تقریباً نصف مر چکے ہیں

اور کھانا نہ کھانا موجودہ صورتحال میں بھی صرف ایک حد تک ہی مفید ہو سکتا ہے۔"

مریم کھڑی ہوئی یہ باتیں سن رہی تھی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ مصیبت خود اس پر ہی واقعی نازل ہوئی ہے۔ زہرہ کو کھو دینے کے بعد اب تک اس کو مر جانا چاہئے تھا......! خود جمشید بھی اس کی تشفی نہ کر سکتا تھا......! نہیں...... یہ سب کچھ جو وہ دیکھ رہی تھی کوئی حقیقت نہ تھا...... بلکہ محض ایک خواب...... یہ چاروں شخص جو اس کے پاس کھڑے تھے محض پرچھائیاں تھے...... یا شاید بھوت......! لیکن پھر بھی وہ یہ محسوس کر رہی تھی کہ کمرے کی ہر ایک چیز اس کو ایک عجیب غیر معمولی وضاحت کے ساتھ نظر آرہی ہے۔ اس کو تعجب ہو رہا تھا کہ آج تک اس نے یہ کیوں نہیں دیکھا کہ پرانی الماری کا ہینڈل بھدے طریقے پر لٹک گیا ہے یا گوشے میں بجلی کا ایک تار ڈھیلا ہو کر آگے کو نکل آیا ہے یا مسہری کے پائے میں ایک کیل باہر نکل آئی ہے۔ زہرہ اس سے ٹکرائی تو زخمی ہو جانے کا امکان تھا۔ اس نے سوچا کہ کل دن میں وہ نرس کو حکم دے گی کہ اس کو ٹھیک کر دیا جائے۔

جس وقت مریم کے دماغ میں اس طرح کے خیالات گردش کر رہے تھے اس کو ساتھ ہی ساتھ پورا احساس تھا کہ دوسرے لوگ کیا باتیں کر رہے ہیں وہ یہ بھی محسوس کر رہی تھی کہ اقبال جنگ کو تسلی دینا ضروری ہے کیونکہ وہ بے چارہ بہت ہی مغموم تھا اور اس تمام آفت کے لئے خود کو پورا ذمہ دار محسوس کر رہا تھا حالانکہ مریم کو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ یہ آفت کسی طرح بھی حقیقی نہیں ہو سکتی بلکہ محض ایک وہم، خواب ہے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہو سکتا تھا کہ زہرہ واقعی اس سے چھن جاتی اور وہ زندہ رہتی؟

اپنی تباہی کو اس طرح محض ایک خواب سمجھ کر مریم کو اقبال جنگ کی غمزدہ حالت پر ترس آرہا تھا چنانچہ جب اس نے ناشتہ کا تذکرہ کیا تو مریم نے فوراً کہا...... "میں ابھی نیچے جاتی ہوں اور تمہارے واسطے کچھ انڈے وغیرہ تیار کرتی ہوں۔"

"نہیں...... نہیں...... مریم!" اقبال جنگ نے بے ساختہ کہا اور جب اس نے مڑ کر دیکھا تو مریم کے مردہ سے سفید چہرے کو دیکھ کر اس کا کلیجہ شق ہونے لگا اور اس نے عجلت سے اپنی نظریں نیچی کر لیں۔

اسی حالت میں وہ پھر بولا...... "براہ کرم تم دارالمطالعہ میں چلی جاؤ اور جمشید کے ساتھ نہایت اطمینان سے طومان کا یہ خط دوبارہ پڑھو۔ اس کے بعد تم دونوں تبادلہ خیالات کر سکتے ہو اور جب تک ہم لوگ نیچے واپس آئیں اس وقت...... تک تم کو ضرور یہ فیصلہ کر لینا چاہئے کہ تمہارے نزدیک بہترین طریقہ کار کیا ہے۔"

جمشید نے فی الحال اقبال جنگ کی خواہش سے اختلاف کرنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ سب زینے سے اتر کر زیریں منزل میں آئے...... سلیمان، اسد اور اقبال جنگ تو باورچی خانے کی طرف چلے گئے لیکن جمشید، مریم کے پاس رک گیا اور عجلت سے طومان کا خط پڑھنے لگا۔

خط کا مطالعہ ختم کرنے کے بعد اس نے ایک دردناک پس و پیش کے ساتھ مریم کی طرف دیکھا۔

"میری زندگی......! یہ مصیبت واقعی تمہارے لئے بڑی ہیبت ناک ہے" وہ بولا۔

"تمہارے لئے بھی کچھ کم نہیں" مریم نے نرم لہجہ میں کہا اور پھر یکایک...... ایک ہلکی سی چیخ کے ساتھ......اس نے اپنے بازو جمشید کی گردن میں حمائل کر دیئے۔

"اف......! جمشید پیارے!" وہ بولی "اب ہم کیا کریں؟"

"ڈارلنگ!" جمشید نے اس کو اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ اب جب کہ مریم کے سینے میں چھپا ہوا طوفان پھٹ پڑا تھا جمشید کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا کہ اپنی محبوب بیوی کو حتی الامکان بہترین طریقہ پر تسلی دینے کی کوشش کرے......

مریم کا نازک جسم سسکیوں میں بُری طرح جھٹکے کھا رہا تھا اور اس کے رخساروں پر موٹے موٹے آنسو ڈھلک کر جمشید کے ہاتھوں اور گردن پر گرم جلتے ہوئے چھینٹوں کی شکل میں گر رہے تھے۔

اس کو اپنے سینے سے لگائے وہ محبت اور امید سے بھرے ہوئے نرم الفاظ اس کے کانوں میں ٹپکار رہا تھا لیکن اس کو یہ محسوس ہو رہا تھا کہ مریم کی اشک ریزی شاید کبھی بھی ختم نہ ہو گی اپنی محبوب بچی زہرہ کے غم میں مریم کے خوفناک جذبات کا سیلاب اس کے وجود کو بہائے لئے جا رہا تھا اور وہ سر سے پاؤں تک بری طرح کانپ رہی تھی۔

"مریم...... مریم میری محبوبہ!" جمشید نے محبت کی سرگوشیوں میں کہا "خدارا خود کو سنبھالنے کی کوشش کرو ورنہ بس اب ایک ہی منٹ میں میرے ضبط و تحمل کا جام بھی چھلک پڑے گا۔ یقین کرو ابھی تک زہرہ صحیح سلامت ہو گی اور اس کو کوئی نقصان نہ پہنچا ہو گا...... اور نہ کم از کم آنے والی رات اس کو کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے...... بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ آنے والی رات میں بھی اپنی دھمکی پورا کرنے سے پہلے طومان کو از سر نو غور و خوض کرنا پڑے گا۔ دشمن کو نقصان پہنچانے کے لئے صرف ایک احمق ہی اپنے یرغمال کو ہلاک کرنے کی سوچ سکتا ہے! طومان کو چاہے تم جس قسم کا بھی بدمعاش اور شیطان سمجھو لیکن پھر بھی وہ کم از کم ایک مہذب انسان ہے اس لئے تمہیں یقین رکھنا چاہئے کہ وہ زہرہ کے ساتھ برا سلوک نہ کرے گا اور اگر ہم اپنے ذرائع اور قوتوں کو مناسب طریقے پر استعمال کریں گے تو اس سے پیشتر ہی کہ طومان کو اپنی خوفناک دھمکی پورا کرنے کا موقع ملے ہم زہرہ کو واپس حاصل کر لیں گے۔"

"لیکن ہم کر ہی کیا سکتے ہیں؟ جمشید...... بتاؤ...... کیا کر سکتے ہیں ہم؟" وہ چلائی...... اور اپنی بڑی بڑی اشک آلود آنکھوں سے وحشیوں کی طرح اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"جیسے ہی یہ لوگ باورچی خانہ سے واپس آجائیں گے اسی لمحہ ہم سب طومان کے تعاقب میں چل دیں گے" جمشید نے کہا "بہر حال طومان بھی ایک انسان ہی ہے...... ہے نا......؟ نرسری تک پہنچنے کے لئے اس کو بھی کسی معمولی چور کی طرح سیڑھی استعمال کرنی پڑی۔ اگر ہم نے فوراً کارروائی شروع کر دی تو رات ہونے تک وہ پولیس کی حراست میں آجائے گا۔"

ان کی پشت کی طرف سے اچانک اقبال جنگ کی آواز آئی۔ "اس کے معنی ہیں کہ تم نے پولیس کو طلب کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے؟"

"اس کے علاوہ اور کون سا بہتر طریقہ ہو سکتا ہے؟" جمشید نے مڑ کر کہا "یہ معاملہ گزشتہ رات کے معاملہ سے بالکل مختلف ہے۔ یہ تو ایک اغوا کا معاملہ ہے...... بالکل صاف اور سیدھا...... اور میں ملک بھر کی پولیس کو اگلے نصف گھنٹے میں ہی طومان کے پیچھے لگانے کے لئے اپنے تمام ذرائع ختم کر دوں گا۔ اگر آپ نے ٹیلیفون کی لائن کو ٹھیک کر دیا ہے تو میں ابھی خفیہ پولیس کے دفتر سے بات کرتا ہوں۔"

"ہاں...... ٹیلیفون اب ٹھیک ہے۔ میں نے سرائے کے مالک رحمت خان کو ٹیلیفون کر دیا ہے۔ اس غریب کو اپنے بستر سے اٹھ کر مجھ سے بات کرنی پڑی۔ اس کو یہ تو یاد ہے کہ اسد اور زرینہ نے گزشتہ رات وہاں کھانا کھایا تھا لیکن جب میں نے اس کو طومان کا حلیہ بتایا تو اس نے کہا کہ اس حلیہ کا کوئی انسان کل دن میں یا آج صبح وہاں نہیں دیکھا گیا۔ کیا تم نے نوکروں کے متعلق وہ پرچہ لکھ لیا ہے؟"

"ابھی نہیں...... لیکن میں ابھی لکھے لیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر جمشید دارالمطالعہ سے چلا گیا۔ اسی وقت سلیمان اور اسد اندر آئے۔ وہ دو ٹرے میں پلیٹوں کا ایک انبار لئے ہوئے تھے اور ان کے درمیان سب سے نمایاں ایک چینی کی بڑی چائے دانی تھی اور نیم برشت انڈوں کا ذخیرہ!

"دیکھئے...... ابھی پولیس کو ٹیلیفون نہ کیجئے۔" مریم نے چلا کر جمشید سے کہا "یہ اقدام خطرناک ہو سکتا ہے۔ ایسا کرنے سے پہلے ہمیں پھر ایک بار غور کرنا ہو گا۔"

اقبال جنگ نے ایک گہری نظر مریم پر ڈالی "تو کیا تم پولیس کو طلب کرنا پسند نہیں کرتیں" وہ بولا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کرنا چاہئے" مریم نے اعتراف کیا "میرا شوہر ایک معقول اور عملی انسان ہے اور میں محسوس کرتی ہوں کہ پولیس کو طلب کرنے کے متعلق اس کا فیصلہ درست ہے لیکن آپ ذرا خط کو دوبارہ پڑھ کر دیکھئے...... اگر ہم نے پولیس کو طلب کر کے طومان کو اپنی دھمکی پورا کرنے پر مجبور کر دیا تو میں زندگی بھر اپنی اس غلطی کو معاف نہ کر سکوں گی...... کیا آپ کو واقعی یہ یقین ہے کہ اگر ہم نے طومان کی ہدایت کے خلاف کام کیا تو اس کو اپنی پراسرار قوتوں کے ذریعے اس کا علم ہو جائے گا؟"

اقبال نے اثبات میں سر کو جنبش دی۔

"مجھے اندیشہ ہے کہ طومان یہ بات معلوم کر لے گا۔" وہ بولا "لیکن اس سلسلے میں اس کی قوتوں کے متعلق مجھ سے بہتر سلیمان بتا سکتا ہے۔"

سلیمان اور اسد نے دونوں ٹرے نیچے رکھ دی تھیں اور اب ایک ساتھ طومان کا خط پڑھ رہے تھے۔ اپنا نام سن کر سلیمان نے عجلت سے نظر اٹھائی۔

"بے شک۔" وہ بولا "اگر طومان چاہے تو وہ اس آئینہ میں سب کچھ دیکھ سکتا ہے جس کا میں تذکرہ کر چکا ہوں۔ پھر اگر وہ بمبئی واپس پہنچ گیا تو وہاں اس کے پاس کم از کم نصف درجن ایسے لوگ موجود ہیں جن کو وہ ہپناٹزم کے عمل سے نیند میں ڈبو کر ہمارے متعلق سب کچھ معلوم کرے گا۔ اس کے لئے تو

معلوم کر لینا ہی بچوں کا کھیل ہے کہ ہم لوگ کمرے میں ہیں یا کمرے سے باہر......"

"یہی میرا بھی خیال ہے" اقبال جنگ نے کہا "اگر ہم نے پولیس سے رجوع کیا تو ہمیں پولیس کے یہاں جانا ہو گا یا ان لوگوں کو بلانا ہو گا محض ٹیلیفون کرنا کافی نہ ہو گا۔ پولیس کے لوگ ہم سے زہرہ کے فوٹو حاصل کرنا چاہیں گے اور ہر متعلقہ شخص سے سوالات کرنا چاہیں گے۔ اگر طومان ہم کو اپنی روحانی نگرانی میں رکھے ہوئے ہے تو بڑی آسانی سے اس کو یہ موقع مل جائے گا ہمیں پولیس کے ساتھ مشورہ کرتے ہوئے دیکھ لے۔"

"پولیس کا تصور کرنا ہی دیوانگی سے کم نہیں" سلیمان بولا "اس کے نتائج بہت سنگین ہو سکتے ہیں یہ کہنا تو بیکار سا ہی معلوم ہوتا ہے کہ میں بہت شرمندہ و متاسف ہوں لیکن پھر بھی یہ حقیقت ہے کہ آپ سب لوگوں پر یہ مصیبت نازل کرنے کی ذمہ داری مجھ پر ہی ہے اور اس لئے اب اس مصیبت کا صرف ایک ہی علاج ہے...... وہی جو طومان نے خط میں تجویز کیا ہے۔"

"تمہارا مطلب یہ ہے کہ ہم سب یہاں مٹی کے بے جان پتلے بنے بیٹھے رہیں اور تم خود کو طومان کے حوالے کرنے کے لئے بارہ بجے روانہ ہو جاؤ؟ یہی مطلب ہے نا تمہارا؟" جمشید نے جو کہ ابھی واپس آیا تھا تیزی و تلخی سے کہا "مجھے سلیمان سے ایسے ہی الفاظ کی امید تھی" اقبال جنگ نے کہا "مجھے معلوم ہے کہ اگر سلیمان طومان کے پاس واپس چلا گیا تو اس غریب کو بے حد خوفناک نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا اس کے علاوہ طومان کے سامنے ہتھیار ڈال دینے کے تصور سے ہی میرا خون کھولنے لگتا ہے لیکن پھر بھی مجھے یہ اعتراف کرنا پڑے گا کہ سلیمان نے جو کچھ تجویز پیش کی ہے وہ ٹھیک ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار ہی نہیں...... البتہ اس میں کچھ ترمیم کی جا سکتی ہے۔"

"اف...... ! تو کیا واقعی اور کوئی راستہ نہیں؟" مریم نے بے اختیار سلیمان کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا "یہ تو بے حد خوفناک خود غرضی ہے کہ اپنی مصیبت میں ہم تمہیں قربان کرنے کی باتیں کریں!"

سلیمان کے لبوں پر اس کا وہ مخصوص و نادر تبسم ظاہر ہوا جو اس کو ہمیشہ ایک دلکش اور بلند انسان بنا دیتا تھا۔

"مریم!" اس نے ایک ہیرو کے انداز سے کہا۔ "شروع ہی سے ساری گڑبڑ میری وجہ سے ہوئی ہے۔ میں آپ سب لوگوں کا حد درجہ ممنوں ہوں کہ آپ نے مجھے اس کیچڑ سے نکالنے کی کوشش کی لیکن بظاہر ہے کہ طومان کے سامنے ہم شکست کھا چکے ہیں...... اب مجھے خود کو اس کے حوالے کر دینا چاہئے...... اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں۔"

"یہ میری نااہلیت کا نتیجہ ہے کہ ہم اس مصیبت میں پھنس گئے ہیں۔" اقبال جنگ نے کہا "میں اسی کا مستحق ہوں سلیمان کہ تمہاری جگہ میں اپنی قربانی پیش کروں...... اور یقین کرو کہ مجھے اپنی قربانی پیش کرنے میں ذرا بھی تامل نہ ہوتا بشرطیکہ اس سے کوئی فائدہ حاصل ہو سکتا۔ مصیبت تو یہ ہے کہ طومان تمہیں چاہتا ہے...... مجھے نہیں!"

اسد اس اثناء میں پیالیوں میں چائے انڈیل رہا تھا۔ جمشید نے گرم گرم چائے کی پیالی سے ایک خوشگوار گھونٹ لیتے ہوئے پوری مضبوطی سے کہا۔

”خدا کے لئے یہ مہمل بکواس بند کرو! تم دونوں میں سے کسی کا بھی قصور نہیں...... گزشتہ زمانے میں ہم لوگوں کی زندگی خوفناک مرحلوں میں جس طرح ایک ساتھ گزری ہے اس کے مد نظر تم نے بالکل مناسب کیا کہ یہاں میرے مکان پر چلے آئے۔ اگر مصیبت میں ہم ایک دوسرے سے امداد نہ چاہیں گے تو پھر اور کس کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے؟ اگر میں خود کسی بڑی آفت میں پھنس جاتا تو تم دونوں کو بھی اپنے ساتھ اسی آفت میں مبتلا کرنے میں ذرا بھی پس و پیش نہ کرتا...... اور میں جانتا ہوں کہ مریم کے بھی یہی احساسات ہیں۔ زہرہ کو اغوا کر کے دشمن نے ہم پر جو ضرب لگائی ہے اس کا وہم و گمان بھی ہم میں سے کوئی نہ کر سکتا تھا۔ یہ تو ایک طرح کا حادثہ ہے...... اور زہرہ کی حفاظت کی ذمہ داری میں ہم اور تم برابر کے شریک تھے...... لہٰذا اب اس بحث کو چھوڑ کر ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ اب کیا کیا جائے۔“

”یہ تمہاری شرافت ہے جمشید!“ اقبال جنگ نے مسکرانے کی کوشش کی۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ جمشید کس قدر شدید قلبی اذیت میں مبتلا ہے لیکن پھر بھی اپنے دوستوں کے دل سے یہ مجرمانہ احساس مٹانے کی کوشش کر رہا ہے کہ اس تباہی کی ذمہ داری ان پر ہے۔ یقیناً یہ شرافت کا ایک اعلیٰ نمونہ تھا۔

”بے شک...... جمشید کی شرافت میں کلام نہیں۔“ سلیمان بولا ”لیکن میں بھی اپنی شرافت سے مجبور ہوں۔ میں نے طومان کے پاس جانے کا فیصلہ کر لیا ہے...... بس اسی میں ہماری واحد امید مضمر ہے۔“

”ہرگز نہیں...... تم ایسا نہیں کر سکتے۔“ جمشید نے سختی سے کہا ”تم یہاں میرے مکان پر آئے ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ تم نے خود کو میرے حوالے کر دیا ہے۔ میں تمہیں ہرگز اس کی اجازت نہیں دوں گا...... مجھے اعتراف ہے کہ گزشتہ رات ہم نے جو شیطانی تماشا دیکھا ہے اس نے دوسروں کی طرح مجھے بھی کافی خوفزدہ کر دیا ہے اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ شیطانی قوتوں کے متعلق اقبال جنگ نے جو کچھ کہا تھا وہ صحیح تھا لیکن کوئی وجہ نہیں کہ ہم بالکل ہی مرعوب ہو کر رہ جائیں اور یہ سمجھ لیں کہ شیطانی قوتیں سب کچھ کر سکتی ہیں۔ دنیا کی ہر چیز کی طرح ان شیطانی قوتوں کی بھی ایک حد ہوتی ہے...... غیر محدود قوت صرف خدا کی ہے...... کل رات اقبال جنگ نے تسلیم کیا تھا کہ یہ پراسرار قوتیں قوانین فطرت پر ہی قائم ہیں...... لیکن یہ خبیث طومان قوانین فطرت سے باہر نکل گیا ہے۔ وہ اب ایک ایسے علاقے میں کام کر رہا ہے جو اس کے لئے اجنبی ہے۔ یہی بات اس نے خود بھی اپنے خط میں تسلیم کی ہے۔ خط کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ وہ خوفزدہ ہے۔ اسے ڈر ہے کہ ہم پولیس کو طلب نہ کر لیں...... اور اس کے لئے یہی وہ طریقہ ہے جس سے ہم اس کو نیچا دکھا سکتے ہیں...... معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگ بدحواس ہو گئے ہو!“

”نہیں!“ اقبال جنگ نے غمگین انداز میں کہا۔ ”میرے ہوش اور ہمت نے جواب نہیں دیا۔ بہرحال اگر تم اس واقعہ کو ایک سیدھا سادہ اغوا ہی تصور کرنا چاہتے ہو تو اسی نظر سے اس پر غور کرو۔ ہم فرض کئے لیتے ہیں کہ زہرہ کو خوفناک مجرموں کے ایک گروہ نے اغوا کر لیا ہے اور اس کو بطور یرغمال اپنے قبضے میں رکھے

ہوئے ہے اور فرض کرو کہ مجرموں کے اس گروہ کو ایسے ذرائع حاصل ہیں کہ تمہارے مکان میں ہونے والی ہر بات کا علم ان کو ہو جاتا ہے۔ انہوں نے یہ دھمکی دی ہے کہ اگر پولیس کو طلب کیا گیا تو زہرہ کو ہلاک کر دیا جائے گا...... کیا ایسے حالات میں تم اپنی بچی کی زندگی کا خطرہ مول لے کر پولیس کو بلانا پسند کرو گے؟“

”نہیں......“ جمشید نے جواب دیا۔ ”اس صورت میں یہ گروہ جو رقم مجھ سے طلب کرتا ہے وہ میں ادا کروں گا اور مجھے اعتماد کرنا ہو گا کہ وہ یہ رقم پا کر بچی کو ہمیں واپس دے دیں گے لیکن موجودہ معاملہ مختلف ہے۔ میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ طومان ہم سے دغا کرے گا۔ زہرہ کو واپس کرنے کے متعلق وہ اپنا وعدہ ہرگز پورا نہ کرے گا۔ اس معاملہ میں وہ معمولی مجرموں سے زیادہ ذلیل اور خبیث ہے۔ اگر اس کی خواہش صرف اتنی ہی ہوتی کہ سلیمان کو دوبارہ حاصل کر لے تو یقیناً یہ ممکن تھا کہ وہ سلیمان کے بدلے میں زہرہ کو ہمارے حوالے کر دیتا لیکن اصلیت کچھ اور ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زرینہ نے جو کچھ بتایا ہے وہ آپ بھول گئے۔ طومان کو یہ علم نہیں کہ ہم اس کے ارادوں سے واقف ہیں...... لیکن زرینہ نے تین باتیں بالکل قطعی یقین سے بتائی تھیں...... اول یہ کہ طومان زرینہ کی روح کو اس کے جسم میں واپس لانا چاہتا ہے...... دوم یہ کہ اگر اس نے آئندہ چند دن کے اندر اندر کوشش نہ کی تو اس مقصد کو حاصل کرنے میں ناکام ثابت ہو گا...... سوم یہ کہ اس مقصد کو حاصل کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ابلیس کی ایک مخصوص عبادت کی جائے جس میں ایک خدا پرست معصوم بچے کی قربانی بھی شامل ہے۔ ایک مہذب ملک میں اغوا کوئی معمولی بات نہیں۔ اگر مجرم چاہتا ہے کہ پولیس کی گرفت سے بچ جائے تو اس کو کافی سوچ سمجھ کر جرم کا ایک منصوبہ بنانا پڑے گا۔ طومان نے یہ ایک غلطی کی کہ اس نے اغوا کا ارتکاب کیا لیکن اس کو یہ اطمینان تھا کہ ہم پر زور ڈال کر وہ پولیس کو اس معاملہ سے دور ہی رکھ سکے گا۔ اب میرے خیال میں کوئی بھی سمجھدار انسان یہ نہیں سوچ سکتا کہ طومان اس قسم کا انسان ہے جو محض اپنا وعدہ پورا کرنے کے لئے ایک اور غلطی کرنا گوارا کر لے گا اور زہرہ کو واپس کر دے گا۔ یہ بات تو آفتاب کی طرح روشن ہے کہ سلیمان کو اپنے دام میں پھانسنے کے لئے وہ زہرہ کو بطور دانہ استعمال کر رہا ہے۔ جب وہ سلیمان کو اپنے قبضہ میں کر لے گا تو یقیناً وہ دغابازی سے کام لے گا اور زہرہ کو ہلاک کر دے گا۔“

اقبال جنگ نے نیم برشت انڈے کا ذائقہ لیتے ہوئے کہا...... ”اگر یہی بات ہے تو اب فیصلہ کرنا تمہارا اور مریم کا کام ہے۔ یہاں اس کمرے میں گھنٹوں تک بیکار بیٹھے رہنا ایک ایسا صبر آزما کام ہے کہ میں اپنی مصروف زندگی میں اس کا بالکل عادی نہیں رہا اور میرے لئے یہ بے عملی تقریباً دیوانہ کن ہے۔ طومان سے ایک بار پھر ٹکر لینے کا موقع مجھے مل جائے تو میں اس کے لئے اپنی زندگی کی عزیز ترین چیزیں قربان کرنے کو تیار ہوں۔ فی الحال مجھے جو چیز روکے ہوئے ہے وہ صرف زہرہ کی زندگی، خیال ہے کہ کہیں میری جلد بازی سے وہ خطرے میں نہ پڑ جائے۔“

”اس خطرہ کا مجھے پورا احساس ہے۔“ جمشید نے تسلیم کیا ”لیکن مجھے یقین ہے کہ زہرہ کو دوبارہ زندہ دیکھنے کا ہمارے لئے اگر کوئی امکان ہے تو صرف اس طرح کہ پولیس کو طلب کر لیا جائے اور مجھے پولیس

کے ذرائع پر پورا اعتماد ہے کہ رات سے پہلے ہی طومان کا سراغ لگ جائے گا۔

"مجھے ایسی امید نہیں۔" سلیمان نے اپنا سر ہلاتے ہوئے کہا "ایمانداری سے کہتا ہوں جمشید مجھے ہرگز ایسی امید نہیں۔ اگر ہم طومان کے خلاف کوئی قدم اٹھائیں گے تو یہ یقینی بات ہے کہ اس کو اس کا علم ہو جائے گا۔ پولیس کے بڑے بڑے افسر یہاں آکر نہ جانے کتنے بیش قیمت گھنٹے سوالات میں ضائع کر دیں گے اور اس بات کا صرف ایک فیصد امکان ہے کہ وہ صرف ایک دن کے اندر طومان کو گرفتار کر لیں۔ فی الحال زہرہ محفوظ ہے۔ خدا کے لئے معاملات کو اور زیادہ خراب مت کرو۔ میں طومان کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ ایک سانپ کی طرح بے رحم ہے۔ جس طرح تم سوچ رہے ہو اس طرح طومان کا مقابلہ کرنے کی کوشش کرنا ایسا ہی ہے جیسا زہرہ کی موت کے حکم نامہ پر دستخط کرنا۔"

مریم ایک اذیت ناک خاموشی کے ساتھ ان مخالف دلائل کو سن رہی تھی۔ ہر ایک دلیل کو سن کر اس کو اپنا سینہ ادھر سے ادھر تک شق محسوس ہوتا تھا۔ سلیمان اس قدر مستحکم و قطعی یقین کے ساتھ باتیں کر رہا تھا کہ یہ چیز بالکل یقینی معلوم ہوتی تھی کہ اگر پولیس کے متعلق جمشید کی تجویز پر عمل کیا گیا تو اس کی وجہ سے زہرہ کو اور بھی جلد مر جانا پڑے گا...... لیکن دوسری طرف مریم جمشید کے دلائل کو بھی بہت معقول اور وزنی محسوس کر رہی تھی۔ جمشید کا یہ یقین واقعی بہت درست معلوم ہوتا تھا کہ طومان ضرور دغابازی سے کام لے گا اور جب یہ لوگ اس کے وعدہ کے فریب میں آکر سلیمان کو اس کے حوالے کر دیں گے تو...... شیطان صفت طومان زہرہ کو بھی اپنے قبضہ میں ہی رکھے گا کیونکہ جیسا کہ زرینہ بتا چکی تھی وہ ابلیس کے سامنے قربانی پیش کرنے کے لئے بیتاب تھا۔ اس طرح دونوں طرف کے دلائل کافی مضبوط معلوم ہوتے تھے اور مریم کے دماغ کو چکی کے دوپاٹوں کی طرح پیس رہے تھے۔ یہ سوچتے سوچتے اس کا دماغ پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا کہ ان میں سے کس کے دلائل کو تسلیم کرے۔

دوسرے لوگ بھی خاموش ہو گئے تھے۔ یکایک جمشید نے اس کی طرف دیکھا اور بولا......

"ہاں مریم...... تم بتاؤ کہ تمہیں کونسی بات درست معلوم ہوتی ہے؟"

"اوہ......! مجھے کچھ معلوم نہیں۔" مریم نے کراہتے ہوئے کہا۔ "دونوں ہی طرف کے دلائل صحیح معلوم ہوتے ہیں اور دونوں ہی حالتوں میں خوفناک خطرہ موجود ہے۔

جمشید نے نرمی و محبت سے اس کے بالوں پر ہاتھ رکھ دیا اور بولا..........

"اس معاملہ میں کوئی فیصلہ کرنا کتنا ہی اذیت کا باعث کیوں نہ ہو بہر حال کچھ فیصلہ کرنا ہی پڑے گا۔ اگر یہ مصیبت صرف میرے اور تمہارے تک ہی محدود ہوتی تو میں تم سے دریافت کرنے کا خیال بھی نہ کرتا جو کچھ میں مناسب سمجھتا وہی کرتا بشرطیکہ تم اس کی شدید مخالفت نہ کرتیں.......... لیکن اب جبکہ دوسرے لوگ اس قدر سختی سے میری رائے کی مخالفت کر رہے ہیں تو میرے پاس اس کے علاوہ اور کیا چارہ ہے کہ تم سے فیصلہ کرنے کی درخواست کروں۔"

مریم کو اس وقت جس خوفناک مسئلہ کا سامنا تھا اس نے ایک نزع کی سی کیفیت اس پر طاری

کر دی تھی۔ شدت غم سے ہاتھ ملتے ہوئے اس نے ادھر ادھر نظر ڈالی۔ اس وقت اس کی نگاہ اسد پر پڑی۔ وہ زرینہ کی لاش کے اس طرف اپنے شانے جھکائے ایک گہری مایوسی کے عالم میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کی آنکھیں یاس انگیز درد و تکلیف کے ساتھ مردہ لڑکی کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"اسد!" مریم نے گلوگیر آواز میں کہا۔ "ابھی تک تم نے نہیں بتایا کہ تمہارا کیا خیال ہے۔ مجھے تو یہ دونوں متبادل تجویزیں دہشتناک محسوس ہوتی ہیں۔ تمہارا کیا مشورہ ہے؟"

"میرا؟" اسد نے عجلت سے اوپر نظر اٹھائی۔ "یہ مسئلہ بڑا دشوار ہے میں اسی کو حل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مجھے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے نفرت ہے۔ اب ایسی حالت میں جبکہ واقعی سر پر کوئی آفت سوار ہو محض سوچتے رہنا میرے لئے جہنم سے کم نہیں۔ میرا تو دل یہی چاہتا ہے کہ ریوالور لے کر بدمعاش طومان کے پیچھے دوڑ پڑوں لیکن سلیمان کو پکا یقین ہے کہ اگر ہم نے ایسا کیا تو زہرہ کے لئے مہلک ہوگا اور میرا خیال ہے کہ اقبال جنگ کی بھی یہی رائے ہے۔ یاد رکھو کہ یہ دونوں اچھی طرح طومان کو جانتے ہیں لیکن جمشید اس کو نہیں جانتا۔ یہ بات سلیمان اور اقبال جنگ کی رائے کو زیادہ وزنی بنا دیتی ہے اس کے علاوہ میرا دل کہتا ہے کہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس میں مستعد مگر بے عمل رہنے کی پالیسی ہی موزوں ہے.......... یہ ایک پرانی پالیسی ہے کہ دشمن کی ڈور ڈھیلی چھوڑ دی جائے تاکہ خود اپنی غلطیوں کی بناء پر وہ انجام کار اپنے گلے میں خود ہی پھانسی کا پھندا پہن لے۔"

اسد نے ذرا رک کر سوچا اور پھر بولا۔

"دشمن سے کسی طرح کا سمجھوتہ کرنا میری فطرت کے خلاف ہے لیکن میرا اندازہ ہے کہ اس وقت ہمارے پاس اس کے علاوہ اور کوئی پالیسی موجود نہیں اگر ہم یہاں کمرے میں اسی طرح ٹھہرے رہیں اور طومان کی ہدایات پر لفظ بہ لفظ عمل کریں تو کم از کم ہمارے دماغ کو یہ اطمینان رہے گا کہ ہم زہرہ کے واسطے کوئی نیا خطرہ پیدا نہیں کر رہے..... لیکن اس راستے پر بھی ہمیں بس اس حد سے آگے نہیں بڑھنا چاہئے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ سلیمان خود کو قربان کرنے کے لئے تیار ہے لیکن ہمیں اس کو اس کی اجازت نہ دینا چاہئے اس کے بجائے ہمیں اس کو یہاں اپنے پاس ہی رکھنا چاہئے۔ ہماری یہ حرکت طومان کو پریشان کر دے گی وہ کوئی نیا منصوبہ سوچنے پر مجبور ہوگا۔ جب تک سلیمان کو پانے کی ایک اور کوشش نہ کرے وہ زہرہ کو ہلاک نہیں کرے گا اس طرح اب اس کھیل میں اگلی چال چلنا طومان کا کام ہے.......... اور جب ایک بار پھر وہ ہم سے ٹکر لے گا تو ہمیں بھی حملہ کرنے کا ایک نیا موقع مل سکے گا۔ صورتحال اس وقت جس قدر خراب ہے ہماری پالیسی سے وہ اور زیادہ خراب نہیں ہو جائے گی بلکہ توقع یہ ہے کہ جب طومان دوبارہ حملہ کرے گا تو ممکن ہے کہ ہم زیادہ خوش قسمت ثابت ہوں اور پانسہ اس کے خلاف پلٹ دیں۔"

اقبال جنگ مسکرایا........ وہ کئی دن بعد پہلی بار حقیقی مسرت سے مسکرایا تھا۔

"عزیز دوست.........." میں تمہارے سامنے اپنی عاجزی کے اعتراف میں سر جھکاتا ہوں۔" وہ

پر خلوص جذبات سے بولا۔ "میں بوڑھا ہوتا جارہا ہوں۔ شاید اسی وجہ سے میں یہ بات خود ہی نہیں سوچ سکا جو تم نے بتائی............ اب تک جتنی تجویزیں ہم لوگوں نے پیش کی ہیں ان میں تمہاری یہ تجویز سب سے زیادہ معقول ہے۔"

مریم نے اطمینان کا سانس لیا اور اسد کے قریب آکر اس کا ہاتھ اظہار ممنونیت کے طور پر دباتے ہوئے بولی۔

"عزیز دوست............! خدا تمہیں اپنی برکتیں عطا کرے! اپنی مصیبت میں ہم تمہاری مصیبت کو فراموش کیے رہے ہیں لیکن کس قدر حیرتناک بات ہے کہ تم نے اپنے شدید غم والم کے درمیان ہماری مصیبت کا ایک علاج سوچ لیا............! مجھے تو کسی فیصلہ پر پہنچتے ہی ایسا خوف محسوس ہو رہا تھا کہ زندگی میں کسی چیز سے بھی ایسا خوف محسوس نہیں ہوا۔ تم نے جو کچھ کہا وہ نہ صرف تمہاری شرافت بلکہ ذہانت کا بھی ثبوت ہے۔"

اسد کے لبوں پر ایک بجھی بجھی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"تم مجھے مغرور بنا رہی ہو مریم!" وہ بولا۔ "میں نے جو تجویز پیش کی ہے اس میں کوئی بہت بڑی ذہانت و عقل کی بات نہیں...... صرف اتنی سی بات ہے کہ یہ تجویز ہمیں سوچنے اور عمل کرنے کیلئے وقت عطا کرتی ہے اور تمہیں خود کو اس خیال سے تسلی دینا چاہئے کہ وقت اور فرشتے ہماری طرف ہیں۔"

جمشید ہمہ تن بیتاب تھا کہ زہرہ کی تلاش میں فوراً ہی روانہ ہو جائے لیکن اسد کی معقول تجویز سن کر اس کی بے تابی بھی کم از کم فی الحال کم ہو گئی۔ جذبات کے ہیجان میں اس نے اب تک کچھ نہیں کھایا تھا لیکن اب وہ بھی ناشتہ کی میز پر بیٹھ گیا اور مریم سے اصرار کرنے لگا کہ پہلے وہ کچھ کھائے تب وہ بھی کھائے گا۔

اس کوشش میں کامیاب ہو جانے پر اس نے پھر نظر اٹھا کر اقبال جنگ کی طرف دیکھا............

"میں نے وہ پرچہ ایسی جگہ چھوڑ دیا ہے کہ محمود اسے ضرور دیکھ لے گا............ اس کے کمرے کے دروازے کے نیچے اندر کھسکا دیا ہے۔ اس لئے اب یہاں ہمارے کام میں کوئی خلل نہیں ڈالے گا اور سب نوکر دور ہی رہیں گے۔ کیا اور کچھ کرنا ہے؟"

"کچھ نہیں۔" اقبال جنگ نے کہا۔ "ہمارے لئے بس اب صرف یہی کام ہے کہ اپنے صبر و تحمل کی تمام قوتیں جمع رکھیں لیکن اب شاید ہم اپنی قوت کی آخری حد تک پہنچ گئے ہیں اس لئے ہمیں اب کچھ نیند لینے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اگر آج رات کو طومان کوئی نیا حملہ کرے گا تو یقینی بات ہے کہ ہمیں رات بھر جاگنا پڑے گا۔"

"میں کچھ تکیئے اور گدے وغیرہ لے آؤں۔" سلیمان بولا۔ "میرے خیال میں اب استعمال شدہ چیزیں یہاں اس کمرے میں لانا نقصان دہ ثابت نہ ہوگا۔"

"نہیں............ اب کسی نقصان کا اندیشہ نہیں۔" اقبال جنگ نے جواب میں کہا۔ "جتنا سامان

نہیں ملے اکٹھا کر کے لے آؤ۔ ہم یہاں فرش پر ہی بستر تیار کرلیں گے۔"

سلیمان، جمشید اور اسد کمرے سے چلے گئے اور چند منٹ کے بعد تکیوں، گدّوں اور کمبلوں کا ڈھیر لے کر واپس آئے۔ انہوں نے آتشدان کے بجھتے ہوئے شعلوں میں کچھ تازہ ایندھن ڈال دیا اور اس کے بعد فرش پر پانچ عارضی آرام دہ بستر تیار کرنے میں لگ گئے۔

جب یہ کام پورا ہو گیا تو جمشید اصرار کر کے مریم کو ایک بستر پر لے گیا اور اس کو آرام سے لٹا دیا۔ مریم نے بہت کچھ احتجاج کیا کہ اگرچہ وہ بالکل تھک گئی ہے لیکن اس کو نیند نہ آسکے گی مگر جمشید نے اس احتجاج کو نظر انداز کر دیا۔ باقی لوگ بھی لیٹ گئے............ اور جمشید نے برقی روشنی گل کر دی۔

آخر کار پورا دن نکل آیا لیکن یہ بیکار ہی تھا کیونکہ کہرا اتنا گہرا تھا کہ تقریباً پندرہ گز سے زیادہ دیکھنا ناممکن تھا۔ کھڑکیوں کے باہر کہرہ پہلے سے زیادہ گہرا معلوم ہوتا تھا اور باہر چبوترے کے فرش کے بھیگے ہوئے پتھروں پر دھوئیں کے حلقوں کی صورت میں تیرتا نظر آتا تھا۔ کہرے کی اس دبیز چادر نے دیہاتی علاقہ کی آوازوں کو دبا دیا تھا اور دن کی روشنی کو دھندلا کر دیا تھا۔

کمرے میں کوئی بھی شخص ایسا نہ تھا جو یہ محسوس کر رہا ہو کہ وہ سو جانے میں کامیاب ہو سکے گا۔ اسد کے دل و دماغ کو زرینہ کا غم کھائے جا رہا تھا۔ دوسرے لوگ زہرہ کے متعلق خوفناک اندیشوں میں مبتلا تھے اور اپنے بستروں پر بے چینی سے کروٹیں بدل رہے تھے۔ رہ رہ کر ان کے کانوں میں مریم کی المناک سسکیوں کی آواز آتی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کا دل پھٹ جائے گا لیکن گزشتہ رات کے طویل خوفناک گھنٹوں کی بیداری کا بوجھ اور جذباتی ہیجان کا سلسلہ ایسا رہا تھا کہ ان لوگوں کی جسمانی قوت مکمل طور پر جواب دے چکی تھی............ مریم کی سسکیوں کے دورے رفتہ رفتہ زیادہ خاموش ہوتے گئے اور اس کے بعد بند ہو گئے۔ جمشید ایک بے چین غنودگی میں کھو گیا۔ اقبال جنگ اور اسد بھی آخر کار گہری نیند میں ڈوب گئے۔

کئی گھنٹے بعد مریم نے ایک خواب دیکھا............ اس نے دیکھا کہ وہ ایک قدیم کتب خانہ میں بیٹھی ہوئی ایک پرانی اور قدیم وضع کی کتاب پڑھ رہی ہے جس کی جلد بھیڑیئے کی کھال کی طرح جیسے نرم بالوں سے ڈھکی ہوئی ہے۔ وہ یہ کتاب پڑھتی جاتی ہے اور اسی دوران لوہے کا ایک حلقہ اس کے گرد لپٹتا جاتا ہے............ اس کے بعد منظر تبدیل ہو گیا............ اب اس نے دیکھا کہ وہ پھر حصار کے اندر موجود ہے اور وہ پراسرار گیند نما خوفناک "شے" پھر زہرہ پر حملہ کر رہی ہے!

یکایک وہ بیدار ہو گئی............ اور خوف کی ایک چیخ کے ساتھ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

بیدار ہوتے ہی جب گزشتہ واقعات کا تصور اس کے ذہن میں ایک سیلاب کی طرح در آیا تو کمرے کا منظر اس کو اپنے خوفناک خواب سے کچھ کم خوفناک معلوم نہ ہوا۔ یہ دونوں ہی اس کو دہشت انگیز خواب کے دو مختلف پہلو معلوم ہوتے تھے۔ کمرے میں فرنیچر کی عدم موجودگی............ فرش کے وسط میں مردہ زرینہ کا جسم پڑا ہوا............ اور کہرے کی وجہ سے کمرے کی دھندلی فضا............ یہ

سب کچھ تصور کی صورت گری سے زیادہ معلوم نہ ہوتا تھا۔

کمرے میں دوسرے لوگ فوراً جاگ اٹھے اور مریم کے چاروں طرف جمع ہو گئے......... نیم تاریکی میں یہ لوگ پرچھائیں کے تنے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔

اقبال جنگ نے برقی سوئچ دبایا......... ان کی آنکھیں تیز روشنی میں خیرہ ہو گئیں......... غنودگی آلود آنکھوں سے انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا.........

اور اس کے بعد ان کی نظریں اس طرف اٹھیں جہاں سلیمان نے اپنا بستر جمالیا تھا۔ سلیمان وہاں سے غائب تھا!

ایک ہی خیال کے تحت سب کی نظریں کھڑکی کی طرف گئیں اور وہ سمجھ گئے کہ جب وہ سو رہے تھے، سلیمان چپکے سے کھسک گیا تھا اور طومان سے ملنے کیلئے اس آسیبی دھندلی فضا میں باہر جا چکا تھا۔

سب سے پہلے اسد کی نظر فرش پر چاک سے بنے ہوئے نشانات پر پڑی۔ وہ آگے بڑھا تو دیکھا کہ کاغذ پنسل نہ ہونے کی وجہ سے سلیمان نے فرش پر چاک سے ایک مختصر پیغام لکھ دیا تھا۔

آہستہ آہستہ اس نے فرش پر لکھے ہوئے پیغام کو بلند آواز سے پڑھنا شروع کیا......... پیغام حسب ذیل تھا۔

"دوستو!......... براہِ کرم پریشانی کو راہ نہ دیجئے اور میرا تعاقب کرنے کا خیال نہ کیجئے۔ یہ ساری مصیبت میری وجہ سے نازل ہوئی ہے اس لئے میں طومان کے پاس جا رہا ہوں۔ طومان کے کہنے پر عمل کیجئے......... مجھے یقین ہے کہ صرف اسی طرح ہم شاید زہرہ کو بچا سکیں گے۔ سب کو دعا پیار......... تمہارا سلیمان۔"

"غضب ہو گیا۔" اسد نے یہ پیغام پڑھ کر کہا۔ "ہمارا بیوقوف بہادر دوست آخر کار چل دیا اور میرے تمام منصوبے کو مٹی میں ملا دیا۔ زرینہ کو قتل کرنے کے بعد اب طومان، سلیمان اور زہرہ کو پانے میں بھی کامیاب ہو گیا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم سب تباہ ہو گئے ہیں۔"

اقبال جنگ تکلیف سے کراہنے لگا۔

"سلیمان نے وہی کیا جو اس کی فطرت کا تقاضا تھا۔" وہ بولا "ہمیں اندازہ لگا لینا چاہئے تھا کہ وہ ایسا ہی کرے گا۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔" جمشید بولا۔ "سلیمان سے میں آپ لوگوں سے......... کہیں زیادہ واقف ہوں۔ میں نے اس کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کی کہ وہ یوں خود کو خواہ مخواہ پریشان نہ کرے لیکن مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے وہی کیا ہے جو آپ چاہتے تھے۔"

"یہ صحیح نہیں ہے۔" اقبال جنگ نے نرمی سے احتجاج کیا۔ "میں نے تو صرف یہ کہا تھا کہ سلیمان نے طومان کے پاس جانے کی جو تجویز پیش کی ہے وہ ٹھیک ہے مگر اس میں کچھ ترمیم کی ضرورت ہے......... اس وقت میرا خیال تھا کہ ہم لوگ بھی کچھ فاصلہ سے اس کے پیچھے پیچھے جائیں۔ اس سے

پہلے کہ طومان کو ہماری حرکات و سکنات کا علم ہوتا ہم اس مقام پر پہنچ جاتے جہاں وہ سلیمان سے ملنا چاہتا تھا اور اس طرح بالکل ممکن تھا کہ ہمیں کچھ کامیابی حاصل ہو جاتی لیکن بعد میں جب اسد نے اپنی تجویز پیش کی تو وہ مجھے اتنی اچھی معلوم ہوئی کہ میں نے اپنا خیال ترک کر دیا۔"

"بے شک آپ ٹھیک کہتے ہیں۔" جمشید نے پشیمانی سے کہا۔ "اگر آپ کو میرے الفاظ سے تکلیف ہوئی ہے تو میں معافی چاہتا ہوں لیکن آپ جانتے ہیں کہ سلیمان میرا بہت پرانا دوست ہے اور مجھے........."

"سنئے!" مریم نے آہستہ آواز میں کہا۔ "کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ سلیمان نے ٹھیک کام کیا ہے اور اس کا طومان کے پاس چلے جانا کسی طرح ہمارے لئے مفید ثابت ہو سکے گا؟" جمشید کے چہرے پر مایوسی چھا گئی۔

"نہیں......... ذرا بھی مفید نہیں۔" وہ بولا "میں احسان فراموشی سے نفرت کرتا ہوں اور آپ سب جانتے ہیں کہ سلیمان مجھے کس قدر عزیز ہے لیکن مجھے کہنا پڑتا ہے کہ اس نے اپنی جلد بازی سے ہماری مشکلات میں اضافہ کر دیا ہے اور بہادری اور ایثار کے جوش میں اس نے ہمارا تمام منصوبہ چوپٹ کر دیا۔ طومان کے خلاف ہم جو کھیل کھیل رہے ہیں اس میں سلیمان کی ہستی ہمارے واسطے ایک ترپ کا پتہ تھی لیکن اس نے خود کو طومان کے حوالے کر کے ہمیں نہتا کر دیا........." "ہم اگر قیامت تک بھی یہاں اس انتظار میں بیٹھے رہیں کہ طومان کوئی نیا حملہ کرے گا اور ہمیں جنگ کا کوئی موقع ملے گا تو یقین رکھئے کہ یہ انتظار بیکار ہی ثابت ہوگا۔ خدا جانے ہم نے کتنا قیمتی وقت برباد کیا ہے اور اب ہماری حالت پہلے سے بھی بدتر ہے۔ اب میں اپنے ابتدائی ارادہ کو پورا کرنا چاہتا ہوں اور پولیس کو مطلع کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔"

"نہیں میں تمہیں ایسا نہ کرنے دوں گا۔" اسد نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "ایسا کرنے کے تو یہ معنی ہوں گے کہ پولیس کے لوگوں کے سامنے ہمیں طول طویل بیانات دینے میں اور بھی زیادہ وقت برباد کرنا ہوگا......... اور آپ لوگوں کا یہ خیال غلط ہے کہ اس نئی صورت حال سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہوا......... ہم اچھی خاصی نیند لے چکے ہیں جس کی ہم کو سخت ضرورت تھی اور اس کے بعد ہم نے طومان کے دل میں سلامتی و حفاظت کا ایک غلط یقین و اطمینان پیدا کر دیا ہے۔ محض اس بناء پر کہ ہم لوگ اس کے حکم کے مطابق یہاں اس کمرے میں خود کو مقید کئے ہوئے ہیں اور سلیمان بھی حسب خواہش اس کے پاس آ گیا ہے وہ فطری طور پر بھی یقین کر لے گا کہ وہ اس کھیل کی آخری بازی جیت چکا ہے اور بالکل اغلب ہے کہ وہ ہماری حرکات و سکنات پر خفیہ نگرانی ختم کر دے لہٰذا بہتر یہی ہے کہ پولیس کے چکر میں ہم نہ پڑیں اور فوراً طومان کی تلاش میں چل پڑیں۔"

مریم نے ہلکی سی کپکپی لی اور بولی۔

"اسد کا خیال بالکل ٹھیک ہے......... طومان جو کچھ چاہتا تھا اب پا چکا ہے اس لئے اس بات کا بہت ہی

کم امکان ہے کہ وہ ہم لوگوں پر نگرانی کا سلسلہ جاری رکھنے کی زحمت گوارا کرے گا لیکن سوال یہ ہے کہ اس کو کس طرح تلاش کیا جائے؟"

"ہم سیدھے یہاں سے کراچی جائیں گے۔" اقبال جنگ نے اپنے پرانے جوش کے ساتھ کہا "تمہیں یاد ہوگا زرینہ نے ہم کو بتایا تھا کہ آج رات تک طومان کراچی پہنچ جائے گا اور وہاں ایک ایسے شخص کے ساتھ بات چیت کرے گا جس کے بائیں کان کے اوپر کا حصہ غائب ہے......... میں جانتا ہوں یہ شخص ایک بینکار ہے اور اس کا نام قاسم ہے۔ اس لئے ہمارے سامنے یہی مقصد ہونا چاہئے کہ کراچی پہنچ جائیں اور قاسم کو ڈھونڈ نکالیں۔"

"لیکن کراچی کیسے پہنچا جائے؟" اسد نے پوچھا۔

ہوائی جہاز سے......... طومان بھی یقیناً ہوائی جہاز سے ہی جا رہا ہوگا ورنہ وہ آج رات تک وہاں نہ پہنچ سکتا......... جمشید ہمیں اپنے چار نشستوں والے ہوائی جہاز میں بڑی آسانی سے لے جا سکتا ہے اور اگر طومان کو یہاں سے بمبئی...... تک موٹر کار میں جانا پڑا تو ہم اس سے پہلے ہی کراچی پہنچ جائیں گے......... کیا تمہارا طیارہ بالکل ٹھیک ہے جمشید؟"

"ہاں......... وہ میدان کے آخری سرے پر ہینگر میں موجود ہے۔ تین دن پہلے جب میں نے اسے نکالا تھا تو وہ مکمل صحیح حالت میں تھا لیکن مجھے اس کہرہ سے ڈر معلوم ہوتا ہے حالانکہ میرا خیال ہے کہ وہ کہرہ زیادہ اونچائی تک نہ ہوگا۔"

انہوں نے پھر کھڑکی سے باہر نظر ڈالی......... وہاں ابھی تک گہرا کہرہ چھایا ہوا تھا۔ باغ میں درخت بھوتوں کی طرح نظر آتے تھے اور چمن میں کھلے ہوئے سیکڑوں پھولوں میں سے ایک بھی پھول کھڑکی میں سے نظر نہ آتا تھا۔

"اب ہمیں چل دینا چاہئے۔" اسد نے بے صبری سے کہا۔ "اقبال جنگ کا منصوبہ بالکل ٹھیک ہے۔ تم جلدی سے کچھ کپڑے پہن لو اور جیسے ہی تم تیار ہو جاؤ گے ہم کراچی کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔"

جمشید کمرے سے باہر نکلا اور اس کے پیچھے پیچھے باقی لوگ بھی بالائی منزل کے کمروں کی طرف چلے گئے۔ مکان میں خاموشی چھائی ہوئی تھی اور غیر آباد معلوم ہوتا تھا کہ مکان کے ملازمین جمشید کے حکم کے لفظ بہ لفظ تعمیل کر رہے تھے اور چونکہ ان کو روزانہ کے فرائض سے آزادی مل گئی تھی اس لئے اپنے کوارٹروں میں اس غیر متوقع چھٹی سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

مریم نے نرسری میں نظر ڈالی اور ایک منٹ کیلئے پھر بے قابو ہو گئی۔ زہرہ کی خالی مسہری کا نظارہ اس کیلئے ناقابل برداشت تھا۔ لیکن وہ جلدی سے اس کے پاس سے گزر گئی اور نرس کے کمرے میں پہنچی وہ اب تک گہری نیند سو رہی تھی۔

جمشید کے ڈریسنگ روم میں ان لوگوں نے جلد جلد سفر کی تیاری شروع کر دی تھی۔ اسد اب تک وہی سوٹ پہنے ہوئے تھا جو اس نے اقبال جنگ کے فلیٹ میں پہنا تھا لیکن جمشید اور اقبال جنگ ابھی

پاجامہ ہی پہنے ہوئے تھے۔ بہر حال جمشید کی مدد اور فیاضی سے ان لوگوں نے جلد جلد سفر کیلئے مناسب لباس پہن لیا۔

چند منٹ بعد مریم بھی وہاں آگئی۔ اس نے بھی سفر کیلئے مناسب لباس تبدیل کر لیا تھا۔

زریں منزل میں واپس آکر یہ سب لوگ دارالمطالعہ میں ٹھہرے اور جو کچھ کھانا ان کو مل سکا جلد جلد کھا لینے کے بعد دروازہ مقفل کیا۔ اسد نے ایک آخری غم آلود نظر زرینہ کی لاش پر ڈالی جس میں اب تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی اور اس کے بعد سب لوگ اسد کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئے۔

باغ کے کنارے کنارے چوڑی روش پر وہ تیزی سے آگے بڑھے۔ ان کے قدموں کی آواز چاروں طرف چھائے ہوئے کہرے کی وجہ سے دب گئی تھی......... مریم کے ذاتی چمن سے گزرتے ہوئے اور قدیم دھوپ گھڑی کے نزدیک سے ہوتے ہوئے آخر کار وہ تالاب تک پہنچے اور اس کے بعد سبزہ سے ڈھکے ہوئے کھلے میدان میں آگئے۔

ہینگر کے پاس پہنچ کر جمشید اور اسد نے جہاز کو باہر نکالا اور پرواز کیلئے اس کو تیار کیا۔ اقبال جنگ کھڑا ہوا ان لوگوں کی کارگزاری کو دیکھ رہا تھا اور اس کے نزدیک ہی مریم بھی موجود تھی۔ جہاز کی پرواز میں جو مجبوراً دیر ہو رہی تھی اس سے یہ دونوں بے چین تھے کیونکہ اب جبکہ ایک فیصلہ کیا جا چکا تھا ان میں سے ہر شخص روانگی کیلئے بے تاب تھا۔

چار نشستوں والے اس سبک جہاز میں یہ لوگ آرام سے بیٹھ گئے......... اسد نے جو کہ طیاروں کی پرواز سے اچھی طرح واقف تھے جہاز کے پنکھے کو گھمایا اور انجن ایک دھیمی ہموار گڑگڑاہٹ کے ساتھ اسٹارٹ ہو گیا۔ ایک ساعت تک وہ غور سے دیکھتا رہا اور جیسے ہی وہ اچھل کر جہاز میں داخل ہوا اس نے اعلان کیا......... "روانگی کیلئے سب لوگ تیار ہو جائیں!"

کہرے کہرے میں جہاز آہستہ آہستہ آگے بڑھا......... داہنے بائیں جھاڑیاں اور درخت کہرے کی وجہ سے بمشکل نظر آتے تھے لیکن جمشید اس میدان سے اتنی اچھی طرح واقف تھا کہ فاصلہ اور سمت کا تعین کرنے میں اس کو دشواری نہیں ہوئی۔ طویل میدان اور ہموار گھاس پر وہ جہاز کو آگے بڑھاتا چلا گیا اور پھر اس کا رخ بدل کر اوپر اٹھایا۔

طیارہ بلند ہوا......... دو مرتبہ پھر اس نے نرمی سے زمین کو چھوا...... اور اس کے بعد گرجتا ہوا چل دیا۔

زمین سے جدا ہونے پر ایک نیا احساس جمشید پر طاری ہونے لگا۔ اس کو پرواز کا بے حد شوق تھا اور اس سے اس کو ہمیشہ ہی بہت مسرت و لطف حاصل ہوتا تھا......... لیکن آج یہ پرواز مختلف تھی اس کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے گھنٹوں تک کسی لمبی تاریک اور دھوئیں سے بھری ہوئی سرنگ میں چلتے رہنے کے بعد وہ یکایک دن کی روشنی میں آ نکلا......... اس تاریک سرنگ میں لمبے لمبے وقفوں کے بعد کہیں کہیں روشنی نظر آتی تھی جس میں کچھ انسانی شکلیں مومی گڑیوں کی طرح کھڑی نظر آتی تھیں.........

وہ گیند جیسی خوفناک پراسرار شے..........اور وہ معصوم زہرہ..........!وہ مغموم وخاموش اسد اور اس کے بازوؤں پر لٹکی ہوئی زرینہ کی لاش..........وہ سلیمان اور اقبال جنگ آپس میں سرگوشی کرتے ہوئے !وہ زہرہ کی مسہری کے پاس کھڑی ہوئی زرد رو مریم..........! یہ تمام مناظر اس تاریک سرنگ میں سے گزرتے ہوئے اس کو نظر آئے تھے..........ان کے علاوہ اس نے خوف کی چیخیں اور پرجوش بحث کی آوازیں بھی سنی تھیں جن کو اب وہ یاد نہ رکھ سکا تھا..........لیکن اب جبکہ اسے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس تاریک سرنگ سے باہر نکل آیا اس کی ذہنی حالت بالکل بدل گئی تھی..........اس کا دماغ اب صاف تھا اور وہ ایک نئے مقصد کے تحت جہاز کو اپنی پوری .... ہنرمندی سے اڑا رہا تھا۔

چند ساعتوں میں ہی طیارہ کہرے سے اوپر نکل گیا تھا اور نیلے آسمان کے نیچے اڑ رہا تھا۔ اقبال جنگ نے نیچے کی طرف نظر ڈالی تو اس کو ایک عجیب بات نظر آئی۔ کہرہ صرف مقامی ہی نہیں تھا بلکہ مکمل طور پر محض جمشید کے مکان پر ہی مرکوز نظر آتا تھا۔ مکان کے سب سے اوپر کے حصے اور چمنیاں اس طرح نظر آ رہی تھیں جیسے سیاہ سمندر میں سطح سے اوپر نکلی ہوئی ہوں......اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ کہرہ بہت کم اونچائی تک تھا لیکن عجیب بات یہ تھی کہ مکان سے لے کر چاروں طرف یہ کہرہ ایک گول شکل میں تقریباً نصف میل تک پھیلا ہوا تھا جس کی وجہ سے باغات نظر سے چھپ گئے تھے اور مکان اور گاؤں کے درمیان سبزہ زار بہت دھندلے نظر آتے تھے..........لیکن اس سے آگے ہر چیز سورج کی تیز روشنی میں بالکل صاف نظر آ رہی تھی اس سے معلوم ہوتا تھا کہ کہرہ صرف جمشید کے مکان اور اس کے چاروں طرف کے نصف میل کے علاقے پر ہی چھایا ہوا تھا۔ یہ بات یقیناً حیرتناک تھی!

اسد جہاز کے اگلے حصے میں جمشید کے قریب "کاک پٹ" میں بیٹھا ہوا تھا۔ خود بخود ہی اس نے جہاز کے رہنما کا کام سنبھال لیا تھا اور اگرچہ جمشید کی طرح اس کا دماغ بھی رنج و غم سے معطل سا ہو چکا تھا لیکن اب وہ پھر حسب معمول مناسب طور پر کام کرنے لگا تھا اور اسد پوری توجہ سے جہاز کے نقشوں اور مختلف پیمانوں کو جانچ رہا تھا۔

اقبال جنگ جو کہ مریم کے ساتھ پچھلے حصے میں بیٹھا ہوا تھا یہ محسوس کر رہا تھا کہ مریم کو تسلی دینے کیلئے اس کے پاس کوئی لفظ ہی باقی نہیں رہا..........اس نے ایک خاموش ہمدردی کے عالم میں مریم کا ہاتھ اپنے ہاتھوں کے درمیان دبا لیا تھا۔ اس کی اس حرکت سے مریم سمجھ گئی کہ اقبال جنگ ابھی تک سخت قلبی اذیت میں مبتلا ہے اور اس کو یہ غم ستا رہا ہے کہ اس تمام خوفناک رنج و غم کا باعث وہی ہے اس لئے اس کا دھیان بٹانے کیلئے مریم نے اپنا منہ اس کے کان کے قریب کیا اور اپنا عجیب و غریب خواب اس کو سنانے لگی۔ خصوصاً اس قدیم کتاب کا تذکرہ اس نے کیا جو وہ خواب میں پڑھ رہی تھی۔ اقبال جنگ نے ایک عجیب نظر سے اس کی طرف دیکھا اور چلا چلا کر اس سے کہنے لگا۔

جہاز کے شور کے باعث وہ پوری طرح اس کی بات نہ سن سکا لیکن جو کچھ اس نے سنا اس سے یہ ظاہر تھا کہ اقبال جنگ کو اس خواب میں دلچسپی محسوس ہوئی تھی اس کا یہ خیال معلوم ہوتا تھا کہ مریم جو

کتاب خواب میں پڑھ رہی تھی وہ قدیم بابل کے ایک مشہور روحانی عامل..........اپن کی تصنیف تھی، ایک طویل زمانے تک یہ حیرتناک کتاب شایان بابل کے قبضے میں رہی لیکن اب یہ معدوم تھی اور تقریباً ایک صدی سے اس کا نام بھی سننے میں نہیں آیا تھا لیکن مریم نے اس کتاب کا جو حلیہ بیان کیا تھا اور خصوصاً اس روایت کے مدنظر کہ اس کی عبارت کو وہی شخص سمجھ سکتا تھا جو اپنے سر کے گرد لوہے کا حلقہ پہنے ہوئے ہو اور اقبال جنگ کو اصرار اور یقین تھا کہ یہ وہی کتاب تھی۔ اس نے مریم پر زور دیا کہ کوشش کرے اور یاد کر کے بتلائے کہ کتاب میں کیا کیا پڑھا تھا۔

بے حد کوشش کے بعد مریم نے بتلایا کہ اس نے ایک دھندلے سے صفحہ پر صرف ایک جملہ پڑھا تھا اور اگرچہ اس کے حروف کسی ایسی زبان کے تھے جو اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی لیکن خواب میں اس جملے کا مفہوم وہ سمجھ رہی تھی۔ دشواری یہ تھی کہ اب بیداری میں اس کو وہ مفہوم یاد نہ آتا تھا۔ اس کے بعد وہ دونوں خاموش ہو گئے کیونکہ جہاز کے شور کی وجہ سے گفتگو کرنا بہت دشوار تھا۔

"سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے طیارہ ہندوستان کی سرزمین کے اوپر اڑتا جا رہا تھا لیکن ان لوگوں کو ذرا بھی ہوش نہ تھا کہ ان جنگلوں اور پہاڑوں کی طرف توجہ کر سکتے جو بڑی تیزی سے نیچے گزرتے جا رہے تھے۔ ان کو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ اپنی پرانی زندگی کو کہیں دور چھوڑ آئے ہیں۔ ان کیلئے وقت کا وجود ختم ہو چکا تھا۔ اگر کچھ باقی تھا تو صرف یہ ارادہ کہ کسی طرح جلد اپنی منزل مقصود پر پہنچ جائیں اور ایک بار پھر میدان عمل میں سرگرم کار ہو جائیں۔ ان کے تمام خیالات اب کراچی پر مرکوز تھے یا اس شخص پر جس کا نصف کان غائب ہو چکا تھا..........کیا یہ شخص وہاں موجود ہو گا؟ کیا یہ لوگ اسے پاسکیں گے؟ اور کیا طوفان سے پہلے وہاں پہنچ سکیں گے؟"

طیارہ بحیرۂ عرب کے شمالی حصے پر سے گزر گیا لیکن ان لوگوں کو تقریباً کچھ بھی کامیابی نہ ہوئی..........جہاز نے ایک سیدھا غوطہ سا لگایا تو مریم کے جسم میں ایک کپکپی سی دوڑ گئی، جمشید اب جہاز کو حلقے کی صورت میں گردش دیتا ہوا نیچے لا رہا تھا۔

بڑے بڑے سیاہ بادلوں کے پیچھے آفتاب غروب ہو رہا تھا اور جیسے ہی جہاز نے اترنا شروع کیا مریم نے دیکھا کہ ان کے نیچے ایک گہرا کہرہ پھیلا ہوا تھا جس میں روشنی کے دھندلے دھندلے دھبے نمایاں تھے۔ جمشید اور اسد نے ان روشنیوں کو پہچان لیا۔ یہ ہوائی اڈہ کی روشنیاں تھیں۔

چند سیکنڈ بعد ہی غروب آفتاب کا منظر ختم ہو گیا۔ اندھیرے کی ایک ہلکی سی چادر ان کے چاروں طرف پھیل گئی۔ روشنی کا ایک دھبہ اور زیادہ تیز روشن ہو گیا اور جہاز زمین کو چھو کر آگے بڑھنے لگا۔ آخر کار جمشید نے بریک لگائے اور جہاز ٹھہر گیا۔

تقریباً ایک بیہوشی کی سی حالت میں ان لوگوں نے ہوائی اڈہ کے اہلکاروں کے سوالات کا جواب دیا اور کسٹم سے گزر گئے فوراً ہی انہوں نے ایک تیز رفتار ٹیکسی لی اور کراچی کی آبادی کے وسط کی طرف روانہ ہو گئے۔

تیزی کے ساتھ وہ سڑکوں سے گزر رہے تھے اور ان کے کانوں میں ٹیکسی کے ہارن کی آواز رہ رہ کر یہ بتا رہی تھی کہ ہر لمحہ وہ اپنی منزل سے قریب ہوتے جا رہے ہیں۔ شہر کی جگمگاتی ہوئی سڑکوں پر روشنیوں کے اژدھام کو دیکھ کر ان کو نیم بے ہوشی کی سی حالت میں یہ شعور ہوا کہ ایک بار پھر رات آگئی تھی!

ادھر ادھر اونچی اونچی عمارتوں پر برقی اشتہارات کی سرخ یا سبز روشنی کہرے میں چمکتی نظر آتی تھی اور ہوٹلوں، چائے خانوں اور ریسٹورانوں میں لوگوں کا ہجوم تھا جو مرمریں، میزوں کے سامنے بیٹھے ہوئے چائے نوشی، سگریٹ نوشی اور گپ شپ میں مصروف تھے۔ ان میں سے کسی شخص کو بھی احساس نہ تھا کہ کہرے میں دوڑتی ہوئی یہ ٹیکسی اپنے آغوش میں ایسے چار انسانوں کو لئے ہوئے ہے جو اس خوبصورت شہر میں ایک خوفناک شیطان کی تلاش میں آئے ہیں اور جن کو ایک منٹ کیلئے بھی یہ فرصت نہیں کہ اس رات کے دلچسپ ہنگاموں سے لطف لے سکیں۔

ہوائی اڈہ سے روانہ ہونے کے بعد اب صرف اسد ہی ایک بار بولا تھا.........

"میں نے ڈرائیور کو فردوس ہوٹل کا پتہ بتا دیا ہے وہاں پہنچ کر ہم قاسم کا پتہ معلوم کر لیں گے۔"

آخر کار بندر روڈ سے گزرتے ہوئے وہ ہوٹل کے پھاٹک پر پہنچ گئے۔ ٹیکسی ایک جھٹکے کے ساتھ رک گئی۔ ایک مہذب اور وردی پوش ملازم ان کی گاڑی کا دروازہ کھولنے کیلئے لپکا.........دروازہ کھلتے ہی یہ سب لوگ اتر پڑے۔

"ڈرائیور کو کرایہ ادا کر دو......... اور کچھ انعام بھی۔" اسد نے ہوٹل کے ملازم کو حکم دیا۔ "اور پھر ہوٹل میں مجھ سے آکر ملو۔"

یہ کہتے ہوئے وہ آگے بڑھا اور اس کے ساتھیوں نے اس کی تقلید کی۔

دفتر میں ایک نائب منیجر نے اسد کو پہچان لیا اور مسکراتا ہوا اس کے پاس آیا۔

"بہت دنوں کے بعد آپ کی زیارت ہوئی، مسٹر اسد۔" آپ کو اپنے ساتھیوں کے لئے قیام کی ضرورت ہے نا؟ کتنے کمرے آپ چاہتے ہیں؟ خدا کرے اس مرتبہ آپ کچھ زیادہ دنوں تک قیام کر سکیں!"

"دو سنگل کمرے......... اور ایک ڈبل کمرہ جن میں باتھ روم بھی ہوں......... اور ان کے قریب ہی ہمیں ایک کمرہ نشست گاہ کے لئے بھی درکار ہو گا۔" اسد نے جواب دیا۔ "ہمارا قیام کب تک رہے گا یہ بتانا مشکل ہے مجھے اس دورہ میں بہت ضروری کام کرنا ہے کچھ کاروباری قسم کا معاملہ ہے......... کیا آپ قاسم نام کے ایک بینکار سے واقف ہیں؟ کچھ پختہ عمر کا انسان ہے......... سفید بال......... لمبا سا چہرہ......... بائیں کان کا کچھ حصہ غائب ہے۔"

"جی ہاں......... وہ اکثر یہاں کھانا کھاتے ہیں۔"

"بہت خوب! معلوم ہے وہ کہاں رہتے ہیں؟"

"مجھے معلوم تو نہیں مگر دریافت کر کے بتا سکتا ہوں۔"

"ضرور......... بڑی مہربانی ہو گی آپ کی۔"

نائب منیجر تیزی سے چل دیا اور دفتر میں غائب ہو گیا۔ چند منٹ کے بعد وہ واپس ہوا تو اس کے ہاتھوں میں کراچی کی ٹیلیفون ڈائریکٹری تھی جس کو وہ ایک جگہ سے کھولے ہوئے تھا۔

"دیکھئے یہ ان کا پتہ موجود ہے۔" وہ بولا۔ "72/ شاہ جہاں مینشن، نشاط پارک، عمارت میں کئی فلیٹ ہیں کیا آپ ان کو ٹیلیفون کرنا چاہتے ہیں؟"

"ہاں ہاں......... ضرور۔" اسد نے کہا۔ "مہربانی کر کے آپ ذرا ان کا نمبر ملائیے۔"

نائب منیجر اس حکم کی تعمیل کیلئے مستعدی سے روانہ ہو گیا تو اسد نے دھیمی آواز میں اقبال جنگ سے کہا۔ "یہ کام آپ مجھ پر چھوڑ دیں تو بہتر ہے۔ میری سمجھ میں ایک ترکیب آئی ہے۔"

"بہت ٹھیک۔" اقبال جنگ راضی ہو گیا۔

اب تک وہ تمام گفتگو میں الگ الگ رہا تھا۔ یہ کام اسد کے سپرد کر کے وہ مطمئن ہو گیا اور ایک اداس مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"کراچی سے مجھے کس قدر محبت ہے یہ کوئی نہیں جانتا......... یہاں کا ایک ایک منظر میری روح میں بسا ہوا ہے اس لئے کہ میری مرحوم محبوب شریک حیات اسی شہر کی رہنے والی تھی۔ میں آٹھ دس برس سے یہاں نہیں آیا تھا بعض سیاسی معاملات میں میں نے جو حصّہ لیا تھا اس کے لئے حکومت نے مجھے اب تک معاف نہیں کیا ہے۔ اس وقت میں نسبتاً جوان تھا۔ اب یہ باتیں کتنی پرانی معلوم ہوتی ہیں......... اس وقت سے مجھے پاکستان آنے کی ہمت نہیں ہوئی تھی حالانکہ چند مرتبہ بعض شدید ضرورتوں کی وجہ سے مجھے خفیہ طور پر آنا پڑا۔ میرا خیال ہے کہ حکام نے اگر مجھے پاکستانی سرزمین پر دیکھ لیا تو شاید اب بھی وہ مجھے کسی خوفناک جیل میں ڈال دیں گے۔"

"اف......... ! یہ تو بڑی خطرناک بات ہے۔" مریم نے سہم کر کہا۔ "آپ کو یہاں ہرگز نہ آنا چاہئے تھا......... میں ان سب خوفناک واقعات کو تو بھول ہی گئی تھی۔ میں تو اس خیال میں تھی کہ آپ ہمیشہ سے ہی پاکستان میں رہتے رہے ہیں۔ یہ بے حد خوفناک بات ہو گی اگر آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور سیاسی مجرم کی حیثیت سے آپ پر مقدمہ چلایا گیا۔"

اقبال جنگ پھر مسکرایا۔

"پریشانی کی ضرورت نہیں......... مریم!" وہ بولا۔ "حکومت کے انقلابات میں حکام میرے وجود کو بھول چکے ہیں۔ خطرہ صرف ان لوگوں سے ہے جو ہندوستان اور پاکستان کے درمیان مستقل طور پر سفر کرتے رہتے ہیں اگر کسی نے مجھے پہچان لیا اور میرا نام بلند آواز میں پکار دیا تو ممکن ہے کہ پولیس کے کسی جاسوس کے ذہن میں کوئی پرانی یاد تازہ ہو جائے......... لیکن اس کے علاوہ اور کوئی خطرہ نہیں۔"

نشست گاہ میں ایک چھوٹی میز کے پاس وہ بیٹھ گئے۔ اسد نے اس اثناء میں ٹیلیفون کر دیا تھا۔ جب وہ ان کے پاس واپس آیا تو اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔

"خدا کا شکر ہے کہ خوش قسمتی ہمارا ساتھ دے رہی ہے۔" وہ بولا۔ "ٹیلیفون پر مجھے خود قاسم سے بات کرنے کا موقع مل گیا ہے میں نے اپنے والد کے بینک کا نام لیا اور یہ بات بتائی کہ انہوں نے مجھے زر مبادلہ کے سلسلے میں ایک خفیہ منصوبے کے لئے اس طرف بھیجا ہے لیکن یہ سارا معاملہ بہت ہی خفیہ اور نازک قسم کا ہے ممکن ہے دفتر میں اس کے کلرک مجھے پہچان جائیں اس لئے مناسب یہ ہے کہ میں اس کے گھر پر پرائیویٹ طریقہ پر ملاقات کروں۔ اس نے تھوڑا سا پس و پیش کیا لیکن جب میں نے اس کو بتایا کہ اس کاروبار میں بہت بڑا نفع ہے اور بڑی بڑی رقوم کا معاملہ ہے مجھے پورے اختیارات حاصل ہیں تو وہ فوراً تیار ہو گیا............ اس نے بتایا کہ فوراً تو وہ ملاقات نہیں کر سکتا کیونکہ اسے ایک سرکاری ضیافت میں شریک ہونا ہے لیکن اس کو توقع ہے کہ دس بجے کے قریب واپس آجائے گا اس پر میں نے اس کو بتایا کہ میں اسی وقت یہ معاملہ طے کرنے کیلئے اس کے فلیٹ پر آؤں گا۔"

"لہٰذا وقت گزاری کیلئے بہتر یہ ہے کہ ہم لوگ اوپر جا کر غسل وغیرہ کر لیں۔" جمشید نے اپنی بڑھی ہوئی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "اس کے بعد ہم لوگ کسی اور جگہ جا کر کھانا کھائیں گے حالانکہ میری کچھ ایسی عجیب حالت ہے کہ کھانے کو بالکل جی نہیں چاہتا۔"

"بالکل ٹھیک۔" اقبال جنگ نے تائید کی۔ "لیکن کھانے کیلئے کوئی خاموش سی جگہ کا انتخاب کرنا چاہئے۔ اگر ہم نے کسی شاندار ہوٹل میں کھانا کھایا تو خطرہ وہی ہو گا جو کہ یہاں ہے............ ہو سکتا ہے کہ کوئی مجھے پہچان جائے............!"

"پٹھان ریسٹوران کیسا رہے گا۔" جمشید بولا۔ "میں جانتا ہوں یہ ایک بہت خاموش اور پرانی وضع کا ریسٹوران ہے لیکن کھانا اچھا خاصا ہوتا ہے............ اور وہاں اس قسم کے لوگ بھی ہمیں نہیں ملیں گے جن سے عام طور پر ہماری جان پہچان ہو سکتی ہے۔"

"کیا یہ ریسٹوران ابھی تک زندہ ہے؟" اقبال جنگ مسکرایا۔ "ایسا ہو تو یہی بہتر ہے۔"

یہ فیصلہ کر کے یہ لوگ بالائی منزل پر لفٹ کے ذریعہ پہنچنے کیلئے چل دیئے۔

اوپر پہنچ کر انہوں نے غسل کیا اور خود کو صاف ستھرا بنایا۔ اس پورے کام کے دوران ان کی حالت ایک مشین کی طرح تھی جو خود بخود حرکت کر رہی ہو کیونکہ صبح کے وقت وہ بہت تھوڑی سی بے چین نیند لے سکے تھے اور یہ ان کی قوتوں کو تر و تازہ کرنے کیلئے کافی نہ تھی۔ مریم نے اپنا لباس اتارا اور دوسرا لباس پہن لیا۔ اس کی کیفیت بھی ایسی تھی جیسے کوئی خوفناک خواب دیکھ رہی ہو۔ زندگی میں پہلی مرتبہ مریم کی موجودگی سے قطعاً بے نیاز ہو کر جمشید نہایت خاموشی سے اور ایک اضطراری حالت میں خود کو درست کرنے اور سفر کے نشانات دور کرنے میں مصروف تھا اس کے بعد اس نے شیو کیلئے خود کو ہوٹل کے حجام کے سپرد کر دیا اور سخت حکم دیا کہ اپنا کام کرے اور باتیں نہ کرے!

اسد سب سے پہلے فارغ ہوا اور کمرے میں واپس آگیا لیکن وہ بالکل خاموش تھا۔ مسہری کے ایک کونے پر بیٹھ کر وہ نظر جما کر اپنے قدموں کی طرف دیکھتا رہا اور گفتگو کی کوئی کوشش نہ کی۔

کچھ دیر بعد اقبال جنگ بھی آگیا۔ اپنے شدید رنج و غم کو ایک ساعت کے لئے فراموش کرتے ہوئے مریم نے حیرت کے ساتھ یہ محسوس کیا کہ غسل اور حجام کی توجہ کے بعد اقبال جنگ اس وقت کس قدر شاندار نظر آ رہا تھا اس نے اپنا خصوصی لمبا سگار سلگا لیا تھا اور بظاہر نہایت خاموش لطف کے ساتھ اس کے کش لگا رہا تھا۔

جمشید اور اسد صاف شیو کرنے کے باوجود اب بھی تشویش زدہ معلوم ہوتے تھے جیسے وہ کئی دن سے سو نہ سکے ہوں اور غم و وحشت سے پریشان ہو کر خود کشی کی سوچ رہے ہوں............! لیکن اقبال جنگ اس وقت بھی اتنا مطمئن و مسرور نظر آتا تھا گویا یہ پوری کائنات اور اس کی تمام مسرتیں اسی کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کی یہ ظاہری مسرور کیفیت محض ایک نقاب تھی جس کے پیچھے اپنے حقیقی جذبات کو پوشیدہ کرنے کی عادت اس کو ایک طویل مدت سے ہو گئی تھی۔ اپنے دل میں وہ بھی پریشانی و خدشات سے اسی قدر مجروح تھا جتنا کہ اس کے ساتھی............! قاسم تک پہنچنے کیلئے وہ بھی کچھ کم بیتاب نہ تھا لیکن اس بیتابی کو ایک زبردست کوشش سے دبائے ہوئے تھا۔ اس کے قدم بے چین تھے اور اس کی انگلیاں تڑپ رہی تھیں کہ دشمن کی گردن دبا ڈالیں لیکن جب وہ کمرے میں آیا تو اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور پھولوں کا ایک گلدستہ مریم کو پیش کیا۔

"شہزادی کیلئے ایک حقیر تحفہ!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ایک لفظ کہے بغیر مریم نے پھول لے لئے۔ اس کی آنکھوں میں چمکتے ہوئے آنسوؤں نے اس کا شکریہ ادا کیا کہ اس مصیبت و پریشانی کے عالم میں بھی وہ محبت کے اس اظہار کو نہیں بھولا............ اقبال جنگ کے سکون و اطمینان کو دیکھ کر دوسروں کو بھی سنبھلنے کا موقع ملا اور وہ سب لفٹ کے ذریعہ نیچے پہنچ گئے۔ اسد نے کچھ روپیہ کا تبادلہ کیا اور اس کے بعد یہ لوگ روانہ ہو گئے۔

"بڑی عجیب سی بات ہے!" جمشید نے ٹیکسی کی کھڑکی میں سے باہر کہر پوش سڑکوں پر نظر ڈالی۔ "اس ساحلی مقام پر اس موسم میں اتنا گہرا کہرہ............ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم کراچی میں نہیں بلکہ لندن کی سڑکوں پر جا رہے ہیں............ میں نے کبھی نہیں سنا کہ اس موسم میں یہاں ایسا کہرہ گرتا ہو............!"

"مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ کچھ نہ کچھ گڑبڑ ضرور ہے۔" اسد نے دھیرے سے کہا۔ "مجھے تو ہوٹل کے خدمت گاروں کی حرکات و سکنات بھی اس کہرے سے کچھ کم غیر فطری معلوم نہیں ہوتی تھیں ایسا لگتا تھا جیسے وہ لوگ کسی ڈرامہ میں اداکاری کر رہے ہوں۔"

اقبال جنگ نے سر کے اشارے سے تائید کی۔

"ہاں......... مجھے بھی ایسا ہی احساس ہوا تھا۔" وہ بولا۔ "اور مجھے یقین ہے یہ سب طومان کی حرکت ہے، شاید اس نے جمشید کے مکان کے چاروں طرف ایک زبردست فضائی قوت کا گھیرا ڈال دیا تھا اور ہم اس کے ارتعاشات اپنے ساتھ یہاں لے آئے ہیں یا شاید وہ ہمارے روحانی ماحول میں کسی طرح گڑبڑ پیدا کر رہا ہے......... لیکن یہ سب کچھ میرے قیاسات ہیں۔ میں ان کی تشریح نہیں کر سکتا اور نہ ثابت کر سکتا ہوں۔"

پٹھان ریسٹوران میں پہنچ کر اقبال جنگ نے اپنے ساتھیوں سے پوچھے بغیر ہی کھانے کا آرڈر دے دیا۔ وہ غذاؤں کا بڑا ماہر تھا اور سابقہ تجربات کی بناء پر جانتا تھا کہ اس کے ساتھیوں کو کون کون سے کھانے سب سے زیادہ مرغوب ہیں......... لیکن اس کے باوجود یہ تمام کھانے اس قدر بدمزہ ثابت ہوئے کہ زندگی میں آج تک اقبال جنگ کو ایسا تجربہ نہ ہوا تھا۔

وہ جانتا تھا اور وہ سب جانتے تھے کہ بظاہر کھانے کی طرف وہ جس دلچسپی سے متوجہ ہے وہ دراصل ایک فریب کے سوا کچھ نہیں جس کا مقصد صرف یہ ہے کہ جب تک قاسم سے ملاقات کے لئے روانگی کا وقت آئے اس وقت تک اپنے ساتھیوں کی پریشانی کو کم کرتا رہے اور ان کے خیالات کو دوسری طرف متوجہ رکھ سکے۔ کھانا بہت اچھا تیار کیا گیا تھا...... خدمت گاروں کا سلیقہ بھی مطمئن کن تھا اور کسی ایسے کھانے کی کمی بھی نہ تھی جو وہ چاہتے ہوں لیکن ان لوگوں کا دل کھانے کی طرف مائل ہی نہ تھا۔

وہ محض رسمی طور پر ایک کے بعد دوسری پلیٹ میں سے چند لقمے بے دلی سے منہ میں رکھتے رہے جیسے کوئی بیمار کوئی بدمزہ دوا زبردستی کھا رہا ہو اس کے بعد انہوں نے گرم گرم چائے پی جس کا مقصد لطف لینا نہیں بلکہ اپنے اعصاب کو آئندہ مہم کے لئے تازہ دم کرنا تھا۔

ریسٹوراں کا موٹا خوش مزاج مالک بذات خود خدمت گاروں کے کام کی نگرانی کر رہا تھا اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ تین مرد اور خوبصورت عورت کیوں ان لذیذ غذاؤں سے کوئی لطف نہیں لے رہے ہیں۔ اپنی بڑی توند پر ہاتھ باندھے ہوئے وہ نواب کے سامنے آ کھڑا ہوا اور دبی زبان سے اظہار افسوس کرنے لگا کہ انہوں نے جو کھانے طلب کئے تھے وہ شاید ان کو پسند نہیں آئے لیکن اقبال جنگ اس کے اندیشے کو رفع کرنے کے لئے بڑی کوشش سے مسکرایا اور اس کو یقین دلایا کہ اس معاملہ میں ریسٹوراں کا کوئی قصور نہ تھا بلکہ بدقسمتی سے خود ان کو بھوک نہ تھی۔

طعام کے دوران مسلسل طور پر اقبال جنگ باتیں کرتا رہا۔ گفتگو کرنے کا اس کو پیدائش سے ہی ملکہ حاصل تھا اور عام طور پر وہ اپنی جاذبیت اور دلکش باتوں سے کسی بھی موقع پر لوگوں کو مسحور کر سکتا تھا۔ آج رات خود اپنی پریشانی کے باوجود گفتگو کے ہر ممکن عنوان سے فائدہ اٹھا کر وہ زبردست کوشش کر رہا تھا کہ اپنے دوستوں کے شانوں کا بوجھ ہلکا کر سکے لیکن زندگی میں آج سے پہلے اس کی کوششیں کبھی اس قدر ناکام نہ ہوئی تھیں۔ اپنی دلچسپ کہانیوں میں جب وہ نقطۂ عروج پر پہنچتا تو خود ہی خود ہنس پڑتا تا کہ اپنے دوستوں کے خیالات کو پریشانی کی طرف سے ہٹا سکے اور مایوسی کے باوجود اسے امید ہوتی کہ شاید

وہ اپنے سامنے نظر آنے والے تین فکرمند چہروں پر کوئی مسکراہٹ پیدا کر سکے لیکن ہر بار اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا۔

مریم کے لئے تو یہ طعام بھی اسی خوف ناک خواب کا ایک حصہ تھا جو وہ آج صبح کے ابتدائی گھنٹوں سے دیکھ رہی تھی۔ بالکل اضطراری طور پر وہ ان پلیٹوں میں سے کچھ لقمے اٹھا کر اپنے منہ میں ڈال لیتی تھی جو کہ اس کے سامنے پیش کی جاتی تھیں لیکن ہر کھانے کا ذائقہ ایک سا ہی معلوم ہوتا تھا چنانچہ تھوڑی دیر اسی طرح کھانے کی بے سود کوشش کرنے کے بعد اس نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا اور مجبوراً خود کو خیالات کے اس سیلاب میں چھوڑ دیا جو کہ اس کے پورے وجود پر چھایا ہوا تھا۔

جمشید بالکل خاموش تھا...... بہت کم کھا رہا تھا اور چائے بہت زیادہ پی رہا تھا۔ اس کی حالت اس درجہ پہنچ چکی تھی کہ جب انسان ہر چیز کو چھوڑ کر صرف شراب پینا شروع کر دیتا ہے۔ شدید مسرت یا شدید صدمہ کے موقع پر بعض لوگوں پر ایسی ہی حالت طاری ہو جاتی ہے...... اور جمشید ایسے ہی لوگوں میں سے ایک تھا۔ ہر دوسرے منٹ پر وہ دیوار پر لگی ہوئی کلاک پر نظر ڈالتا تھا اور اس کی سوئیوں کو وقت کی اس منزل کی طرف آہستہ آہستہ رینگتے ہوئے دیکھ رہا تھا جب کہ یہ سب لوگ اس کی بچی زہرہ کو بچانے کے لئے روانہ ہونے والے تھے۔

کھانے کے بعد آخر کار جب میز پر پھل وغیرہ لا کر رکھے گئے تو روانگی میں نصف گھنٹہ باقی رہ گیا تھا ......اس وقت اقبال جنگ کا ضبط و تحمل بھی ختم ہو گیا۔

"میں طعام کے دوران بالکل لغو بکواس کرتا رہا ہوں۔" اس نے اعتراف کیا "مقصد صرف یہ تھا کہ تھوڑی دیر کے لئے پریشانی و اذیت سے اپنے خیالات کو دور رکھ سکوں لیکن اب وقت آ گیا ہے کہ ہم اپنے اصلی کام کے متعلق کچھ مفید تبادلۂ خیال کریں۔ اسد تم بتاؤ کہ اس شخص سے ملاقات کے وقت تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

مریم نے انگوروں کی پلیٹ کی طرف سے اپنی نظر ہٹائی جن کو اس نے چھوا تک نہ تھا۔

"آپ نے بڑے شاندار صبر و تحمل سے کام لیا ہے" وہ بولی "واقعہ یہ ہے کہ میں آپ کی باتیں تو نہیں سن رہی تھی لیکن آپ کا ایک آدھ جملہ جو ادھر ادھر سے میرے کانوں میں پڑا اس نے تھوڑی دیر کے لئے اپنے خوفناک خیالات کی طرف سے میری توجہ ہٹانے میں کافی سہارا دیا......"

اقبال جنگ اظہار مسرت کے طور پر مسکرایا۔

"یہ سن کر مجھے بڑی خوشی ہوئی...... یہی وہ سب سے کم خدمت تھی جو میں کر سکتا تھا...... لیکن اب اس تذکرہ کو چھوڑیئے...... ہاں اسد بتاؤ تمہارا منصوبہ کیا ہے؟"

"منصوبہ تو میرے پاس تقریباً کچھ بھی نہیں" اسد نے اعتراف کیا "ہم سب ہی جانتے ہیں کہ وہ مجھ سے ملاقات کرے گا...... بس اس سے آگے میں نے کچھ نہیں سوچا...... لیکن میرا خیال یہ ہے کہ ایک مختصر سی گفتگو کے بعد ہی میں اس پر ٹوٹ پڑوں اور اگر وہ مجھے طومان کے متعلق صاف صاف سب کچھ نہ

بتائے تو اپنے ہاتھوں سے اس کی گردن دبا کر آنکھیں نکال ڈالوں۔"

اقبال جنگ نے اختلاف کے انداز میں سر ہلایا......

"یہ طریقہ عمل مناسب نہیں" وہ بولا "اس کے فلیٹ میں یقینی طور پر کچھ خدمت گار بھی موجود ہوں گے جو مصیبت کا باعث بن سکتے ہیں...... نہیں...... ہمیں کوئی ایسا طریقہ سوچنا چاہئے کہ تم آزادی کے ساتھ اپنا کام کر سکو۔"

"کیا یہ ممکن نہیں کہ تم ہم لوگوں کو بھی ساتھ لے چلو" جمشید نے کہا "تم یہ کہہ سکتے ہو کہ ہم بھی اس کاروبار سے دلچسپی رکھتے ہیں جو تم پیش کر رہے ہو۔ اگر ہم تین آدمی اس فلیٹ میں داخل ہو جائیں تو اس شخص سے زبردستی سب باتیں معلوم کرنے سے ہمیں کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔"

"یقیناً" اس نے تائید کی "مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ہم مریم کو فردوس ہوٹل میں واپس پہنچا دیں اور پھر اس شخص سے ملاقات کے لئے چلیں......"

"نہیں!" مریم زوردار لہجے میں بولی "میں تمہارے ساتھ ہی جاؤں گی۔ میں اپنی حفاظت خود بھی بخوبی کر سکتی ہوں اور اگر کچھ گڑبڑ ہوئی تو میں الگ ہی رہوں گی۔ میں ہرگز ہوٹل واپس نہیں جاؤں گی۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ تم لوگ وہاں زہرہ کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرو اور میں ہوٹل میں تنہا ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہوں؟ میں پاگل ہو جاؤں گی اور گھبرا کر کھڑکی میں سے کود پڑوں تو تعجب نہیں۔ مجھے تمہارے ساتھ جانا ضروری ہے لہٰذا براہ کرم اس پر بحث نہ کی جائے۔"

جمشید نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور نرمی سے دبانے لگا۔

"یقیناً تم ساتھ چلو گی۔" وہ محبت سے بولا "شاید یہ بہتر ہو گا کہ جب ہم اس سے ملاقات کریں تو تم ہمارے ساتھ نہ رہو لیکن تم کمرے کے باہر ہمارا انتظار کر سکتی ہو۔ اس میں کوئی نقصان معلوم نہیں ہوتا۔"

اقبال جنگ نے سر کے اشارے سے تائید کی۔

"بے شک" وہ بولا "موجودہ حالات میں مریم کو چھوڑ کر جانا ناممکن ہے...... لیکن میں ان خدمت گاروں کے متعلق سوچ رہا ہوں، کیا تم وہ ریوالور ساتھ لائے ہو جو گزشتہ رات تمہارے پاس تھا؟"

"ہاں...... وہ میری پوشیدہ جیب میں موجود ہے اور پوری طرح بھرا ہوا ہے...... خوش قسمتی سے کسٹم والوں نے میری شرافت پر اعتبار کر لیا!"

"بالکل ٹھیک...... ضرورت پڑے تو تم ریوالور سے خدمت گاروں کو خوفزدہ کر سکتے ہو۔ اس اثناء میں اسد اور میں مل کر قاسم سے نپٹ لیں گے...... اب پندرہ منٹ باقی ہیں...... آؤ چلیں۔"

اسد نے بل طلب کیا اور رقم ادا کر دی۔ کھانے کی قیمت کے علاوہ اس نے مزید کافی رقم بھی دے دی تاکہ ریستوراں کے مالک کے مجروح احساسات کو تسکین مل سکے اس کے بعد یہ لوگ ریستوراں سے باہر نکل آئے۔

"شاہجہاں مینشن...... نشاط پارک؟" اقبال جنگ نے ٹیکسی کے ڈرائیور کو پتہ بتلایا اور یہ لوگ سوار ہو گئے۔

ٹیکسی روانہ ہو گئی...... راستہ بھر کسی نے بھی ایک لفظ ادا نہ کیا۔ آخر کار ٹیکسی جدید ترین وضع کے فلیٹوں والی ایک شاندار محل نما عمارت کے سامنے رک گئی۔ اس کے سامنے نشاط پارک تھا جہاں اس علاقے کے دولت مند لوگوں کے بچے تفریح اور ورزش کرتے تھے۔

"مسٹر قاسم؟" اقبال جنگ نے عمارت کے مہذب دربان سے سوال کیا۔

"دائیں طرف تشریف لائیے" اس شخص نے ان کو ایک بڑے سے ہال سے گزار کر لفٹ کی طرف لاتے ہوئے کہا۔

لفٹ تیزی سے پانچویں منزل پر جا پہنچی اور دربان نے لفٹ کا دروازہ کھول کر داہنی طرف ایک دروازہ کی سمت اشارہ کیا۔

"نمبر 72" اس نے اخلاق سے کہا "غالباً مسٹر قاسم ابھی ابھی تشریف لائے ہیں۔"

آہنی دروازہ ان کے عقب میں ایک جھنکار کے ساتھ بند ہو گیا اور خاموشی کے ساتھ لفٹ پھر نیچے اترتی چلی گئی۔

اقبال جنگ نے جلدی سے اسد کی طرف نظر ڈالی اور 72 نمبر کے فلیٹ کے دروازے کی طرف لپک کر گھنٹی کا بٹن دبایا۔

☆......☆......☆

"فلیٹ کا اونچا اور خوبصورت منقش دروازہ کھلا اور ایک پختہ سن و سال کا خدمت گار جس کا سر بالوں سے محروم تھا، سیاہ ریشمی کوٹ پہنے ہوئے نمودار ہوا، اسد نے اپنا نام بتایا اور خدمت گار نے اپنی سیاہ متجسس آنکھوں سے دوسروں کی طرف نظر ڈالی۔

"یہ لوگ میرے دوست ہیں اور مسٹر قاسم سے اس کاروبار کے متعلق ملنے آئے ہیں۔" اسد نے لمبے سے تنگ ہال میں داخل ہوتے ہوئے کہا "کیا قاسم صاحب اندر موجود ہیں؟"

"جی ہاں...... اور وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔" خدمت گار بولا "براہ کرم اس طرف تشریف لائیے۔"

مریم ہال میں ہی رک گئی اور ایک اونچے سے چرمی کوچ پر بیٹھ گئی۔ باقی تینوں دوست ریشمی کوٹ والے خدمت گار کے پیچھے پیچھے چل دیئے۔ کچھ دور چل کر خدمت گار نے ایک اور اونچا منقش دروازہ کھولا اور یہ لوگ ایک وسیع کمرے میں داخل ہوئے جس میں ہلکی ہلکی روشنی تھی۔ یہ کمرہ قدیم وضع پر مگر نہایت نفاست سے سجایا گیا تھا۔ سنہرا فرنیچر...... دبیز قیمتی ایرانی قالین...... زرکار پردے اور نہ جانے کیا کیا...... ان سب کے اوپر ایک رنگین چھت جو اعلیٰ ترین مصوری کے نمونوں سے آراستہ تھی۔

قاسم سامنے کھڑا ہوا تھا...... پرسکون...... شاندار...... اور مسرور!...... اس کے جسم پر وہی لباس تھا جو وہ آج رات ضیافت میں پہن کر گیا تھا۔

"مسٹر ظہیر اسد!" اس نے اسد سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا "آپ سے مل کر میں بہت مسرور ہوں۔ میں آپ کی فرم کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں جو قابل رشک شہرت کی مالک ہے...... گزشتہ زمانے میں خود میری فرم نے گاہے گاہے اس سے کاروبار کیا ہے۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے دوسرے لوگوں پر نظر ڈالی اور بولا۔

"یہ حضرات غالباً اس کاروبار میں آپ کے شریک ہیں؟"

"بے شک!" اسد نے کہا "آپ ہیں مسٹر اقبال جنگ...... اور آپ مسٹر جمشید......"

قاسم نے ایک نئی دلچسپی سے ان دونوں کا جائزہ لیا اور اس کی ابروئیں ذرا سی اوپر کو اٹھ گئیں......

"بہت خوب۔" وہ بولا "مسٹر اقبال جنگ مجھے معاف کریں کہ میں نے فوراً ہی ان کو نہیں پہچان لیا۔ یہ بہت عرصہ کی بات ہے کہ ہماری ملاقات ہوئی تھی اس کے علاوہ میرا خیال تھا کہ کراچی کا ماحول ان کے لئے سازگار نہیں...... لیکن معاف کیجئے شاید یہ میری نالائقی ہے کہ میں پرانی مصیبت کی طرف اشارہ کر رہا ہوں۔"

"جس کاروبار کے لئے میں یہاں آیا ہوں وہ بہت ہی اہم ہے مسٹر قاسم۔" اقبال جنگ نے سنجیدگی سے کہا "یہی وجہ ہے کہ میں نے حکومت کی لگائی ہوئی پابندی کو نظر انداز کر دیا۔"

"یہ آپ کا بڑا جرأت مندانہ اقدام ہے واقعی کیونکہ ایسے معاملات میں پولیس بہت پرانی باتوں کو بھی نہیں بھولتی خصوصاً موجودہ دور میں جب کہ حکومت کے پاس ایسی معقول وجوہات موجود ہیں کہ اپنی پارٹی کے علاوہ اور سب سیاسی لوگوں کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھے!...... بہر حال یہ آپ کا ذاتی معاملہ ہے...... آپ حضرات تشریف رکھیں...... براہ کرم تکلف نہ کیجئے۔"

تینوں میں سے کسی نے بھی اس پیشکش کو قبول نہ کیا اور اسد اچانک بولا۔

"زرمبادلہ کا معاملہ جس کا تذکرہ میں نے ٹیلیفون پر کیا تھا محض ایک بہانہ تھا یہ ملاقات حاصل کرنے کا...... آج رات ہم تینوں یہاں اس لئے آئے ہیں کہ ہم جانتے ہیں کہ آپ طومان سے تعلقات رکھتے ہیں۔"

"قاسم نے انتہائی حیرت سے اسد کی طرف دیکھا اور غصہ میں کچھ کہنے کو ہی تھا کہ اسد نے عجلت سے کہا......

"انکار سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ ہم سب کچھ جانتے ہیں، پرسوں رات ہم نے آپ کو چیل گڑھ کے اس قدیم مکان میں دیکھا تھا اور اس کے بعد آپ کو دوسرے ذلیل وخبیث ساتھیوں کے ہمراہ سالبائی کے میدان میں ابلیس کی پرستش کرتے ہوئے بھی دیکھ چکے ہیں۔ آپ ایک ابلیس پرست ہیں اور اب آپ کو اپنے لیڈر کے متعلق سب کچھ بتلانا ہوگا۔"

قاسم کی سیاہ آنکھیں اس کے لمبے سفید چہرے پر خطرناک انداز میں چمک اٹھیں اور پھر اس نے اچانک ایک دزدیدہ نظر کھلی ہوئی میز کی دراز کی طرف ڈالی۔

اس سے قبل کہ وہ کوئی حرکت کرے جمشید کی سخت آواز سنائی دی۔

"اپنی جگہ سے حرکت کرنے کی کوشش نہ کرو قاسم!...... تم میرے ریوالور کی زد پر ہو...... اور اگر تم نے پلک بھی جھپکائی تو میں تمہیں ایک کتے کی طرح گولی سے اڑا دوں گا......"

اقبال جنگ نے قاسم کی دزدیدہ نظر کو دیکھ لیا تھا بلی کی طرح خاموش وتیز قدم بڑھا کر وہ میز کے پاس پہنچ گیا...... میز کی دراز میں اس کو وہ ہتھیار مل گیا جس کی توقع تھی۔ یہ ایک بہت چھوٹا سا اعشاریہ دو کا پستول تھا مگر کافی مہلک تھا...... یہ اطمینان کرنے کے بعد کہ پستول پوری طرح بھرا ہوا تھا اس نے اس کی نال قاسم کی طرف اٹھائی......

"اب کیا ارادہ ہے؟" اس نے برف جیسے سرد سے لہجے میں کہا "خوشی سے سب کچھ بتاؤ گے یا مجبور کیا جائے۔"

قاسم خاموش رہا...... وہ اپنے قدموں کی طرف دیکھ رہا تھا...... "تم مجھے مجبور نہیں کر سکتے" کچھ دیر بعد وہ اعتماد کے ساتھ بولا "لیکن اگر تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم کیا چاہتے ہو تو شاید محض تم سے چھٹکارا پانے کے لئے کچھ معلومات بہم پہنچا دوں۔"

"سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ طومان کی گزشتہ اور موجودہ زندگی کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟"

"بہت کم جانتا ہوں لیکن جو کچھ جانتا ہوں وہ تمہیں یہ یقین دلانے کے لئے کافی ہے کہ اگر تم اس کا مقابلہ کرنا چاہتے ہو تو یہ تمہاری حماقت ہوگی۔"

"اپنے مشورے کو ڈالو جہنم میں۔" اسد نے غصہ میں کہا "ہم طومان کی داستان چاہتے ہیں۔"

"یہی سہی...... مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ نوجوانی کے زمانے میں وہ ایک مذہبی انسان تھا لیکن اس کی ذہنی قابلیت نے جلد ہی اس کو اپنے ہم پیشہ لوگوں کے پہلو کا کانٹا بنا دیا۔ اسی زمانے میں چند معاملات میں اس کی کافی بدنامی ہوئی اور اس نے مذہبی زندگی کو ترک کر دیا۔ لیکن اس سے بہت پہلے ہی وہ مخفی علوم کا ایک زبردست ماہر بن چکا تھا اور سفلی جادو کی غیر معمولی قوتیں حاصل کر چکا تھا۔ چند سال قبل میری اس سے ملاقات ہوئی اور مجھے اس کی کارروائیوں میں دلچسپی محسوس ہوئی۔ آپ لوگوں کی گفتگو سے ظاہر ہے کہ آپ ان عملیات کو اچھا نہیں سمجھتے۔ اس سے مجھے کچھ بھی حیرت وافسوس نہیں۔ میں طومان کے نظریات کو مطالعہ کا ایک دلچسپ سامان سمجھتا ہوں اور ان پر عمل کرنے سے مجھے بھی اپنے کاروباری معاملات میں بے حد مدد ملتی ہے۔ طومان سال کے کافی بڑے حصے تک یہاں کراچی میں رہتا ہے اور روحانی مقاصد کے لئے ہماری جو ملاقات ہوتی رہتی ہیں ان کے علاوہ سماجی تقریبات میں بھی میں اس سے ملتا رہتا ہوں...... بس میں اتنا ہی آپ کو بتلا سکتا ہوں۔"

"تم نے اس سے آخری بار کب ملاقات کی تھی؟" اقبال جنگ نے پوچھا۔

"دو رات قبل چیل گڑھ کے مقام پر جب کہ ہم جشن کے ختم ہونے پر پھر جمع ہوئے تھے۔ میرا خیال ہے جشن کے درہم برہم ہونے کے ذمہ دار تمہیں تھے؟" قاسم کے پتلے ہونٹوں پر ایک مردہ سا

تبسم ظاہر ہوا اگر ایسا ہے تو یقین کرو تمہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔"

"تو کیا تم آج اس سے نہیں ملے......آج شام؟"

"نہیں...... مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کراچی واپس آگیا ہے۔"

بینکار قاسم کی آواز میں ایک ایسا فطری انداز تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہا تھا اس کی صداقت پر شک و شبہ کرنا ان لوگوں کو دشوار محسوس ہو رہا تھا۔

"جب وہ کراچی میں ہوتا ہے تو کہاں رہتا ہے؟" اقبال جنگ نے پوچھا۔

"مجھے معلوم نہیں...... میں اس سے بہت سے مقامات پر ملا ہوں۔ اکثر و بیشتر وہ اپنے دوستوں کے پاس قیام کرتا ہے جو اس کے عملیات سے دلچسپی رکھتے ہیں لیکن اس کا کوئی مستقل پتہ نہیں ہے۔ آخری بار وہ جن لوگوں کے پاس کراچی میں مقیم تھا وہ دو ماہ ہوئے مصر روانہ ہو چکے ہیں اس لئے مجھے کوئی اندازہ نہیں کہ تم اس کو کہاں پا سکتے ہو۔"

"جب یہ شیطانی اجتماع ہوتے ہیں تو تم اس سے کہاں ملتے ہو؟"

"افسوس ہے میں یہ نہیں بتا سکتا۔" قاسم نے مضبوط لہجے میں کہا۔

اقبال جنگ سکون سے آگے بڑھا اور پستول کی نال قاسم کی پسلیوں پر ٹھیک قلب کے نیچے ٹیک دی۔

"تمہیں بتانا ہی ہو گا قاسم!" وہ نرم آواز میں بولا "ہم جس کام کے لئے آئے ہیں وہ بہت ضروری ہے۔"

بینکار اپنی جگہ جما رہا اور بظاہر اس دھمکی سے متاثر نہ ہوا۔

"اس سے کوئی فائدہ نہیں" وہ سکون سے بولا "میں تمہاری اس خواہش کو پورا نہیں کر سکتا خواہ تم مجھے قتل ہی کیوں نہ کر دو۔ ہماری جماعت کا ہر شخص جب اجتماع کے لئے روانہ ہوتا ہے تو ہپناٹزم سے خود اپنے اوپر ایک نیند سی طاری کر لیتا ہے اور طومان کی آمد کے بعد بیدار ہوتا ہے۔ بیداری کی حالت میں مجھے ذرا بھی خبر نہیں رہتی کہ میں اس جگہ کیسے پہنچ جاتا ہوں...... اس لئے آپ لوگوں کی یہ قاتلانہ دھمکی بالکل بے سود ہے۔"

"ٹھیک ہے" اقبال جنگ نے پستول ہٹاتے ہوئے کہا "بہر حال پھر بھی تمہیں بتانا ہی پڑے گا کیونکہ حسن اتفاق سے میں بھی ہپناٹزم کا تھوڑا بہت عامل ہوں۔ میں تم کو ہپناٹزم سے نیند میں غرق کر دوں گا اور نیند کی حالت میں تم جس مقام پر جاتے رہے ہو وہاں تک کا ذہنی سفر تم پھر کرو گے اور ہمیں سب کچھ بتاتے جاؤ گے۔"

قاسم کے چہرے پر پہلی بار خوف کی علامات نمایاں ہوئیں۔

"تم ایسا نہیں کر سکتے" وہ جلدی سے بولا "میں ایسا نہ کرنے دوں گا۔"

"تمہاری مخالفت سے میرا کام کسی قدر دشوار تو ضرور ہو جائے گا مگر پھر بھی میں اس کو پورا کر ہی لوں گا" اقبال جنگ نے بے نیازی سے کہا "لیکن چونکہ اس میں کچھ وقت لگے گا اس لئے ہمیں یہ انتظار کرنا ہو گا کہ ہمارے کام میں کوئی خلل اندازی نہ کرے۔ گھنٹی بجاؤ اور جب تمہارا خدمت گار آئے تو اس کو

صاف صاف ہدایات دے دو کہ ہم لوگ ایک طویل مشورہ و گفتگو میں مصروف رہیں گے اور کسی مقصد کے لئے بھی کسی شخص کو اس کمرے میں نہ آنے دیا جائے اور نہ وہ خود ہی آئے۔"

"لیکن اگر میں انکار کر دوں؟" قاسم کی آنکھوں میں یکایک بغاوت چمک اٹھی۔

"اس صورت میں یہ پستول اپنا کام کرے گا۔ ہمارے سامنے جو مقصد ہے وہ بے حد اہم ہے اور خواہ نتائج کچھ ہی کیوں نہ ہوں میں تم کو ایک کتے کی طرح گولی سے اڑا دوں گا کیونکہ واقعی تم ایک کتے سے زیادہ نہیں...... اچھا اب گھنٹی بجاؤ۔"

اقبال جنگ نے پستول کو جیب میں رکھ لیا لیکن جیب کے اندر ہی سے قاسم کو زد پر لئے رہا۔ کچھ پس و پیش کے بعد قاسم نے گھنٹی بجا دی۔

"سنو...... جمشید" اقبال جنگ نے سرگوشی میں کہا "جب نوکر ہدایات لے چکے تو تم یہاں سے چلے جاؤ گے اور باہر ہال میں مریم کے ساتھ ہمارا انتظار کرو گے۔ تمہارے پاس اپنا ریوالور موجود ہے جب تک ہم کام ختم نہ کر لیں کسی کو مکان سے باہر نہ جانے دو اگر کوئی باہر سے آئے تو تم خود دروازہ کھولو اور اگر طومان آجائے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی وقت بھی آدھمکے تو بحث کی ضرورت نہیں...... فوراً گولی مار دو! ......اس کی تمام تر ذمہ داری میرے سر ہے۔"

"میں تو بے صبری سے ایسے موقع کا منتظر ہوں۔" جمشید نے کہا......

ٹھیک اسی وقت نوکر کمرے میں داخل ہوا۔

قاسم نے پر سکون لہجے میں اس کو احکام دیئے لیکن اس کی ایک آنکھ اقبال جنگ کی جیب کی طرف لگی ہوئی تھی۔ اس کے بعد جمشید نے بے نیازی کے انداز میں کہا......

"معاملہ چونکہ رازدارانہ ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ میں اپنی بیوی کے ساتھ باہر انتظار کروں اور آپ لوگ یہ معاملہ طے کر لیں۔"

اور یہ کہہ کر وہ ریشمی کوٹ والے نوکر کے پیچھے پیچھے باہر نکل کر ہال میں چلا گیا۔ دروازہ بند ہوتے ہی اقبال جنگ ایک سیکنڈ بھی ضائع کئے بغیر سرگرم عمل ہو گیا۔

"اسد!" اس نے کہا "دیکھو اس ٹیلیفون کو اسٹینڈ سے ہٹا لو تاکہ اس کی گھنٹی ہمیں پریشان نہ کر سکے ......اور تم......" اس نے قاسم سے کہا "تم اس کرسی پر بیٹھ جاؤ۔"

"نہیں، میں نہیں بیٹھوں گا" قاسم غصہ میں بولا "بڑی شرمناک حرکت ہے یہ تمہاری...... تم ڈاکوؤں کی طرح میرے کمرے پر حملہ کر رہے ہو جو کچھ معلومات میں رکھتا ہوں وہ دے رہا ہوں لیکن تم جو کچھ کرنا چاہتے ہو وہ مجھے خطرے میں پھانس دے گا لہٰذا میں انکار کرتا ہوں...... میں ہرگز تمہاری بات نہ مانوں گا۔"

"میں نہ تم سے بحث کروں گا اور نہ تمہیں ہلاک کروں گا" اقبال جنگ نے سرد مہری سے کہا "تمہارا زندہ رہنا میرے لئے بہت قیمتی چیز ہے۔ اسد!...... تم اس کے ایک گھونسا ایسا لگاؤ کہ یہ بے ہوش ہو

جائے!"

قاسم تیزی سے گھوما اور اپنے بچاؤ کے لئے ہاتھ اوپر اٹھائے لیکن اسد نے اس کے بچاؤ کو بیکار کر دیا۔ اس طاقتور ایرانی نوجوان کا گھونسا فولادی ہتھوڑے کی طرح قاسم کے جبڑے کے پہلو پر پڑا...... اور یہ ضرب اس قدر شدید اور ماہرانہ قسم کی تھی کہ قاسم مٹی کے ڈھیر کی طرح فرش پر لڑھک گیا۔

قاسم کو جب ہوش آیا تو اس نے خود کو ایک سیدھی پشت والی کرسی پر بیٹھا ہوا پایا اس کے ہاتھ پشت سے اس کی ٹانگیں کرسی کے پایوں سے پردوں کی ڈوریوں میں جکڑ دیئے گئے تھے۔ اس کا سر بری طرح درد کر رہا تھا اس نے دیکھا کہ اقبال جنگ اس کے سامنے کھڑا بے رحمی سے مسکرا رہا تھا۔

"قاسم!" اقبال جنگ نے کہا "اچھا اب میری آنکھوں کی طرف دیکھو...... اس کام سے ہم کو جتنی جلد فراغت ہو جائے گی اتنی ہی جلدی تمہیں یہ موقع مل سکے گا کہ آرام سے اپنے بستر پر جا سکو اور اپنے دکھتے ہوئے سر کو راحت دے سکو...... میں تم کو ہپناٹزم کے عمل سے مسحور کرنے والا ہوں اور تب تم ہمیں بتاؤ گے کہ شیطانی اجتماع میں جا کر تم کیا کرتے ہو۔"

جواب کے بجائے قاسم نے جلدی سے آنکھیں بند کر لیں اور سر نیچے اپنے سینے کی طرف جھکا لیا اور اقبال جنگ کے طاقتور اثرات کا مقابلہ اپنی قوت ارادی سے کرنے لگا۔

"معلوم ہوتا ہے یہ کام اتنی آسانی سے نہ ہو سکے گا۔" اسد نے بڑبڑا کر کہا "میں ہمیشہ سے سنتا آیا ہوں کہ اگر لوگ خود رضامند نہ ہوں تو ان پر ہپناٹزم کا عمل نہیں کیا جا سکتا...... بہتر یہی ہے کہ آپ مجھے دو چار گھونسے لگانے کی اجازت دے دیں تاکہ اس شخص کی عقل درست ہو جائے۔"

"اس طرح تو یہ شخص محض بظاہر زبانی طور پر رضامند ہو جائے گا۔" اقبال جنگ نے جواب دیا "لیکن بعد میں ہم اس کو جھوٹ بولنے سے کیسے روک سکیں گے۔ گھبراؤ نہیں...... لوگوں کو ان کی مرضی کے خلاف بھی ہپناٹزم سے مسحور کیا جا سکتا ہے۔ دماغی اسپتالوں میں اب پاگلوں پر اسی طرح عمل کیا جاتا ہے ذرا تم اس کے پیچھے کھڑے ہو جاؤ...... اس کا سر پیچھے کی طرف جھکا لو اور اپنی انگلیوں سے اس کی آنکھیں کھلی رکھو تاکہ وہ بند نہ ہو سکیں...... ہمیں اس مقام کا پتہ معلوم کرنا ضروری ہے...... طومان تک پہنچنے کا صرف ایک یہی طریقہ ہے۔"

اسد نے اس حکم کی تعمیل کی۔ اقبال جنگ کرسی کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس کی فولادی سختی رکھنے والی آنکھیں پلک جھپکائے بغیر قاسم کی ضدی اور نا رضامند آنکھوں پر جمی ہوئی تھیں!

وقت گزرتا جا رہا تھا اور ہر تھوڑے وقفے کے بعد کمرے کے سکوت میں اقبال جنگ کی یہ آواز لرزش پیدا کر دیتی تھی۔

"تم اب تھک گئے ہو...... تم سو جاؤ...... میں حکم دیتا ہوں۔"

لیکن اس کی تمام کوششیں بیکار معلوم ہو رہی تھیں...... ابلیس پرست بےنکار پتھر کی طرح بیٹھا ہوا تھا اور ہتھیار نہ ڈالنے کا تہیہ کر چکا تھا۔

دیوار پر لگی ہوئی کلاک آہستہ آہستہ ٹک ٹک کر رہی تھی...... اور رفتہ رفتہ یہ آواز اسد کو اس قدر ناگوار محسوس ہونے لگی کہ دیوانہ وار وہ اس گھڑی کو چور چور کرنے کی سوچنے لگا۔ اس کی سوئیاں دھیرے دھیرے سفید ڈائل پر رینگ رہی تھیں...... اس کی نقرئی آواز برابر گھنٹہ کے بعد گھنٹہ بجاتی جا رہی تھی...... اس نے گیارہ بجائے...... پھر ایک...... لیکن قاسم اب بھی اقبال جنگ کی نگاہوں کی قوت کا مقابلہ کر رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ طومان کے آنے کی توقع ہے...... طومان بے حد طاقت کا مالک تھا۔ اگر اس کی آمد تک وہ اسی طرح ڈٹا رہے تو پوری صورتحال ہی بدل سکتی ہے۔ اسد کی طاقتور انگلیاں قاسم کی آنکھوں کو زبردستی کھولے ہوئے تھیں لیکن وہ شکست نہ ماننے کا عزم کر چکا تھا اور خالی خالی نظروں سے اقبال جنگ کی ٹھوڑی کو دیکھ رہا تھا۔

باہر چرمی صوفے پر جمشید اور مریم پہلو بہ پہلو بیٹھے تھے۔ مریم کو پھر یہ محسوس ہو رہا تھا کہ وہ ضرور کوئی خواب دیکھ رہی ہے۔ کراچی تک کی یہ پرواز...... خان ریسٹوراں میں کھانا کھانا...... یہ سب کچھ خواب کے غیر حقیقی مناظر معلوم ہوتے تھے۔ بھلا یہ بات کس طرح حقیقی ہو سکتی تھی کہ طومان تو اسی شہر میں کسی جگہ موجود ہو اور پیاری زہرہ کو کسی شیطانی رسم کے مطابق ہلاک کرنے کی تیاری کر رہا ہو لیکن خود مریم یہاں اس اجنبی و خاموش مکان میں جمشید کے پاس بیٹھی ہوئی رات کے مضمحل کن گھنٹے گزار رہی ہو؟......

اس کو خیال ہوا کہ وہ تھوڑی سی سو گئی تھی...... لیکن پورا یقین نہ تھا...... اسے یاد تھا کہ وہ ستارہ نما حصار کے اندر بے ہوش ہو گئی تھی اور ہوش آنے پر اس کو یہ احساس ہوا تھا کہ وہ اپنے مکان کے بہت اوپر خاموش فضا میں اڑ رہی ہے اس وقت سے لے کر اب تک اس کی تمام حرکات و سکنات ایک مشین کی طرح اضطراری و بے ارادہ رہی تھیں اور وہ اپنے ساتھیوں کی تمام سرگرمیوں کو صرف اس طرح نیم مکمل طریقہ پر دیکھ سکی تھی جیسے گہرے اندھیرے میں سے دیکھ رہی ہو۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ وقت کے بہت سے حصے اس کے ذہن سے بالکل مٹ چکے تھے...... اس کے حافظہ میں بہت سے خلاء پیدا ہو گئے تھے...... اور اس درمیان کی بہت سی باتیں اسے بالکل یاد نہ تھیں...... اگر کچھ یاد تھا تو صرف اجنبی مقامات اور اجنبی چہروں کی ایک دھندلی سی جھلک!

سیاہ ریشمی کوٹ والا خدمت گار صرف ایک بار برآمدے کے آخری سرے پر ظاہر ہوا تھا لیکن ان کو بیٹھے ہوئے دیکھ کر واپس چلا گیا۔

اس انتظار کے پورے عرصے میں جمشید اپنی نگاہیں مکان کے دروازے پر جمائے ہوئے بیٹھا رہا تھا ...... اس کا ہاتھ جیب میں پستول پر تیار رکھا ہوا تھا اور دروازہ کی گھنٹی کی اس آواز کا انتظار کر رہا تھا جو طومان کی آمد کا اعلان کرتی۔

جمشید بھی اپنے اندر حیرت ناک تبدیلی محسوس کر رہا تھا۔ ایک ناقابل برداشت صدمہ سے بے قابو ہو کر اس نے تمام قانون اور نتائج کو نظر انداز کر دیا تھا اور انسانی خون کا پیاسا ہو گیا تھا...... اسے محسوس

ہوتا تھا کہ ایسی فطرت خود اس کی نہیں ہو سکتی اور یقیناً غم و غصہ اور انتقام کے جذبات نے اس کو کچھ بنا دیا ہے...... یا شاید مریم کی طرح وہ بھی کوئی خوفناک خواب شیریں میں ڈوبی ہوئی پڑی ہو گی اور اس کی پیاری بیٹی زہرہ صرف چند دروازوں کے فاصلے پر اپنی نرسری میں آرام کر رہی ہو گی! اگر اس کو مکمل یقین ہو جاتا کہ زہرہ کو اس سے چھین لیا گیا ہے اور وہ اس کو اب کبھی بھی نہ دیکھ سکے گا تو اس کے لئے یہ ناممکن ہو جاتا کہ اس جبری بے عملی کو گھنٹوں تک برداشت کرتا رہے اور اقبال جنگ اس اثناء میں قاسم کے ساتھ جنگ کرتا رہے۔ مجبور ہو جاتا کہ ان لوگوں کے کام میں دخل اندازی کرے یا کم از کم کمرے میں جا کر یہ ساری کارروائی اپنی آنکھوں سے دیکھے کیونکہ اس حالت میں وہ بے عملی کو برداشت نہ کر سکتا تھا۔

آراستہ کمرے میں اسد اور اقبال جنگ ایک لمحہ کے لئے بھی رکے بغیر اپنی طول طویل کوششوں کو جاری رکھے ہوئے تھے۔ کلاک نے دو بجائے...... اور اسد جو کہ قاسم کی کرسی کے پیچھے کھڑا تھا بار بار اپنے جسم کا بوجھ ایک ٹانگ سے دوسری ٹانگ پر منتقل کرنے لگا۔ کبھی کبھی تو اسے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ اسی طرح اپنی جگہ کھڑا ہوا ایک قسم کی نصف نیند میں کھو جاتا ہے......

آخر کار...... دو بجے کے کچھ بعد...... اس کی توجہ اچانک ایک سسکی کی آواز سن کر از سر نو بیدار ہو گئی...... سسکی کی یہ آواز بیتکار قاسم کے ہونٹوں سے نکلی تھی۔

"میں ہرگز تمہیں ایسا نہ کرنے دوں گا...... ہرگز نہیں" قاسم ہسٹیریا کے مریض کی طرح چلایا اور اس کے بعد پردوں کی ان ڈوریوں کے خلاف شدید زور آزمائی کرنے لگا جن کے ذریعے وہ کرسی سے بندھا ہوا تھا۔

"تمہیں میرا حکم ماننا ہو گا" اقبال جنگ نے مضبوط لہجے میں قاسم سے کہا اس کی سیاہ آنکھوں کی پتلیاں اب پھیل گئی تھیں اور ان میں ایک غیر فطری روشنی چمک رہی تھی۔ یکایک قاسم کی زور آزمائی ختم ہو گئی۔ اس کی پیشانی پر ٹھنڈا پسینہ پھوٹ آیا اور اس کی گردن پر اس کا سر ہچکولے سے کھانے لگا...... لیکن اسد اس کے سر کو مضبوطی سے پکڑے رہا اور مستقل طور پر اس کی آنکھوں کے پپوٹے کھینچتا رہا تاکہ وہ اقبال جنگ کی بے رحمانہ تیز نظروں سے نہ بچ سکے اور مجبوراً اس کو اقبال جنگ کی آنکھوں کی طرف دیکھنا پڑے۔

کچھ ہی دیر بعد قاسم سسکیاں لینے لگا اس بچے کی طرح جس کو پیٹا جا رہا ہو؟...... اور آخر کار اقبال جنگ کو معلوم ہو گیا کہ اس نے قاسم کی قوت ارادی کو توڑ دیا ہے۔ دس منٹ بعد قاسم کی حالت ایسی ہو گئی کہ اسد نے اس کی آنکھوں کے پپوٹوں سے اپنی انگلیاں ہٹا لیں اور تب بھی اس کی آنکھیں اسی طرح کھلی رہیں کیونکہ اب آنکھوں کو بند کرنے کی طاقت اس میں باقی نہ تھی۔ وہ دیوانے کی طرح بیٹھا ہوا اقبال جنگ کی طرف دیکھ رہا تھا......

ایک دھیمی آواز میں اقبال جنگ نے اس سے سوالات کرنے شروع کر دیئے اور ایک آخری کمزور سی کوشش اور مزاحمت کے بعد قاسم نے سب کچھ بتا دیا۔ ابلیس پرستوں نے اپنے اجتماع کے لئے ایک تہہ خانے کو منتخب کیا تھا جو کہ سمندر کے قریب ایک بہت بڑے مگر ویران گودام کے نیچے واقع تھا۔ قاسم

سے انہوں نے پوری طرح معلوم کر لیا کہ وہاں کیسے پہنچا جا سکتا ہے اور اس کے اندر کیسے داخل ہونا چاہئے۔

جب قاسم نے آخری سوال کا جواب دے دیا تو اقبال جنگ نے کلاک پر نظر ڈالی۔

"تین بج کر پندرہ منٹ!" اس نے ایک تھکا ہوا سانس لیتے ہوئے کہا "پھر بھی ہماری کامیابی کافی جلد ہوئی ہے کیونکہ یہ ایسا کیس تھا کہ اس سے کہیں زیادہ وقت لگ سکتا تھا۔"

"اب اس کا کیا کیا جائے؟" اسد نے قاسم کی جانب اشارہ کیا جو کہ اب اپنا سر سینے پر جھکائے ہوئے گہری نیند سو رہا تھا۔

"اسی طرح چھوڑ دو اس کو۔" اقبال جنگ نے عجلت سے کہا "صبح کو نوکر اسے بیدار کر لیں گے اور یہ اس قدر بیدم ہو چکا ہے کہ صبح تک سوتا رہے گا۔ لیکن تم اپنا رومال اس کے منہ میں ٹھونس دو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ جاگ جائے اور ہمارے لئے کوئی نئی مصیبت کھڑی کرنے کی کوشش کرے...... جلدی کرو!"

اسد نے قاسم کا منہ باندھا تو اس نے پلک تک نہ جھپکائی۔ انہوں نے اسے وہاں چھوڑ دیا اور تیزی سے باہر نکل کر جمشید اور مریم کے پاس آ گئے۔

"چلئے!...... میرے ساتھ آیئے۔" اقبال جنگ بولا۔

"لیکن طومان کا کیا ہو گا؟" جمشید نے پوچھا۔ "اگر ہم یہاں سے چلے جائیں گے تو وہ ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

"ہمیں یہ خطرہ مول لینا ہی ہو گا" اقبال جنگ نے دروازہ کھولا اور زینے کی طرف جھپٹا۔

لمبے زینے میں سے تیزی سے اترتے وقت وہ اپنے پیچھے آنے والے ساتھیوں سے بولا۔

"ہو سکتا ہے کہ زرینہ نے غلطی کی ہو۔ روحانی دنیا سے جو پیغام ملتے ہیں وہ وقت کے لحاظ سے اکثر ناقابل اعتبار ہوتے ہیں روحانی دنیا میں وقت کا کوئی وجود ہی نہیں ہوتا لہٰذا روحوں کو وقت کا اندازہ کرنے میں دشواری ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ زرینہ نے طومان کو یہاں جس وقت دیکھا وہ ایک ہفتہ قبل یا ایک ہفتہ آئندہ کی بات ہو۔ اب اتنی رات ہو گئی ہے کہ مجھے یقین نہیں طومان یہاں آئے گا۔ بہر حال ہم نے قاسم سے وہ جگہ معلوم کر لی ہے جہاں طومان کی موجودگی کا سب سے زیادہ امکان ہو سکتا ہے...... اور خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اگر طومان اس جگہ پر موجود ہے تو وہاں کیا کر رہا ہو گا...... ہمیں سخت عجلت کی ضرورت ہے!"

یہ لوگ اقبال جنگ کے پیچھے پیچھے عمارت سے بھاگ کر باہر نکل آئے۔

سڑک کے موڑ پر ان کو خوش قسمتی سے ایک ٹیکسی مل گئی۔ ایک بڑے انعام کا وعدہ پا کر ڈرائیور نے موٹر کار کی ساری قوت صرف کرنا شروع کر دی اور ان چار پریشان صورت مسافروں کو لے کر کہر پوش سڑکوں پر آندھی کی طرح گزرتا ہوا سمندر کی طرف لے چلا۔ ایک چھوٹی پہاڑی سی پار کر کے وہ سمندر

کی طرف اترنے لگے اور ساحلی علاقے میں داخل ہو گئے۔

شہر کے اس دور افتادہ مضافاتی علاقے میں گھاٹوں اور گوداموں کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا، سڑکیں تنگ اور گندی اور دھندلی تھیں اور اس وقت ان پر تقریباً کچھ بھی آمد ورفت نہ تھی۔

ایک بند چائے خانے کے قریب جو ایک گندے چوراہے کے سامنے واقع تھا ان لوگوں نے ٹیکسی کا کرایہ ادا کر کے رخصت کر دیا...... منڈی کا سامان لادنے والی ایک گھوڑا گاڑی ان کے نزدیک سے گرجتی ہوئی گزر گئی۔ گاڑی کے اوپر اپنی نشست پر گاڑی بان سمٹا ہوا بیٹھا تھا تاکہ سمندر کی سمت نم آلود کہرے سے خود کو بچا سکے۔ ایک دکان کی سیڑھیوں پر ایک بھکاری عورت سمٹی پڑی تھی...... ان سے قطع نظر وہاں اور کوئی زندگی کی علامت نظر نہ آتی تھی۔

اپنے کوٹ کے کالر کو اوپر اٹھاتے ہوئے اور کہرے کی سردی سے اپنے جسم میں ایک نئی کپکپی محسوس کرتے ہوئے یہ لوگ اقبال جنگ کے نقش قدم پر چلتے رہے اور منہدم مکانات کے درمیان ایک سڑک سے گزرنے لگے۔ اس کے بعد وہ ایک تنگ راستے میں داخل ہوئے جس کے دونوں طرف اونچی دیواریں تھیں۔ یہاں صرف ایک تنہا لالٹین روشن تھی جس کی کرنیں دھندلے شیشے میں سے بدقت تمام پار ہو کر اس طرح سسک رہی تھیں کہ خود لالٹین کے قریب ایک چھوٹے سے دائرے کی تاریکی کو بھی بمشکل ہی دور کر سکتی تھیں۔ جب یہ لوگ اس سے آگے بڑھے تو چاروں طرف اندھیرا تھا...... کیچڑ اور چہروں کے ارد گرد بل کھاتا ہوا کہرہ!

اس تاریک اور لمبی گلی کے ختم ہونے پر یہ لوگ اس ویران گودام کے پاس پہنچے اقبال جنگ بائیں طرف مڑ گیا اور دوسروں نے اس کی تقلید کی ان کے ایک طرف اینٹوں کی ایک بلند عمارت تھی جس میں زنجیریں اور گھڑیاں لٹکی ہوئی تھیں...... اندھیرے میں یہ عمارت آسمان تک اونچی محسوس ہوتی تھی...... دوسری طرف چند منٹ کے فاصلے پر ایک نالہ بہہ رہا تھا اور خوفناک انداز میں شور مچاتا ہوا سمندر کی طرف جا رہا تھا۔

بالکل ایسی کیفیت میں جیسے وہ کسی بھیانک خواب میں چل پھر رہے ہوں۔ یہ لوگ آگے بڑھے اور لکڑی کے تختوں...... لوہے کے ٹکڑوں اور نہ جانے کن کن چیزوں سے ٹھوکریں کھاتے ہوئے چلتے رہے۔ آخر کار کوئی پچاس گز آگے چل کر اقبال جنگ ٹھہر گیا۔

"یہ ہے وہ جگہ" اس نے ایک زنگ آلود قفل کو ٹٹولتے ہوئے کہا "قاسم کے پاس کنجی نہیں تھی اس لئے ہمیں اس کو توڑنا پڑے گا۔ ذرا ادھر ادھر تلاش کرو اور دیکھو کوئی لوہے کی موٹی سلاخ ملتی ہے یا نہیں...... سلاخ جتنی لمبی ہو اتنا ہی اچھا ہے اس پر ہم زیادہ قوت لگا سکیں گے۔"

نیم تاریکی میں انہوں نے ادھر ادھر ٹٹولنا شروع کر دیا...... اندھیرے میں کہیں کہیں دھندلی سی روشنی ساحل کی طرف سے آ رہی تھی یا پھر ان کشتیوں کی لالٹینوں سے جو کہ کچھ فاصلے پر لنگر انداز تھیں۔ تلاش کچھ دیر تک برابر جاری رہی۔

"دیکھئے یہ کافی ہو گی نا؟" جمشید نے ایک موٹی لمبی سلاخ دکھاتے ہوئے کہا......

"بالکل ٹھیک" اقبال جنگ نے کہا۔

اس نے سلاخ کا ایک سرا قفل کے حلقے میں ڈال دیا......

"دیکھئے!" اس نے سرد اور نم آلود سلاخ کو پکڑتے ہوئے کہا "یکساں مسلسل دباؤ سے کام نہیں چلے گا۔ قفل کو توڑنے کے لئے ایک یکایک سخت جھٹکے کی ضرورت ہے اس لئے جب میں "تین" کہوں تو ہم سب کو ایک ساتھ سلاخ پر دباؤ ڈالنا ہو گا...... اچھا!...... تیار!...... ایک...... دو...... تین!"

سب نے نیچے کی طرف پورا زور لگایا...... تڑاخ سے ایک آواز آئی...... قفل کا حلقہ ٹوٹ کر قفل میں سے نکل گیا۔ اقبال جنگ نے دروازہ کی زنجیر میں سے قفل الگ کیا اور دوسرے ہی لمحہ اونچا لکڑی کا دروازہ کھل گیا۔

اندر داخل ہو کر اقبال جنگ نے ایک دیا سلائی روشن کی اس نے شعلہ کے اوپر اپنا ہاتھ رکھ کر چھپایا اور دوسروں نے ادھر ادھر نظر ڈالی۔

اس روشنی میں وہ بہت کم دیکھ سکے لیکن پھر بھی یہ ظاہر تھا کہ یہ جگہ بالکل خالی تھی...... وہ دیا سلائی روشن کرتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھے اور اس سمت چلے جہاں قاسم کے بیان کے مطابق ان کو تہہ خانے کا پوشیدہ دروازہ ملنا چاہئے تھا۔

ایک دور گوشے میں رک گئے۔

"تم سب لوگ پیچھے ہٹ جاؤ۔" اسد نے سرگوشی میں کہا۔

اقبال جنگ نے روشنی اوپر اٹھائی اور اسد نے لوہے کے ان عمودی گارڈروں میں سے جو بظاہر دیوار کی مضبوطی کے لئے لگائے گئے تھے دوسرے نمبر کے گارڈر کو زور سے کھینچا...... قاسم نے ہپناٹزم کی نیند میں بتایا تھا کہ اس طرح پوشیدہ دروازے کو کھولا جا سکتا ہے۔

گارڈر آگے نکل آیا اور فوراً ہی فرش کا ایک بڑا سا مربع حصہ تیل دی ہوئی خاموش کمانیوں پر اوپر اٹھ گیا۔

اقبال جنگ نے دیا سلائی بجھا دی اور چھوٹا سا ریوالور نکال لیا جو اس نے قاسم سے لیا تھا۔

"میں پہلے جاؤں گا" وہ بولا "اور اسد تم میرے بعد آؤ گے...... جمشید! تمہارے پاس دوسرا ریوالور ہے اس لئے بہتر ہے کہ تم سب سے آخر میں چلو...... تم مریم کی دیکھ بھال کر سکتے ہو اور ہمارے عقب کی حفاظت بھی...... اچھا! اب کوئی آواز نہ ہو...... کیونکہ اگر قسمت ہمارے ساتھ ہے تو طوفان اسی جگہ موجود ہو گا۔

اپنے پاؤں سے ٹٹولتے ہوئے اس نے اندازہ لگایا کہ فرش کے چور دروازے میں سے ایک زینہ نیچے کی طرف گیا تھا اس کے جوتے خاموش قسم کے تھے اور ربڑ کے موٹے تلے رکھتے تھے۔ تیزی سے مگر احتیاط کے ساتھ وہ زینے سے اترا اور دوسرے لوگوں نے نیچے کی طرف گہری تاریکی میں اس کی

تقلید کی۔

زینہ ختم ہونے کے بعد انہوں نے ایک لمبی سرنگ میں راستہ ٹٹولتے ہوئے بڑھنا شروع کیا.........وہ برابر چلتے رہے یہاں تک کہ یکایک اقبال جنگ کو لکڑی کی ایک دیوار کے سامنے ٹھہر جانا پڑا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سرنگ یہاں پر ختم ہو گئی ہے۔ لکڑی کی اس دیوار کو ایک دروازہ خیال کرتے ہوئے اس نے ہینڈل تلاش کرنے کی کوشش کی۔ اس دیوار کے کنارے بھی اتنے ہی چکنے اور پالش شدہ تھے جتنا کہ وسطی حصہ.........لیکن اس کو چھونے سے دیوار نے ہلکی سی حرکت کی اور ایک منٹ بعد یہ پتہ چلا کہ کھڑکی کی یہ دیوار دراصل پھسل کر ایک طرف ہٹ جانے والا کواڑ تھا۔ بہت ہلکی آواز کے ساتھ یہ کواڑ اپنے پہیّوں پر ایک طرف ہٹ گیا۔

اب ان کے سامنے ایک بڑا کمرہ نمایاں تھا۔

انہوں نے اندر جھانکنے کی کوشش کی۔ یہ کمرہ کم از کم ایک سو فٹ لمبا اور 30 فٹ چوڑا تھا۔ اس میں موٹے موٹے ستونوں کی دو قطاریں پھیلتی چلی گئی تھیں۔ یہ ستون اپنے اوپر چھت کو سہارا دیئے ہوئے تھے.........کمرے میں دائیں بائیں کرسیوں کی قطاریں تھیں جن کے درمیان ایک چوڑا راستہ جو ایک قربان گاہ تک چلا گیا تھا.........اس اہتمام کے مد نظر یہ بڑا کمرہ ایک پرائیویٹ قسم کا عبادت خانہ معلوم ہوتا تھا۔

اس میں صرف ایک لیمپ روشن تھا جو قربان گاہ کے سامنے لٹکا ہوا تھا۔ یہ لیمپ کافی فاصلہ پر تھا اور اس کی روشنی ان تاریک گوشوں تک نہیں پہنچ رہی تھی جہاں اس وقت یہ لوگ کھڑے ہوئے تھے۔

مستعدی کے ساتھ اپنے ہتھیار سنبھالے ہوئے یہ لوگ پنجوں کے بل دیوار کے ساتھ ساتھ آگے بڑھے۔

اقبال جنگ ہر قدم پر ادھر اُدھر غور سے دیکھتا جاتا تھا.........اس کا پستول تیار تھا۔

اسد اس کے قریب ہی رینگتا ہوا آ رہا تھا۔ اس کی مٹھی میں مضبوطی کے ساتھ لوہے کی وہ سلاخ جمی ہوئی تھی جس سے قفل توڑا گیا تھا۔

ہر لمحہ ان کی توقع تھی کہ اس کمرے میں ان کی موجودگی کو ان کا دشمن محسوس کرے گا.........

جب وہ رینگتے ہوئے اس روشن بلب کے قریب آئے تو انہوں نے دیکھا کہ شیطانی اجتماع کے لئے اس جگہ کو بے حد نفاست اور شان و شوکت سے آراستہ کیا گیا تھا۔ یقیناً ابلیس کی پرستش کیلئے یہ ایک انتہائی شاندار عبادت خانہ تھا۔ قربان گاہ کے اوپر شیطانی بکرے کی ایک بہت بڑی اور خوفناک تصویر انتہائی خوبصورت رنگین ریشم پر کشیدہ کاری سے بنائی گئی تھی اور ان لوگوں کی طرف بھیانک انداز میں دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں دو سرخ یاقوت کے ذریعہ بنائی گئی تھیں جو کہ ریشمی کپڑے پر پیوست کر دیئے گئے تھے۔ لیمپ کی دھندلی روشنی میں یہ سرخ پتھر آتشیں خباثت سے چمکتے نظر آ رہے تھے۔

پہلو کی دیواروں پر مردوں، عورتوں اور جانوروں کی ایسی گندی تصویریں تھیں کہ ان کا تصور

ایک پاگل مصور ہی کر سکتا ہے.........وسط کی بڑی اور مہیب تصویر کی کہنیوں، ٹانگوں اور پیٹ میں سے خوفناک مسخ شدہ انسانی چہرے جھانکتے ہوئے نظر آتے تھے۔ اس تصویر کے نیچے چمکتے ہوئے سرخ پتھر کی ایک قربان گاہ تھی جس پر رنگ برنگ کے دوسرے پتھر جڑے ہوئے تھے۔ اس قربان گاہ پر ابلیس پرستوں کی قدیم "مقدس کتابیں" رکھی ہوئی تھیں جن پر دنیا بھر کا شیطانی لٹریچر جمع تھا ان کے برابر بہت سی ایسی چیزیں پڑی تھیں جن کو دنیا کی مختلف عبادت گاہوں سے چرا کر لایا گیا تھا اور جن کی بے حرمتی شیطانی اجتماع کے موقعوں پر کی جاتی تھی۔

قربان گاہ کے دونوں طرف سرخ مخمل سے ڈھکی ہوئی بڑی بڑی زرکار کرسیاں رکھی ہوئی تھیں جو اپنی سج دھج میں کسی شاہی دربار کی شاندار کرسیوں سے کم نہ تھیں۔

کمرے میں تمام ہوا خوشبودار دھوئیں سے بوجھل تھی اور اس کے گہرے سکوت میں کوئی ہلکی سے ہلکی آواز بھی محسوس نہ ہوتی تھی.........ایک گہری مایوسی کے ساتھ اقبال جنگ نے محسوس کیا کہ جس شخص کی تلاش میں یہ لوگ یہاں آئے تھے وہ ان کے ہاتھوں سے نکل چکا ہے.........

اس نے زرینہ کے پیغام پر یقین کر کے ایک اندھا جوا کھیلا تھا لیکن زرینہ نے جو کچھ بتایا تھا وہ وقت کے اعتبار سے غلط ثابت ہوا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ اب طومان بہت دنوں تک کراچی کا رخ بھی نہ کرے شاید اس کو ان لوگوں کے سفر کا حال معلوم ہو گیا تھا اور کراچی کے بجائے وہ سلیمان کے گھر ہی واپس چلا گیا تھا کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ جب تک یہ لوگ ہندوستان سے باہر رہیں گے اس وقت تک اس کو سلیمان کے گھر میں کوئی خطرہ لاحق نہ ہو گا۔ ہو سکتا ہے وہ اس وقت بھی ہندوستان میں.........سلیمان کے گھر میں ہی موجود ہو اور ننھی زہرہ کو بھیانک طریقہ سے ہلاک کر رہا ہو.........! ان لوگوں کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اب ان کی آخری امید بھی دم توڑ چکی ہے۔

لیکن اچانک اسی وقت جب وہ دوسری طرف مڑے تو ایک عجیب منظر ان کو نظر آیا۔

ایک سفید سی چیز پر ان کی نظر پڑی جو کہ اب تک کرسیوں کی قطار کے پیچھے پوشیدہ رہی تھی۔

یہ ایک انسانی جسم تھا.........! لمبی سفید قبا میں لپٹا ہوا جس پر سیاہ اور سرخ کشیدہ کاری سے پراسرار علامات بنی ہوئی تھی.........اس کے ہاتھ پاؤں پھیلے ہوئے تھے اور چہرہ زمین کی طرف تھا۔

"یہ.........یہ تو...... سلیمان ہے!" اقبال جنگ نے حیرت سے کہا۔ "اف.........! اس کو مار ڈالا ان شیطانوں نے!" اسد نے کہا۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ دوڑ کر آگے بڑھا اور اپنے دوست کے بے حس و حرکت جسم کے پاس دو زانو ہو گیا۔

ان لوگوں نے اس کو پلٹ کر سیدھا کیا اور اس کے قلب کی حرکت محسوس کرنے کی کوشش کی.........سلیمان کا قلب آہستہ آہستہ مگر باقاعدہ حرکت کر رہا تھا۔

اقبال جنگ نے اپنی واسکٹ کی جیب میں سے ایک شیشی نکالی جو وہ سفر میں ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا تھا

اور اس شیشی کو سلیمان کی ناک کے نیچے رکھ کر انتظار کرنے لگا۔ یکایک سلیمان نے ایک ہلکی سے جھرجھری لی۔

"عزیز سلیمان.........! دیکھو.........! یہ ہم ہیں......... ہم آگئے ہیں۔" مریم نے درد بھری آواز میں کہا۔

اس نے پھر ایک جھرجھری سی لی اور بڑی کوشش کر کے اٹھ بیٹھا۔

"کیا......... آخر بات کیا ہے؟" وہ بڑبڑایا......... مگر اس کی آواز فطری تھی۔

"تم ہمیں چھوڑ کر چلے آئے تھے......... احمق......... پاگل!" جمشید بولا۔ "تم نے خود کو طومان کے حوالے کر دیا اور ہمارا سارا منصوبہ چوپٹ کر ڈالا.........! بتاؤ تمہاری یہ حالت کیسے ہوگئی؟"

"میں طومان سے ملا تھا۔" سلیمان نے ایک مردہ تبسم سے کہا۔ "وہ مجھے اپنے ہوائی جہاز میں کراچی لے گیا......... اس کے بعد ساحل کے قریب کسی جگہ لے گیا........." اس نے چاروں طرف غور سے دیکھا اور جلدی سے بولا۔ "لیکن یہ تو وہی جگہ ہے.........! تم لوگ یہاں کیسے پہنچے؟"

"اس کی فکر نہ کرو۔" اقبال جنگ بولا۔ "یہ بتاؤ کہ زہرہ کو بھی تم نے دیکھا یا نہیں؟"

"ہاں......... طومان نے میرے واسطے ایک کار بھیجی تھی اور جب میں ہوائی جہاز کے پاس پہنچا تو زہرہ اس میں پہلے ہی سے موجود تھی۔ میری اور طومان کی کافی بحث ہوئی اور اس نے قسم کھائی کہ اگر میں نے اس کا کام پورا کر دیا تو وہ اپنا وعدہ پورا کرے گا۔"

"کونسا کام.........؟ ستارہ زحل کی پرستش؟" اقبال جنگ نے پوچھا۔

"ہاں......... طومان نے کہا کہ اگر میں نے حیل و حجت کے بغیر یہ کام کر دیا تو وہ اس بات کی اجازت دیدے گا کہ میں اس تہہ خانے میں سے زہرہ کو باہر لے جاؤں اور واپس ہندوستان پہنچا دوں۔"

"لیکن اس نے تم سے دغابازی کی......... جیسا کہ ہمیں توقع تھی۔" اسد بولا۔ "یہاں تہہ خانے میں کوئی بھی نہیں ہے......... طومان جا چکا ہے اور زہرہ کو اپنے ساتھ لے گیا ہے......... کیا تم بتا سکتے ہو کہ وہ کہاں گیا ہوگا؟"

"نہیں۔" سلیمان نے کہا۔ "جیسے ہی ہم نے پرستش شروع کی طومان نے مجھے بے ہوشی میں غرق کر دیا......... بے ہوشی کی گہری نیند میں......... میں نے اس کی کوئی مزاحمت نہ کی......... بہر حال اگر میں مزاحمت کرتا تب بھی وہ مجھ پر غلبہ پا لیتا......... آخری بار جب میں نے زہرہ کو دیکھا تو وہ اس آرام کرسی پر گہری نیند سو رہی تھی......... اس کے بعد اگر مجھے کچھ یاد ہے تو یہ کہ تم لوگ مجھے کھڑے ہوئے تک رہے تھے۔"

"اگر تم نے یہ شیطانی پرستش مکمل کر دی ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ طومان کامیاب ہوگیا اور اس کو معلوم ہوگیا کہ طلسم سامری کہاں پوشیدہ ہے۔" اقبال جنگ نے کہا۔

"بے شک۔" سلیمان نے جواب دیا۔

"تب تو وہ ضرور اسی جگہ گیا ہے......... اسی جگہ جہاں طلسم سامری موجود ہے۔" "بے شک"۔ جمشید بولا۔ "یہی اس کا خاص مقصد ہے......... اس کے حصول میں وہ ایک سیکنڈ بھی ضائع نہ کرے گا۔"

"اگر ایسا ہے تو سلیمان کو ضرور معلوم ہونا چاہئے کہ وہ کہاں گیا ہے........." اقبال جنگ بولا۔

"یہ کیسے.........؟ میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔" اسد نے حیرت سے اقبال جنگ کی طرف دیکھا۔

"میرا مطلب یہ ہے کہ سلیمان کو یہ بات تحت الشعوری طور پر معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارے لئے اب صرف ایک راستہ باقی ہے اور وہ یہ کہ میں پھر ایک بار سلیمان پر ہپناٹزم سے نیند طاری کروں اور اسے مجبور کروں کہ شیطانی عبادت کے دوران اس نے جو کچھ کہا ہے اس کا ایک ایک لفظ ہمارے سامنے دہرائے......... اس طرح ہم کو طلسم سامری کی وہ پوشیدہ جگہ معلوم ہو جائے گی جہاں اس وقت طومان اپنی پوری عجلت کے ساتھ جا رہا ہوگا......... کیا تم تیار ہو سلیمان.........؟"

"بے شک......... آپ جانتے ہی ہیں کہ آپ لوگوں کی مدد کیلئے میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔"

"بالکل ٹھیک۔" اقبال جنگ نے کہا اور اس کا بازو تھام کر نرمی سے اٹھایا اور بولا۔ "اس کرسی پر بیٹھ جاؤ......... قربان گاہ کی داہنی طرف اور پھر ہم اپنا کام شروع کرتے ہیں۔"

سلیمان کرسی پر بیٹھ گیا اور پیچھے آرام دہ گدوں پر نیم دراز ہوگیا اس کی سفید قبا جس پر سرخ و سیاہ رنگ سے عجیب و غریب کشیدہ کاری کی گئی تھی اس کے قدموں کے چاروں طرف عورتوں کے غرارے کی طرح پھیلی ہوئی تھی۔

اقبال جنگ نے جلد جلد چند بار اس کی گردن اور سر پر ہاتھ پھیرا۔

"سو جاؤ......... سلیمان!......... سو جاؤ۔" اس نے حکم دیا۔

سلیمان کی آنکھوں کے پپوٹے تھرتھرائے اور بند ہوگئے کچھ دیر بعد ہی وہ گہری اور باقاعدہ سانس لینے لگا۔

نواب نے کہا......... "تم اس شیطانی معبد میں طومان کے ساتھ موجود ہو......... ستارہ زحل کی پرستش شروع ہونے کو ہے۔ طومان نے جو الفاظ تمہاری زبان سے ادا کرائے تھے ان کو دہراؤ!"

خواب آلود آواز میں مگر نہایت آسانی سے سلیمان نے پراسرار طاقت والے وہ الفاظ ادا کئے جو جمشید، اسد اور مریم کیلئے بالکل بے معنی تھے۔ یہ لوگ انتہائی حیرت میں پتھر کے مجسموں کی طرح قربان گاہ کی سیڑھیوں کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔

"اور آگے بڑھو۔" نواب نے حکم دیا۔ "پاؤ گھنٹہ اور آگے جست لگا۔" سلیمان پھر بولا......... پھر اسی طرح کے جملے ادا کئے جو مخفی علوم سے ناواقف لوگوں کیلئے ناقابل فہم تھے۔

”اور آگے !“ اقبال جنگ نے حکم دیا۔ ”پاؤ گھنٹہ اور گزر گیا۔“

”.......... اس مقام کے اوپر بنایا گیا تھا جہاں طلسم سامری دفن ہے۔“ سلیمان بولا۔ ”وہاں ایک قربان گاہ ہے جس کے داہنی طرف پتھر کے نیچے تم اس طلسمی عجوبے کو پا سکتے ہو..........“

”ایک منٹ پیچھے ہٹ جاؤ۔“ اقبال جنگ نے حکم دیا۔

اور سلیمان پھر بولا۔

”عقیلا کی موت پر یونانی نے اس کو پوشیدہ کر لیا اور اپنے ملک میں لے گیا جب وہ شہر یانینا واپس پہنچا تو اس پر شیطانی روحوں کا اثر ہو گیا اور لوگ اس کو پکڑ کر ایک خانقاہ میں لے گئے جو شہر کے مشرق میں 20 میل کے فاصلے پر پہاڑوں میں واقع تھی اور وہاں اس کو راہبوں کے حوالہ کر دیا۔ راہبوں نے بہت کوشش کی لیکن اس کے جسم میں سے ان شیطانی روحوں کو نہ نکال سکے جو اس میں سما گئی تھیں۔ اس لئے انہوں نے اس شخص کو ایک زمین دوز کوٹھری میں قید کر دیا۔ یہی وہ جگہ تھی جہاں اس نے اپنی موت سے پہلے طلسم سامری کو دفن کر دیا تھا۔ سات سال بعد زمین دوز قید خانے توڑ دیئے گئے اور ان کے اوپر ایک معبد بنا دیا گیا۔ اس کی طاقت رفتہ رفتہ راہبوں کی پوری برادری پر چھا گئی.......... اور

ان لوگوں کے دلوں کو حرص و طمع اور ان کے جسموں کو کوڑھ سے بھر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ راہبوں کی یہ برادری منتشر ہونے لگی اور ترکوں کے حملہ سے قبل بالکل ٹوٹ گئی ان میں سے ایک راہبہ اس طلسم کو لے کر فلسطین کی طرف بھاگ گیا اور بابل پہنچ کر مارا گیا لیکن موت سے قبل وہ طلسم سامری کو کھنڈروں کے درمیان قدیم معبد کے نیچے دفن کر چکا تھا۔ آج تک وہ طلسمی عجوبہ اسی مقام پر دفن پڑا ہوا ہے..........“

”ٹھہرو!“ نواب نے حکم دیا۔ ”اب بیدار ہو جاؤ!“

”خدا کا شکر ہے.......... ہمیں اس کا سراغ مل گیا۔“ اسد خوشی سے بول اٹھا لیکن ابھی یہ الفاظ اس کی زبان سے پوری طرح ادا بھی نہ ہوئے تھے کہ پشت کی طرف سے ایک آواز نے اس کو چونکا دیا اور وہ تیزی سے مڑا۔

نیم تاریکی میں وہاں چار شخص کھڑے ہوئے تھے۔ یکایک ان میں سے سب سے لمبا شخص آگے بڑھا۔

جمشید کا ہاتھ تیزی سے اپنے ریوالور کی طرف بڑھا لیکن لمبے آدمی نے ڈانٹ کر کہا۔

”خبردار.......... ! بے حرکت کھڑے رہو.......... تم میرے ریوالور کی زد پر ہو۔“ اور انہوں نے دیکھا کہ یہ شخص اپنے ہاتھ میں ایک ریوالور اٹھائے ہوئے تھا۔ دوسرے دو اجنبی بڑھے۔ چوتھا شخص خود قاسم تھا۔

لمبے آدمی نے جو اس جماعت کا لیڈر معلوم ہوتا تھا اپنے ایک پستہ قامت بوڑھے ساتھی کی طرف رخ کیا جو ایک پرانی وضع کی ٹوپی پہنے ہوئے اس کے پاس ہی کھڑا تھا اور اس کے بعد وہ اقبال جنگ کی

طرف اشارہ کر کے بولا۔

”کیوں وحید صاحب.......... یہی اقبال جنگ ہے نا...... ؟ آپ اس کو آسانی سے پہچان سکتے ہیں کیونکہ یہ آپ کے زمانے میں ہی تھا۔“

”بالکل وہی۔“ پست قامت بوڑھا سراغ رساں بولا۔ ”یہی وہ اقبال جنگ ہے جس نے حکومت کو کافی پریشان کیا تھا.......... میں ہزاروں میں بھی اس کو پہچان سکتا ہوں۔“

”لو ہو.......... ! یہ سامان تو کافی دلچسپ ہے !“ دراز قامت افسر نے دیواروں پر بنی ہوئی شرمناک تصاویر پر نظر ڈالتے ہوئے کہا اور پھر قربان گاہ پر شیطانی پرستش کا شاندار سامان دیکھ کر بولا۔ ”کچھ دنوں سے میرے ذہن میں یہ خیال ابھر رہا تھا کہ کراچی میں ایک خفیہ سوسائٹی ایسی موجود ہے جو ابلیس کی پرستش کرتی ہے اور کچھ لوگوں کے حیرتناک طور پر غائب ہو جانے کی ذمہ دار ہے لیکن اب تک میں ان لوگوں پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ میں نے آج تم پانچوں کو رنگے ہاتھوں پکڑ لیا۔“

ایک منٹ کیلئے وہ رُکا اور اس کے بعد مریم کی طرف ادب سے جھک کر بولا۔

”محترمہ.......... ! اجازت دیجئے کہ میں اپنا تعارف آپ سے کراؤں.......... میں خفیہ پولیس کا افسر اعلیٰ شارق ہوں۔ مسٹر اقبال جنگ ! میں آپ کو آپ کے پرانے جرم کے سلسلے میں ایک دشمن حکومت کی حیثیت سے گرفتار کرتا ہوں.......... آپ کے باقی ساتھیوں کو حراست میں لیتا ہوں کیونکہ ان پر شبہ ہے کہ شیطانی و سفلی رسوم کی ادائیگی کے دوران یہ لوگ چھوٹے بچّوں کو اغوا کر کے قتل کرتے رہے ہیں۔“

کوئی دس سیکنڈ تک یہ سب دوست حیرت میں کھڑے ہوئے پولیس افسر کو دیکھتے رہے قاسم کی موجودگی یہ بتا رہی تھی کہ ان لوگوں کو اس انتہائی خطرناک صورتحال کا سامنا کیسے کرنا پڑا۔“

یہ ظاہر تھا کہ طومان اس ویران گودام سے ٹھیک اسی وقت روانہ ہوا تھا جبکہ یہ لوگ قاسم کے مکان سے روانہ ہوئے۔ شاید طومان کی اور ان لوگوں کی ٹیکسیاں راستے میں صرف چند فٹ کے فاصلے سے ایک دوسرے کے نزدیک سے مخالف سمت میں جاتی ہوئی گزری ہوں۔ زرینہ کا یہ بیان صحیح ثابت ہوا تھا کہ وہ طومان کو اس رات قاسم کے مکان میں اس سے بات کرتی ہوئی دیکھ رہی ہے۔

طومان نے قاسم کو بندھا ہوا پایا.......... ہپناٹزم کی نیند میں غرق.......... اس نے قاسم کو آزاد کیا اور اس کو ہوش میں لایا اور تب اس کی زبانی ساری کہانی سنی۔ اس نے فوراً ہی محسوس کر لیا کہ اگر اقبال جنگ ہپناٹزم کی قوت سے قاسم کو زبردستی نیند میں غرق کر سکتا ہے تو وہ یہ بھی آسانی سے کر سکتا ہے کہ سلیمان پر وہی عمل کرے اور طلسم سامری کی پوشیدہ جگہ معلوم کر کے وہاں تک تعاقب کرے۔

اب جبکہ اقبال جنگ اور اس کے ساتھیوں کو خفیہ شیطانی عبادت گاہ کا پتہ چل گیا تھا تو طومان کیلئے اس مقام کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنائے رکھنا نہ صرف بیکار ہی تھا بلکہ خطرناک بھی تھا۔ اس مقام پر ناقابل بیان

جرائم کا ارتکاب کیا جا چکا تھا اور آئندہ وہاں جانے کی کوشش کرنا طومان کے لئے زبردست ترین خطرہ کا حامل تھا۔ یہ سوچتے ہوئے طومان اس مفید نتیجہ پر پہنچا کہ اگر اس تہہ خانہ کو ہمیشہ کیلئے چھوڑنا ہی ہے تو کیوں نہ اسے کم از کم اپنے دشمنوں کو تباہ کرنے کیلئے استعمال کیا جائے۔

یہ سب خیالات اقبال جنگ کے دماغ پر صرف چند سیکنڈ میں بجلی کی طرح کوند گئے وہ پوری وضاحت کے ساتھ دیکھ رہا تھا کہ طومان کا دماغ کس طرح کام کر تا رہا تھا۔

طومان کے دماغ میں پہلے یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر وہ پولیس کو اس تہہ خانے میں اتنی جلد بھیج دے کہ یہ لوگ وہاں سے روانہ ہو سکیں تو اس مقام پر جتنے جرائم ہو چکے ہیں وہ سب ان لوگوں پر عائد ہو جائیں گے۔ پولیس ان کو گرفتار کرے گی اور اس طرح ان لوگوں سے اس کو ہمیشہ کے لئے چھٹکارا مل جائے گا یا کم از کم وہ اس کے تعاقب میں نہ آسکیں گے۔

لیکن سوال یہ تھا کہ اگر طومان پولیس کو اطلاع کرنے کیلئے قاسم کو بھیج دے اور قاسم پولیس کو یہ بتائے کہ یہ لوگ اس تہہ خانے میں شیطانی عبادت کس کس حیرتناک اور پراسرار طریقہ پر کرتے رہے ہیں تو کیا پولیس کے لوگ اس کہانی پر یقین کر لیں گے؟ ایسا نہ ہو کہ وہ محض مذاق میں ہنس کر ٹال دیں یا قاسم کے دماغ کی صحت پر شک و شبہ کرنے لگیں؟ اگر پولیس کو یقین کرنے میں دیر لگی تو ہو سکتا ہے کہ اس وقت تک یہ لوگ تہہ خانے سے روانہ ہو جائیں گے اور پھر ہاتھ نہ آسکیں۔

نہیں............ یہ خطرہ بہت ہی اہم تھا............! طومان نے محسوس کیا کہ اس کو اپنے دشمنوں پر ایک قابل یقین اور سیدھا سادہ جرم لگانا چاہئے جس کو پولیس آسانی سے سمجھ سکے اور فوراً عمل کر سکے ایسا جرم کونسا ہو سکتا ہے؟

طومان کے تیز دماغ نے فوراً ہی اس سوال کا جواب معلوم کر لیا۔

اس نے سوچا کہ اگر حکام کو یہ بتا دیا جائے کہ اقبال جنگ حکومت کا ایک پرانا مجرم ہے............ ایک فرار شدہ مجرم............ تو پولیس ایک منٹ بھی ضائع نہ کرے گی اور فوراً اس کی گرفتاری کیلئے تہہ خانے میں جا پہنچے گی............ اور پھر اگلے دن کے اخبارات میں کیا کیا دلچسپ اور سنسنی خیز سرخیاں شائع ہوں گی............ "حکومت کا باغی............ سفلی جادو کا عامل!!" .... "فرار شدہ مجرم شیطانی عبادت گاہ میں؟" وغیرہ وغیرہ............

اقبال جنگ کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ سڑک پر کھڑا ہوا اخبار فروشوں کو یہ سرخیاں چلّا چلّا کر ادا کرتے ہوئے سن رہا ہے!

بے شک طومان کی یہ چال پوری طرح کارگر ثابت ہوئی تھی۔ اقبال جنگ اور اس کے ساتھی ایک ایسی عمارت میں پائے گئے تھے جو نمایاں طور پر ابلیس کی پرستش گاہ تھی اور سلیمان ایسے کپڑوں میں ملبوس تھا جو بذات خود زبان حال سے اپنی کہانی کہہ رہے تھے۔ وہ قربان گاہ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا اور اس کی حالت ایسی تھی کہ پولیس کی نظر میں وہ یقیناً کچھ شیطانی رسوم کی ادائیگی میں مصروف معلوم ہوتا تھا

اور دوسرے لوگ جو اس کے قریب کھڑے ہوئے تھے اسی شیطانی عبادت میں شریک معلوم ہوتے تھے۔

ان حالات میں یہ کیسے ممکن تھا کہ یہ لوگ اس دراز قامت پولیس افسر سے اپنی فوری رہائی کی درخواست کر سکتے اور وہ اس کو منظور کر لیتا یا یہ اس کو اپنی بے گناہی کا یقین دلاتے اور وہ یقین کر لیتا............؟

پھر ستم یہ کہ ٹھیک اس وقت جبکہ یہ لوگ یہاں اس مصیبت میں جکڑے ہوئے کھڑے تھے طومان یقیناً اس مقام کی طرف تیزی سے جا رہا تھا جہاں اپنا خصوصی ہوائی جہاز محفوظ رکھتا تھا اور غالباً اب تک وہ اس جہاز میں سوار ہو کر روانہ ہونے کو تھا۔ رات کے وقت پرواز کرنے سے بھلا اس شخص کو کیا خوف ہو سکتا تھا جو اگر چاہے تو عناصر فطرت کو اپنی مدد کیلئے استعمال کر سکتا تھا............؟ زہرہ اس کے ساتھ تھی اور یقیناً اس بچی کو ہلاک کرنے کا تہیّہ کر چکا تھا۔ زرینہ کی روح کو اس کے مردہ جسم میں واپس لانے کیلئے طومان کو ضروری تھا کہ ایک خدا پرست کے معصوم بچے کی قربانی پیش کرے اور یقیناً آئندہ چوبیس گھنٹے گزرنے سے قبل ہی طلسم سامری پر قبضہ حاصل کر چکا ہو گا اور خدا ہی جانے اس دنیا پر جنگ، قحط، تباہی اور موت کی کیسی کیسی خوفناک بلائیں نازل کرنا شروع کر دے گا۔

اقبال جنگ جلد ہی سمجھ گیا کہ موجودہ مصیبت سے نجات پانے کا صرف ایک ہی طریقہ ممکن تھا۔ کوشش کا صرف ایک ہی طریقہ باقی تھا خواہ اس کوشش میں وہ اسی جگہ اور اسی وقت پولیس کی گولیاں کھا کر ختم ہی کیوں نہ ہو جائے!

اچانک ایک چیتے کی طرح اس نے خفیہ پولیس کے افسر اعلیٰ کی طرف ایک جست لگائی!

افسر اعلیٰ شارق نے جیب کے اندر سے ہی ریوالور سے گولی چلائی۔ تہہ خانے کی نیم تاریکی میں خنجر کی طرح ایک شعلہ لپکا............ فائر کی آواز بم کے زبردست دھماکے کی طرح ان کے کانوں سے ٹکرائی۔ گولی اقبال جنگ کے بائیں بازو کو چیرتی ہوئی نکل گئی لیکن اس کے حملہ نے شارق کو زمین پر گرا دیا۔

اس کے ساتھ ہی سلیمان اور مریم سراغرساں وجد پر ٹوٹ پڑے۔ ان چند سیکنڈ کے دوران جو خیالات اقبال جنگ کے دماغ سے آندھی کی طرح گزرے تھے وہی خیالات مریم کے دماغ سے بھی اتنی ہی تیزی سے گزرے تھے۔ اگر انہوں نے اپنی گرفتاری کو قبول کر لیا تو زہرہ کو بچانے کی آخری امید بھی ختم ہو جائے گی۔

جمشید کو اپنا ریوالور نکالنے کا موقع نہ مل سکا۔ تیسرے آدمی نے اس کی کمر کے گرد بازو حمائل کر کے جکڑ لیا تھا لیکن اسد نے اس شخص کے سر کے پیچھے اپنی اسی سلاخ سے ایک ضرب لگائی............ اور وہ ایک کراہ کے ساتھ زمین پر لڑھک گیا۔

اسد نے اس شخص کے جسم کے اوپر سے ایک جست لگائی ٹھیک قاسم کی طرف............ بجلی کی طرح تڑپ کر قاسم گھوما اور بھاگ پڑا اور اپنی لمبی لمبی ٹانگوں سے ہرن کی طرح تیزی سے فاصلہ طے

کرنے لگالیکن اسد کی ٹانگیں اس سے بھی لمبی تھیں۔ اس نے اس ابلیس پرست کو دروازے کے قریب جالیا اور اس کی گردن پیچھے سے پکڑلی۔

قاسم نے جھٹکا دے کر خود کو چھڑا لیا اور ایک سیکنڈ تک کھڑا ہوا ہانپتا رہا۔ اس کی پشت دیوار سے لگی ہوئی تھی اور وہ نصف جھکا ہوا دانت پیس رہا تھا۔

اسی وقت آج رات دوسری بار اسد کا فولادی گھونسہ قاسم کی ٹھوڑی پر پڑا اور وہ ایک کھمبے کی طرح لڑھک گیا۔

اقبال جنگ کا زخمی بازو بیکار ہو کر لٹک گیا تھا۔ اس پر بھی وہ شارق کے نیچے دبا ہوا زور آزمائی کر رہا تھا۔ شارق نے ایک ہاتھ سے اقبال جنگ کی گردن دبا رکھی تھی اور دوسرے ہاتھ سے وہ اپنے گرے ہوئے ریوالور کو فرش پر ٹٹول رہا تھا۔

اس کی انگلیاں ریوالور کے دستہ پر مضبوطی سے جم گئیں۔ ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے ریوالور اونچا اٹھایا اور جمشید کی طرف فائر کیا جو اقبال جنگ کی مدد کیلئے جھپٹ کر آ رہا تھا لیکن گولی جمشید کے بجائے قربان گاہ کے اوپر شیطانی بکرے کے پیٹ میں دھنس گئی۔

جمشید نے شارق کو دوسرا فائر کرنے کی مہلت نہ دی۔ ایک سیکنڈ میں اس کے بھاری ریوالور کا دستہ ہوا میں بلند ہوا اور شارق کے سر پر پوری قوت سے پڑا۔

اسد یہ دیکھنے کیلئے ایک سیکنڈ رکا کہ قاسم پوری طرح بیہوش ہے یا نہیں............ اور اس کے بعد وہ بھی قربان گاہ کی سیڑھیوں کی طرف لپکا جہاں انسانی جسم ایک دوسرے سے گتھے ہوئے نظر آتے تھے۔

سلیمان اور مریم نے مل کر پستہ قامت بوڑھے وحید کی اچھی طرح خبر لی تھی اپنی بچی کی وجہ سے پریشانی میں تقریباً دیوانہ ہو کر مریم نے اپنے انگوٹھوں کے ناخن وحید کی گردن میں گہرے گاڑ دیئے تھے۔ وحید درد و تکلیف سے چلا رہا تھا اور سلیمان اس کے ہاتھ پشت کی طرف باندھنے میں مشغول تھا۔

جمشید بے ہوش شارق کے نیچے سے اقبال جنگ کو گھسیٹ رہا تھا۔ اسد نے اس کام میں اس کی مدد کی اور اس کے بعد زور آزمائی کی شدت سے بری طرح ہانپتے ہوئے ان لوگوں نے اس مختصر مگر شدید جنگ کے منظر پر نظر ڈالی۔

"مجھے تو اس جنگ نے بڑا فائدہ پہنچایا ہے۔" اسد نے مڑ کر جمشید سے کہا۔ "ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے میری تمام پرانی جنگی قوتیں پھر زندہ ہو گئی ہیں۔"

"حالات ہمارے موافق ضرور تھے لیکن ہم اپنی کامیابی کے لئے اقبال جنگ کی ہمت کے ممنون ہیں۔" جمشید نے دردمندانہ انداز میں نواب کی سمت دیکھا۔ لائیے ذرا میں یہ زخم تو دیکھوں۔ خدا کرے گولی سے کوئی ہڈی نہ ٹوٹی ہو۔"

"میرے خیال میں ہڈی کو نقصان نہیں پہنچا۔" اقبال جنگ بولا۔ "گولی صرف ہڈی پر خراش پیدا کرتی ہوئی گزر گئی ہے البتہ عضلات بری طرح ٹوٹ گئے ہیں۔"

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے ساتھیوں نے آستین کاٹ ڈالنے کیلئے اس کا بازو اوپر اٹھایا تو تکلیف کی شدت سے اس کا چہرہ بگڑ گیا۔

"بے شک آپ کو بڑی تکلیف محسوس ہو رہی ہو گی۔" سلیمان نے ہمدردی سے کہا۔ "خود میں بھی اسی طرح کا ایک زخم ایک بار کھا چکا ہوں۔"

"بیکار وقت ضائع نہ کرو۔" اقبال جنگ نے کہا۔ "جلدی سے شیطانی پرستش کا یہ لباس اتار ڈالو اگر یہ لوگ پولیس کے ہیڈ کوارٹر واپس نہیں پہنچیں گے تو پولیس ان کی تلاش میں یہاں آئے گی ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہئے جلدی!"

دیوانہ وار عجلت سے مریم نے زخم کو باندھ دیا اور اقبال جنگ نے کپڑے کی پٹی کا ایک حلقہ بنا کر گردن میں ڈال لیا اور اس میں اپنا ہاتھ رکھ لیا اسد اور جمشید نے اس شخص کے کپڑے اتار لئے جس کو اسد کے گھونسے نے بیہوش کیا تھا۔

سلیمان نے جلد جلد یہ کپڑے پہن لئے اور وہ سب لوگ تیز تیز قدموں سے اس شیطانی عبادت گاہ کے دروازے کی طرف چل پڑے۔

جمشید، مریم کو سہارا دے کر تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ یہ لوگ تاریک راستہ پر رہ رہ کر ٹھوکر کھاتے تھے۔ آخر کار افتاں و خیزاں انہوں نے سیڑھیوں کو پار کر کے زینہ طے کر لیا۔ ان خوفناک لمحات کا تصور پھر ان کے ذہن سے مٹ گیا جبکہ تہہ خانے کی تاریکی میں وہ پولیس کے جبڑوں میں تقریباً پھنس چکے تھے۔ مریم نے ایک بار پھر اپنے رخساروں پر باہر کی نم آلود ہوا محسوس کی۔ انہوں نے دوڑتے ہوئے وہ تنگ راستہ طے کیا جس کے دونوں طرف اینٹوں کی اونچی دیواریں تھیں............ ایک بار پھر وہ اس مقام پر واپس پہنچے جہاں ایک دکان کے سامنے ایک بھکاری عورت سمٹی پڑی ہوئی تھی۔ اسد نے مریم کا دوسرا بازو تھام لیا تھا۔ مریم کے پاؤں فرش پر ایک مشین کی طرح خود بخود پڑ رہے تھے۔ یہ لوگ لامتناہی، گندی اور کہر پوش سڑکوں سے تیزی سے گزر رہے تھے۔ آخر کار ان کو ایک ٹیکسی مل گئی۔ مریم کو دوبارہ جب اپنے ماحول کا احساس ہوا تو اس نے دیکھا کہ یہ لوگ ہوائی اڈہ پر ایک چھوٹے سے کمرے میں تھے اور اس کے چاروں مرد ساتھی چند نقشوں کا گہرا مطالعہ کر رہے تھے۔ مریم کے کان میں ان کی گفتگو کی مبہم سی آواز آ رہی تھی۔

"پندرہ سو میل............ بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ............ وسطی فلسطین............! کوہستان کو پار کرنا تو ممکن نہیں............ ورنہ ہم ایران ہوتے ہوئے بابل تک جا سکتے تھے............ نہیں...... صحیح راستہ یہ ہے...... گواتر............ جاسق............ شروجا............ وہاں سے ہم خلیج فارس کے اوپر پرواز کرتے ہوئے جا سکتے ہیں ورنہ ہمیں پہاڑوں کا ایک اور سلسلہ طے کرنا پڑے گا............ یہ بالکل ٹھیک ہے............! اس کے بعد ہم خلیج فارس کے کنارے کنارے 500 میل تک شمال مغرب میں بحرین تک جا سکتے ہیں۔ وہاں سے اسی راستے پر چلتے ہوئے شمال میں بصرہ پہنچ سکتے ہیں۔ بصرہ سے آگے

دریائے دجلہ کے کنارے کنارے چل کر سفر کر سکتے ہیں اور پہاڑوں سے گزر سکتے ہیں.......... لیکن دیکھنا یہ ہے کہ نامیہ کے مقام پر ہم ہوائی جہاز کو اتار سکیں گے یا نہیں.......... ؟ ہاں ہاں دیکھئے.......... ! نقشہ بتلاتا ہے کہ یہ شہر ایک بڑی جھیل کے کنارے آباد ہے۔ جھیل کے ساحل کا پورا حلقہ کم از کم 15 میل ہو گا۔ یہ علاقہ پورا کا پورا چٹانوں سے بھرا ہوا نہیں ہو سکتا۔ اس میں کہیں کہیں ریگستانی پٹیاں ضرور ہوں گی.......... یہاں سے تمہارے خیال میں مطوسہ کا مقام کتنی دور ہو گا؟ یہی کوئی 20 میل.......... ناک کی سیدھ میں.......... اس کے معنی یہ ہوئے کہ تقریباً 30 میل کیونکہ یہ پہاڑی علاقہ ہے۔ بابل اور اس کا قدیم معبد چند میل آگے ہے اور ایک پہاڑ پر واقع ہے۔ نقشہ میں اس کی بلندی ساڑھے سات ہزار فٹ دکھائی گئی ہے.......... ہمیں ہوائی جہاز کو نامیہ کے مقام پر چھوڑ دینا پڑے گا۔ اگر قسمت نے ساتھ دیا تو مطوسہ تک کیلئے ہمیں موٹر کار مل جائے گی۔ خدا ہی جانے کہ وہاں سڑکیں کیسی ہوں گی.......... اس کے بعد ہمیں یقیناً گھوڑے استعمال کرنے ہوں گے.......... کیوں جمشید تم کتنے وقت میں وہاں تک جہاز کو پہنچا سکتے ہو؟"

"1500/ سو میل.......... ! اس کے معنی یہ ہیں کہ 200 میل فی گھنٹے کی رفتار سے ہم بصرہ کوئی دن میں 12 بجے تک پہنچ جائیں گے۔ فیوی 2 بجے تک پہنچیں گے.......... اور نامیہ آٹھ بجے تک .... اس کے بعد کا سفر اس امر پر منحصر ہے کہ ہمیں کس قسم کی سواری ملے گی۔"

ایک بار پھر وہ ہوائی جہاز میں سوار ہو کر زمین سے بلند ہو گئے.......... شہر کی کہر پوش فضا سے اوپر پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ یہ صبح صادق کا وقت تھا.......... ایک خوبصورت منظر ان کے سامنے تھا.......... صبح کی روشنی نے بادلوں کے کناروں پر چمکیلی سنہری گوٹ لگا دی تھی اور آسمان پر گلابی، ارغوانی اور نارنجی رنگ کی دھاریاں پھیلی ہوئی تھیں۔

جمشید ہوائی جہاز چلا رہا تھا.......... اگرچہ اس کی حالت ایسی تھی جیسے وہ خواب دیکھ رہا ہو لیکن ایک سیکنڈ کیلئے بھی اس کی نظر جہاز کے زائل یا نیچے زمین کے ان نشانات سے غافل نہ تھی جن کی مدد سے وہ جہاز کا رخ متعین کر رہا تھا۔ اس کے باقی ساتھی آرام سے سو رہے تھے۔

جب مریم کی آنکھ کھلی تو ان کا طیارہ ایک ہوائی اڈہ پر آرام سے کھڑا ہوا تھا اور اس کے قریب ایک قطار میں اور کئی جہاز کہرے میں بھوتوں کی طرح کھڑے تھے۔ کسی نے ایک نامعلوم زبان میں کچھ کہا اور تب مریم نے دیکھا کہ سلیمان نیچے زمین پر کھڑا ہوا تھا اور ہوائی اڈہ کے ایک عہدیدار سے عربی زبان میں باتیں کر رہا تھا۔

"ایک بڑا، سفید اور پرائیویٹ جہاز۔" سلیمان کہہ رہا تھا۔ "یاد کیجئے ایسا کوئی جہاز آپ نے یہاں دیکھا ہے۔ اس کا چلانے والا ایک پست قامت اور کشادہ سینہ والا انسان ہے۔ اس میں دو مسافر تھے.......... ایک بڑے ڈیل کا موٹا اور گنجا آدمی اور دوسرا ایک چھوٹی لڑکی۔"

مریم فرط شوق میں باتیں سننے کیلئے آگے کو جھک گئی لیکن وہ ہوائی اڈہ کے عہدیدار کا جواب نہ سن

سکی۔ ایک منٹ بعد سلیمان جہاز کے اندر واپس آیا اور اقبال جنگ سے بولا۔

"وہ ضرور اسی راستہ سے گیا ہے لیکن ہم لوگوں سے ڈیڑھ گھنٹہ آگے ہے۔ میرا خیال ہے کہ کراچی میں اس کے پاس خود اس کی ذاتی موٹر کار موجود تھی جب ہم ٹیکسی کی تلاش میں لگے ہوئے تھے وہ اپنی کار میں نکل گیا اور اس طرح وہ ہم سے ڈیڑھ گھنٹہ آگے ہو گیا۔"

طیارہ کو چلانے کا کام اسد نے سنبھال لیا اور یہ لوگ ایک بار پھر فضا میں پرواز کرنے لگے۔ جمشید، مریم کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور گہری نیند میں ڈوبا ہوا تھا۔ زردی مائل نیلا آسمان بادلوں سے بالکل صاف تھا اور جہاز اس طرح اڑتا چلا جا رہا تھا جیسے یہ پرواز کبھی ختم نہ ہو گی۔ یقیناً مریم کو بھی دوبارہ نیند آگئی ہو گی کیونکہ اس کو بصرہ پہنچنے کا احساس نہ ہوا تھا۔ سہ پہر کے ابتدائی حصے میں جب وہ پھر بیدار ہوئی تو اس نے دیکھا کہ جہاز کو چلانے کا کام پھر جمشید نے سنبھال لیا تھا۔

حالانکہ مریم کو جہاز کے اترنے کا فی الواقع کوئی احساس نہ ہوا تھا لیکن کسی پراسرار طریقہ پر اس کے ساتھیوں کی گفتگو کے کچھ ٹکڑے اس کی نیند کو پار کرتے ہوئے اس کے دماغ تک ضرور پہنچ گئے تھے چنانچہ اس کو یہ خبر تھی کہ بصرہ کے مقام پر بھی کہرہ چھایا ہوا تھا اور طومان اس ہوائی اڈہ سے ان لوگوں سے صرف ایک گھنٹہ قبل ہی روانہ ہو چکا تھا۔ اس کے معنی یہ تھے کہ کراچی سے یہاں تک کے سفر میں ان لوگوں نے اب تک نصف گھنٹہ کی کمی پوری کر لی تھی۔

طیارہ گرجتا ہوا آگے بڑھ گیا.......... اس کی گرج کی شدت چونکہ اس کی تیزی کا ثبوت تھی اس لئے یہ ناگوار آواز بھی ان لوگوں کے بے تاب دلوں اور کشیدہ اعصاب کے لئے باعث تسکین محسوس ہو رہی تھی۔ جمشید اگرچہ جہاز کو تیز سے تیز تر چلانے میں اپنی تمام قابلیت و ہنر مندی استعمال کر رہا تھا مگر اس کو مشکل سے ہی یہ احساس تھا کہ وہ پرواز کر رہا ہے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کوئی اور پراسرار قوت جہاز کو اڑائے لئے جا رہی ہے اور وہ خود جہاز سے باہر کھڑا ہوا ایک تماشائی کی حیثیت سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی تمام صلاحیتوں کی یہ کیفیت تھی جیسے جسم سن ہو کر رہ جاتا ہے اور اپنی بچی زہرہ کے لئے اس کو جو پریشانی تھی اس کو بھی وہ بہت کچھ بھول گیا تھا کیونکہ اس وقت وہ تمام تر اس محویت میں غرق تھا کہ جہاز کی رفتار تیز کی جائے.......... اور تیز.......... اور تیز.......... !

فیومی کے مقام پر جب یہ لوگ پہنچے تو وہاں کہرہ کا کوئی نشان نہ تھا.......... حسین و شاندار اور حیات بخش دھوپ ہوائی اڈہ پر ایک روشن سیلاب کی طرح پھیلی ہوئی تھی اور کچھ دور کھڑے ہوئے جہاز اس روشنی میں چمک رہے تھے۔

ان لوگوں نے جہاز کے کیبن کی پشت پر کمبلوں اور گدوں کی مدد سے ایک پانچویں مسافر کے واسطے ایک کوچ تیار کر دیا تھا۔ اقبال جنگ نے اپنے زخمی بازو کی وجہ سے یہی جگہ اپنے لئے پسند کی تھی کیونکہ نسبتاً زیادہ آرام دہ تھی۔ جہاز کے اترتے ہی وہ اپنی نشست سے رینگ کر باہر نکلا اور ہوائی اڈہ کے عہدیداروں سے طومان کے متعلق سوالات کئے لیکن کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔

جہاز میں واپس آکر اس نے جمشید سے کہا...........”طومان نے بصرہ سے ضرور کوئی راستہ اختیار کیا ہے.......... ممکن ہے وہ پہاڑوں کے اوپر سے اڑ گیا ہو یا شہر شورہ کی طرف سے گیا ہو۔ اگر ایسا ہے تو چونکہ یہ دونوں راستے چھوٹے ہیں اس لئے وہ پھر ہم لوگوں سے مزید نصف گھنٹہ آگے نکل گیا ہو۔ جب میں نے دیکھا کہ یہاں کہرہ نہیں ہے تو مجھے ایسا ہی خدشہ محسوس ہوا تھا میں اس کے متعلق کوئی عقلی دلائل تو نہیں دے سکتا لیکن میرا دل کہتا ہے کہ طومان اپنی طاقت سے کہرہ پیدا کر سکتا ہے چنانچہ جب بھی ہم کسی ایسے مقام پر پہنچتے ہیں جہاں وہ ہم سے کچھ ہی دیر قبل پہنچا تھا تو وہ ہمارے چاروں طرف کہرہ پیدا کر دیتا ہے لہٰذا یہاں فیومی میں کہرہ نہ ہونے کا مطلب یہی ہے کہ طومان اس طرف سے نہیں گزرا۔“

جہاز نے پھر پرواز شروع کر دی اور ساحل کے ساتھ ساتھ آگے بڑھے۔ اگلی منزل تک کی یہ پرواز چونکہ طول طویل تھی اس لئے اسد نے جہاز کو چلانے کا کام سنبھال لیا۔

باقی سب لوگ پھر سو گئے تھے۔ صرف اسد ہی جاگ رہا تھا۔ وہ ایک بہترین ہوا باز تھا اور اب جہاز کو انتہائی ہوشیاری کے ساتھ چلا رہا تھا۔

جہاز کی رفتار اور پرواز کی پوری نگرانی قائم رکھنے کے باوجود اس کا نصف دماغ زرینہ کے تصور میں محو تھا۔ اس کے ذہن میں اس منظر کی تصویر رقص کر رہی تھی جہاں سیکڑوں میل دور جمشید کے مکان میں دارالمطالعہ کے اندر زرینہ سرد و مردہ پڑی ہوئی تھی۔ مسرت کا یہ خواب کس قدر مختصر ثابت ہوا تھا.........! اسد یہ سوچ کر تڑپ رہا تھا کہ اب زندگی میں کبھی بھی وہ زرینہ کے حسین چہرے پر دلنواز مسکراہٹ کو طلوع ہوتے ہوئے نہ دیکھ سکے گا۔

وہ مسکراہٹ جو پہاڑ کے پیچھے سے ابھرنے والے سورج کی طرح اچانک چاروں طرف روشنی و زندگی کا سیلاب پھیلا دیتی تھی۔ اب کبھی بھی وہ زرینہ کی نقرئی اور نغمہ بار آواز نہ سن سکے گا جس نے اس کے کانوں میں محبت بھرے الفاظ کا امرت برسایا تھا.........! نہیں...... کبھی نہیں...... اب کبھی بھی نہیں!!

لیکن یہ سوچ کر اس کے دل کو سکون سا ہوا کہ اس وقت وہ زرینہ کے قاتل کے تعاقب میں جا رہا تھا۔ اس کے دل میں یہ عزم ایک چٹان کی طرح اٹل تھا کہ اپنی محبوبہ کے اس قاتل سے اس خونخوار انسانی عفریت سے...... بھرپور انتقام لے کر رہے گا خواہ اس کوشش میں اسے مرنا ہی کیوں نہ پڑے۔

ہوائی جہاز عذاب کے فرشتہ کی طرح گرجتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ جہاز کے پیچھے...... بہت دور...... دریائے دجلہ کا ساحل ایک سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا تیزی سے پیچھے کی طرف بھاگتا نظر آ رہا تھا...... اور اس کے دونوں طرف بہت سے گاؤں سیاہ سفید نقطوں کی طرح ایک دوسرے کا پیچھا کرتے محسوس ہوتے تھے۔ یہی وہ گاؤں تھے جو فلسطین کی قدیم تہذیب کے دور میں شاید بڑے بڑے شہر رہے ہوں گے...... دریائی تجارت کے عظیم الشان مرکز...... طاقتور فوجوں کی چھاؤنیاں...... علماء اور فنکاروں کی سرگرمیوں سے بھرپور آبادیاں...... عشق و محبت اور رقص و نغمہ سے دھڑکتی ہوئی وادیاں...... لیکن زمانے

کی رفتار نے اب اس علاقے کو اجاڑ کر دیا تھا جس میں ادھر ادھر چھوٹے چھوٹے گاؤں مکھیوں کی طرح بکھرے ہوئے نظر آتے تھے۔

اسد نے دوبارہ ساحل چھوڑ کر مشرق کی طرف مڑنا شروع کیا...... ترچھا بل کھاتا ہوا جہاز سنسان وادیوں کے اوپر سے گزرنے لگا۔ سورج ان لوگوں کی پشت کی طرف ڈوب رہا تھا۔

تاریک کہرہ چاروں طرف پھیلتا جا رہا تھا اور اپنی چادر میں زمین کے ویران علاقوں اور کہیں کہیں ہرے بھرے کھیتوں کو نظروں سے پوشیدہ کر رہا تھا۔ روشنی ختم ہوتی جا رہی تھی...... اس کی آخری کرنیں بہت دور فاصلے پر ایک پہاڑ کی برف پوش چوٹی پر جھلملا رہی تھیں۔

اسد نے دیکھا کہ نیچے ایک جھیل پھیلی ہوئی تھی...... خاموش و پرسکون...... شام کی آخری روشنی میں اس کا پانی کہرے کے بادلوں میں سے رہ رہ کر چمک اٹھتا تھا۔ اس کے جنوب مغربی سرے پر ایک شہر کی سفید عمارتیں اب دھندلی دھندلی نظر آ رہی تھیں۔ اسد نے آہستہ آہستہ اس کے اوپر چکر لگانا شروع کیا اور جہاز کے اتارنے کے لئے کسی مناسب جگہ کو تلاش کرنے لگا...... یکایک دھندلکے کے ایک بڑے سے روشن شگاف میں سے اس کی نظر ایک بڑے سے ہوائی جہاز پر پڑی جو ہموار میدان میں کھڑا ہوا تھا۔

”یہی طومان کا جہاز ہے!“ سلیمان چلّا پڑا۔ وہ اس وقت اسد کے قریب ہی موجود تھا۔

اسد نے جہاز کو پھر ترچھا کیا اور چند سیکنڈ بعد اس کو طومان کے جہاز سے پچاس گز کے فاصلے پر زمین پر لے آیا۔ دوسرے لوگ جاگ اٹھے اور عجلت کے ساتھ باہر نکل آئے۔

پندرہ منٹ پیشتر اسد نے جس کہرہ کو بہت بلندی سے پھیلتا ہوا دیکھا تھا۔ اب وہ ان لوگوں کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھا۔

یقیناً یہ بہت چھوٹا اور ویران سا ہوائی اڈہ تھا۔ جیسے ہی ان کا جہاز اترا ایک آدمی ان کی طرف آتا دکھائی دیا۔ اقبال جنگ نے غور سے اس کی طرف دیکھا۔ کہرے کے نقاب میں اس کا چہرہ تقریباً پوشیدہ محسوس ہوتا تھا۔ اقبال جنگ اس کے پاس گیا۔ اس سے کچھ باتیں کیں اور کچھ دیر بعد اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آکر بولا۔

”یہ شخص ایک عراقی مکینک ہے۔ اس سے مجھے معلوم ہوا کہ طومان ابھی نصف گھنٹہ پیشتر یہاں پہنچا ہے۔ وہ موساطی کی طرف سے آیا ہے لیکن پہاڑوں کے درمیان اس کے جہاز میں کچھ گڑبڑ ہو گئی جس کی وجہ سے اس کو تاخیر ہو گئی۔ وہ راستہ اتنا دشوار اور خطرناک ہے کہ اس طرف سے گزرنے کی کوشش صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو یا تو دیوانہ ہو یا پراسرار طلسمی قوت کا مالک...... اس شخص نے مجھے بتایا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو ہمارے لئے وہ ایک کار مہیا کر سکتا ہے...... اس ویران ہوائی اڈہ کی دیکھ بھال یہی شخص کرتا ہے اور یہاں ہمیں کسی طرح کی سہولت کا مل جانا محض ہماری خوش قسمتی ہے۔“

جمشید ابھی ابھی ایک لمبی نیند سے بیدار ہوا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ پوری طرح سمجھ سکتا کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے یہ لوگ سمٹ سمٹا کر ایک پرانی فورڈ موٹر کار میں لد گئے جس کی کپڑے کی چھت بالکل

پھٹی ہوئی تھی۔ جمشید کے ایک طرف سلیمان تھا اور دوسری طرف مریم...... ان کے قدموں کے قریب فرش پر اسد بیٹھا ہوا تھا اور اقبال جنگ اگلی سیٹ پر ڈرائیور کے پہلو میں بیٹھا تھا۔

بیس گز سے آگے ان لوگوں کو کچھ بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ سامنے پھیلی ہوئی تاریکی پر کار کے لیمپ برائے نام ہی کوئی اثر پیدا کر رہے تھے۔ راستہ تنگ تھا اور ریت سے بھرا ہوا۔ اس کے دونوں طرف سخت قسم کی گھاس اور ٹیلے تھے۔ راستے کی اس ویران یکسانیت کو دور کرنے والے وہاں کوئی مکان...... کوئی جھونپڑی یا کوئی سفید چار دیواری والے باغ نظر نہ آتے تھے۔ ان کی پرانی فورڈ کار کھڑکھڑاتی اور ہچکولے کھاتی آگے بڑھ رہی تھی اور مسلسل چڑھائی کی طرف لہراتے ہوئے راستے کو طے کر رہی تھی۔

اقبال جنگ اپنے آگے تاریکی میں جھانکنے کی کوشش کر رہا تھا...... جن کے چاروں طرف گھومتے ہوئے راستے پر ان کی گاڑی چڑھ رہی تھی یا دوسری طرف وہ گہرے کھڈ نظر آجاتے تھے جو نیچے کہر پوش وادیوں تک پھیلے ہوئے تھے۔

اقبال جنگ کی بھی ذہنی کیفیت کچھ ایسی ہی رہی تھی کہ یہاں تک کے طول طویل سفر میں سے صرف چند ادھر ادھر کے حصے اس کو یاد رہ سکے تھے۔ کراچی میں جہاز پر سوار ہونے اور وہاں سے روانہ ہونے کے بعد ایک ناقابل برداشت تھکاوٹ نے اس کو اپنے نیچے دبا دیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کی قوت تحمل و برداشت نے بھی آخر کار جواب دے دیا تھا اور تقریباً 15 سو میل کی اس پرواز کے دوران وہ زیادہ تر سوتا ہی رہا تھا۔

اس وقت پھر اس پر غنودگی طاری ہو گئی تھی۔ اس کے قریب بیٹھا ہوا بھوت جیسا ڈرائیور جو شاید بولنا بالکل ہی نہ جانتا تھا کار کے اسٹیرنگ پر جھکا ہوا گاڑی کو آگے بڑھا رہا تھا...... اور گاڑی کھڑکھڑاتی...... ہچکولے کھاتی...... آگے اور آگے...... اور اوپر...... لیکن اقبال جنگ صرف نیم بیدار تھا۔

آخری روشنی اب ان لوگوں کی پشت کی طرف نیچے پہاڑی سلسلوں کے پیچھے غائب ہو چکی تھی کیونکہ پرانی فورڈ اپنے بڑھاپے کے باوجود وادیوں سے گزرتی ہوئی اوپر زیادہ بلند چوٹیوں کی طرف جا رہی تھی۔ وہ چوٹیاں جو کہ اب کہرہ اور اندھیرے میں روپوش تھیں لیکن جن کے متعلق ان لوگوں کو علم تھا کہ مشرق کی طرف کھڑی ہوئی آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔

بارش کے زمانے میں اوپر سے بہنے والے تیز رفتار پانی نے راستہ میں جابجا شگاف ڈال دیئے تھے اور راستے کو خوفناک حد تک خطرناک بنا دیا تھا...... موٹر کار کبھی زور سے جھٹکے کھاتی تھی اور کبھی اچھل جاتی تھی...... رہ رہ کر اس کے پہیئے پھسل جاتے تھے اور خطرناک موڑ پر مڑتے وقت پچھلے پہیوں کے ٹائروں سے چھوٹے چھوٹے پتھروں کی بوچھاڑ سی ہو جاتی تھی۔

لیعنی سیٹ پر جمشید، مریم اور سلیمان ہچکولے کھاتے...... جھکتے، سنبھلتے اور ایک دوسرے سے ٹکراتے جا رہے تھے۔ اپنی اس خاموش مصیبت میں وہ ایک دوسرے کی طرف سمٹ گئے تھے اور ان بلند علاقوں میں اب جو ٹھنڈی رات ان کے چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی اس کے اثرات سے ان کے دانت

بجنے لگے تھے...... اور ان سب پر کچھ ایسا نیم بے ہوشی کا سا عالم طاری تھا کہ ان کو نہ تو فاصلے کا اندازہ تھا اور نہ وقت اور ماحول کا......

نہ جانے ان کو اس سفر میں کتنی دیر لگی...... بالکل اس طرح جیسے وہ اچانک نیند میں کوئی خواب دیکھنے لگے ہوں انہوں نے نیم شعوری حالت میں دیکھا کہ وہ ایک کمرے میں موجود تھے...... ایک اجنبی و نامعلوم...... نیچی چھت والا کمرہ جس میں ایک بہت بڑا بھاری چوبی دروازہ تھا...... دروازہ کے نیچے سے کہرہ کی لکیریں بل کھاتی ہوئی اندر آرہی تھیں اور ایک بھدی چوبی میز پر رکھے ہوئے دھندلے لیمپ کی روشنی کمرے میں پھیلی ہوئی تھی...... انگوروں کے خوشے اور خشک گوشت کے پارچے نیچی چھت میں لٹکے ہوئے تھے۔ کمرے کا کچا فرش ان کے پاؤں کے نیچے سرد محسوس ہو رہا تھا۔ موٹی دیوار میں لگی ہوئی ایک گہری کھڑکی میں ایک بھدا مٹی کا گھڑا اور ایک پلیٹ میں موٹی روٹی کا ٹکڑا رکھا ہوا تھا۔

مریم کی غنودگی یہ محسوس کر کے کچھ دور ہوئی کہ وہ ایک بڑے سے گلاس میں گرم گرم قہوہ پی رہی تھی۔ اس نے دیکھا کہ دیوار کے پاس ایک چوبی بینچ پر اسد بیٹھا ہوا تھا اور خالی خالی آنکھوں سے اپنے سامنے کھڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ دوسرے لوگ میز کے پاس کھڑے ہوئے باتیں کر رہے تھے...... ایک دیہاتی عورت جو اپنے سر پر رومال باندھے ہوئے تھی ان لوگوں سے کچھ بحث کرتی معلوم ہوتی تھی...... لیکن مریم اس عورت کا چہرہ نہ دیکھ سکتی تھی۔ مریم کو ایسا محسوس ہوا کہ یہ بحث شاید روپیہ پیسے کے متعلق تھی کیونکہ اقبال جنگ اپنے ہاتھ میں نوٹوں کی ایک چھوٹی سی گڈی لئے ہوئے تھا...... اس کے بعد دیہاتی عورت چلی گئی اور دوسرے لوگ پھر بات چیت کرنے لگے۔ مریم ادھر ادھر کے کچھ الفاظ سن سکی۔

"میرا خیال تھا یہ ایک کھنڈر ہے...... ابھی تک آباد ہے...... وہاں جانے کو لوگ منع کرتے ہیں...... معبد کو کسی مذہب کی مستند حیثیت حاصل نہیں...... یہاں کے لوگ ان کو کافر سمجھتے ہیں...... طومان کے شریک کار......؟ جی نہیں...... زیادہ خیال یہ ہے کہ وہ جرائم پیشہ لوگوں کا ایک فرقہ ہے جو مذہبی جماعت کے بہروپ میں یہاں پناہ گزیں ہے...... طلسم سامری نے شاید ان کو متاثر کیا ہے...... کل ملا کر چالیس یا پچاس ہوں گے...... لوگ دن کے وقت بھی اس جگہ جانے سے پرہیز کرتے ہیں۔ رات کے وقت تو کوئی بھی وہاں جانے کی ہمت کسی بھی قیمت پر نہ کرے گا...... آپ کو ڈرائیور مل گیا؟ ہاں ایک طرح کا ڈرائیور بھی کہہ سکتے ہیں اسے...... کیوں اس میں کیا خرابی ہے؟ معلوم نہیں ایسا معلوم ہوتا ہے یہ عورت اس شخص کو قابل اعتماد نہیں سمجھتی لیکن میں خود بے حد دِقّت سے اس عورت کی باتیں سمجھ سکا ہوں...... تو کیا یہ شخص گاؤں کا کوئی بدمعاش ہے؟ ہو سکتا ہے لیکن رہنمائی کے لئے اور کوئی نہ ملا تو اس شخص پر اعتماد کرنا ہی پڑے گا......"

اقبال جنگ ہاتھ سے اپنی آنکھیں ملنے لگا...... وہ سوچنے لگا یہ لوگ کس چیز کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ وہ بے حد تھکا ہوا تھا۔ انتہائی خوفناک حد تک تھکا ہوا...... اسے یاد آیا کہ ایک دیہاتی عورت وہاں آئی

تھی جس کے ساتھ اس نے ویران معبد کے متعلق بات چیت کی تھی۔ اس عورت کا دل و دماغ اس معبد کے متعلق خوف و دہشت سے بھرا ہوا معلوم ہوتا تھا اور اس نے بار بار یہ سمجھایا تھا کہ یہ لوگ اس طرف نہ جائیں۔ اقبال جنگ کو یہ سوچ کر حیرت تھی کہ اس نے عورت سے کیوں کر بات چیت کی کیونکہ اگرچہ وہ فارسی اور یورپ کی کئی زبانیں جانتا تھا مگر جدید عربی زبان سے بہت کم واقف تھا خصوصاً وہ زبان جو دیہاتی بولتے تھے! بہر حال ان کی منزل کتنی ہی خوفناک کیوں نہ ہو ان لوگوں کو آگے بڑھنا ضروری تھا۔

اس کے بعد دوسرا منظر جس کا اقبال جنگ کو شعور و احساس ہوا وہ یہ تھا......

وہ گاؤں کی تنگ اور کہر پوش سڑک پر کھڑا ہوا تھا اور اس کے چاروں طرف دوسرے لوگ بھوتوں کی طرح کھڑے تھے۔ ایک پستہ قامت کبڑا آدمی جس کی آنکھیں تیز اور چمکیلی تھیں اس کی طرف غور سے دیکھ رہا تھا۔ یہ شخص اپنے سر پر ایک بڑا سا سیاہ رومال باندھے ہوئے تھا اور ایک سیاہ رنگ کی عبا جو اس کے بے ڈھنگے پن کو چھپائے ہوئے تھی اس کے قدموں تک لٹک رہی تھی...... سرائے کی نیم حلقہ نما کھڑکی میں سے آنے والی روشنی اس کبڑے شخص کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ ایک بڑی سی قدیم وضع کی گاڑی جس میں وہ دبلے پتلے گھوڑے بے جوڑ طریقے پر لگے ہوئے تھے، قریب ہی کھڑی ہوئی تھی۔

یہ لوگ جوں توں کر کے اس گاڑی میں لد گئے۔ گھاس سے بھرے ہوئے گدوں میں سے خارج ہونے والی بدبو تیزی کے ساتھ ان کی ناک میں گھس گئی...... کبڑے شخص نے اپنی چمکیلی آنکھوں سے ایک متجسس اور چالاک نظر ان لوگوں پر ڈالی اور گاڑی کے اوپر ڈرائیور یا گاڑی بان کی نشست پر چڑھ گیا۔ بھاری بھرکم گاڑی دائیں بائیں ہچکولے لینے لگی...... گاؤں کے ایک ایک منزلہ چھوٹے مکانات ان کے عقب میں غائب ہو گئے اور کہرے نے ان کو نگل لیا۔

گاؤں کے باہر ان لوگوں نے ایک تیز رو مگر پایاب دریا کو پار کیا۔ اب سڑک ایک پتھریلے راستے میں تبدیل ہو گئی۔ بھوتوں کی طرح خاموش چٹانوں کی دیواریں ہر دو جانب نمودار ہو گئیں۔ گھوڑوں نے دلکی چال بند کر دی اور سست بوجھل انداز میں چلنے لگے اور یہ بڑی اور بھدی گاڑی چٹان پتھروں کے ٹکڑوں سے بھرے ہوئے راستے پر بار بار مڑتی اور جھٹکے کھاتی ہوئی پہاڑی سلسلوں کی ویرانی کی طرف بڑھنے لگی۔

سلیمان کے دانت بج رہے تھے...... یہ نم آلود سرد تاریکی اس کو اپنی ہڈیوں تک گھستی معلوم ہو رہی تھی۔ اس نے یاد کرنے کی کوشش کی کہ یہ کون سا دن تھا اور یہ لوگ کس وقت کراچی سے روانہ ہوئے تھے۔ کیا یہ کل رات کا واقعہ تھا یا پرسوں رات کا...... یا اس سے بھی پہلے کا؟ وہ بالکل یاد نہ کر سکا اور اس کوشش کو ترک کر دیا۔

راستہ لامتناہی معلوم ہوتا تھا...... ان میں سے کوئی شخص بھی بات نہیں کر رہا تھا۔ گاڑی جھٹکے کھاتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ کبڑا گاڑی بان اپنی نشست پر سمٹا ہوا بیٹھا تھا...... دبلے پتلے گھوڑے بہادری کے ساتھ بوجھ کو کھینچ رہے تھے۔ یہ لوگ اپنے سامنے سڑک کا پیچ و خم اس وقت تک نہ دیکھ سکتے تھے جب

تک اس پر پہنچ جائیں اور جیسے ہی گاڑی اس سے گزر جاتی تھی یہ پیچ و خم ان کے عقب میں پھر نظروں سے غائب ہو جاتا تھا۔

آخر کار گاڑی ٹھہر گئی۔ گاڑی بان اپنی نشست سے اترا اور جب یہ لوگ گاڑی سے کود کر سڑک پر آئے تو اس نے اوپر کی طرف اشارہ کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ ان کی منزل آگے بلندی کی طرف ہے اور اب ان کو پیدل ہی جانا ہوگا۔ اقبال جنگ نے جلد جلد اس کے ہاتھوں میں کچھ رقم ٹھونس دی۔ اس کے بعد گاڑی بان اور اس کی گاڑی تاریکی میں غائب ہو گئے۔ جمشید نے مڑ کر ایک آخری نظر گاڑی کی طرف ڈالنے کی کوشش کی اور اس وقت اچانک اس کو یہ عجیب بات محسوس ہوئی کہ گاڑی میں کوئی لیمپ نہ تھا۔

جمشید کے باقی ساتھی کچھ آگے بڑھ گئے تھے۔ راستہ اب تنگ ہو کر صرف ایک پگڈنڈی بن گیا تھا جو مہیب چٹانوں کے درمیان سے گزرتا ہوا اوپر کی طرف جا رہا تھا۔ یہ سب لوگ ٹھوکریں کھاتے اور ڈگمگاتے ہوئے آگے چل نکلے۔

کچھ دیر بعد تاریکی کسی قدر کم محسوس ہونے لگی اور ان لوگوں کو اپنے سر کے اُوپر ستارے چمکتے نظر آنے لگے۔ اس کے بعد ایک بڑی سی خوفناک چٹان کے گرد گھوم کر انہوں نے اپنے سامنے قدیم معبد کو دیکھا جو پہاڑی ڈھال پر آسمان کے پس منظر میں نمایاں طور پر ایستادہ تھا۔

یہ ایک مہیب، سیاہ اور خاموش عمارت تھی جس کی دیواریں چٹانی کنارہ پر سیدھی کھڑی ہوئی تھیں۔ اس کے وسط میں ایک الٹے پیالہ کی شکل کا بہت بڑا گنبد قائم تھا لیکن اس کا ایک حصہ گر چکا تھا اور ٹوٹے ہوئے حصے کے بے ڈھنگے کنارے تاروں بھری رات کے گہرے نیلے پس منظر میں صاف صاف نمایاں تھے۔

ایک نئی ہمت کے ساتھ یہ لوگ آگے بڑھے اور خطرناک چڑھائی پر چڑھتے ہوئے پھاٹک کی نیم دائرہ نما محراب کی طرف چلے پھاٹک چوپٹ کھلا ہوا تھا۔ اس کے بڑے بڑے کواڑ گل سڑ کر نیچے گر پڑے تھے۔ پھاٹک سے گزر کر یہ لوگ وسیع صحن میں پہنچے لیکن وہاں کسی طرف بھی زندگی کے آثار دکھائی نہ دیتے تھے۔

جبلّی طور پر یہ لوگ خود بخود عمارت کے وسطی خاص حصے کی طرف بڑھے جس کے اوپر قدیم وضع کا برباد شکستہ گنبد قائم تھا...... یقیناً یہی معبد کا خاص حصّہ تھا جس کے نیچے اس تہہ خانے کی موجودگی ضروری تھی جس کی ان کو تلاش تھی۔

انہوں نے صحن کے ابتدائی حصّے کے ٹوٹے ہوئے فرش کو پار کیا۔ اقبال جنگ تھکے ہوئے انداز میں اسد کے بازو پر جھکا ہوا تھا۔ اس نے کچھ دھیمی دھندلی روشنیوں کی طرف اشارہ کیا جو کہ بیرونی عمارتوں کی ایک قطار میں نظر آ رہی تھیں۔ اسد نے خاموشی کے ساتھ اس کے اشارے کی سمت نظر ڈالی اور یہ لوگ عجلت سے آگے بڑھنے لگے...... یہ بیرونی عمارتیں بدیہی طور پر ان کھنڈروں کا بہترین حصّہ تھیں جن کو محفوظ رکھنے کی کوشش کی گئی تھی۔ ان ہی عمارتوں میں اس معبد کے پجاری راہب رہتے تھے۔ وہ

راہب جو مذہبی لباس کے اندر اپنی شیطانی فطرت کو چھپائے ہوئے تھے۔

ان عمارتوں کی طرف سے ایک بھدا قہقہہ بلند ہوا...... اس کے بعد شیشے کے برتن ٹوٹنے کی آواز آئی اور اس کے بعد ایک دلگرفتہ آواز بے ہودہ الفاظ ادا کرتی ہوئی سنائی دی...... ان آوازوں نے اقبال جنگ کے خیال کی تصدیق کر دی۔ یہ شیطانی راہبوں کے ہی مکان تھے!

سرائے سے یہاں تک آتے ہوئے تمام راستے میں اقبال جنگ کو اس بات کا خوف و خدشہ محسوس ہوتا جا رہا تھا کہ کہیں ان راہبوں سے جنگ آزمائی کی نوبت نہ آجائے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ شیطانی گروہ معبد میں ان لوگوں کی موجودگی سے خبردار ہو جائے اور مزاحمت پر تل جائے! اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ راہبوں کے بہروپ میں یہ لوگ دراصل ڈاکوؤں سے کچھ کم نہ تھے اور قرب وجوار کے دیہاتیوں سے اناج، تیل اور بکریوں کا دودھ بطور ٹیکس زبردستی وصول کر کے اپنی زندگی بسر کر رہے تھے۔

لیکن جب اقبال جنگ کی نظر اس زبردست معبد پر پڑی تو اس کا خدشہ دور ہو گیا۔ اس کو گمان بھی نہ تھا کہ یہ اتنا وسیع و عریض ہوگا...... یہاں تو 5 آدمی نہیں بلکہ 50 آدمی بھی اس کے گوشوں میں خود کو چھپا سکتے تھے۔

یہ لوگ ایک اور بڑے صحن سے گزرے جس کے چاروں طرف مسمار شدہ کمرے تاروں کی دھندلی روشنی میں نظر آرہے تھے۔ یہ ناقابل یقین حد تک وسیع و عریض معبد جو کہ اب ہیبت ناک کھنڈر میں تبدیل ہو گیا تھا قدیم ترین زمانے کے کسی مقدس مذہبی پیشوا نے تعمیر کرایا تھا۔ یقیناً یہ وہ زمانہ تھا جب بابل اور نینوا عظیم سلطنتوں کے پایہ تخت تھے اور دنیا کا بیشتر حصہ "دور ظلمت" کی نیم وحشیانہ رات سے گزر رہا تھا۔ اس زمانے میں اس معبد کے اندر یقیناً ہزاروں پر خلوص اور نیک انسان زندگی گزارتے ہوں گے اور رات دن اپنے مقدس و متبرک مشاغل میں مصروف رہتے ہوں گے یا اپنی عظیم قوم کے لئے مفید و اہم خدمات انجام دیتے ہوں گے...... لیکن اب تو یہ معبد بالکل مردہ تھا۔ اتنا ہی مردہ جتنا قدیم افریقہ کے وہ مندر جو کہ اب گھنے جنگلوں کے نیچے دفن ہو چکے ہیں۔ معبد کا صرف ایک چھوٹا سا حصہ ہی اب آباد تھا لیکن اس میں نیک لوگ نہیں بلکہ بدکردار اور ناشائستہ بدمعاشوں کا ایک مختصر فرقہ سکونت پذیر تھا۔

استعجاب اور خوف آمیز احترام کی حالت میں اقبال جنگ اور اس کے ساتھیوں نے چوڑی سیڑھیوں کو طے کیا۔ اس کے بعد اس وسیع محراب میں سے گزرے جس کی اعلیٰ قسم کی نقش کاری کو زمانہ نے دھندلا بنا دیا تھا۔ اب یہ لوگ معبد کے مرکزی حصے میں داخل ہو چکے تھے۔

ان کے سر کے اوپر کوئی سو فٹ کی بلندی پر گنبد کے ایک بڑے شگاف میں سے ستاروں کی روشنی اندر آرہی تھی لیکن وہ اس قدر ناکافی تھی کہ راستہ دیکھنے میں بمشکل ہی مدد مل سکتی تھی...... ٹوٹے ہوئے ستونوں اور اینٹوں پتھروں کے ڈھیروں سے گزر کر آخرکار وہ ایک نیچے دروازہ کے پاس پہنچ گئے۔ اس دروازے سے ایک زینہ نیچے کی طرف تہہ خانے کی تاریکی میں اترتا جا رہا تھا۔

مریم جس کے ایک طرف سلیمان اور دوسری طرف جمشید تھا ایک کھوئی کھوئی سی حالت میں یہ سوچ کر حیرت کر رہی تھی کہ اس قدیم کھنڈر میں اس کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ یکایک اس کا حافظہ پھر تازہ ہو گیا......! گزری ہوئی باتیں ایک سیلاب کی طرح اس کو یاد آتی چلی گئیں یہی تو وہ مقام تھا جہاں طلسم سامری پوشیدہ تھا۔ باہر صحن میں کہرہ کا کوئی اثر نہ تھا اس لئے یہ ظاہر تھا کہ یہ لوگ طومان سے پہلے ہی یہاں آپہنچے تھے...... لیکن زہرہ کہاں تھی؟ مریم کا دل کہتا تھا کہ وہ مرنے والی ہے۔ نہیں وہ غالباً اس وقت مر رہی ہے۔ کچھ ہی کیوں نہ ہو سب سے پہلے زہرہ کو تلاش کرنا ضروری ہے۔

دوسرے لوگ رک گئے تھے۔ جمشید نے دیکھا کہ اقبال جنگ ایک پرانی ساخت کی لالٹین لئے ہوئے تھا جو غالباً اس نے سرائے میں سے اٹھا لی تھی۔ اقبال جنگ نے لالٹین روشن کر لی اور فرسودہ زینے میں آگے آگے بڑھا۔ دوسرے لوگ جبلّی طور پر خودبخود اپنے پنجوں کے بل چلتے ہوئے اس کے پیچھے نم آلود و بدبو سے بھری ہوئی تاریکی میں آگے بڑھے۔

زینے سے اتر کر یہ لوگ ایک نیچے زمین دوز راستے پر پہنچے جو کہ لالٹین کی دھندلی روشنی میں معبد کے نیچے لامحدود فاصلے تک پھیلا ہوا محسوس ہوتا تھا۔

راستے کو پار کر کے اقبال جنگ بائیں طرف مڑا کیونکہ اس نے اندازہ لگایا تھا کہ تہہ خانے میں قربان گاہ اسی جگہ ہوگی جہاں اوپر معبد میں نظر آئی تھی لیکن ابھی وہ کوئی بیس گز ہی بڑھا تھا کہ اچانک رک گیا۔

تہہ خانے کے ٹھیک وسط میں ایک بہت بڑا ٹھوس سیاہ پتھر چٹان کی طرح راستے میں حائل تھا۔

"بالکل ٹھیک۔" مریم نے اقبال جنگ کو بڑبڑاتے ہوئے سنا۔ "میں بھول گیا تھا کہ یہ عمارت صدیوں قبل بنائی گئی تھی۔ اس زمانے میں جن مذاہب کے معبدوں میں قربان گاہیں ہوتی تھیں وہ عموماً وسط میں بنائی جاتی تھیں۔ یہی وہ قربان گاہ ہے۔"

"اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم طومان سے پہلے یہاں آپہنچے۔" اسد نے کہا۔ اس کی آواز میں فاتحانہ جھلک تھی۔

"شاید اس کو مطوبہ کے مقام پر کوئی ایسا آدمی نہیں ملا جو اتنی رات گئے اس کو یہاں تک گاڑی میں لا سکتا۔" جمشید نے کہا "ہمارا گاڑی بان تو دیوانہ یا اسی نوعیت کی کوئی چیز سمجھا جاتا تھا اور لوگ بتاتے تھے کہ اس کے علاوہ کوئی اور شخص جانے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔"

"ان پتھروں کو کچھ ادھر ادھر ہٹانا پڑے گا۔" اسد نے کہا اور لالٹین لے کر قربان گاہ کے سیاہ پتھروں کو غور سے دیکھنے لگا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ طلسمی عجوبہ اسی جگہ دفن ہے؟" جمشید نے پوچھا۔ "میرا دماغ تو کچھ بے قابو سا ہو رہا ہے۔ میرا حافظہ ٹھیک طریقے پر کام نہیں کر رہا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ جب ہم سلیمان پر ہپناٹزم کی نیند طاری کر کے یہ تمام معلومات حاصل کر رہے تھے تو اس نے صرف اس قدر بتایا تھا کہ طلسم سامری اس معبد کے نیچے دفن ہے۔ اس نے قربان گاہ کا کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا۔"

کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔

ابھی جمشید کے الفاظ ان کے کانوں میں گونج ہی رہے تھے کہ یکایک ان کو ایک عجیب احساس ہوا۔

ان کو ایسا معلوم ہوا جیسے ان میں سے ہر ایک شخص کو عقب سے کوئی دیکھ رہا ہے! اسد کے ہاتھ سے لالٹین گر پڑی۔

اقبال جنگ تیزی سے مڑا۔

مریم کے منہ سے ایک ہلکی سی چیخ نکل گئی۔

ان کے پیچھے...... صرف دس قدم کے فاصلے پر...... ایک دھیمی روشنی نمودار ہو گئی تھی!

روشنی کی طرف چند سیڑھیوں کا ایک چھوٹا سا زینہ چلا گیا تھا۔ اس کے آگے ایک چھوٹا سا عبادت خانہ تھا۔ عبادت خانے میں ایک چھوٹی سی قربان گاہ تھی جس کے داہنی طرف کا پتھر اکھاڑ لیا گیا تھا...... اور یہاں...... اس قربان گاہ کے سامنے...... طومان کھڑا ہوا تھا!

غیظ و غضب کے جوش میں ایک بھینسے کی طرح اسد آگے کی طرف جھپٹا۔ ابلیس پرست طومان نے یکایک اپنا بایاں ہاتھ اوپر اٹھایا۔ اس ہاتھ میں وہ سگار کی شکل کی ایک چھوٹی سی سیاہ چیز سنبھالے ہوئے تھا جو کسی قدر خمیدہ تھی۔ اس چیز کے چاروں طرف فاسفورس جیسی چمک تھی جس کی وجہ سے اس کی سیاہ شکل اس کے چاروں طرف پھیلے ہوئے روشن ہالہ میں اور بھی نمایاں نظر آتی تھی۔ اس روشنی کی شعاعیں ان لوگوں کے جسم کو مفلوج و معطل کرتی ہوئی محسوس ہوتی تھیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی پیش قدمی فوراً رک گئی۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ اپنی اپنی جگہ پتھر کی طرح جم کر رہ گئے ہیں۔ جیسے سینما میں اچانک مشین بند ہو جانے سے دوڑتے ہوئے لوگ اسی حالت میں ساکت ہو کر رہ جائیں! اس وقت یہ لوگ وسطی قربان گاہ اور عبادت خانہ کی سیڑھیوں کے درمیان تک ہی پہنچے تھے۔

ایک لفظ بھی ادا کئے بغیر طومان سیڑھیوں سے نیچے اترا اور اس پُراسرار روشن چیز کو بائیں ہاتھ میں اٹھائے ہوئے آہستہ آہستہ ان لوگوں کے گرد طواف کرنے لگا۔ اس اثناء میں ان لوگوں کو اندازہ ہو گیا تھا کہ ضرور یہی روشن چیز طلسم سامری ہے۔ طومان جیسے جیسے طواف کی شکل میں آگے بڑھتا جاتا تھا اس کے پیچھے پیچھے فرش کے نم آلود پتھروں پر ایک روشن لکیر کا دائرہ بنتا جاتا تھا...... جب اس کا پہلا چکر پورا ہوا تو ان لوگوں کو محسوس ہوا کہ ان کے اعضاء کچھ ہلنے جلنے لگے ہیں اور پتھر جیسی بندش سے آزاد سے ہو گئے ہیں۔

ایک بار پھر وہ طومان کی طرف جھپٹ پڑے۔ لیکن ایک جھٹکے نے ان کو پیچھے دھکیل دیا...... جادو کے جس روشن دائرے میں طومان نے ان کو قید کر دیا تھا اس کو توڑ کر باہر نکلنا ناممکن تھا۔

سست قدموں کے ساتھ ابلیس پرست عبادت خانہ میں واپس چلا گیا اور وہاں ٹوٹی ہوئی قربان گاہ پر سیاہ شمعیں روشن کرنے لگا جو کہ ایک قطار میں لگی ہوئی تھیں...... اور اسی وقت ایک ناقابل اظہار دہشت کے عالم میں مریم نے دیکھا کہ کھدی ہوئی مٹی کے ڈھیر کے پاس جہاں سے طلسم سامری نکالا گیا تھا

ایک تاریک گوشے میں زہرہ سمٹی ہوئی بیٹھی تھی!

"زہرہ...... ! میری بچّی...... !!" مریم ملتجی انداز میں چلائی اور اپنے بازو آگے پھیلا دیئے۔

لیکن ایسا معلوم ہوا جیسے زہرہ نے کچھ سنا ہی نہیں۔ قربان گاہ کے پاس وہ دو زانو تھی اور اپنی گول گول معصوم آنکھوں سے ایک طرف نظر جمائے ہوئے تھی مگر در اصل کچھ بھی نہیں دیکھ رہی تھی۔

"طومان نے ایک برتن میں خوشبویات سلگائیں اور ٹوٹی ہوئی قربان گاہ کے سامنے اس برتن کو ایک خاص انداز میں ادھر ادھر گھمایا۔ اس کے ساتھ ہی کچھ نامعلوم قسم کے الفاظ زبان سے ادا کرتا جاتا تھا۔

وہ اس قدر نرمی و خاموشی کے ساتھ حرکت کر رہا تھا کہ اگر اس کی دھیمی مترنم آواز سنائی نہ دیتی تو اس کو آسانی سے ایک بھوت یا ایک سایہ سمجھا جا سکتا تھا۔

یکایک زہرہ نے رونا شروع کر دیا...... اس معصوم بچی کی سسکیوں کی آواز ایک ایسی جاں گداز حقیقت محسوس ہوتی تھی کہ اقبال جنگ اور اس کے ساتھیوں کو اپنے دل کی ایک ایک نس ٹوٹتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔

بار بار انہوں نے جادو کے دائرے کو توڑ کر نکلنے کی کوشش کی لیکن بیکار...... آخر کار اپنی دیوانہ وار کوششوں کو ترک کرنے پر مجبور ہو کر وہ ایک دوسرے کے قریب سمٹ گئے اور سب مل کر اس نظر نہ آنے والی رکاوٹ کے خلاف مایوسانہ زور آزمائی کرنے لگے جو ان کو قید کئے ہوئے تھی۔ ان کی آنکھیں خوف و دہشت سے پھٹ گئی تھیں اور وہ دیکھ رہے تھے کہ قربان گاہ کے اوپر خوشبودار دھوئیں کے بادلوں میں رفتہ رفتہ ایک ٹھوس شکل بنتی جا رہی تھی۔

ابتداً میں تو یہ شکل طومان کے اس حبشی نوکر کی معلوم ہوتی تھی جس کو اسد نے سلیمان کے گھر میں دیکھا تھا...... لیکن رفتہ رفتہ یہ شکل بدلتی چلی گئی اور لمبی ہو گئی۔

ٹھوڑی پر ایک نوکیلی داڑھی نمودار ہوئی اور چار خمیدہ سینگ سر کے اوپر نکل آئے...... جلد ہی یہ شکل مکمل بے داغ اور ٹھوس ہو گئی۔ انہوں نے دیکھا کہ یہ وہی خوفناک عفریت، پیکر شیطانی بکرا تھا جو ان کو سالبائی کے میدان میں شیطانی جشن کے موقع پر نظر آیا تھا...... وہ اپنی لال لال کینہ پرور ترچھی آنکھوں سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا اور اپنے غار جیسے نتھنوں سے بدبودار گرم اور مہلک سانس پھینک رہا تھا۔

طومان نے طلسم سامری کو اوپر اٹھایا اور اس کو اس شیطانی جانور کی پیشانی پر رکھ دیا اس کی چپٹی، گنجی اور سوکھی ہڈیوں والی کھوپڑی پر رکھا ہوا یہ طلسمی عجوبہ ایک شاندار ہیرے کی طرح چمک رہا تھا جس کے وسط میں ایک عجیب سیاہ حصہ نظر آتا تھا۔

اس کے بعد طومان نیچے جھکا...... زہرہ کو پکڑ لیا اور اس کا لباس پھاڑ کر اتار ڈالا...... اور قربان گاہ پر ٹھیک شیطانی بکرے کے اٹھے ہوئے سموں کے نیچے بچی کے برہنہ جسم کو لمبا لمبا لٹا دیا۔

خوف و اندیشہ سے بدحواس اور درد و تکلیف سے دیوانہ ہو کر جادو کے دائرے میں گھرے ہوئے قیدیوں نے جادوگر طومان کی مترنم آواز سنی جو کہ اب سیاہ قربانی کے خوفناک منتر پڑھ رہا تھا۔

خوف وغیظ سے بھرے ہوئے مگر بے بس یہ لوگ کھڑے دیکھتے رہے...... کس قدر دہشت ناک تھا یہ منظر...... ! طومان کے ایک ہاتھ میں خوشبویات کے برتن کی وہ رقص آمیز گردش...... ! شیطانی مناجات کی وہ مترنم آواز...... اور طومان کے دوسرے ہاتھ میں اٹھا ہوا وہ خنجر جس کو شیطانی بحر اپنی برکات عطا کر رہا تھا؟

ان کو معلوم تھا کہ اس خوفناک شیطانی رسم کے اختتام پر یہ خونخوار دیوانہ جو اس وقت ابلیس کے خصوصی پجاری کا پارٹ ادا کر رہا تھا اپنے ظالم خنجر کا ایک وار کرے گا اور بچّی کے جسم کو حلق سے لے کر پیٹ تک چاک کر کے اس کی روح کو جہنم کے لئے پیش کر دے گا۔

خوف ودہشت کی نیم دیوانگی میں انہوں نے دیکھا کہ طومان نے خنجر کو حرکت دی اور بچی کے ننھے جسم کے اوپر اپنا بازو بلند کیا......

اب وہ اپنا مہلک وار کرنے ہی والا تھا!

☆......☆......☆

اسد ایک طوفان کی طرح خاموش کھڑا تھا۔ اس کے چہرے سے پسینہ بہہ کر نیچے گر رہا تھا اس کے بازوؤں کے اعصاب اور عضلات تشنّج کی سی حالت میں پھڑک رہے تھے۔ اس کے ارادے کی تمام تر قوت اس کوشش پر مرکوز تھی کہ آگے سیڑھیوں کی طرف ایک جست لگائے لیکن رہ رہ کر سر سے پاؤں تک دوڑ جانے والی جھرجھری کے علاوہ اس کا جسم اور کوئی حرکت نہ کر سکتا تھا۔ طومان کی غیبی طاقت اس کو اپنی گرفت میں بے حس وحرکت بنائے ہوئے تھی۔

اقبال جنگ ایک خاموش دعا میں مشغول تھا۔ خاموشی کے ساتھ مگر مسلسل طور پر اس کے بے آواز الفاظ فضا میں ارتعاش پیدا کر رہے تھے۔ اس کو معلوم تھا کہ موجودہ صورت حال میں جسمانی مداخلت کی کوشش کس قدر بیکار ثابت ہوگی۔ اس کو تو اب یہ بھی شک وشبہ ہو رہا تھا کہ شیطانی بحرے جیسے خوفناک دشمن کے مقابلہ میں اس کی دعائیں کارگر ہوں گی یا نہیں۔

اس کے قریب ہی جمشید سمٹا ہوا کھڑا تھا۔ اس کا چہرہ بالکل زرد تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کا سارا خون سوکھ گیا ہے۔ اس کی آنکھیں سامنے منظر پر جمی ہوئی تھیں۔ اس کے بازو آگے پھیلے ہوئے تھے جیسے وہ زہرہ کو چھین لینا چاہتا ہو یا طومان سے رحم کی درخواست کر رہا ہو......! لیکن وہ اپنے بازوؤں کو حرکت نہ دے سکتا تھا۔ اس کے ایک شانے پر مریم کا ہاتھ رکھا ہوا تھا......

مریم کی حالت بہت عجیب تھی۔ اس کو اپنے لئے اب کوئی خوف نہ تھا اور نہ اسے اس دہشت ناک انجام کا ڈر تھا جو چند لمحوں کے بعد ان کے سامنے آنے والا تھا...... اس کو اس چیز کی بھی دہشت نہ تھی کہ وہ ہمیشہ کے لئے جمشید کو کھو دے گی اور ایک خوفناک آخری تاریکی ان سب کو نگل جائے گی۔

اس نے نہ تو دعا مانگی اور نہ اپنی بچی کی طرف جھپٹنے کی کوشش کی...... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کے دل کی دھڑکن تھوڑی دیر کے لئے بند ہو گئی ہے۔ اس کا دماغ اس حیرت ناک تیزی اور وضاحت سے کام

کر رہا تھا جو کہ صرف ان نادر موقعوں پر ہی پیدا ہوتی ہے جبکہ خطرہ اس قدر شدید اور بے پناہ ہو کہ نجات کا کوئی راستہ ہی ممکن نہ رہے۔

وہ محسوس کر رہی تھی کہ اپنی دماغی آنکھوں سے وہ ماضی میں دور تک دیکھ رہی ہے۔ اس کے دماغ میں خود اس کی ہی ایک صاف وروشن تصویر ابھر رہی تھی جیسے وہ کسی آئینے میں خود کو دیکھ رہی ہو...... یہ منظر اسی حیرت ناک خواب کا تھا جو مریم نے اپنی بچی کے غائب ہونے کے بعد دیکھا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اپنے گزشتہ خواب کو وہ پھر صاف صاف دیکھ رہی ہے۔ وہی خواب جس میں اس نے دیکھا تھا کہ وہ لائبریری میں بیٹھی ہوئی ایک سرخ جلد کی بہت قدیم کتاب پڑھ رہی ہے جس پر بھیڑیئے کی کھال جیسے بالوں کا غلاف چڑھا ہوا ہے۔ اقبال جنگ نے یہ خواب سن کر بتایا تھا کہ یہ کتاب قدیم بابل کے ایک مشہور روحانی عامل آپن کی تصنیف تھی۔ ایک طویل زمانے تک شاہان بابل کے قبضے میں رہنے کے بعد یہ کتاب معد ہو گئی تھی اور اب صدیوں سے اس کا نام بھی کسی نے نہ سنا تھا۔ مریم نے خواب میں دیکھا تھا کہ اس کتاب کو پڑھتے وقت جو سر کے گرد لوہے کا ایک حلقہ بندھا ہوا تھا اس سے اقبال جنگ کو یقین تھا کہ یہ آپن کی نایاب تصنیف تھی کیونکہ کہا جاتا تھا کہ اس کا مفہوم وہی شخص سمجھ سکتا تھا جس کے سر کے گرد لوہے کا حلقہ بندھا ہوا ہو۔ اس وقت مریم کو یاد نہ آسکا تھا کہ اس نے اس کتاب میں کیا پڑھا تھا۔ آج موجودہ خوفناک ماحول میں نہ جانے کیوں اس کو پھر وہی خواب صاف صاف نظر آ رہا تھا۔ کتاب کے غلاف کے نرم نرم بال اس کو اپنی انگلیوں پر محسوس ہو رہے تھے۔

اقبال جنگ اور اسد کے درمیان سلیمان اپنے گھٹنوں کے بل جھک گیا تھا۔ اس نے جادو کے حلقہ سے خود کو باہر نکالنے کی کوشش کی مگر اپنے ساتھیوں کی طرح ناکام رہا۔ قلبی اذیت اور شدید پشیمانی ایک نزع کی طرح اس کے وجود پر طاری تھی اور وہ بے خودی کے عالم میں ادھر ادھر ہلکے ہلکے جھوم رہا تھا۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ یہ اس کی ہی حماقت کا نتیجہ تھا کہ اس کے دوست اس خوفناک مصیبت میں پھنس گئے تھے۔ اب اس کی تلافی کا صرف ایک ہی طریقہ باقی تھا اور سلیمان نے اسی طریقہ پر عمل کیا...... اس کا دماغ اب بالکل صاف تھا اور وہ اپنے اس اقدام کی ہولناکی سے پوری طرح باخبر تھا۔ وہ مکمل شعور اور رضامندی کے ساتھ اپنی قربانی پیش کرنا چاہتا تھا...... اس نے اپنی تمام تر توجہ طومان کی طرف مرکوز کی اور خاموشی کے ساتھ اپنے دل میں یہ اعلان کیا کہ اگر زہرہ کی جان بخشی کر دی جائے تو وہ اس بچی کے بدلہ میں خود کو شیطانی طاقت کے حوالے کرنے کو تیار ہے۔

طومان ایک ساعت کے لئے رک گیا۔

اپنے خنجر کو زہرہ کے جسم کے اوپر حملہ کے لئے اسی طرح تیار رکھتے ہوئے اس نے مڑ کر سلیمان کی طرف دیکھا۔

سلیمان نے خاموشی کے ساتھ اپنی قربانی کی جو پیشکش کی تھی وہ نقل خیال کے عمل کے ذریعہ طومان نے محسوس کر لی تھی۔ سلیمان کے خیالات کی لہریں اس قدر طاقتور تھیں کہ طومان کے دماغ

تک پہنچ گئی تھیں اور اس کو ایک ساعت کے لئے رک جانے پر مجبور کر دیا تھا۔

لیکن سلیمان کی یہ پیشکش اب طومان کے لئے بیکار تھی۔ سلیمان سے وہ جو کچھ فائدہ اٹھانا چاہتا تھا وہ پہلے ہی اٹھا چکا تھا...... آہستہ آہستہ اس کے زرد ہونٹوں پر ایک بے رحمانہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

اس نے سلیمان کی پیشکش کو رد کرتے ہوئے اپنا سر انکار کے انداز میں ہلایا اور اپنے خنجر کو پھر اوپر اٹھایا۔

اقبال جنگ نے کسی روحانی عمل کے ذریعہ اپنے ہاتھ کے اشارہ سے طومان کا وار روکنے کی کوشش کی لیکن طلسم سامری کی ایک کرن نے اس کے ہاتھ کو ایک زبردست جھٹکا دے کر نیچے گرا دیا۔ اقبال جنگ کو محسوس ہوا جیسے کسی زبردست مادی طاقت نے اس کے بازو پر ایک ضرب لگائی ہے۔

جمشید کا منہ ایک بار کھلا...... جیسے وہ چلانا چاہتا ہو...... لیکن کوئی آواز نہ نکل سکی۔

ایک انتہائی شدید کوشش سے اسد نے حملہ کرنے کے لئے اپنا سر ایک بھینسے کی طرح نیچے جھکایا لیکن اسے محسوس ہوا جیسے 20, 25 طاقتور آدمیوں نے جھٹکا دے کر پھر اس کے شانوں کو سیدھا کر دیا ہے۔

مریم پر ایک گہری محویت کا عالم طاری تھا۔ اس کی تصور کی نگاہوں کے سامنے آپن کی لال کتاب کھلی ہوئی تھی۔ ایک بار پھر وہ کتاب کے وقت خوردہ پرانے صفحہ پر نامانوس حروف میں لکھی ہوئی دھندلی تحریر دیکھ رہی تھی۔

اور یکایک...... اپنے گزشتہ خواب کی طرح...... ایک بار پھر اس کو وہ جملہ نظر پڑا جس کا مفہوم وہ سمجھ سکتی تھی۔

جملہ حسب ذیل تھا۔

”زندگی کے انتہائی تاریک لمحات میں صرف ان لوگوں کو ہی طاقت عطا کی جاتی ہے۔

جو بے غرض محبت کرتے ہیں۔

اور پھر دھیرے دھیرے مریم کے لب حرکت کرنے لگے۔ اس کی زبان پر پانچ آوازوں کا ایک ایسا لفظ آیا جس کے معنی کا اس کو کوئی علم نہ تھا اور جس کو اس نے نہ تو پہلے کبھی کسی جگہ لکھا ہوا دیکھا تھا اور نہ کسی کی زبان سے سنا تھا۔

کسی نامعلوم زبان کا ایک پراسرار لفظ۔

لیکن اس لفظ کا اثر بجلی کی طرح ہوا......

اچانک...... پورا کمرہ اس طرح کانپ اٹھا جیسے کسی زلزلے نے جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہو...... دیواریں ہٹتی چلی گئیں۔ فرش ایک پہیئے کی طرح تیزی سے گردش کرنے لگا...... پورا عبادت خانہ اس زبردست رفتار سے ایک لٹو کی طرح چکرا اٹھا کہ جادو کے حلقے میں گھرے ہوئے ان لوگوں نے گرنے سے بچنے کے لئے دیوانہ وار ایک دوسرے کو پکڑ لیا۔ قربان گاہ کی شمعیں ان کی پھٹی ہوئی آنکھوں کے سامنے لہرانے اور ناچنے لگیں...... شیطانی بکرے کے سینگوں کے درمیان سے طلسم سامری تڑپ کر گرا اور عبادت خانہ کی

سیڑھیوں پر لڑھکتا ہوا اقبال جنگ کے قدموں کے پاس پتھروں پر آپڑا۔

طومان لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹا...... شیطانی بکرا اپنی پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہو گیا...... اس کا جسم اور اگلی ٹانگیں طومان کے سر کے اوپر اٹھی ہوئی تھیں...... گھوڑے کی ہنہناہٹ جیسی ایک خوفناک آواز ان سے نکلنے والی آسیبی منحوس روشنی کمرے میں بجلی کی طرح کوند رہی تھی۔ ان لوگوں کو محسوس ہوا کہ اس شیطانی حیوان کا جسم لمبائی اور چوڑائی میں بڑھتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ ہوا میں ان سب کے اوپر چھا گیا اور یہ لوگ دہشت سے سمٹ کر پتھر کی طرح جم گئے......! بکرے کے کھلے ہوئے نمایاں دانتوں کے درمیان سے اس کے گرم سانس کی شدید بدبو اس بری طرح خارج ہو رہی تھی کہ متلی کے مارے ان لوگوں کا برا حال ہوا جا رہا تھا۔

خود کو بچانے کے لئے طومان نے دہشت کے عالم میں دیوانہ وار اپنے بازو اوپر اٹھائے تو اس کے ہاتھ سے خنجر چھوٹ کر پتھروں پر گر پڑا۔ اس خوفناک بلا نے جس کو طومان نے شیطانی بکرے کی شکل میں جہنم کی تاریک ترین گہرائیوں سے طلب کیا تھا۔ آخری بار ایک ہنہناہٹ جیسی چیخ بلند کی اور اپنی اگلی ٹانگ کا ایک سم طومان کے سر پر مارا۔

ہولناک قوت کے ساتھ طومان فرش پر گرا اور عبادت خانہ کی سیڑھیوں پر سر کے بل الٹا پڑا رہ گیا۔

یکایک ایک ایسا زوردار دھماکا ہوا جیسے آسمان ٹوٹ پڑا ہو۔ عبادت خانہ کی لرزش اور گردش رک گئی۔ بکرے کی شیطانی شکل دھندلی پڑنے لگی۔ جادو کے حلقہ میں کھڑے ہوئے ان لوگوں نے دیکھا کہ ایک لمحہ کے لئے بکرے کی جگہ طومان کے حبشی نوکر کی شکل ظاہر ہوئی...... درد اور غصہ کی شدت سے بگڑی ہوئی شکل...... اس کے بعد یہ شکل بھی لہراتے ہوئے دھویں کے نقاب میں غائب ہو گئی۔

قربان گاہ کی شمعیں جھلملائیں اور بجھ گئیں۔ کمرے میں اب صرف طلسم سامری کی فاسفورس جیسی روشنی باقی رہ گئی تھی۔ اقبال جنگ نے اس کو فرش سے اٹھا لیا تھا اور اپنی ہتھیلی پر رکھ لیا۔

اس کی دھیمی روشنی میں ان لوگوں نے دیکھا کہ زہرہ اٹھ بیٹھی۔ اس کے منہ سے ایک بار رونے کی ہلکی آواز نکلی اور وہ قربان گاہ کے نیچے پتھر سے پھسل کر زمین پر آ گئی۔

اور اس کے بعد اچانک...... وہ کھڑی ہو گئی ٹھیک اپنی ماں کے سامنے! اس کی آنکھیں اپنی ماں کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں...... لیکن ان گول گول پھٹی ہوئی آنکھوں کا وہی عالم تھا جو نیند میں چلنے پھرنے والے بیمار لوگوں کا ہوتا ہے...... زہرہ کی معصوم آنکھیں نگاہ سے خالی تھیں......! وہ دیکھ رہی تھیں مگر دیکھنے کا احساس نہیں کر سکتی تھیں!

یکایک ایک ایسی مکمل خاموشی جو انسانی فہم سے بعید ہو پورے ماحول پر ایک پراسرار لبادے کی طرح پھیل گئی اور تہہ خانے کے تاریک گوشوں سے ابل ابل کر قبرستان کا سا عالم طاری کرنے لگی۔

تقریباً غیر محسوس انداز میں ایک دھیمی اور غیر ارضی موسیقی کی آواز ان لوگوں کے کانوں میں پہنچی۔ ایسی آواز جو بہت دور دراز فاصلوں سے آتی معلوم ہوتی تھی۔ شروع میں اس کی کیفیت ایسی تھی جیسے ایک

کوہستانی غار کے اندر کسی چشمہ کا پانی گر رہا ہو لیکن رفتہ رفتہ آواز کا حجم بڑھتا گیا اور ایک سیلاب کی طرح پھیل کر یہ موسیقی ایک ایسے فردوسی نغمہ میں تبدیل ہو گئی جس کو ملکوتی اور ناقابل تصور پاکیزگی و معصومیت رکھنے والے بچوں کی ایک جماعت باہم مل کر خدا کی حمد و ثناء میں گا رہی ہو؟

اقبال جنگ اور اس کے ساتھیوں کے دل و دماغ سے تمام خوف و دہشت کافور ہو چکی تھی...... ایک ایک کر کے وہ سب دوزانو ہو گئے اور اس دل کش نغمہ کی حیرت ناک رنگینی میں کھو گئے۔ بایں ہمہ ان کی آنکھیں زہرہ کی طرف لگی ہوئی تھیں۔

بچی بہت آہستہ آہستہ آگے آ رہی تھی...... لیکن اس کے بڑھتے ہوئے قدموں کے ساتھ ساتھ اس میں ایک غیر معمولی تبدیلی رونما ہوتی جا رہی تھی۔ اس کا ننھا جسم جو ایک لمحہ پیشتر بالکل برہنہ تھا اب ایک زریں کہرے میں ملبوس ہو گیا...... اس کے شانے کشادہ ہو گئے اور اس کا قد و قامت بڑھ گیا...... اس کی شکل و صورت کچھ دھندلی پڑ گئی۔ اس کے بعد اس کے جسم کے طفلانہ گداز خطوط غائب ہو گئے اور اس میں ایک بالغ انسان کی ہڈیوں کی سختی نمایاں ہو گئی۔ روشنی کے زریں کہرے کا بادل رفتہ رفتہ ٹھوس ہو کر ایک لمبی زرد ریشمی قبا کی خوبصورت شکنوں میں تبدیل ہو گیا۔ سر کے بالوں کے سیاہ گچھے غائب ہو گئے اور ان کی جگہ ایک اونچی اور حسین تناسب رکھنے والی کھوپڑی ظاہر ہو گئی۔

اور جب ایک بلند جھنکار کے ساتھ نغمہ ختم ہوا تو اس وقت تک طفلانہ شکل و صورت کی تمام مشابہت غائب ہو چکی تھی۔ زہرہ کی جگہ اب لوگوں کے سامنے ایک مکمل شخص کھڑا ہوا تھا۔ اپنے لباس سے وہ تبّت کا ایک لاما معلوم ہوتا تھا لیکن اپنے جمالیاتی چہرے کے خط و خال سے وہ آریائی نسل کا بھی معلوم ہوتا تھا اور منگولی نسل کا بھی...... ان دونوں نسلوں کی اعلیٰ ترین خصوصیات اس میں جمع ہو گئی تھیں...... جس طرح وہ نسلی فرق کی حدود سے آزاد نظر آتا تھا اسی طرح وہ وقت کی ان بندشوں کو بھی توڑ کر پھینک چکا تھا جو فانی دنیا کی ہر شے کو بدلتی اور مٹاتی رہتی ہیں...... یعنی اگر ایک طرف اس کے چہرے سے وہ تمام صحت مندی و توانائی ظاہر تھی جو ایک طاقتور انسان کو اپنے بھرپور شباب میں حاصل ہو سکتی ہے تو دوسری طرف اس میں ایک ایسے نازک خدا پرست عالم و درویش کا حسن بھی موجود تھا جس نے دانش و دانائی کی تلاش میں اپنی پوری عمر بسر کر دی ہو...... اس کی سنجیدہ آنکھیں جو ان لوگوں کی طرف جھکی ہوئی تھیں اپنے اندر قوت، بصیرت، علم اور توانائی کا ایک خزانہ رکھتی تھیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان میں ایک ایسی لامتناہی نرمی و رحم دلی اور ملکوتی ہمدردی چھلکتی تھی جو کسی فانی انسان کو نصیب نہیں ہو سکتی۔

اور جب اس "نورانی انسان" نے اپنے سامنے کھڑے ہوئے خاکی انسانوں سے بولنا شروع کیا تو اس کے الفاظ میں آواز نہ تھی...... پھر بھی ان میں سے ہر ایک شخص اس کی دھیمی، نقرئی شیریں آواز مکمل وضاحت کے ساتھ سن رہا تھا......

"میں ایک "آقائے نور" ہوں اور بہت سی زندگیاں گزارنے کے بعد اب روحانی تکمیل کے قریب پہنچ رہا ہوں...... یہ تمہاری غلطی تھی کہ تم نے اپنی دعاؤں کے ذریعہ مجھے متاثر کیا جس کی وجہ سے میں

مجبور ہو گیا کہ محض روحانی وادی میں اپنی عبادت و ریاضت کو چھوڑ کر تمہارے پاس آؤں...... لیکن میں تمہیں معاف کرتا ہوں کیونکہ تمہاری ضرورت بے شک اہم تھی۔ یہاں تمہارے درمیان ایک شخص ایسا تھا جس نے قدرت کے پوشیدہ اسرار کو شیطانی مقصد کے لئے استعمال کرنے کی کوشش کی اور زندگی کے ابدی شعلے کو ہلاکت کے خطرے میں پھنسا دیا۔ ایک اور وجود نے جو اس دنیا میں ایک عورت کا جسم رکھتا تھا ایسے ہی مقصد کی وجہ سے اپنی فانی زندگی پر ایک خوفناک ضرب کھائی ہے۔ اس عورت کا جسم یہاں سے ہزاروں میل دور...... پہاڑوں اور سمندروں کے اس پار...... تمہارے مکان میں پڑا ہوا ہے۔ تم لوگ ایک دوسرے سے جو محبت رکھتے ہو اسی محبت نے ایک قلعہ کی طرح تمہاری حفاظت کی ہے لیکن یہ محبت بھی تمہارے کسی کام نہ آتی اگر تمہارے درمیان وہ عورت موجود نہ ہوتی جو ایک ماں ہے! حافظ حقیقی ہمیشہ اسی دعا کو سنتا ہے جو ہر قسم کی خود غرضی سے پاک ہو کر جاتی ہے۔ یہ ماں کی اسی بے غرضی اور خاموش دعا کا نتیجہ ہے کہ مجھے اجازت دی گئی کہ "تم لوگوں کے سامنے اس معصوم بچی کے ذریعہ سے ظاہر ہوں جس کے خیالات تمام کثافتوں سے پاک ہیں۔ دشمن کو شیطان کے ظلمت خانوں کی طرف بھگا دیا گیا ہے اور اب وہ کبھی تمہیں پریشان نہ کرے گا...... اپنی زندگی کے مقررہ ایام اطمینان سے بسر کرو...... امن و سلامتی ہو تم پر اور تمہارے ماحول پر......! سو جاؤ اور واپس لوٹ جاؤ؟"

ایک لمحہ کے لئے ایسا معلوم ہوا جیسے یہ لوگ اس تہہ خانے کی چھت اور دیواروں کو توڑ کر اوپر اڑ گئے ہیں اور اوپر سے اس عمارت کے اندر دیکھ رہے ہیں...... حلقہ ایک شعلہ بار سورج بن گیا تھا۔ اس کے وسط میں ان کے جسم سیاہ سایوں کی طرح نظر آتے تھے۔ موت کا سکون و سکوت ان کے اوپر سمندر کی بڑی بڑی لہروں کی طرح دوڑ رہا تھا...... اب وہ معبد کے اوپر فضا میں اڑ رہے تھے...... یہ عظیم الشان کھنڈر دور دراز فاصلوں پر ہٹتا ہٹتا ایک کالا دھبہ سا بن کر رہ گیا...... اور پھر آخر کار ہر چیز غائب ہو گئی۔

وقت کا وجود ختم ہو گیا...... اور ایسا محسوس ہوا جیسے یہ لوگ کسی درخشاں دھات کے ذرات تھے جو ہزاروں سال تک ایک عظیم و مہیب ناقابل پیمائش خلا کے اندر تیرتے رہے تھے...... سیاروں کی طرح دائروں میں گردش کرتے ہوئے...... بے آواز خلا کی بلندیوں میں مسلسل اور دوامی گردش...... ہر جسمانی احساس سے آزاد...... جیسے کسی نامعلوم سمندر کی لہروں کے نیچے کئی میل کی گہرائیوں میں بے کوشش و بے ارادہ تیرتے ہوئے چلے جا رہے ہیں......!

اور پھر...... انسانی حساب کے مطابق نہ جانے کتنی صدیوں کے بعد...... ان کو ایک بار پھر جمشید کا مکان نظر آیا...... اپنے نیچے بہت دور...... ان کے جسم حصار کے اندر پڑے ہوئے تھے...... اور کمرہ تاریک تھا......! ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک قطعی آسیبی خاموشی کے ساتھ انسانی صدیاں ایک غبار کے نیچے گر رہی ہیں...... مسلسل گر رہی ہیں...... ہنس کے نرم و نازک پروں کی طرح یہ غبار نہایت نرمی اور غیر محسوس طریقہ سے ان کو...... ان کے کمرے کو اور کمرے کی ہر شے کو ایک لطیف سفید سفوف کی تہہ میں ملفوف کرتا جا رہا تھا۔

☆......☆......☆

اقبال جنگ نے اپنا سر اوپر اٹھایا۔

اس کو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ ایک طویل سفر سے واپس آیا تھا اور اس کے بعد بہت دنوں تک سوتا رہا تھا۔ اس نے ہاتھوں سے اپنی آنکھیں ملیں...... اس کے سامنے نیم تاریک دارالمطالعہ میں جانی پہچانی کتابوں کی الماریاں موجود تھیں۔

اسی وقت کارنس کے اوپر برقی قمقمے جھلملائے اور پوری طرح روشنی واپس آگئی۔

اس نے دیکھا کہ سلیمان کی آنکھوں میں اب وہ پہلی سی دیوانگی کی خوفناک چمک باقی تھی لیکن وہ ابھی تک حصار کے وسط میں بندھا ہوا پڑا تھا...... پہلے کی طرح!

اقبال جنگ نیچے جھکا اور سلیمان کے ہاتھوں کی بندشیں کھولنے لگا۔ اسی وقت مریم کی بے ہوشی دور ہو گئی اور اس کو ہوش آگیا۔ جمشید محبت کے ساتھ اسے اطمینان دلا رہا تھا......

"ہم محفوظ ہیں ڈارلنگ...... بالکل محفوظ!"

"زرینہ...... مر وہ...... نہیں ہے نا؟" یہ اسد کی آواز تھی۔

اس کے ساتھیوں نے مڑ کر دیکھا۔ اسد سامنے موجود تھا۔ دیو کی طرح دراز قامت...... مگر بجھا بجھا سا...... پریشان و غمزدہ...... کھڑکیوں میں سے چھن کر آنے والی صبح کی ابتدائی روشنی کے پس منظر پر وہ ایک پرچھائیں کی طرح سیاہ نظر آتا تھا!

اور اپنے بازوؤں پر وہ زرینہ کا جسم اٹھائے ہوئے تھا۔

ایک ہلکی ماتمی چیخ کے ساتھ مریم اچک کر کھڑی ہو گئی...... دیوانہ وار دوڑتی ہوئی وہ آگے بڑھی...... کمرے کو پار کیا...... اور دیوار میں لگے ہوئے اس دروازہ میں داخل ہو گئی جس کے اندر زہرہ کی نرسری تک جانے والا پوشیدہ زینہ واقع تھا۔ جمشید اس کے پیچھے پیچھے تھا۔

اقبال جنگ عجلت سے اسد کی طرف بڑھا۔

سلیمان نے جھٹکا دے کر اپنے پاؤں کو بندش سے آزاد کر لیا اور حیرت سے بولا۔ "اف! کس قدر غیر معمولی و عجیب خواب دیکھا ہے میں نے!"

"تم نے دیکھا ہو گا کہ ہم سب لوگ کراچی جا رہے ہیں؟" اقبال جنگ نے پوچھا۔ "اور اس کے بعد شمالی فلسطین میں ایک شکستہ معبد کے کھنڈروں میں پہنچے؟"

تینوں نے مل کر زرینہ کے جسم کو فرش پر آہستہ سے رکھ دیا۔ تب سلیمان نے جواب دیا......

"ہاں...... یہی خواب تھا وہ...... مگر آپ کو کیسے معلوم ہوا؟"

"خود میں نے یہی خواب دیکھا ہے...... لیکن سوال یہ ہے کہ کیا واقعی یہ ایک خواب تھا؟"

یکایک دیوانگی آمیز قہقہہ کی آواز سے یہ لوگ چونک پڑے...... آواز زرینہ کی طرف سے آئی تھی۔

دوسرے ہی لمحہ زینے سے نکل کر مریم ان کے پاس آپہنچی۔ اس کے چہرے پر موٹے موٹے آنسو بہہ رہے تھے...... خوشی کے آنسو...... کیونکہ زہرہ زندہ و سلامت اس کی گود میں لیٹی ہوئی تھی۔

معصوم بچی کی آنکھوں سے ظاہر تھا کہ اپنی نیند سے وہ ابھی ابھی بیدار ہوئی ہے...... کچھ دیر تک وہ اپنی بڑی بڑی دلکش آنکھوں سے ان لوگوں کی طرف نظر جما کر دیکھتی رہی اور اس کے بعد بولی۔

"امی...... ! ہم سلیمان چچا کے پاس جائیں گے!"

اقبال جنگ زرینہ کا معائنہ کر رہا تھا۔ اس کے قریب سے سلیمان اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے تنگ شانوں کے درمیان اس کے شریف و عظیم قلب میں جو محبت موجزن تھی اس وقت وہ سب کی سب سمٹ کر اس کی آنکھوں میں آگئی تھی۔ اس نے اپنی کمزور آنکھوں کو ہاتھوں سے ڈھک لیا اور پیچھے ہٹ گیا۔

"نہیں...... ! زہرہ بیٹی...... !" وہ بولا۔ "میں بیمار ہوں...... میری طبیعت ابھی ٹھیک نہیں بیٹی!"

دراصل سلیمان خود کو اتنا بڑا مجرم و گناہگار محسوس کر رہا تھا کہ معصوم و پاکیزہ بچی کو چھونا بھی مناسب نہیں سمجھتا تھا۔

"یہ کیا حماقت ہے!" اقبال جنگ نے جلدی سے چلا کر کہا۔ "وہ سب باتیں ختم ہو چکی ہیں...... چلو جلدی کرو...... خدارا اس بچی کو تم سنبھال لو...... کیا دیکھ نہیں رہے کہ مریم بے ہوش ہوئی جا رہی ہے؟"

"اف...... ! جمشید...... !" بے اختیار مریم کے منہ سے نکلا۔

سلیمان نے اس کی گود سے زہرہ کو لے لیا تھا...... مریم لڑکھڑاتی ہوئی اپنے شوہر کی طرف جھکی اور اس کا سہارا لیتے ہوئے سر جھکا لیا۔ یہ ظاہر تھا کہ اس کا دماغ چکرا رہا تھا۔

"مریم...... ڈارلنگ!" جمشید نے اس کو سنبھالتے ہوئے تشویش سے کہا......

"گھبراؤ نہیں...... میں ابھی ٹھیک ہو جاؤں گی۔" وہ بولی۔ "خدا کا شکر ہے کہ یہ خواب ہی تھا...... خواب ہی تھا ناں؟"

"یہ زندہ ہے!" اچانک دوسری طرف سے اقبال جنگ کی آواز آئی۔ اس کا ہاتھ زرینہ کے قلب پر رکھا ہوا تھا۔ "جلدی کرو اسد...... ! میرا بیگ...... جلدی لاؤ۔"

"یقیناً یہ خواب ہی تھا مریم!" جمشید اپنی محبوب بیوی کو تسکین دے رہا تھا۔ "ہم اس کمرے میں سے ایک منٹ کو بھی باہر نہیں نکلے...... دیکھو! ...... اسد کے علاوہ ہم سب ابھی تک شب خوابی کا لباس ہی پہنے ہوئے ہیں!"

"ہاں ہاں...... میرا خیال تھا...... لیکن اف! اس بے چاری زرینہ کو تو دیکھو!" یہ کہتے ہوئے مریم اپنے شوہر کے بازوؤں میں سے پھسل کر زرینہ کے قریب دوزانو ہو گئی۔

اسد جھپٹتا ہوا واپس آیا۔ اس کے ہاتھ میں اقبال جنگ کا بیگ تھا۔ اقبال جنگ نے تیزی سے بیگ کھولا اور ایک چھوٹی سی بوتل نکالی۔ مریم نے زرینہ کا سر اپنے زانو پر رکھا اور جمشید نے اس کی ٹھوڑی پکڑ لی۔ اسد نے کوشش کر کے زرینہ کا منہ کھولا اور اقبال جنگ نے تھوڑی سی دوا زرینہ کے حلق میں ٹپکا دی۔

زرینہ کے چہرے پر ایک تشنج سا پیدا ہوا اور گزر گیا۔

اور اس کے بعد...... اس نے آنکھیں کھول دیں!

"خدا کا شکر ہے!" اسد بے اختیار بولا۔ "ہزار ہزار شکر!"

سیلاب کی طرح زرینہ کا فطری رنگ اس کے چہرے میں واپس آ گیا...... وہ مسکرائی اور آہستہ سے اسد کا نام پکارا۔

"ایسا خوفناک خواب میں نے زندگی میں کبھی...... کبھی بھی نہیں دیکھا۔" مریم نے استعجاب میں کہا۔

"ہم ایک عبادت خانہ میں کھڑے ہوئے تھے اور...... وہ...... وہ خوفناک شخص بھی وہاں موجود تھا...... وہ"

"تو یہ خواب تم لوگوں نے بھی دیکھا ہے!" سلیمان بیچ میں بول اٹھا۔ "وہی...... جب کہ تم لوگوں نے مجھے کراچی میں تلاش کر لیا تھا...... اور پھر وہ پولیس......!"

"ہاں ہاں...... یہی۔" اقبال جنگ نے کہا۔ "بڑی حیرت ناک بات ہے کہ ہم سب نے ایک ہی خواب دیکھا...... لیکن اس کے علاوہ اور کوئی تشریح اس کی ممکن نہیں!...... یہ بے شک کل رات کا ہی تو واقعہ ہے...... کہ ہم سب مل کر اس حصار کے اندر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایسا ممکن نہیں معلوم ہوتا کہ ہم میں سے کوئی بھی اس حصار سے باہر نکلا ہو؟"

"تب تو ضرور میں بھی خواب ہی دیکھتا رہا ہوں۔" اسد نے ایک ساعت کے لئے زرینہ کے چہرے سے اپنی نگاہیں اوپر اٹھائیں۔ "میرا یہ خواب یقیناً اس وقت یا اس سے کچھ پہلے شروع ہوا ہو گا جب کہ میں سرائے کے اندر کمرے میں سو گیا تھا اگر یہ سب خواب نہیں تو میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ اقبال جنگ اور میں تمام رات ہزاروں میل کا سفر کرتے رہے ہیں ایک شیطانی ڈرامہ کو روکنے کے لئے!"

"یہ سفر تو ہم نے واقعی کیا ہے۔" اقبال جنگ سنجیدگی سے بولا "یہاں زرینہ کی موجودگی اس کا ثبوت ہے لیکن زرینہ دراصل کبھی بھی مردہ نہیں ہوئی تھی...... اس کی موت ہمارے اس تجربے کا حصہ ہے جس کو ہم خواب کہہ رہے ہیں اور یہ روحانی تجربہ اس وقت شروع ہوا جب کہ تم زرینہ کو اپنے بازوؤں پر اٹھائے ہوئے یہاں واپس آئے تھے۔ سلیمان کے مکان پر ابلیس پرستوں کا اجتماع...... بعدہٗ ہمارا وہاں جانا...... پھر وہ شیطانی جشن...... یہ سب ٹھوس حقائق تھے...... مادی حقائق......! یہ صرف گزشتہ رات کا واقعہ ہے کہ جب ہمارے جسم سو رہے تھے تو ہمارے تحت الشعوری وجود ہمارے جسمانی وجود کو چھوڑ کر باہر نکل آئے تاکہ ہم روحانی دنیا میں طومان کے خلاف اپنی جدوجہد جاری رکھ سکیں۔"

"طومان!" سلیمان بولا۔ "لیکن...... اگر ہم محض خواب ہی دیکھتے رہے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ طومان ابھی زندہ ہے۔" "نہیں......! وہ مر چکا ہے۔" زرینہ ایک مضبوط یقین کے لہجے میں بولی اور اٹھ کر بیٹھ گئی اور پھر اسد کا ہاتھ پکڑ کر کھڑی ہو گئی۔

"اتنے یقین کے ساتھ تم یہ بات کیسے کہہ سکتی ہو؟" اسد نے پوچھا۔

"وہ اس وقت بھی میری نظروں کے سامنے ہے۔" زرینہ بولی "اور وہ یہاں سے کچھ زیادہ دور نہیں ہے...... چند سیڑھیوں پر وہ سر کے بل پڑا ہوا ہے۔"

"خواب میں ہم نے اسی حالت میں اس کو دیکھا تھا۔" جمشید نے کہا۔

لیکن زرینہ نے تردید کے انداز میں سر ہلایا۔

"نہیں...... میں نے کوئی خواب نہیں دیکھا۔" وہ بولی۔ "جب طومان سرائے میں میرے کمرے میں داخل ہوا اور مجھ پر زبردستی نیند طاری کر دی اس کے بعد سے مجھے کوئی بات یاد نہیں...... لیکن آپ لوگ اس کو ضرور پائیں گے...... یہیں کہیں...... مکان کے قریب باہر۔"

"یہ دنیا کا صدیوں پرانا قانون ہے۔" اقبال جنگ بولا "زندگی کے بدلے زندگی اور روح کے بدلے روح...... بے شک مجھے بالکل یقین ہے کہ اب چونکہ تم پھر ہمیں زندہ واپس کر دی گئی ہو اس لئے طومان کو اپنی ناکامی کی پاداش ضرور بھگتنا پڑی ہو گی۔ تمارے بدلے اس کو لازمی مرنا ہی چاہئے!"

سلیمان نے تائید میں سر ہلایا۔

"تب تو ہم اس خوفناک خواب سے واقعی آخر کار نجات پا گئے ہیں؟" وہ بولا۔

"ہاں۔" اقبال جنگ بولا۔ "یہ سب کچھ ایک خواب ہو یا نہ ہو بہر حال اس مقدس نورانی وجود نے جو "آقائے نور" کی حیثیت سے ہمارے سامنے ظاہر ہوا تھا شیطانی ظلمت کی طاقت کو واپس دھکیل دیا ہے اور یہ خوشخبری دی ہے کہ اب دشمن سے ہمیں کوئی نقصان نہ پہنچے گا اور ہم سلامتی کے ساتھ اپنی مقررہ مدت حیات پوری کریں گے...... آؤ جمشید!" اقبال جنگ نے اپنے میزبان کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "آؤ ذرا اپنے کوٹ تلاش کر لیں اور باغ میں گشت لگائیں...... چمن کی حسین فضا ہمارے حافظہ سے ان خوفناک خیالات کو کافور کر دے گی۔"

جب یہ لوگ دور چلے گئے تو زرینہ اسد کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔

"کل رات تم نے جو کچھ کہا تھا کیا واقعی وہ حقیقت تھی؟" وہ بولی۔

"شک و شبہ ہے تمہیں؟" اسد نے جذبات انگیز تبسم کے ساتھ زرینہ کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے۔

"اجازت ہو تو اپنی محبت کا عملی ثبوت بھی پیش کر سکتا ہوں!"

"سلیمان!" مریم نے مصلحتاً کہا۔ "شب خوابی کے اس ہلکے لباس میں بچی کو سردی لگ جائے گی...... خدارا اس کو فوراً سرائے میں واپس لے جاؤ۔ میں جا کر نوکروں سے ناشتہ تیار کراتی ہوں۔"

سلیمان اپنے پرانے محبت بھرے انداز میں مسکرایا اور زہرہ اچک کر اس کی گود میں چڑھ گئی۔

اسد نے زرینہ کو اپنے قریب کھینچ لیا۔ مگر زرینہ کے چہرے پر حسرت و افسردگی نمایاں تھی۔

"میرے محبوب!" وہ پس و پیش میں بولی "تم جانتے ہو کہ محبت کی یہ حسین زندگی میرے لئے صرف تھوڑے دنوں تک ہی رہ سکتی ہے...... تقریباً آٹھ مہینے...... اس سے زیادہ نہیں۔"

"یہ کیا لغویت ہے!" اسد ہنس پڑا۔ "گزشتہ رات تم یقیناً ہم سب کے لئے مردہ ہو چکی تھیں لہٰذا تمہاری پیشین گوئی پوری ہو چکی ہے اور شیطانی نحوست کا سایہ دور ہو چکا ہے...... اب ہم دونوں ایک صدی تک ایک ساتھ زندہ رہیں گے۔"

زرینہ نے اپنا چہرہ اسد کے شانے کے پیچھے چھپا دیا۔ ابھی تک اس کو پورا یقین نہ تھا لیکن اسد کی اس یقین دہانی سے ایک نئی امید اس کے دل میں ابھر رہی تھی کہ وہ "وادیٔ ظلمت" سے گزر چکی ہے اور ایک بار پھر دوسرے کنارے پر پہنچ گئی ہے جہاں محبت اور مسرت کی روشنی اس کی راہ دیکھ رہی ہے۔

زرینہ نے محسوس کیا کہ ان دونوں کی باہمی مسرت کا یہی تقاضا تھا کہ اسد کے زاویۂ نظر کو قبول کر لیا جائے اور آج کے دن سے اس طرح جینے کی کوشش کی جائے جیسے واقعی اس کی زندگی پر منڈلاتا ہوا خطرہ ہمیشہ کے لئے گزر چکا ہے۔

"اچھا...... اسد!" وہ آہستہ سے بولی۔ "اگر تم یہی چاہتے ہو تو میری زندگی کے دن اب تمہارے ہیں...... خواہ ان کی تعداد کچھ ہی کیوں نہ ہو۔"

فضا میں کہرہ کا کوئی نشان نہ تھا اور ایک حسین و صاف صبح طلوع ہو رہی تھی۔ اس دلکش ماحول میں دارالمطالعہ کی کھڑکیوں کے باہر اقبال جنگ کو طومان کی لاش ملی!

یہ لاش پتھر کی ان سیڑھیوں پر پڑی ہوئی تھی جو اوپر چبوترے تک جاتی تھیں...... اس کے ہاتھ پاؤں پھیلے ہوئے تھے اور سر نیچے کی طرف تھا۔

"حکام کو اس موت کے متعلق کوئی فیصلہ کرنے میں دشواری نہ ہوگی۔" اقبال جنگ نے لاش کے چہرے پر ایک نظر ڈال کر کہا۔ "وہ یہی کہیں گے کہ اس کے قلب کی حرکت بند ہونے سے موت واقع ہوئی...... لاش کو چھونے کی بالکل ضرورت نہیں...... ابھی ہم پولیس کو ٹیلیفون کر دیں گے۔ ہم میں سے کسی کو بھی یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ہم نے اس شخص کو کبھی پہلے بھی دیکھا ہے۔ تم اپنے خدمت گار محمود کو ہدایت کر دو کہ خاموش رہے اور کل سہ پہر میں یہاں طومان کے آنے کے متعلق پولیس کو کچھ نہ بتائے...... اس بات کا یقین رکھو کہ طومان کے دوست کبھی بھی حکام کے سامنے آکر یہ بیان کرنے کی ہمت نہ کر سکیں گے کہ سلیمان سے یا زرینہ سے اس مردہ شخص کے تعلقات تھے۔ لہٰذا ہم میں سے ہر شخص اطمینان کے ساتھ یہ بیان دے سکتا ہے کہ ہم اس شخص کو بالکل نہیں جانتے۔"

جمشید نے اثبات میں سر ہلایا۔

"بالکل ٹھیک۔" وہ بولا۔ "حکام کا فیصلہ یہی ہوگا کہ...... ایک نامعلوم شخص کی موت...... فطری اسباب ہے......" اور یہی ہماری زندگی کی اس حیرت ناک کہانی کا تتمہ ہے۔"

"تتمہ تو ابھی باقی ہے جمشید!" اقبال جنگ بولا۔ "لیکن یاد رہے یہ بات میرے اور تمہارے درمیان ایک راز رہنا چاہئے۔ بہتر یہی ہے کہ دوسروں کو خبر نہ ہو۔"

"کیا مطلب؟" جمشید چونک پڑا۔

"کیا تمہارے مکان میں کہیں کوئی بھٹی یا تندور یا بڑا چولہا ہے؟"

"میرے دھوبی کی بھٹی موجود ہے...... خود میں نے تیار کرائی ہے...... لیکن یہ بتائیں کہ بھٹی کی کیا ضرورت ہے آپ کو؟"

"یہ بات بعد میں پوچھ لینا۔"

"اچھا!" جمشید نے حیرت سے کہا اور اقبال جنگ کو ساتھ لے کر چلا۔

عمارت کے گرد گھوم کر اور باورچی خانے کو پیچھے چھوڑتے ہوئے یہ لوگ ایک چھوٹی سی عمارت میں پہنچے جہاں ایک بھٹی پوری طرح دہک رہی تھی۔

اقبال جنگ نے ایک اسپرنگ دبایا اور بھٹی کا دروازہ خود بخود کھل گیا۔ اندر سرخ سرخ کوئلوں کا انبار چمک رہا تھا۔

جمشید نے دیکھا کہ اقبال جنگ نے اپنا داہنا ہاتھ آگے پھیلایا جس کی مٹھی بند تھی...... اور پھر آہستہ آہستہ اس نے مٹھی کھول دی۔

"خدا کی پناہ!" جمشید بے اختیار بولا۔ "یہ تمہارے پاس کہاں سے آیا؟"

اقبال جنگ نے کھلی ہوئی ہتھیلی پر ایک سوکھی سکڑی ہوئی چیز رکھی تھی۔ لمبائی میں ایک چھوٹی انگلی کے برابر...... سخت...... خشک...... اور گزرے ہوئے طول طویل زمانے کے ہاتھوں اس کا رنگ سیاہ پڑ گیا تھا۔ یہی وہ محفوظ شدہ زبان تھی مردہ دیوتا اور سیریس کی...... وہی جس کا نام طلسم سامری تھا!...... بالکل وہی جو ان لوگوں نے اپنے تازہ ناقابل یقین خواب کے دوران شیطانی بجرے کی پیشانی پر چمکتا ہوا دیکھا تھا۔

"جب میں بیدار ہوا تو میں نے اس کو اپنی مٹھی میں دبا ہوا پایا۔" اقبال جنگ نے کہا۔

"لیکن...... یہ کہیں نہ کہیں سے تو ضرور آپ کی مٹھی میں آیا ہوگا!" جمشید نے کہا "اس کے معنی ہیں کہ جو کچھ ہم نے دیکھا وہ خواب نہ تھا...... بلکہ ایک حقیقت تھی۔"

"اس کے ثبوت کے لئے تو یہ میرا زخمی بازو ہی کافی تھا۔" اقبال جنگ مسکرایا۔ "تعجب ہے کہ تم لوگوں میں سے کسی نے اس طرف دھیان نہیں دیا...... بہر حال یہ منحوس سامری اس شیطانی قوت کی ایک ٹھوس مادی نشانی ہے جس کے خلاف ہم جنگ کر چکے ہیں اور اب یہ طلسمی عجوبہ ہمیں اس لئے دیا گیا ہے کہ اس کو نیست و نابود کر دیا جائے۔ اسی میں عالم انسانیت کی عافیت ہے۔"

یہ کہہ کر اقبال جنگ نے طلسم سامری کو دہکتی ہوئی بھٹی میں ڈال دیا اور جب تک وہ بالکل بھسم نہ ہو گیا یہ دونوں کھڑے ہوئے اس کو دیکھتے رہے۔

"اگر ہم لوگ محض خواب ہی دیکھ رہے تھے تو آپ اس کی کیا وجہ بتا سکتے ہیں کہ......"

"میں کچھ نہیں بتا سکتا۔" اقبال جنگ نے بے بسی سے کہا۔ "وہ لوگ بھی جن کو حقیقت کے عظیم ترین متلاشی کہا جا سکتا ہے اس سے زیادہ اور کچھ نہ کر سکے کہ قدرت کے نامعلوم اسرار کے چہرے پر پڑی ہوئی نقاب کا صرف ایک معمولی سا گوشہ ہی دیکھ سکے ہیں۔ بہر حال میرا عقیدہ یہ ہے کہ اپنے "سفر خواب" کے دوران ہم لوگ ایک عالم میں زندہ رہے ہیں جس کو عصر حاضر کے انسان اپنی اصطلاح میں "سمت چہاری" کہتے ہیں...... یعنی وقت کی قیود سے بالکل آزاد!

"میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا۔"

"سطح کو دیکھ کر سمندر کی گہرائی سمجھ میں نہیں آسکتی میرے دوست......" اقبال جنگ نے کہا۔ "مادی اجسام کے تین پہلو عام طور پر سب ہی جانتے ہیں...... لمبائی...... چوڑائی اور موٹائی...... لیکن ایک چوتھا پہلو اور بھی ہے...... روحانی پہلو...... یہ پہلو زمان و مکان کے قیود سے آزاد ہے...... کبھی کبھی ہم اپنے جسم کو چھوڑ کر لمبائی، چوڑائی اور موٹائی کی دنیا سے الگ ہو جاتے ہیں اور اس روحانی عالم میں وہی کام کر سکتے ہیں جو مادی عالم میں کرتے...... فرق صرف یہ ہے کہ اس عالم میں یہی کام سہولت سے کر سکتے ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں وہ بعد میں ایک خواب معلوم ہوتا ہے۔" وہ ایک ساعت کے لئے رکا اور پھر بولا۔

"بہر حال یہ عالم ہو یا وہ عالم...... یہ ظاہر ہے کہ شیطانی قوتیں کتنی ہی بے پناہ کیوں نہ ہوں ان کا انجام وہی ہوتا ہے جو اس وقت ہمارے سامنے طومان کا ہے! ظلمت کتنی ہی بھیانک اور اس کی تاریکی کتنی ہی گہری کیوں نہ ہو نورِ صبح کی ایک ہی کرن اس کا سینہ چیر کر رکھ دیتی ہے......! طومان انسان نہیں بلکہ انسانی روپ میں طاغوت تھا...... سر تا پا شیطان......! لیکن انسان اگر صحیح معنی میں انسان ہے تو طاغوت کی تمام طاقتیں بھی اسے پسپا نہیں کر سکتیں!"

"بے شک!" جمشید نے تائید کی۔

اور وہ دونوں ٹہلتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔

(ختم شد)